

دماغ اور جسم

کے سکون

کے پہلو



مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی
سکون کا باعث بنتا ہے

دماغ اور جسم کے سکون کے پہلو

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2024 کے ذریعہ شائع کیا گیا۔

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

دماغ اور جسم کے سکون کے پہلو

تیسرا ایڈیشن۔ 27 اکتوبر 2024۔

کاپی رائٹ © 2024 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

مندرجات کا جدول

مندرجات کا جدول

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

دماغ اور جسم کے سکون کے پہلو

نیت اور اخلاص - 1

نیت اور اخلاص - 2

نیت اور اخلاص - 3

نیت اور اخلاص - 4

نیت اور اخلاص - 5

نیت اور اخلاص - 6

نیت اور اخلاص - 7

نیت اور اخلاص - 8

نیت اور اخلاص - 9

نیت اور اخلاص - 10

نیت اور اخلاص - 11

نیت اور اخلاص - 12

نیت اور اخلاص - 13

نیت اور اخلاص - 14

نیت اور اخلاص - 15

دماغ اور جسم کا سکون - 1

[دماغ اور جسم کا سکون - 2](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 3](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 4](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 5](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 6](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 7](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 8](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 9](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 10](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 11](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 12](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 13](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 14](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 15](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 16](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 17](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 18](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 19](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 20](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 21](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 22](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 23](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 24](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 25](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 26](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 27](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 28](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 29](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 30](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 31](#)

[دماغ اور جسم کا سکون - 32](#)

[مساوات - 1](#)

[مساوات - 2](#)

[مساوات - 3](#)

[مساوات - 4](#)

[امید - 1](#)

[امید - 2](#)

[امید - 3](#)

[امید - 4](#)

[امید - 5](#)

[سماجی کاری - 1](#)

[سماجی کاری - 2](#)

[سماجی کاری - 3](#)

[سماجی کاری - 4](#)

[سماجی کاری - 5](#)

[سماجی کاری - 6](#)

[سماجی کاری - 7](#)

[سماجی کاری - 8](#)

[9 - سماجی کاری](#)

[10 - سماجی کاری](#)

[11 - سماجی کاری](#)

[12 - سماجی کاری](#)

[13 - سماجی کاری](#)

[14 - سماجی کاری](#)

[15 - سماجی کاری](#)

[16 - سماجی کاری](#)

[17 - سماجی کاری](#)

[18 - سماجی کاری](#)

[19 - سماجی کاری](#)

[20 - سماجی کاری](#)

[21 - سماجی کاری](#)

[22 - سماجی کاری](#)

[23 - سماجی کاری](#)

[24 - سماجی کاری](#)

[25 - سماجی کاری](#)

[26 - سماجی کاری](#)

[27 - سماجی کاری](#)

[28 - سماجی کاری](#)

[29 - سماجی کاری](#)

[30 - سماجی کاری](#)

[31 - سماجی کاری](#)

[32 - سماجی کاری](#)

[33 - سماجي ڪاري](#)

[34 - سماجي ڪاري](#)

[35 - سماجي ڪاري](#)

[36 - سماجي ڪاري](#)

[37 - سماجي ڪاري](#)

[38 - سماجي ڪاري](#)

[39 - سماجي ڪاري](#)

[40 - سماجي ڪاري](#)

[41 - سماجي ڪاري](#)

[42 - سماجي ڪاري](#)

[43 - سماجي ڪرنا](#)

[44 - سماجي ڪرنا](#)

[45 - سماجي ڪاري](#)

[46 - سماجي ڪاري](#)

[47 - سماجي ڪاري](#)

[48 - سماجي ڪاري](#)

[49 - سماجي ڪاري](#)

[50 - سماجي ڪاري](#)

[51 - سماجي ڪاري](#)

[52 - سماجي ڪاري](#)

[53 - سماجي ڪاري](#)

[54 - سماجي ڪاري](#)

[55 - سماجي ڪاري](#)

[56 - سماجي ڪاري](#)

[57 - سماجی کاری](#)

[58 - سماجی کاری](#)

[59 - سماجی کاری](#)

[60 - سماجی کاری](#)

[61 - سماجی کاری](#)

[62 - سماجی کاری](#)

[63 - سماجی کاری](#)

[64 - سماجی کاری](#)

[65 - سماجی کاری](#)

[66 - سماجی کاری](#)

[67 - سماجی کاری](#)

[68 - سماجی کاری](#)

[69 - سماجی کاری](#)

[70 - سماجی کاری](#)

[71 - سماجی کاری](#)

[72 - سماجی کاری](#)

[73 - سماجی کاری](#)

[74 - سماجی کاری](#)

[75 - سماجی کاری](#)

[76 - سماجی کاری](#)

[77 - سماجی کاری](#)

[78 - سماجی کاری](#)

[79 - سماجی کاری](#)

[80 - سماجی کاری](#)

[81 - سماجی کاری](#)

[82 - سماجی کاری](#)

[83 - سماجی کاری](#)

[84 - سماجی کاری](#)

[85 - سماجی کاری](#)

[86 - سماجی کاری](#)

[87 - سماجی کاری](#)

[88 - سماجی کاری](#)

[89 - سماجی کاری](#)

[90 - سماجی کاری](#)

[91 - سماجی کاری](#)

[92 - سماجی کاری](#)

[93 - سماجی کاری](#)

[94 - سماجی کاری](#)

[95 - سماجی کاری](#)

[96 - سماجی کاری](#)

[97 - سماجی کاری](#)

[98 - سماجی کاری](#)

[99 - سماجی کاری](#)

[100 - سماجی کاری](#)

[101 - سماجی کاری](#)

[102 - سماجی کاری](#)

[103 - سماجی کاری](#)

[104 - سماجی کاری](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 1](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 2](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 3](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 4](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 5](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 6](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 7](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 8](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 9](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 10](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 11](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 12](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 13](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 14](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 15](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 16](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 17](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 18](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 19](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 20](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 21](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 22](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 23](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 24](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 25](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 26](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 27](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 28](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 29](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 30](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 31](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 32](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 33](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 34](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 35](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 36](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 37](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 38](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 39](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 40](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 41](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 42](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 43](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 44](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 45](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 46](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 47](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 48](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 49](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 50](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 51](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 52](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 53](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 54](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 55](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 56](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 57](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 58](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 59](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 60](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 61](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 62](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 63](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 64](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 65](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 66](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 67](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 68](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 69](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 70](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 71](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 72](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 73](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 74](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 75](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 76](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 77](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 78](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 79](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 80](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 81](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 82](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 83](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 84](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 85](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 86](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 87](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 88](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 89](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 90](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 91](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 92](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 93](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 94](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 95](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 96](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 97](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 98](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 99](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 100](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 101](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 102](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 103](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 104](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 105](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 106](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 107](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 108](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 109](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 110](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 111](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 112](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 113](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 114](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 115](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 116](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 117](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 118](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 119](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 120](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 121](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 122](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 123](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 124](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 125](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 126](#)

[ایمان کو مضبوط کرنا - 127](#)

[مادی دنیا - 1](#)

[مادی دنیا - 2](#)

[مادی دنیا - 3](#)

[مادی دنیا - 4](#)

[مادی دنیا - 5](#)

[مادی دنیا - 6](#)

[مادی دنیا - 7](#)

[مادی دنیا - 8](#)

[مادی دنیا - 9](#)

[مادی دنیا - 10](#)

[مادی دنیا - 11](#)

[مادی دنیا - 12](#)

[مادی دنیا - 13](#)

[مادی دنیا - 14](#)

[مادی دنیا - 15](#)

[مادی دنیا - 16](#)

[مادی دنیا - 17](#)

[مادی دنیا - 18](#)

[مادی دنیا - 19](#)

[مادی دنیا - 20](#)

[مادی دنیا - 21](#)

[مادی دنیا - 22](#)

[مادی دنیا - 23](#)

[مادی دنیا - 24](#)

[مادی دنیا - 25](#)

[مادی دنیا - 26](#)

[مادی دنیا - 27](#)

[مادی دنیا - 28](#)

[مادی دنیا - 29](#)

[مادی دنیا - 30](#)

[مادی دنیا - 31](#)

[مادی دنیا - 32](#)

[مادی دنیا - 33](#)

[مادی دنیا - 34](#)

[مادی دنیا - 35](#)

[مادی دنیا - 36](#)

[مادی دنیا - 37](#)

[مادی دنیا - 38](#)

[مادی دنیا - 39](#)

[مادی دنیا - 40](#)

[مادی دنیا - 41](#)

مادی دنیا - 42

مادی دنیا - 43

مادی دنیا - 44

مادی دنیا - 45

مادی دنیا - 46

علم - 1

علم - 2

علم - 3

علم - 4

علم - 5

علم - 6

علم - 7

علم - 8

علم - 9

علم - 10

علم - 11

علم - 12

علم - 13

علم - 14

علم - 15

علم - 16

علم - 17

علم - 18

علم - 19

علم - 20

علم - 21

عاجزی - 1

عاجزی - 2

عاجزی - 3

عاجزی - 4

صدقه - 1

صدقه - 2

صدقه - 3

صدقه - 4

صدقه - 5

صدقه - 6

صدقه - 7

صدقه - 8

صدقه - 9

صدقه - 10

صدقه - 11

صدقه - 12

صدقه - 13

صدقه - 14

صدقه - 15

صدقه - 16

صدقه - 17

صدقه - 18

صدقه - 19

صدقه - 20

رزق - 1

رزق - 2

رزق - 3

رزق - 4

رزق - 5

صبر - 1

صبر - 2

صبر - 3

صبر - 4

صبر - 5

صبر - 6

صبر - 7

صبر - 8

صبر - 9

صبر - 10

صبر - 11

صبر - 12

صبر - 13

صبر - 14

صبر - 15

صبر - 16

شکر گزاری - 1

شکر گزاری - 2

شکر گزاری - 3

شکر گزاری - 4

شکر گزاری - 5

سجائی - 1

سجائی - 2

عفت - 1

عفت - 2

عفت - 3

عفت - 4

الله سبحانه وتعالیٰ پر بهروسه - 1

الله سبحانه وتعالیٰ پر بهروسه - 2

الله سبحانه وتعالیٰ پر توکل - 3

الله سبحانه وتعالیٰ پر بهروسه - 4

الله سبحانه وتعالیٰ پر بهروسه - 5

الله سبحانه وتعالیٰ پر توکل - 6

الله سبحانه وتعالیٰ پر بهروسه - 7

الله سبحانه وتعالیٰ پر بهروسه - 8

الله سبحانه وتعالیٰ پر توکل - 9

توبه - 1

توبه - 2

توبه - 3

توبه - 4

انصاف - 1

انصاف - 2

آزادی - 1

آزادی - 2

آزادی - 3

قناعت - 1

قناعت - 2

قناعت - 3

مالی معاملات - 1

مالی معاملات - 2

مالی معاملات - 3

مالی معاملات - 4

رشتہ داریاں - 1

رشتہ داری کے تعلقات - 2

رشتہ داریاں - 3

رشتہ داری کے تعلقات - 4

رشتہ داری کے تعلقات - 5

رشتہ داریاں - 6

رشتہ داریاں - 7

رشتہ داری کے تعلقات - 8

رشتہ داری کے تعلقات - 9

آسانی کا مذہب - 1

آسانی کا مذہب - 2

آسانی کا مذہب - 3

آسانی کا مذہب - 4

شائستگی - 1

شائستگی - 2

آخرت - 1

آخرت - 2

آخرت - 3

آخرت - 4

آخرت - 5

آخرت - 6

آخرت - 7

آخرت - 8

آخرت - 9

آخرت - 10

آخرت - 11

آخرت - 12

آخرت - 13

آخرت - 14

آخرت - 15

آخرت - 16

آخرت - 17

آخرت - 18

آخرت - 19

آخرت - 20

آخرت - 21

آخرت - 22

[آخرت - 23](#)

[آخرت - 24](#)

[آخرت - 25](#)

[آخرت - 26](#)

[آخرت - 27](#)

[آخرت - 28](#)

[آخرت - 29](#)

[اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس](#)

[دیگر شیخ بوڈ میڈیا](#)

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔ اور ہمارے بھائی حسن کا خصوصی شکریہ، جن کے سرشار تعاون نے شیخ پوڈ کو نئی اور دلچسپ بلندیوں پر پہنچا دیا ہے جو ایک مرحلے پر ناممکن لگ رہا تھا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روز آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com پر دی جا سکتی ہیں۔

تعارف

مندرجہ ذیل کتاب دماغ اور جسم کے امن کے کچھ پہلوؤں پر بحث کرتی ہے جیسے: ذہنی سکون، اطمینان، صبر، شکر گزاری، مالی معاملات، انصاف، آزادی، سماجی، امید، رزق اور بہت کچھ۔

زیر بحث اسباق کو عملی جامہ پہنانے سے مثبت خصوصیات کو اپنانے میں مدد ملے گی جس کے نتیجے میں دماغ اور جسم کا سکون ہوتا ہے۔

دماغ اور جسم کے سکون کے پہلو

نیت اور اخلاص - 1

صحیح مسلم نمبر 196 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اسلام کا اخلاص ہے: اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، معنی، قرآن پاک، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔ اور ان پر، معاشرے کے رہنماؤں اور عام لوگوں پر درود و سلام۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طرف سے دیے گئے تمام فرائض کو احکام و ممنوعات کی صورت میں ادا کرنا، صرف اس کی رضا کے لیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ثابت ہے کہ سب ان کی نیت سے پرکھیں گے۔ پس اگر کوئی نیک 1 عمل کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص نہ ہو تو اسے نہ دنیا میں اجر ملے گا اور نہ آخرت میں۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث کے مطابق جن لوگوں نے گستاخیاں کیں ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اجر طلب کریں جن کے لیے انہوں نے عمل کیا جو ممکن نہیں ہوگا۔ باب 98 البیینہ، آیت 5۔

اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے خالص "

"ہو کر۔

اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو یہ اخلاص کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ صدق دل سے توبہ کریں اور ان سب کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر کبھی بھی ایسے

فرائض کا بوجھ نہیں ڈالتا جو وہ انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی نبھا سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286۔

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی اور دوسروں کی خوشنودی پر اس کی رضا کو پسند کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ ان اعمال کو ترجیح دینی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں۔ انسان کو چاہیے کہ دوسروں سے محبت کرے اور اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے ناپسند کرے نہ کہ اپنی خواہشات کے لیے۔ جب وہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں یا گناہوں میں حصہ لینے سے انکار کرتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ جس نے اس ذہنیت کو اپنایا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے کہ اس کے احکام اور انتخاب اس میں شامل لوگوں کے لیے بہترین ہیں، چاہے اس کے احکام کے پیچھے جو حکمتیں ہیں وہ لوگوں پر ظاہر نہ ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

صرف ان احکام پر راضی ہونا جو خواہشات کے مطابق ہوں اور خواہشات کے خلاف ہونے والے احکام پر ناراض ہونا اللہ تعالیٰ سے صریح بے وفائی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کو بجا لا کر، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتا ہے، وہ ہر حال اور حالت میں کامیاب ہوتا ہے۔ واقعی مخلص

قرآن پاک کے ساتھ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے لیے گہرا احترام اور محبت شامل ہے۔ یہ اخلاص اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن کریم کے تین پہلوؤں کو پورا کرتا ہے۔ سب سے پہلے اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھنا ہے۔ دوسرا اس کی تعلیمات کو معتبر ذریعہ اور استاد کے ذریعے سمجھنا ہے۔ آخری پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات پر اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے مقصد سے عمل کیا جائے۔ مخلص مسلمان اپنی خواہشات پر عمل کرنے پر اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہے جو قرآن کریم سے متصادم ہیں۔ اپنے کردار کو قرآن پاک پر ڈھالنا اللہ کی کتاب کے ساتھ سچے اخلاص کی علامت ہے۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے جس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 1342 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ مخلص ہونے کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے خلوص نیت سے رجوع کیا جائے۔ اس سب کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا، قطع نظر اس کے کہ اگر کسی کی خواہشات قرآن پاک سے متصادم ہوں۔ جو اپنی خواہشات کی بنیاد پر حکموں، ممانعتوں اور نصیحتوں پر عمل کرنے اور نظر انداز کرنے کا خوش دلی سے انتخاب کرتا ہے، اس نے اس کے بارے میں اخلاص اختیار کیا ہے اور وہ اس کی ہدایت سے صحیح معنوں میں فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ "ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔"

آخر میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن پاک دنیاوی مسائل کا علاج ہونے کے باوجود مسلمان کو صرف اسی مقصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی قرآن مجید کو صرف اس لیے نہیں پڑھنا چاہیے کہ وہ اپنے دنیاوی مسائل کے حل کے لیے اس کی تلاوت کریں، قرآن مجید کو ایک آلے کی طرح سمجھیں جو مشکل کے وقت ہٹا کر دوبارہ ٹول باکس میں رکھ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کا بنیادی کام آخرت کی صحیح رہنمائی کرنا ہے۔ اس اہم کام کو نظر انداز کرنا اور اسے صرف اپنے دنیاوی مسائل کے حل کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو ابھی تک بہت سے مختلف

لوازمات کے ساتھ کار خریدتا ہے، اس کے پاس کوئی انجن نہیں ہے۔ اس طرح کا برتاؤ اس کے ساتھ بے حسی ظاہر کرتا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص ہے وہ ہے۔ اس میں اپنی روایات پر عمل کرنے کے لیے علم حاصل کرنے کی کوشش بھی شامل ہے۔ ان روایات میں عبادت کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے متعلق اور مخلوق کے لیے اس کا بابرکت حسن کردار شامل ہے۔ باب 68 القلم، آیت 4

"اور بے شک آپ بہت اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔"

اس میں اس کے احکام و ممنوعات کو ہر وقت قبول کرنا شامل ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔ باب 59 الحشر، آیت 7

"اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔"

اخلاص میں اپنی روایات کو کسی اور کے اعمال پر ترجیح دینا بھی شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام راستے بند ہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور "تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔"

انسان کو ان تمام لوگوں سے محبت کرنی چاہیے جنہوں نے اس کی زندگی میں اور اس کے انتقال کے بعد اس کا ساتھ دیا، چاہے وہ اس کے خاندان میں سے ہوں یا اس کے ساتھی، اللہ ان سب سے راضی ہو۔ اس کے راستے پر چلنے والوں اور اس کی روایات کی تعلیم دینے والوں کا ساتھ دینا ان لوگوں پر فرض ہے جو اس کے ساتھ مخلص ہونا چاہتے ہیں۔ اخلاص میں ان لوگوں سے محبت کرنا بھی شامل ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں کو ناپسند کرنا جو اس پر تنقید کرتے ہیں خواہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق ہو۔ اس کا خلاصہ صحیح بخاری نمبر 16 میں موجود ایک حدیث میں موجود ہے۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا ایمان نہیں رکھ سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ کرے۔ تخلیق یہ محبت صرف الفاظ سے نہیں عمل سے ظاہر ہونی چاہیے۔ اس کا احترام، محبت اور عملی طور پر اس کی پیروی کرنا اس کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو ہے۔ لیکن یہ آپ کی بابرکت زندگی اور تعلیمات کو سیکھے بغیر ممکن نہیں۔ کسی کی عزت، محبت اور پیروی کیسے کر سکتا ہے جسے وہ جانتا تک نہیں؟ جو شخص اس سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتا ہے لیکن عملی طور پر اس کی پیروی کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ ان کے دعوے میں بے ایمان ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جس کا تذکرہ کمیونٹی کے رہنماؤں کے ساتھ مخلص ہونا ہے اور اس میں مذہبی رہنماؤں اور اساتذہ کے ساتھ اخلاص کا اظہار بھی شامل ہے۔ اس میں انہیں بہترین مشورے کی پیشکش کرنا اور ان کے اچھے فیصلوں میں کسی بھی ضروری طریقے سے مدد کرنا شامل ہے، جیسے کہ مالی یا جسمانی مدد۔ امام مالک کی موطا، کتاب نمبر 56، حدیث نمبر 20 میں موجود ایک حدیث کے مطابق اس فرض کو ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

باب 4 النساء آیت 59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو " ...تم میں سے حاکم ہیں

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معاشرے کے سربراہان کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ اطاعت اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔ مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں اگر یہ خالق کی نافرمانی کا باعث بنے۔ اس طرح کے معاملات میں لیڈروں کے خلاف بغاوت کرنے سے گریز کیا جانا چاہیے کیونکہ اس سے صرف

معصوم لوگوں کا ہی نقصان ہوتا ہے۔ اس کے بجائے قائدین کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق نرمی سے نیکی اور برائی سے منع کرنا چاہیے۔ دوسروں کو اس کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرنی چاہیے اور ہمیشہ راہنماؤں سے صحیح راستے پر چلنے کی دعا کرنی چاہیے۔ لیڈر سیدھے رہیں گے تو عوام بھی سیدھے رہیں گے۔

لیڈروں کے ساتھ دھوکہ کرنا منافقت کی علامت ہے جس سے ہر وقت بچنا چاہیے۔ اخلاص میں ان معاملات میں ان کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنا بھی شامل ہے جو معاشرے کو بھلائی پر اکٹھا کرتے ہیں اور ہر اس چیز سے تنبیہ کرتے ہیں جو معاشرے میں خلل پیدا کرے۔ اسلام میں قائدین کی اندھی وفاداری نہیں ہے، صرف ان چیزوں میں ان کی اطاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتی ہیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری چیز جو عام لوگوں کے ساتھ اخلاص ہے۔ اس میں ان کے لیے ہر وقت بہترین کی خواہش کرنا اور اسے اپنے قول و فعل سے ظاہر کرنا شامل ہے۔ اس میں دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنا، برائیوں سے روکنا، دوسروں کے ساتھ ہر وقت رحم اور مہربانی کرنا شامل ہے۔ اس کا خلاصہ صحیح مسلم نمبر 170 میں موجود ایک حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ متنبہ کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔

لوگوں کے ساتھ مخلص ہونا اس قدر ضروری ہے کہ صحیح بخاری نمبر 57 میں موجود حدیث کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرض کو فرض نماز کی ادائیگی اور صدقہ فطر کے آگے ڈال دیا۔ صرف اس حدیث سے ہی اس کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں دو اہم واجبات رکھے گئے ہیں۔

لوگوں کے ساتھ خلوص کا یہ حصہ ہے کہ جب وہ خوش ہوں تو خوش ہوں اور جب وہ غمگین ہوں جب تک کہ ان کا رویہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔ اعلیٰ درجے کے اخلاص میں دوسروں کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لیے انتہائی حد تک جانا شامل ہے، چاہے یہ خود کو مشکل میں ڈالے۔ مثال کے طور پر، ضرورت مندوں کو مال عطیہ کرنے کے لیے کچھ چیزیں

خرید کر قربانی کر سکتے ہیں۔ لوگوں کو ہمیشہ بھلائی پر متحد کرنے کی خواہش اور کوشش کرنا دوسروں کے ساتھ اخلاص کا حصہ ہے۔ جبکہ دوسروں میں تفرقہ ڈالنا ابلیس کی خصوصیت ہے۔
باب 17 الاسراء، آیت 53

شیطان یقیناً ان کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے۔“

لوگوں کو متحد کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالا جائے اور انہیں گناہوں کے خلاف نجی طور پر نصیحت کی جائے۔ جو اس طرح عمل کرتا ہے اس کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ پردہ ڈال دیتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1426 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جب بھی ممکن ہو دوسروں کو دین اور دنیا کے اہم پہلوؤں کی نصیحت اور تعلیم دینی چاہیے تاکہ ان کی دنیوی اور دینی زندگی بہتر ہو۔ دوسروں کے ساتھ خلوص کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ان کی غیر موجودگی میں ان کی حمایت کرتا ہے، مثلاً دوسروں کی غیبت سے۔ دوسروں سے منہ موڑنا اور صرف اپنی فکر کرنا کسی مسلمان کا رویہ نہیں ہے۔ درحقیقت، زیادہ تر جانور اس طرح برتاؤ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی پورے معاشرے کو نہیں بدل سکتا تو پھر بھی وہ اپنی زندگی میں ان لوگوں کی مدد کرنے میں مخلص ہو سکتا ہے، جیسے کہ ان کے رشتہ دار اور دوست۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ باب 28 القصص، آیت 77

اور نیکی کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔“

دوسروں کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے ان کی مدد کرنا ہے۔ انسان کو لوگوں سے شکرگزاری کی خواہش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے اجر ضائع ہو جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے صریح بے وفائی ہے۔

نیت اور اخلاص - 2

جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی کے بجائے دکھاوے جیسے کام لوگوں کی خاطر کرتے ہیں۔ ، عالی مقام کو کہا جائے گا کہ قیامت کے دن ان لوگوں سے ان کا اجر حاصل کریں جن کے لئے انہوں نے عمل کیا جو حقیقت میں ممکن نہیں ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تمام اعمال کی بنیاد، حتیٰ کہ اسلام بھی، کسی کی نیت ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ تمام دینی اور مفید دنیوی اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دیں، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں اس کی طرف سے اجر حاصل کریں۔ اس صحیح ذہنیت کی علامت یہ ہے کہ یہ شخص نہ تو یہ توقع رکھتا ہے اور نہ ہی چاہتا ہے کہ لوگ ان کے اعمال کی تعریف کریں یا ان کا شکریہ ادا کریں۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے تو یہ اس کی غلط نیت کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس کے علاوہ، صحیح نیت کے ساتھ عمل کرنا اداسی اور تلخی کو روکتا ہے کیونکہ جو شخص لوگوں کی خاطر کام کرتا ہے وہ آخر کار ناشکرے لوگوں کا سامنا کرے گا جو انہیں ناراض اور تلخ کر دیں گے، کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی محنت اور وقت ضائع کیا ہے۔ بدقسمتی سے، والدین اور رشتہ داروں میں یہ دیکھا جاتا ہے کیونکہ وہ اکثر اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے ان کی خاطر اپنے بچوں اور رشتہ داروں کے بارے میں اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے، وہ دوسروں کے لیے اپنے تمام فرائض ادا کرتا ہے، جیسے کہ ان کی اولاد، اور جب وہ ان کا شکر ادا کرنے میں ناکام ہوں گے تو وہ کبھی تلخ یا غصے میں نہیں آئیں گے۔ یہ رویہ ذہنی سکون اور عمومی خوشی کا باعث بنتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے نیک عمل سے پوری طرح واقف ہے اور انہیں اس کا

اجر دے گا۔ تمام مسلمانوں کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ سکتے ہیں۔ باب 18 الکہف، آیت 110

پس جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب ..."

"کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

نیت اور اخلاص - 3

صحیح بخاری نمبر 3267 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص نیکی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے منع کرتے ہوئے اپنی ہی نصیحت کے خلاف کرے اسے جہنم میں سزا دی جائے گی۔

صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نصیحت کرتے ہوئے نیک پیشواؤں کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے بہت سے لوگ مقبولیت حاصل کرنے کے لیے دیگر وجوہات کی بنا پر نصیحت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بعض علماء اکثر اجتماعات اور تقریبات کی روشنی میں رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی ایسی نشست سے خوش نہیں ہوتے جو ایک طرف ہو، کیونکہ وہ مرکزی نشست کی خواہش رکھتے ہیں۔ جب ان کا ارادہ ایسا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نصیحت کے مثبت اثر کو دور کر دیا اور اس طرح اب وہ اپنے سننے والوں پر بہت کم مثبت اثر رکھتے ہیں۔ انہیں ایک بات کہنے اور کرنے کی بجائے عملی مثال دکھانی چاہیے تھی۔ جس کی وجہ سے ان کا مشورہ بے اثر ہو گیا۔ باب 2 البقرہ، آیت 44

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور کتاب کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے آپ کو بھول جاتے " "ہو؟ پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

مسلمانوں کو دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دینے سے پہلے ہمیشہ اپنی نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ باب 61 الصف، آیت 3

”اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں۔“

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے کسی کو کامل بننا چاہیے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس کے بجائے، وہ اپنی نیت کو درست کریں اور دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے عمل سے یہ ثابت کریں۔ صرف اسی رویہ سے وہ اس حدیث میں مذکور عذاب سے بچیں گے۔ اس اصول پر عمل کرنے میں ناکامی کی وجہ سے مسلمانوں کی نصیحتیں بے اثر ہو گئی ہیں، حالانکہ گزشتہ سالوں میں مشاہیر کی تعداد میں ڈرامائی طور پر اضافہ ہوا ہے۔

نیت اور اخلاص - 4

صحیح مسلم نمبر 6833 میں موجود ایک الوہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو کوئی نیکی کرے گا اس کو کم از کم دس گنا اجر ملے گا۔

تمام اسلامی تعلیمات میں اعمال صالحہ کرنے کے لیے اجر کی مختلف مقداروں کا اعلان کیا گیا ہے۔ بعض تعلیمات میں اس حدیث کی طرح دس گنا ثواب کی تلقین کی گئی ہے، بعض میں سات سو گنا اور بعض میں ایسا اجر ہے جس کا شمار ممکن نہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 261

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات “بالیاں اگتی ہیں۔ ہر بال میں سو دانے ہیں۔ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اپنا اجر) بڑھا دیتا ہے۔

یہ مختلف اجر کسی کے اخلاص پر منحصر ہے۔ انسان جتنا زیادہ مخلص ہوگا اسے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جتنا زیادہ نیک عمل کریں گے اتنا ہی ان کو اجر ملے گا۔ مثال کے طور پر جو شخص کسی حلال دنیوی نعمت کی خواہش کیے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اسے اس شخص سے زیادہ اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اور حلال دنیوی نعمت کا طالب ہے۔

نیت اور اخلاص - 5

سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ ذرا سی بھی دکھاوا کرنا شرک ہے۔

یہ شرک کی ایک معمولی قسم ہے جس سے کسی کا ایمان ضائع نہیں ہوتا۔ اس کے بجائے یہ ثواب کے نقصان کا باعث بنتا ہے، جیسا کہ اس مسلمان نے لوگوں کی خوشنودی کے لیے عمل کیا جب کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرنا چاہیے تھا۔ درحقیقت قیامت کے دن ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے اعمال کا بدلہ ان سے مانگیں جو کہ ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اگر شیطان کسی کو اعمال صالحہ سے نہیں روک سکتا تو وہ ان کی نیت کو خراب کرنے کی کوشش کرے گا جس سے ان کے اجر کو ختم کر دے گا۔ اگر وہ ان کی نیت کو ظاہری طور پر خراب نہیں کر سکتا تو وہ باریک طریقے سے اسے خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں یہ بھی شامل ہے جب لوگ اپنے نیک اعمال کو دوسروں کے سامنے دکھاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ اتنا لطیف ہوتا ہے کہ انسان خود بھی اس سے پوری طرح واقف نہیں ہوتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ جیسا کہ علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا سب پر فرض ہے، سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث کے مطابق جہالت کا دعویٰ کرنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قبول نہیں کرے گا۔

باریک بینی کا مظاہرہ اکثر سوشل میڈیا اور کسی کی تقریر کے ذریعے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان دوسروں کو بتا سکتا ہے کہ وہ روزہ رکھ رہا ہے حالانکہ کسی نے ان سے براہ راست نہیں پوچھا کہ کیا وہ روزہ رکھتے ہیں۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ جب کوئی عام طور پر دوسروں کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے اور دوسروں کو دکھاتا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک حفظ کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ عوامی سطح پر خود پر تنقید کرنا بھی دوسروں کے سامنے اپنی عاجزی کا مظاہرہ سمجھا جا سکتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، نفاست سے دکھاوا ایک مسلمان کے اجر کو ختم کر دیتا ہے اور ان کے اعمال صالحہ کی حفاظت کے لیے اس سے بچنا چاہیے۔ یہ صرف اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے، جیسے کہ کسی کے قول و فعل کی حفاظت کیسے کی جائے۔

نیت اور اخلاص - 6

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کی اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں کی جاتی ہے کیونکہ یہ وجہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافے کا سبب بن سکتی ہے یا بعض صورتوں میں نافرمانی کا باعث بن سکتی ہے۔ جب کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اس سے حلال دنیاوی چیزیں حاصل کرنے کے لیے اس کی نافرمانی کا خطرہ مول لے لیتا ہے۔ اس قسم کے شخص کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11

اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی " ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا "اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔

جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو دنیاوی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے جب وہ ان کو حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں یا کسی مشکل کا سامنا کرتے ہیں تو وہ اکثر ناراض ہو جاتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دیتا ہے۔ یہ لوگ اکثر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نافرمانی کرتے ہیں، اس صورت حال کے مطابق جس کا وہ سامنا کر رہے ہیں جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی بندگی کے خلاف ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ سے حلال دنیاوی چیزوں کی خواہش کرنا اسلام میں قابل قبول ہے، لیکن اگر کوئی اس رویہ پر قائم رہے تو وہ اس آیت میں مذکور کی طرح ہو سکتے ہیں۔ آخرت میں نجات پانے اور جنت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا افضل ہے۔ مشکلات کا سامنا کرتے وقت یہ شخص اپنے رویے کو تبدیل کرنے کا امکان نہیں رکھتا ہے۔ لیکن سب سے اعلیٰ اور بہترین وجہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے، صرف اس لیے کہ وہ ان کا رب اور کائنات کا رب ہے۔ یہ مسلمان اگر

مخلص ہو گا تو ہر حال میں ثابت قدم رہے گا اور اس اطاعت کے ذریعے انہیں دنیاوی اور دینی دونوں نعمتیں حاصل ہوں گی جو دنیاوی نعمتوں سے بڑھ کر پہلی قسم کے انسان کو حاصل ہوں گی۔

آخر میں، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت پر غور کریں اور اگر ضروری ہو تو اس کی اصلاح کریں تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنے کی ترغیب ملے۔ ، تمام حالات میں۔

نیت اور اخلاص - 7

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک اہم وجہ پر غور کر رہا تھا کہ جو لوگ اچھے کام کرتے ہیں، جیسے کہ دوسروں کے لیے تحفہ خریدنا، ان لوگوں کی طرف سے ان لوگوں سے یکساں احترام اور محبت نہیں ملتی جو ان کاموں کو نہیں کرتے۔ یہ نتیجہ ان کی نیت کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ لوگوں کے لیے نیک اعمال کرتے ہیں، جیسے کہ بیماروں کی عیادت، تو وہ یا تو لوگوں کی خاطر یعنی ان کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اس نیت کو ملا دیتے ہیں۔ سب سے پہلے جو شخص لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کرے گا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے قیامت کے دن عمل کیا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ علماء میں اس بات پر اختلاف ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو راضی کرنے کے لیے اپنی نیت میں ملاوٹ کرتے ہیں ان کو جزوی ثواب ملے گا یا کچھ نہیں۔ محفوظ سمت میں رہنے کے لیے ایک عقلمند مسلمان کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا چاہیے۔

دوسری طرف، دوسرے لوگ جو دوسروں سے زیادہ عزت اور محبت حاصل کرتے ہیں وہ ایسا کرتے ہیں کیونکہ وہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کام کرتے ہیں۔ جب وہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں تو وہ لوگوں کی خاطر ایسا نہیں کرتے ہیں۔ ان کے اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ محبت اور احترام ڈالتا ہے جو لوگوں کے ساتھ احسان کے کام زیادہ کرتے ہیں لیکن اپنے عمل میں کم خلوص رکھتے ہیں۔

پس اگر لوگ اللہ تعالیٰ سے اجر اور لوگوں سے عزت چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اپنی نیت درست کریں اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل صالح کریں۔ اس صحیح نیت کی ایک نشانی یہ ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ارادہ کرے گا، خواہ وہ لوگوں کو ناراض کرے۔ یعنی وہ لوگوں کے رویے اور ردعمل پر توجہ نہیں دیتے۔

نیت اور اخلاص - 8

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں بتایا گیا کہ کس طرح ایک مشہور شخصیت خواتین کے حقوق کے لیے کھڑی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک اچھا مقصد ہے کیونکہ اسلام نے خواتین کو عزت دینے کی تعلیم دی ہے حالانکہ کچھ مسلمان ان تعلیمات پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ جو بات ذہن میں آئی وہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے آئے اور چلے گئے جو کسی نہ کسی مقصد کے لیے کھڑے ہوئے ہیں، خواہ اس کا تعلق خواتین کے حقوق، انسانی حقوق، غریبوں یا کسی اور چیز سے ہو، لیکن ان کا صرف ایک فیصد حصہ ہے۔ ان لوگوں کے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ اکثریت کا کوئی مثبت اثر نہیں ہوا اور اس کے بجائے تاریخ میں فوٹ نوٹ بن گئے۔ اس کی ایک وجہ اخلاص کا فقدان ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹیں تو پتہ چلے گا کہ جنہوں نے صحیح نیت کے ساتھ کام کیا، معاشرے کو بغیر کسی مذموم مقاصد کے صحیح معنوں میں فائدہ پہنچایا، انہیں کامیابی ملی، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانا وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس لیے وہ ان تمام لوگوں کو کامیابی عطا کرتا ہے جو اس مقصد کے لیے مخلصانہ کوشش کرتے ہیں۔

جنہوں نے معاشرے پر مثبت اثر حاصل نہیں کیا ان میں اس نیک نیت کی کمی تھی کیونکہ وہ کچھ اور چاہتے تھے، جیسے کہ شہرت۔ زیادہ تر معاملات میں، ان کی بری نیت بالکل واضح ہوتی ہے، کیونکہ ان کے قول و فعل میں واضح طور پر ایک دوسرے کے خلاف ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، کچھ خواتین کے حقوق کے لیے کھڑے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر خوشی سے ایسی اشتہاری مہموں میں حصہ لیتے ہیں جن میں خواتین کو زیورات کے علاوہ کچھ نہیں دکھایا جاتا۔ اگر ان کے اقدامات سے ان کے دعوؤں کی تائید ہوتی تو وہ اشتہاری کمپنیوں کو یہ سکھا دیتے کہ عورت کی ذہانت، اچھا کردار اور اندرونی طاقت وہی ہوتی ہے جو ان کی اشتہاری مہموں کے ذریعے دنیا کے سامنے آئی چاہیے۔

ان میں سے بہت سے لوگ جو مختلف وجوہات کی بناء پر کھڑے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ سیاسی اور سماجی اثر و رسوخ کی پوزیشن میں ہیں اور ان کے پاس ابھی بھی بہت زیادہ دولت ہے،

معاشرے پر ان کا مثبت اثر بہت کم ہے اور بہت ہی کم عمر ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ جو شاید اتنا اثر و رسوخ نہیں رکھتے تھے، انہوں نے اپنے اخلاص سے لاکھوں لوگوں کا رویہ بدل دیا۔ وہ صرف معاشرے کو فائدہ پہنچانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کسی اور چیز کی تلاش نہیں کی۔ ان کے خلوص کی وجہ سے ان کے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی ان کا مثبت اثر اور یاد بہت دیر تک قائم رہی جب کہ جن کی نیت خراب تھی وہ زندہ رہتے ہوئے بھی جلد بھول گئے۔

پس اگر کوئی مادی دنیا میں یا اس سے بھی اہم بات ایمان کے معاملات میں کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اسے اپنی نیت کو درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ ان کی نیت کی بنیاد پر کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

نیت اور اخلاص - 9

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے لوگوں کی زندگی کے مختلف مقاصد اور اہداف اور ان کے حصول کے لیے انہوں نے کس طرح کام کیا اس کی اطلاع دی۔

مسلمانوں کے لیے اسلام کے ایک کلیدی تصور کو سمجھنا ضروری ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے حلال دنیاوی چیزوں کی خواہش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ان کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے مسلمان اکثر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور جب وہ دنیاوی چیزوں کی خواہش کرتے ہیں تو مساجد میں رہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ انہیں قبول نہیں کرتے ہیں تو وہ بے صبرے اور تنگ آ جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں۔ یا اگر وہ انہیں حاصل کر لیں تو ان کی خوشی اکثر انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑ دیتی ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنی خواہش کو حاصل کیا اور: اس لیے اب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ باب 17 الاسراء، آیت 83

جب ہم لوگوں کو اپنی نعمتیں دیتے ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔ لیکن جب برائی ” سے چھو لیا جاتا ہے تو وہ ساری امید کھو دیتے ہیں۔

یہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت صرف اس وقت کرتے ہیں جب یہ ان کی خواہشات کے مطابق ہو۔ اور اس رویہ کی وجہ سے ان کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11

اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی " ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اس نے "دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔

یہ مسلمان دعویٰ تو کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کی عبادت کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ صرف اپنی خواہشات کی عبادت کر رہے ہیں اور ان کو ملنے والے تحفے اور نعمتیں ہیں۔

جنت جیسی مذہبی نعمتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا قابل تعریف ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے اس کی سفارش کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا بہت افضل ہے کیونکہ وہی اس کے لائق ہے اور اس لیے کہ مخلوق اس کے بندے ہیں۔

اگر ایک مسلمان کو تحفے اور نعمتوں کی خواہش کرنا ضروری ہے، تو اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ دینی نعمتوں کا ارادہ کرے، کیونکہ دنیوی نعمتوں کا مقصد انسان کی نیت کو بدل سکتا ہے تاکہ وہ دینے والے کی بجائے تحفے کی عبادت کرے۔

نیت اور اخلاص - 10

میں نے کچھ دیر پہلے ایک خبر دیکھی، جس پر میں مختصراً گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سعودی عرب کے ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار کے بارے میں اطلاع دی ہے جس میں سعودی حکومت کے زیر غور ایک ممکنہ منصوبے پر تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔ یہ ویزا درخواستوں کو مکمل طور پر کھولنے پر غور کر رہا تھا تاکہ لوگ مقدس شہر مکہ کی زیارت کر سکیں، جسے عمرہ کہا جاتا ہے، سارا سال۔ فی الحال، دستیاب ویزا سال میں مخصوص اوقات تک محدود ہیں۔

اگرچہ، یہ ایک اچھا منصوبہ ہے اور اس پر عمل کیا جانا چاہئے، حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس منصوبے پر غور کرنے کا ان کا ارادہ تھا۔ چونکہ تیل کی قیمتیں گزشتہ برسوں سے گر رہی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ آخر کار تیل ختم ہو جائے گا، سعودی حکومت دنیا بھر میں دیگر کاروباری مواقع میں سرمایہ کاری کر کے اقدامات کر رہی ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ وہ امیر رہیں۔ حالانکہ اسلام میں اس کی ممانعت نہیں ہے لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کی ممکنہ طور پر حجاج کرام کو سارا سال مکہ جانے کی اجازت دینے کی واحد وجہ زیادہ دولت حاصل کرنا تھی۔ یہ ارادہ، نیوز رپورٹ نے بہت واضح کر دیا۔ یہ بہت حیران کن تھا کیونکہ مسلمانوں کو صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت مشہور حدیث کا علم ہونا چاہیے۔ یہ مشورہ دیتی ہے کہ انسان کے اعمال کا فیصلہ اس کی نیت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اگر ان کے فیصلے کے پیچھے ان کا مقصد صرف اور زیادہ دولت حاصل کرنا ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ صرف ایک چیز جو انہیں حاصل ہوگی وہ زیادہ دولت ہے، جو بالآخر ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ لیکن اگر ان کا یہ ارادہ تھا کہ حجاج کرام کو اللہ تعالیٰ کی خاطر سارا سال مکہ کا سفر کرنے کی اجازت دی جائے، یعنی زیادہ سے زیادہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور بے شمار نیکیاں حاصل کریں گے، تو انہیں اپنے اس منصوبے کا اجر ملے گا۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، نیز وہ دولت حاصل کی جو وہ چاہتے تھے۔

اس کے علاوہ صحیح مسلم نمبر 4899 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ جو شخص کسی کو نیکی کی دعوت دیتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس نیک عمل کو انجام دینے والے

کو جس کی دعوت دی گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سعودی حکومت اپنے منصوبے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتی تھی تو انہیں وہی ثواب ملتا جو ہر اس شخص کو ملتا ہے جس نے زیارت کا مطلب عمرہ کیا تھا، صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے انہیں اس عمل کی دعوت دے کر اس کی دعوت دی۔ سال بھر کے لیے ویزا۔ کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ گھر بیٹھے انہیں کتنا ثواب ملے گا؟

اس سے سیکھنے کا سبق آسان ہے۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہو کر عمل کرے گا تو اسے دونوں جہانوں میں برکتیں حاصل ہوں گی۔ لیکن اگر وہ دنیا کی خاطر عمل کریں تو شاید دنیا سے کچھ حاصل کریں لیکن آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ کام کرنے سے پہلے سوچ لیا جائے کیونکہ کوئی شخص اپنی بری نیت کی وجہ سے ممکنہ طور پر بے شمار انعام سے محروم ہو سکتا ہے۔

نیت اور اخلاص - 11

سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خصوصیات کی نصیحت فرمائی جو مسلمان کے ایمان کو کامل کرتی ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا ہے۔ اس میں دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں دوسروں کے لیے بہتر کی خواہش کرنا شامل ہے۔ اس کو عملی طور پر کسی کے اعمال کے ذریعے ظاہر کیا جانا چاہیے جس کا مطلب ہے، دوسروں کی مالی، جذباتی اور جسمانی طور پر مدد کرنا۔ اپنے احسانات کو دوسروں پر شمار کرنا نہ صرف ثواب کو منسوخ کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی محبت کی کمی کو بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ یہ شخص صرف لوگوں سے تعریف اور دیگر معاوضے حاصل کرنا پسند کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو۔"

دنیاوی وجوہات کی بنا پر دوسروں کے بارے میں کسی بھی قسم کے منفی جذبات، جیسے حسد، اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کرنے کے منافی ہے، اور اس سے بچنا چاہیے۔

اس عمدہ خوبی میں دوسروں کے لیے وہ محبت شامل ہے جو صرف الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال کے ذریعے اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ مومن ہونے کا ایک پہلو ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے میں ان چیزوں سے محبت کرنا شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، جیسے کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اس محبت کو عملی طور پر ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب چیزوں جیسے اعمال صالحہ اور مساجد سے جوڑ کر دکھانا چاہیے۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث اگلی خصوصیت اللہ تعالیٰ کے لیے بغض رکھنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انسان کو ان چیزوں کو ناپسند کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں جیسے اس کی نافرمانی۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو دوسروں سے نفرت کرنی چاہیے، کیونکہ لوگ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بجائے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ خود اس گناہ کو ناپسند کرے جو ان سے ثابت ہے کہ اس سے بچنا اور دوسروں کو بھی اس سے خبردار کرنا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں سے تعلقات توڑنے کے بجائے نصیحت کرتے رہیں، کیونکہ یہ حسن سلوک ان کے لیے صدق دل سے توبہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس میں اپنے جذبات کی بنیاد پر چیزوں کو ناپسند کرنا شامل ہے، جیسے کوئی عمل، جو کہ جائز ہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کے لیے ناپسندیدگی کا ثبوت یہ ہے کہ جب وہ اپنے قول و فعل سے ناپسندیدگی کا اظہار کریں گے تو یہ ہرگز اس طرح نہیں ہوگا جو اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ یعنی کسی چیز کے لیے ان کی ناپسندیدگی ان سے کبھی گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گی کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز سے ان کی ناپسندیدگی ان کے اپنے لیے ہے۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث اگلی خصوصیت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دینا ہے۔ اس سے مراد ہر وہ نعمت ہے جو دوسروں کو دے سکتا ہے، جیسے جسمانی اور جذباتی مدد، نہ کہ صرف دولت۔ جب کوئی دیتا ہے، تو وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایسا کرے گا، یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے معاملات میں، جیسے مخلصانہ مشورہ دینا۔ درحقیقت یہ دوسروں کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو ہے جس کا حکم سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث میں آیا ہے۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ان نعمتوں کو کسی کے احسانات کو شمار کیے بغیر دوسروں کو دینا اور بانٹنا بھی شامل ہے، جیسا کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کو دوسروں کے لیے دیا تھا۔ دوسروں سے کچھ حاصل کریں۔ باب 76 الانسان، آیت 9

[کہہ کر]، "ہم تمہیں صرف اللہ کے چہرے [یعنی رضامندی] کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے اجر یا "شکر گزاری نہیں چاہتے۔"

مرکزی حدیث میں زیر بحث آخری خصوصیت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے روکنا ہے۔ اس میں دولت جیسی نعمتوں کو دوسروں سے ایسے معاملات میں روکنا بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ یہ مسلمان یہ نہیں دیکھے گا کہ کون ان سے کچھ مانگ رہا ہے بلکہ وہ صرف اس درخواست کی وجہ کا جائزہ لیتے ہیں۔ اگر وجہ اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے تو وہ نعمت کو روکیں گے اور سرگرمی میں حصہ نہیں لیں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

اس میں ایسے معاملات میں اپنے قول و فعل سے روکنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں، جیسے غیبت یا غصہ ظاہر کرنا۔ یہ مسلمان اپنی خواہشات کے مطابق نہ بولے گا اور نہ ہی عمل کرے گا اور صرف اس صورت میں آگے بڑھے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے، ورنہ آگے بڑھنے سے باز آجائے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ان خصوصیات کو اپنانے سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے، کیونکہ یہ کسی کے جذبات پر مبنی ہوتی ہیں اور اس لیے ان پر قابو پانا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ یہ کنٹرول اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کسی کو یقین کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی اسلامی علم سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ یقین کا یقین انسان کی نیت، توجہ اور عمل کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے میں مدد کرتا ہے۔ اس سے اہم حدیث میں مذکور چار پہلوؤں پر قابو

پانے میں مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ جس کو ان پر قابو پانے کی سعادت حاصل ہو گی وہ اسلام کے دیگر فرائض کی ادائیگی کو آسان سمجھے گا۔ ان فرائض میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کی کنجی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

نیت اور اخلاص - 12

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کو اکثر صحیح طور پر اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ اور جس علم پر عمل نہ کیا جائے اس کا دنیا اور آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس موضوع پر ایک اور اہم نکتہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی صحیح رہنمائی کرنا چاہتا ہے، تاکہ اسے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہو، تو اسے مخلصانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ یعنی اسلامی تعلیمات سے صحیح رہنمائی صرف وہی کرے گا جو اس علم کو پوری طرح قبول کرنے اور اپنی پوری کوشش کے مطابق اس پر عمل کرنے کے ارادے کے ساتھ آئے، بغیر یہ سوچے کہ کن تعلیمات کو قبول کرنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے اور کن تعلیمات کو قبول کرنا ہے۔ ان کی خواہشات کے مطابق نظر انداز کریں۔ انسان کو تمام تعلیمات کو پیش کرنا، قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، اس سے قطع نظر کہ یہ ان کی خواہشات کے کتنے ہی منافعی ہو، اپنی بہترین صلاحیت کے مطابق۔ سچی بات یہ ہے کہ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے ہمیشہ ایسی تعلیمات ملتی رہیں گی جو انسان پر بہت زیادہ وزنی ہوں گی، کیونکہ یہ اس کی خواہشات اور رویوں کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کے اندر ایک شیطان ہوتا ہے جو تضاد کو ناپسند کرتا ہے۔ جب کوئی شخص ان تعلیمات پر خلوص دل سے سر تسلیم خم کرنے کی کوشش کرے گا، وہ تعلیمات جو اس کی خواہشات کے خلاف ہوں، انہیں صحیح رہنمائی حاصل ہوگی۔ چیری چننا کس چیز کی پیروی کرنا ہے یا نظر انداز کرنا ماضی کی قوموں کی گمراہی کا باعث ہے اور یہ ایک مسلمان کو دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنے سے روکے گا۔ جس طرح لوگ کڑوی دوا کو ناپسند کرنے کے باوجود کھاتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے اچھا ہے، اسی طرح اسلام کی تمام تعلیمات کو اپنی خواہشات کے خلاف ہونے کے باوجود قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کمال کی توقع رکھتا ہے اور نہ ہی اس کا مطالبہ کرتا ہے لیکن امن و کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی شخص اخلاص کے ساتھ اسلام کی تعلیمات تک رسائی حاصل نہ کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق اس کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت نہ کرے، خواہ یہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ کرنا باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ "ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔"

نیت اور اخلاص - 13

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات پر مبنی روحانی مشقیں کرنا قابل تعریف ہیں، لیکن ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو روحانی مشقوں میں مشغول ہونے سے بچائے جن کی روایات میں نصیحت نہیں کی گئی ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور ان چیزوں سے بچو جو دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے کیے جاتے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل نہیں تھا۔ اس طرح کا برتاؤ انسان کو اللہ تعالیٰ کے خزانے کے ساتھ اس دکان کی طرح برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتا ہے جہاں سے کوئی شخص کچھ روحانی مشقوں کے عوض اللہ تعالیٰ سے دنیاوی چیزیں خریدتا ہے۔ یہ انتہائی اہانت آمیز اور غیر مخلصانہ رویہ ہے جیسا کہ قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، کریڈٹ کارڈز نہیں ہیں جن سے دنیاوی چیزوں کی خریداری کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسے کہ بچہ یا بچہ۔ ویزا بجائے اس کے کہ انسان کو ان کی جگہ جاننا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے اور اس کی بارگاہ الہی میں گاہک کی طرح کام نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ اُس نے اُن نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اُس نے اُن کو دی ہیں، اُس کی خوشنودی کے لیے خلوص دل سے اُس کی اطاعت کریں۔

اللہ تعالیٰ سے حلال دنیاوی چیزیں مانگنے کی اجازت ہے، جس کی توثیق قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے ہوتی ہے، لیکن دوسرے طریقوں سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ غلط استعمال کا باعث بنتا ہے۔ ہدایت کے دو ذرائع اور اللہ تعالیٰ کی طرف گاہک کی قسم کا رویہ اختیار کرنا۔ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا مقصد بنی نوع انسان کی رہنمائی کرنا ہے کہ کس طرح زندگی گزاری جائے اور اپنی دنیاوی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ جب کوئی اس مقصد کو نظر انداز کرتا ہے اور اس کے بجائے اسے اللہ عزوجل سے دنیاوی چیزیں خریدنے کے لیے کریڈٹ کارڈ کے طور پر استعمال کرتا ہے، تو یہ انہیں صرف امن اور صحیح رہنمائی سے آگے لے جائے گا اور ایسے فنکاروں کے ہاتھ میں لے جائے گا جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دوسروں کو دنیاوی چیزیں حاصل کرنے میں مدد کر سکتے ہیں۔ روحانی مشقوں کے ذریعے۔ اس بنیادی فنکشن کو نظر انداز کرنا اتنا ہی بے مقصد ہے جتنا کوئی جو بہت سی خصوصیات والی گاڑی خریدتا ہے، جیسے کہ ایئر کنڈیشننگ، پھر بھی گاڑی نہیں چلائی جا سکتی کیونکہ اس کا انجن غائب ہے۔

نیت اور اخلاص - 14

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ زیادہ تر مسلمان اچھی نیت رکھنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں، کیونکہ یہ اسلام کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کا ان کی نیت کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ لیکن ایک اہم پہلو اکثر مسلمان نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اچھی نیت کا ہونا، خاص کر دوسروں کے لیے، کافی اچھا نہیں ہے، کیونکہ نیک نیت کو اچھے اعمال سے بھی سہارا دینا چاہیے، ورنہ نیک نیت بے نتیجہ ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، غریبوں کو دینے کے لیے کوئی امیر سے چوری نہیں کر سکتا۔ اگر ان کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ضرورت مندوں کی مدد کرنا ہو تو بھی ان کا یہ عمل قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ عمل اسلام میں حرام ہے۔

بدقسمتی سے، دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت، مسلمان اکثر اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ اکثر دوسروں کو بعض جائز اعمال کی نصیحت کرتے ہیں بغیر ان کے نتائج کے بارے میں سوچے اور نہ ہی اس حقیقت کو سمجھے کہ وہ اعمال جس شخص کو وہ مشورہ دے رہے ہیں اس کے بہترین مفاد میں نہیں ہیں۔ بعض کاموں کے بارے میں مشورہ دینے سے پہلے ان اہم باتوں کو مدنظر رکھنے کے بجائے، یہ لوگ اکثر دوسروں کی طرف اپنی نیک نیت پر بھروسہ کرتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے آگے بڑھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اپنے بچے کو اپنے رشتہ دار یا خاندانی دوست سے شادی کرنے کی ترغیب دے سکتے ہیں، صرف دو خاندانوں کے درمیان تعلقات کی وجہ سے، دوسرے اہم پہلوؤں کو مدنظر رکھنے کے بجائے، جیسے کہ آیا وہ شخص اپنے بچے کے لیے موزوں شریک حیات بنائے گا۔ والدین صرف اپنے بچے کے بارے میں ان کی نیک نیت پر انحصار کرتے ہیں، جو حقیقت میں انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے بچے کے ساتھ اخلاص کے ساتھ کام کرنے سے روکتا ہے۔ کسی کو شک نہیں کہ والدین چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ کامیاب اور خوشگوار ازدواجی زندگی گزارے لیکن اسلام کی تعلیمات کے مطابق یہ نیک نیت کافی نہیں ہے۔ والدین کو اپنے ارادے کے ساتھ آگے بڑھنے سے پہلے دوسرے عوامل، جیسے کہ اپنے بچے کے لیے موزوں ہونے پر غور کرنا چاہیے۔

ایک اور مثال یہ ہے کہ جب کوئی اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس پر ان کے رشتہ داروں کی طرف سے شدید تنقید کی جاتی ہے۔ ہر رشتہ دار ان کے بارے میں نیک نیت رکھتا ہے لیکن یہ اسے دھوکہ دیتا ہے اور اسے یہ دیکھنے سے روکتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ اچھا اور فائدہ مند ہے۔ اپنے رشتہ دار کی طرف صرف اپنی نیک نیت پر بھروسہ کرنے اور صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے میں ناکام رہنے سے، وہ ان کی بھلائی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

ایک اچھی نیت صرف اتنی اچھی نہیں ہے کہ انسان کو اپنی نیک نیت کی حمایت اچھے اور سوچے سمجھے اعمال سے کرنی چاہیے۔ یہ ایک وجہ ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ جہنم کا راستہ نیک نیتوں سے ہموار ہوتا ہے، کیونکہ لوگ اپنے اور دوسروں کے بارے میں فیصلے میں غلطی کرتے ہیں اور کامیاب نتائج کے لیے صرف اچھی نیت پر انحصار کرتے ہیں۔ اس رویے کی جڑ جہالت ہے۔ اسلامی علم کو سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس رویے سے بچنا چاہیے تاکہ وہ ایک ایسی نیک نیت کو اپنائے اور اس پر عمل درآمد کرے جس کی تائید اچھے، مخلص اور سوچے سمجھے اقدامات سے ہو۔

نیت اور اخلاص - 15

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جھوٹے دیوتاؤں کا ہر پرستار صرف اپنی خواہشات کی پوجا کرتا ہے۔ ان کے دیوتا ان کی خواہشات کا محض ایک جسمانی مظہر ہیں جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جو شخص بت کی شکل میں دیوتا کی پوجا کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ بے جان بت انہیں اپنی زندگی کسی خاص طریقے سے گزارنے کا حکم نہیں دے سکتا، اس لیے پوجا کرنے والا خود فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بے جان بت کو کس طرح جینا پسند کرے گا۔ اور یہ ضابطہ اخلاق ان کی اپنی خواہشات کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لیے ان کی خواہشات کی عبادت ہی ان کی عبادت کی جڑ ہے۔ بااثر اور امیر لوگ اس ذہنیت میں زیادہ ڈوبے ہوئے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حق کے معنی اسلام کو قبول کرنا انہیں ایک مخصوص ضابطہ حیات کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور کر دے گا جو انہیں اپنی گمراہ خواہشات پر عمل کرنے سے روک دے گا۔ وہ دوسروں کو ان کی پیروی کرنے کا مشورہ دیتے ہیں کیونکہ وہ اپنا اثر و رسوخ اور اختیار کھونا نہیں چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے والے تھے۔ اس رویہ کا واضح ثبوت پر مبنی اسلام کے صحیح یا غلط مذہب ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے بارے میں ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 1

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ تمام آسمانی صحیفوں میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ کسی شخص کے ساتھ اس کے سلوک کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر قرآن پاک کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص اسے یاد کرے گا وہ اسے یاد رکھے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 152۔

”پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔“

ایک اور مثال باب 2 البقرہ، آیت 40 میں ملتی ہے:

”میرے عہد کو پورا کرو کہ میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔“

آخر میں جامع ترمذی نمبر 1924 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو دوسروں پر رحم کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔

یہ بالکل واضح ہے کہ لوگ اس مادی دنیا میں کوشش کرتے ہیں کیونکہ وہ ذہنی سکون اور اطمینان چاہتے ہیں۔ پہلے کی بحث کی روشنی میں، کسی کی زندگی میں امن اکثر تب حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص دوسروں کو سکون سے رہنے دیتا ہے۔ اگر کوئی اپنی زندگی پر غور کرے تو وہ سمجھے گا کہ لوگوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: وہ لوگ جو اپنے کاروبار کو ذہن میں رکھتے ہیں اور دوسروں کو سکون سے رہنے دیتے ہیں اور جو نہیں کرتے۔ یہ جاننے

کے لیے کسی ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ جو دوسروں کو امن سے رہنے دیتے ہیں وہی امن حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ دوسرے گروہ کے ارکان کو کبھی سکون نہیں ملتا چاہے وہ کتنی ہی دنیاوی نعمتوں کے مالک ہوں۔ یہی ایک وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمبر 3976 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی کہ مسلمان اس وقت تک سنن ابن ماجہ اپنے اسلام کو مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ ان چیزوں سے پرہیز نہ کرے جن سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ جو لوگ اس نصیحت کو نظر انداز کرتے ہیں اور اپنے آپ کو دوسروں کے ساتھ مداخلت کرنے میں مصروف رہتے ہیں وہ لوگ کبھی سکون نہیں پاتے۔ جس طرح وہ دوسروں کو امن سے محروم کرتے ہیں اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انہیں اس سے محروم کر دیتا ہے۔

لہذا، ذہنی سکون حاصل کرنے کی طرف ایک بڑا قدم دوسروں کو سکون سے رہنے دینا ہے۔ غور طلب ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ یہ ایک اہم فریضہ ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں گناہ نہیں ہیں انہیں تنہا چھوڑ دیا جائے کیونکہ جو مسائل غیر قانونی ہیں ان پر مسلسل دوسروں کو جھڑکتے رہنا صرف دشمنی کا باعث بنتا ہے اور لوگوں کی زندگیوں کا سکون برباد ہوتا ہے۔ ایک ایسا دن اور زمانہ تھا جب لوگ تمام حلال و ناجائز معاملات میں دوسروں کی طرف سے نصیحت کرنا پسند کرتے تھے خواہ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی اصلاح کے لیے اپنی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ دن بہت گزر چکا ہے۔ آج کل، زیادہ تر لوگ حرام پر چھیڑ چھاڑ کو ناپسند کرتے ہیں ان چیزوں کو چھوڑ دیں جو حلال ہیں لیکن ناپسندیدہ ہیں۔ لہذا اگر کوئی اپنی زندگی میں تھوڑا سا سکون حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس رویہ سے بچنا ہی بہتر ہے۔

آخر میں، جو دوسروں کو امن میں رہنے دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے امن عطا کرے گا۔

دماغ اور جسم کا سکون - 2

جامع ترمذی نمبر 2465 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص آخرت کی تیاری کو مادی دنیا کی کوشش پر ترجیح دے گا اسے قناعت ملے گی، اس کے معاملات درست ہو جائیں گے۔ اور وہ آسانی سے اپنی قسمت کا رزق حاصل کریں گے۔

اس نصف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے حوالے سے اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا، جیسے کہ اس مادی دنیا کی زیادتی سے بچتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو حلال طریقے سے مہیا کرنا، اسے قناعت ملے گی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی لالچی ہوئے بغیر اور زیادہ دنیوی چیزیں حاصل کرنے کے لیے سرگرم کوشش کے بغیر اپنے پاس موجود چیزوں سے خوش ہوتا ہے۔ درحقیقت، جو شخص اپنے پاس موجود چیزوں پر راضی ہے وہ واقعی امیر ہے، خواہ اس کے پاس دولت کم ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کسی بھی چیز کی آزادی انسان کو اس کے حوالے سے امیر بناتی ہے۔

اس کے علاوہ، یہ رویہ کسی بھی دنیوی مسائل سے آرام سے نمٹنے کی اجازت دے گا جو اس کی زندگی کے دوران پیدا ہوسکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادی دنیا کے ساتھ جتنا کم رابطہ کرے گا اور آخرت پر توجہ مرکوز کرے گا، دنیا کے مسائل اتنے ہی کم ہوں گے۔ انسان کو جتنے کم دنیوی مسائل کا سامنا ہوگا اس کی زندگی اتنی ہی آرام دہ ہوگی۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس ایک گھر ہے اس کے پاس اس کے حوالے سے کم مسائل ہوں گے، جیسے ٹوٹا ہوا ککر، دس مکان رکھنے والے کے مقابلے میں۔ آخر کار، یہ شخص آسانی سے اور خوشگوار طریقے سے اپنا حلال رزق حاصل کر لے گا۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں ایسا فضل ڈال دے گا کہ اس سے ان کی تمام ذمہ داریاں اور ضروریات پوری ہوں گی، ان کو اور ان کے زیر کفالت افراد کو تسکین ملے گی۔

آخرت کی تیاری کو ترجیح دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اس انداز میں عمل اور بات کرے جس سے آخرت میں فائدہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اس میں فضول خرچی یا اسراف کیے بغیر اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے حلال رزق کے لیے کوشش کرنا شامل ہے۔ کوئی بھی ایسی سرگرمی جس سے آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو اسے کم کرنا چاہیے۔ جتنا زیادہ اس طریقے سے برتاؤ کرے گا اتنا ہی زیادہ اطمینان اسے نصیب ہوگا اور ان کی روزمرہ کی سرگرمیاں اتنی ہی آسان ہوتی جائیں گی۔ اس کے علاوہ، وہ آخرت کے لیے بھی مناسب طریقے سے تیاری کریں گے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ اس لیے وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

لیکن جیسا کہ اس حدیث کے دوسرے نصف میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص مادی دنیا کی کوشش کو آخرت کی تیاری پر ترجیح دیتا ہے، اپنے فرائض سے غفلت برتتا ہے یا اس مادی دنیا کی غیر ضروری اور زیادتی کے لیے کوشش کرتا ہے، وہ اپنی ضرورت یعنی حرص کو پائے گا۔ کیونکہ دنیاوی چیزیں کبھی مطمئن نہیں ہوتیں۔ یہ، تعریف کے مطابق، انہیں غریب بنا دیتا ہے چاہے ان کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ یہ لوگ دن بھر ایک دنیاوی مسئلے سے دوسرے مسئلے میں جائیں گے اور قناعت حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے کیونکہ انہوں نے بہت سے دنیاوی دروازے کھول رکھے ہیں۔ اور انہیں ان کا مقدر دیا ہوا رزق مشکل سے ملے گا اور یہ انہیں اطمینان نہیں دے گا اور نہ ہی ان کے لالچ کو بھرنے کے لیے کافی ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ انہیں حرام کی طرف دھکیل سکتا ہے جس سے دونوں جہانوں میں زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ آخر کار، اپنے رویے کی وجہ سے، وہ آخرت کے لیے مناسب تیاری نہیں کریں گے۔ اس لیے یہ شخص دونوں جہانوں میں تنائو اور بے اطمینانی حاصل کرتا ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 3

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے لوگ اپنی خوشی کے معیارات دوسرے لوگوں کے اصولوں اور خواہشات کے مطابق طے کرتے ہیں۔ اس ذہنیت کا مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق کوئی غمگین یا خوش ہو جائے گا۔ اگر وہ اس رویے پر قائم رہتے ہیں تو وہ اس سطح پر پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق محبت، نفرت، دیتے، روکتے اور کام کرتے ہیں۔ یہ رویہ کسی کی زندگی میں مجموعی طور پر اداسی کا باعث بنے گا کیونکہ واقعی دوسروں کو خوش کرنا ناقابل حصول ہے۔ لوگ اللہ سے راضی نہیں ہوتے جب اس نے ان کو بے شمار نعمتیں عطا کیں تو وہ ان لوگوں سے کیسے راضی ہو سکتے ہیں جنہوں نے انہیں فطری طور پر کچھ نہیں دیا۔ لہذا ہمیشہ دوسروں کو خوش کرنے کے ارادے کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا نتیجہ صرف اداسی ہی ہوگا۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے جو آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرے گا، نفرت کرے گا، دے گا اور روکے گا، جو کہ ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے حاصل ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر پر صبر کرنا شامل ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں حقیقی خوشی کا باعث بنے گا اور اس لیے یہ خوشی کی کلید ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 4

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں ہمیشہ حقیقت پسندانہ توقعات رکھیں کیونکہ غیر حقیقی توقعات رکھنا ہمیشہ مایوسی، رنج و غم اور افسردگی کا باعث بنتا ہے جو بے صبری اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے اجزاء ہیں۔ یہ صرف دونوں جہانوں میں مزید پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، مسلمانوں کو بالی ووڈ کی تخلیق کردہ فنتاسی کو یہ مان کر مسترد کرنا چاہیے کہ ان کی شادی ایک پریوں کی کہانی کی طرح ہوگی۔ یہ ایک مضحکہ خیز اور غیر حقیقی توقع ہے جو صرف مایوسی کا باعث بنے گی۔ جبکہ، اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ شادی میں مشکلات ہیں لیکن وہ ان سے نمٹنے کے لیے تیار ہے تو وہ خوشی اور ذہنی سکون حاصل کرنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو اپنے حالات اور زندگی کے معنی کے مطابق حقیقت پسندانہ توقعات قائم کرنی چاہئیں، انہیں دوسروں کا مشاہدہ نہیں کرنا چاہیے اور اپنی توقعات کو ان کے معیار کے مطابق رکھنا چاہیے۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2513 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

درحقیقت ایک سچا مسلمان لوگوں سے توقعات وابستہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور بھروسہ کرے گا۔ لیکن یہ حاصل کرنے کے لئے ایک اعلیٰ اور نادر حیثیت ہے۔ اس لیے اگر ایک مسلمان کو لوگوں سے توقعات وابستہ کرنی چاہیں تو انہیں حقیقت پسندانہ بنانا چاہیے ورنہ وہ مایوسی، غم اور افسردگی کا باعث بنیں گے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 5

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ نیوز آرٹیکل میں امریکی حکومت کی ایک خاتون سینئر رکن کے بارے میں رپورٹ کیا گیا تھا جسے اس لیے برطرف کر دیا گیا تھا کیونکہ اس نے ایک ایسے حکم پر عمل درآمد کرنے سے انکار کر دیا تھا جو واضح طور پر غیر اخلاقی اور غیر اخلاقی تھا۔ یہ بالکل واضح ہے کہ حکومتوں اور بڑے اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر مردوں کا غلبہ ہے۔ تو کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس نے امریکی حکومت میں اپنے عہدے تک پہنچنے کے لیے کتنی محنت کی ہو گی اور کتنی قربانیاں دی ہوں گی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے اپنے اعلیٰ افسران کے احکامات پر عمل کرنے سے انکار کیا تو وہ اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی، پھر بھی اس نے اپنی اقدار پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ وہ بھی اس ذہنیت کو اپنائیں اور مادی دنیا سے کچھ حاصل کرنے کے لیے اپنے ایمان پر کبھی سمجھوتہ نہ کریں۔ باب 4 النساء، آیت 135

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف پر ثابت قدم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو، خواہ وہ تمہارے ”اپنے یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔“

چونکہ مادی دنیا عارضی ہے اس لیے اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ آخر کار ختم ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان کے اعمال اور رویوں کا جوابدہ ہو گا۔ اس کے علاوہ، چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنا بھول گئے تھے، اس لیے اپنے ایمان پر سمجھوتہ کر کے جو دنیاوی چیزیں حاصل کیں، وہ ان کے مصائب کا باعث بنیں گی، خواہ ان کے لیے لطف کے لمحات ہی کیوں نہ ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82

”تو وہ تھوڑا ہنسیں - وہ اپنے کیے کے بدلے میں بہت زیادہ روئیں گے۔“

:باب 20 طہ، آیات 124-126 اور

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

دوسری طرف، ایمان وہ قیمتی زیور ہے جو ایک مسلمان کی دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات سے باحفاظت رہنمائی کرتا ہے۔ لہذا جو چیز دونوں جہانوں میں مصائب کا باعث ہو کسی عارضی چیز باب 16 کی خاطر جو زیادہ فائدہ مند اور دیرپا ہو اس سے سمجھوتہ کرنا صریح حماقت ہے۔:النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

بہت سے لوگ، خاص طور پر خواتین، اپنی زندگی میں ایسے لمحات کا سامنا کریں گے جہاں انہیں اپنے عقیدے پر سمجھوتہ کرنا ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر، بعض صورتوں میں، ایک اور ایک مخصوص انداز اسکارف اتار دیا مسلمان عورت یہ مان سکتی ہے کہ اگر اس نے اپنا میں لباس پہن لیا، تو وہ کام پر زیادہ عزت دار ہو گی اور کارپوریٹ کی سیڑھی بھی زیادہ تیزی سے چڑھ سکتی ہے۔ اسی طرح کارپوریٹ دنیا میں کام کے اوقات کے بعد ساتھیوں کے ساتھ گھل مل جانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ایک مسلمان اپنے آپ کو کام کے بعد پب یا کلب میں مدعو کیا جا سکتا ہے۔ ایسے وقتوں میں، یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی صرف ان لوگوں کو ملے گی جو اسلام کی تعلیمات پر ثابت قدم رہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ کی رضا کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ برگزیدہ جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اس طرح عمل کرنے والوں کو دنیوی اور دینی کامیابیاں نصیب ہوں گی۔ لیکن زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان کی دنیاوی کامیابی ان کے لیے بوجھ نہیں بنے گی۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان کو امن دینے، ان

کے درجات اور لوگوں کے درمیان ذکر کو بڑھانے کا ذریعہ بنے گا۔ اس کی مثالیں خلفائے راشدین اسلام ہیں۔ انہوں نے اپنے عقیدے پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ زندگی بھر ثابت قدم رہے اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی اور مذہبی سلطنت عطا فرمائی۔

دنیاوی کامیابی کی باقی تمام صورتیں بہت وقتی ہیں اور جلد یا بدیر وہ اس کے علمبردار کے لیے مشکل بن جاتی ہیں۔ صرف ان بہت سی ہستیوں کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے جنہوں نے شہرت اور قسمت کے حصول کے لیے اپنے نظریات اور عقیدے پر سمجھوتہ کیا، صرف یہی چیزیں ان کے غم، پریشانی، ڈپریشن، منشیات کی زیادتی اور یہاں تک کہ خودکشی کا سبب بنیں۔

ایک لمحے کے لیے ان دونوں راستوں پر غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ کس کو ترجیح دی جائے اور کس کا انتخاب کیا جائے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 6

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک عام مسئلہ پر غور کر رہا تھا جس کا سامنا زیادہ تر لوگ اپنی زندگی کے دوران کرتے ہیں۔ لوگ اکثر شکایت کرتے ہیں کہ خواہ وہ کتنی ہی کوشش کریں وہ سب کو خوش نہیں کر سکتے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ وہ کسی کی حالت میں ہیں ہمیشہ ان سے ناراض نظر آتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا سبھی تجربہ کرتے ہیں چاہے وہ ان کی خاندانی زندگی میں ہو، کام کی زندگی میں یا دوستوں کے ساتھ ایک مسلمان کو ہمیشہ چند آسان باتیں یاد رکھنی چاہئیں جو اسے اس مسئلے پر دباؤ ڈالنے سے روکیں گی۔

اول یہ کہ لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں ہے، حالانکہ اس نے ان کو بے شمار نعمتیں بغیر مانگے عطا کی ہیں۔ پھر یہ لوگ کسی دوسرے شخص سے کیسے خوش رہ سکتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی خوشنودی کا فقدان ان کی انہیں کچھ نہیں دیا؟ ہیں جس نے حقیقت میں شکایت اور شکرگزاری کی کمی سے ظاہر ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی اپنے کردار کو بہتر بنا لے وہ کبھی بھی اس اعلیٰ کردار تک نہیں پہنچ سکتا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حاصل کیا تھا، پھر بھی بعض لوگوں کو وہ ناپسند تھے۔ لوگ اگر ان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے تو ایک عام آدمی اپنی زندگی میں سب کی خوشنودی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

ایک مسلمان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جیسا کہ لوگ مختلف ذہنیت کے ساتھ پیدا کیے گئے ہیں، وہ ہمیشہ ایسے لوگ پائیں گے جو ان کے رویے اور طرز عمل سے متفق نہیں ہوں گے۔ اس کی وجہ سے ہمیشہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو کسی بھی وقت کسی شخص سے خوش نہیں ہوتے۔ صرف وہی جو سب کو خوش کرنے کے قریب آسکتا ہے وہ دو چہروں والا شخص ہے جو اپنے رویے اور عقائد کو اس بات پر منحصر کرتا ہے کہ وہ کس کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں۔ لیکن آخر کار یہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلے عام رسوا ہو گا۔

اس لیے تمام لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا محال ہے اور صرف ایک احمق ہی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جو حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو سب سے بڑھ کر اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنے کی کوشش کرے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کا احترام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت سے متصادم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ انہیں لوگوں کے منفی رویوں اور اثرات سے محفوظ رکھے گا چاہے یہ تحفظ ان پر ظاہر نہ ہو۔ لیکن اگر وہ لوگوں کی خوشنودی کو ترجیح دیں گے تو وہ اسے حاصل نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کی ناراضگی اور منفی اثرات سے محفوظ نہیں رکھے گا۔

دماغ اور جسم کا سکون - 7

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ چونکہ تمام لوگ ایک جیسے نہیں بنائے گئے ہیں وہ بعض چیزوں پر اختلاف کرنے کے پابند ہیں۔ دین سے متعلق معاملات میں اور جو حلال و حرام میں فرق کرتے ہیں، ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، چاہے کوئی بھی ان سے اختلاف کرے یا چیلنج کرے۔ لیکن ایسے معاملات میں جہاں جائز دنیاوی آپشنز میں سے کسی ایک کا انتخاب ہو تو ایک مسلمان کو حق ہے کہ وہ اپنی رائے دوسروں کے سامنے پیش کرے جب ان سے درخواست کی جائے۔ لیکن انہیں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی دباؤ ڈالنا چاہئے اگر دوسرے ان کی رائے سے متفق نہ ہوں۔ جب کوئی شخص وقت کے ساتھ ان اختلافات کو برقرار رکھتا ہے تو وہ لوگوں کے درمیان دشمنی پیدا کر سکتا ہے جو ٹوٹنے اور ٹوٹنے والے تعلقات کا باعث بن سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے نتیجے میں لوگوں سے تعلقات منقطع کرنے کا گناہ بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس طرح کے معاملات میں مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیزوں کو جانے دیں اور کسی ایسے شخص کے بارے میں منفی جذبات پیدا نہ کریں جو ان کی رائے اور انتخاب سے متفق نہیں ہے۔ اس کے بجائے انہیں اپنے آپ کو اختلاف رائے پر راضی کرنے کے لیے دباؤ ڈالنا چاہیے اور بغیر کسی بیمار جذبات کے صورتحال سے آگے بڑھنا چاہیے۔ ایسا کرنے میں ناکام رہنے والا اپنے آپ کو ہمیشہ دوسروں کے لیے جھگڑا اور دشمنی میں مبتلا پائے گا کیونکہ وہ اپنی خصوصیات اور ذہنیت میں فرق کی وجہ سے بعض موضوعات اور مسائل پر دوسروں سے اختلاف کرنے کے پابند ہیں۔ اس نصیحت کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اس دنیا میں امن کی تلاش کا شاخسانہ ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 8

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان پر لوگوں کے حقوق کو پورا کریں، جیسے کہ ان کے والدین۔ لیکن انہیں یہ کام لوگوں کی خاطر نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے فرائض میں تجاوز کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا چاہیے اور دوسروں کے لیے اپنے فرائض کی ادائیگی میں اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہنا چاہیے۔ مثال کے طور پر لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ اپنی زندگی اور کوششوں کو لوگوں کے لیے وقف کرنے میں مسئلہ یہ ہے کہ خواہ کوئی گناہ کیوں نہ کیا جائے، ایک دن ضرور آئے گا جب اس شخص کو یہ احساس ہو گا کہ اس نے لوگوں کے لیے اتنی کوششیں وقف کیں لیکن اس کے بدلے میں ان سے شکر جیسی کوئی اہم چیز حاصل نہیں کی۔ یہ رویہ زندگی اور لوگوں کے تئیں تلخی کا باعث بنتا ہے۔ اگر کوئی اس رویہ پر قائم رہے تو وہ آخر کار اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے فرائض میں اور خاص طور پر لوگوں کے بارے میں ان فرائض میں ناکام ہو جائے گا۔ دوسری طرف جب کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے، خواہ لوگ کتنا ہی کم شکر ادا کریں، وہ اس طرح تلخ نہیں ہوں گے جیسا کہ انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہیں۔ اگر کسی کی نیت مخلص ہے تو یہ تلخی کو روک دے گا کیونکہ وہ اپنی کوششوں کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں، لوگوں سے نہیں۔ لوگ شکرگزاری کی کمی کی وجہ سے انہیں مایوس کر سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی توقعات سے زیادہ اجر دے گا۔

دماغ اور جسم کا سکون - 9

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سماجی آزادی اور لوگوں خصوصاً خواتین کے حقوق کے بارے میں رپورٹ کیا۔ سب سے پہلے، یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جو چیز انسان کو جانور سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ایک اعلیٰ اخلاقی ضابطے کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر لوگ اس کو چھوڑ دیں اور صرف اپنی خواہشات پر عمل کریں تو ان میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ درحقیقت، لوگ بدتر ہوں گے، کیونکہ وہ ابھی تک اعلیٰ سطح کی سوچ رکھتے ہیں، پھر بھی جانوروں کی طرح زندگی گزارنے کا انتخاب کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ لوگ حقیقت میں تسلیم کرنا چاہیں یا نہ کریں، ہر شخص کسی نہ کسی چیز کا بندہ ہے۔ کچھ دوسروں کے نوکر ہوتے ہیں، جیسے کہ ہالی ووڈ کے ایگزیکٹوز اور جو کچھ وہ انہیں کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ کرتے ہیں، چاہے اس سے شائستگی اور شرمندگی کو چیلنج کیا جائے۔ دوسرے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے نوکر ہوتے ہیں اور ان کو خوش کرنے کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے کرتے ہیں۔ دوسرے لوگ بدتر قسم کے نوکر ہیں، کیونکہ وہ صرف اپنی خواہشات کی خدمت کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے جانوروں اور معاشرے کے برے لوگوں، جیسے پیڈو فیل اور ریپسٹ۔ بندگی کی بہترین اور اعلیٰ ترین صورت اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹیں تو یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے تھے مثلاً انبیاء علیہم السلام کو اس دنیا میں سب سے زیادہ عزت و تکریم سے نوازا گیا ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔ اگلے میں یہ عطا کیا۔ صدیاں اور ہزار سال گزر چکے ہیں لیکن ان کے نام تاریخ کے ستونوں اور میناروں کے طور پر یاد کیے جاتے ہیں۔ جب کہ جو لوگ دوسروں خصوصاً اپنی خواہشات کے بندے بن گئے وہ آخر کار اس دنیا میں رسوا ہو کر ذہنی عارضوں اور نشے کی لت میں مبتلا ہو گئے، خواہ وہ کوئی دنیاوی حیثیت حاصل کر لیں اور وہ تاریخ میں محض حاشیہ بن کر رہ گئے۔ میڈیا بمشکل ان لوگوں کو یاد کرتا ہے جو چند دن سے زیادہ گزر جاتے ہیں اس سے پہلے کہ وہ اگلے شخص پر رپورٹ کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ اپنی زندگی کے دوران، یہ لوگ آخر کار اداس، تنہا، افسردہ اور یہاں تک کہ خودکشی کا شکار ہو جاتے ہیں، کیونکہ اپنی روح اور شرافت کو اپنے دنیاوی آقاؤں کے سامنے بیچنے سے انہیں وہ اطمینان حاصل نہیں ہوتا جس کی وہ تلاش کر رہے تھے۔ اس واضح حقیقت کو سمجھنے کے لیے کسی کو عالم ہونے کی ضرورت نہیں۔ پس اگر لوگوں کو بندے ہی بننا چاہیے تو اللہ تعالیٰ کے باب 16 النحل، آیت بندے بننا چاہیے کیونکہ دائمی عزت، عظمت اور حقیقی کامیابی اسی میں ہے۔ 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دماغ اور جسم کا سکون - 10

جو لوگ کافر ہیں یا اسلام میں اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں وہ مادی دنیا اور اس کے اندر کی چیزوں سے محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اپنے عقیدے پر ایمان لانا یا اس پر عمل کرنا انہیں دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے سے روک دے گا، ان کے لیے ایمان ایک ایسی چیز ہے جو ان کی خواہشات کو محدود کر دیتی ہے اور اس لیے وہ اس سے لفظی یا عملی طور پر منہ موڑ لیتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ مادی دنیا کی طرف رخ کرتے ہیں اور بغیر کسی پابندی کے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ حقیقی امن اسی میں ہے۔ وہ ان لوگوں کو حقیر نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اپنے اعمال پر قابو پا کر اور اپنی دنیاوی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہوئے اپنے ایمان کو قبول کرتے ہیں اور اس کی حقیقت کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ پرہیزگار مسلمان ادنیٰ غلام ہیں جن پر لطف اندوز ہونے سے منع کیا گیا ہے جبکہ وہ کافر اور گمراہ آزاد ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ حقیقت سے آگے نہیں ہو سکتا کیونکہ اصل بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تسلیم کرنے اور تسلیم کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور اعلیٰ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی غلامی سے آزاد ہو کر ایسا کیا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک اچھے والدین اپنے بچے کے کھانے کی قسم پر پابندی لگاتے ہیں، مطلب کہ وہ انہیں صرف ایک بار فضول اور غیر صحت بخش کھانا کھانے دیں گے اور اس کے بجائے انہیں صحت مند غذا پر عمل کرنے پر مجبور کریں گے۔ اس لیے یہ بچہ مانتا ہے کہ اس کے والدین نے ان پر ناپسندیدہ پابندیاں عائد کر رکھی ہیں اور وہ اپنے والدین اور ان کی صحت بخش خوراک کے غلام بن چکے ہیں۔ دوسری طرف ایک اور بچے کو ان کے والدین کی طرف سے اجازت دی گئی ہے کہ وہ جو چاہے، جب چاہے اور جتنا چاہے کھائے۔ اس لیے یہ بچہ یقین رکھتا ہے کہ وہ تمام پابندیوں سے بالکل آزاد ہیں۔ جب یہ بچے اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ بچہ جس کو مکمل آزادی دی گئی ہے تنقید کرتا ہے اور اس بچے کو حقارت سے دیکھتا ہے جس پر ان کے والدین نے پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ بعد کے بچے کو بھی اپنے آپ پر افسوس ہو گا جب وہ دیکھے گا کہ دوسرے بچے کو جس طرح چاہیں برتاؤ کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ ظاہری طور پر ایسا لگتا ہے کہ جس بچے کو آزاد کیا گیا ہے اس نے خوشی حاصل کی ہے جبکہ دوسرا بچہ زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لئے بہت زیادہ پابندیوں میں بندھا ہوا ہے۔ لیکن برسوں بعد سچائی ظاہر ہو جائے گی۔ وہ بچہ جس پر کوئی پابندی نہیں تھی وہ بڑا ہو کر انتہائی غیر صحت مند ہو جاتا ہے مثلاً موٹاپا، ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر وغیرہ۔ اس کے نتیجے میں وہ ذہنی طور پر بھی غیر صحت مند ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے جسم اور اپنی شکل سے اعتماد کھو بیٹھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ ادویات، بیماریوں، ذہنی اور سماجی مسائل کے غلام بن جاتے ہیں۔ یہ سب چیزیں ان کی خوشی اور زندگی کو محدود کر دیتی ہیں۔ جبکہ وہ بچہ جس پر ان کے والدین نے پابندی عائد کی تھی وہ دماغ اور جسم کے لحاظ سے صحت مند پروان چڑھتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے جسم اور قابلیت میں پراعتماد ہو جاتے ہیں، جو انہیں زندگی میں کامیاب ہونے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ وہ صحیح توازن اور رہنمائی کے ساتھ پروان

چڑھتے ہی دواؤں، بیماریوں، ذہنی اور سماجی مسائل کی غلامی سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ تو وہ بچہ جس پر کوئی پابندی نہیں تھی وہ بہت سی چیزوں کا غلام بن کر بڑا ہوا، جب کہ جس بچے پر پابندیاں تھیں وہ تمام پابندیوں سے آزاد ہو کر پروان چڑھا۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حقیقی غلام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام چیزوں کا غلام بن جائے، جیسے سوشل میڈیا، معاشرہ، فیشن اور ثقافت، اور اس سے ذہنی، جسمانی اور معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں، جبکہ حقیقی آزاد انسان۔ وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، اس طرح ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرتا ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 11

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں حکومت کی جانب سے کورونا وائرس کے پھیلاؤ سے نمٹنے کے لیے کیے گئے سخت اقدامات کی اطلاع دی گئی۔

جیسا کہ لوگوں کو لاک ڈاؤن قسم کے منظر نامے میں رکھا گیا ہے، اس سے مسلمانوں کو یاد دلانا چاہیے کہ وہ مستقل لاک ڈاؤن یعنی موت پر رکھے ہوئے ہیں۔ جس طرح لوگ اپنی روزمرہ کی ضروریات مثلاً کھانے پینے کی چیزوں کو ذخیرہ کرنے کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں، اسی طرح ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری اشیائے ضروریہ جمع کرنے کی طرف جلدی کرے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، جس میں اس کی اطاعت شامل ہے۔ حکم، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا۔ اس کے نتیجے میں یہ یقینی بنانا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کا استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرتے ہوئے لاک ڈاؤن میں رہنے کے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ وہ اپنے مستقل لاک ڈاؤن کی تیاری کریں جو کہ جلد ہی کسی نامعلوم وقت پر ہونے والا ہے۔

مزید برآں، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں موجود وقت کو صحیح معنوں میں اپنی زندگی، اعمال اور جس راستے پر چل رہے ہیں اس پر غور کرتے ہوئے استعمال کریں۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کے دوران اپنے اعمال کا اندازہ لگاتا اور فیصلہ کرتا ہے، اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر، وہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی طرف اپنے کردار کو بہتر کرنے کے لیے الہام پائے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اس دنیا میں صحیح طریقے سے برتاؤ کریں گے، ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اس طرح ذہنی سکون حاصل ہوگا، اور یہ خود غور و فکر اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ان کے لیے قیامت کے دن ایک آسان فیصلہ ہو گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جو لوگ اپنے وقت سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہتے ہیں وہ غافل رہیں گے اور اس لیے دنیا میں ایک مشکل زندگی کا سامنا کریں گے، جیسا کہ انہوں نے ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا جو انہیں دی گئی تھیں، اور قیامت کے دن انہیں سخت اور مشکل فیصلے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب طہ، آیت 124 20

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

آخر میں، یہ عکاسی اس وقت ہونے کا امکان نہیں ہے جب کوئی ضرورت سے زیادہ عبادت کرتا ہے، خاص طور پر ایسی زبان میں جسے وہ نہیں سمجھتے۔ یہ غور و فکر صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا مطالعہ اور اس پر عمل کرتا ہے۔ ایک بٹن کے کلک پر کافی علم دستیاب ہے، اس لیے مسلمانوں کے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 12

میں نے ایک خبر پڑھی، جس پر میں مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جدید دور کے کام کے دباؤ اور کسی کی زندگی میں سکون تلاش کرنے کی اطلاع دی۔ اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل کرنا تمام لوگوں کے لیے، خواہ وہ کسی بھی عقیدے یا سماجی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں، ایک عالمی مقصد اور ہدف ہے۔ یہ حتمی وجہ ہے کہ لوگ اس مادی دنیا میں جدوجہد کرتے ہیں، طویل گھنٹے کام کرتے ہیں اور اپنی زیادہ تر کوششیں اس دنیا کے لیے وقف کرتے ہیں۔ لوگ ایسی زندگی حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں جس میں انہیں کوئی دباؤ یا پریشانی نہ ہو، جیسے کہ مالی مشکلات۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ لوگ، خاص طور پر مسلمان، کس طرح غلط جگہ پر ذہنی سکون تلاش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک شخص جو فٹ بال کا کھیل دیکھنا چاہتا ہے لیکن کرکٹ میچ میں جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ حقیقی ذہنی سکون صرف اس کی اطاعت میں مضمر ہے جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اور باب 16 النحل آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جب بھی کوئی شخص مادی دنیا میں ذہنی سکون کی تلاش کرتا ہے، تو یہ انہیں اپنے مقصد سے مزید دور لے جائے گا، کیونکہ یہ انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دے گا جو

انہیں دی گئی ہیں۔ جب بھی انسان اس مادی دنیا کے حوالے سے کوئی ہدف طے کرتا ہے تو وہ ہدف مزید اہداف کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ وہ شخص جس چیز کی تلاش کر رہا تھا اسے حاصل کیے بغیر اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ امیروں کو حقیقی ذہنی سکون حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ وہ عام لوگوں سے زیادہ دباؤ ڈالتے ہیں اور دنیا سے جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں وہ ان کے لیے بوجھ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2465 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص آخرت پر توجہ کرے گا اس کے دل کی دولت سے مالا مال ہو گا اور اللہ عزوجل اس کی طرف توجہ کرے گا۔ اپنے معاملات کو معنی خیز منظم کریں، انہیں ذہنی سکون حاصل ہوگا۔ لیکن جو مادی دنیا پر توجہ مرکوز کرے گا وہ صرف اپنی غربت دیکھے گا اور ان کے معاملات پر اگندہ معنی بن جائیں گے، انہیں ذہنی سکون حاصل نہیں ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، وہ ذہنی سکون پاتا ہے، خواہ اس کے پاس دنیا کا تھوڑا سا مال ہو۔ لیکن جو مادی دنیا میں کھو گیا ہے وہ ایک دنیوی دروازے سے دوسرے دروازے تک جائے گا لیکن اسے کبھی حقیقی سکون نہیں ملے گا کیونکہ اسے وہاں نہیں رکھا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص فٹ بال کا اور اگر کوئی مسلمان ذہنی سکون میچ میں نہیں جانا چاہئے کھیل دیکھنا چاہتا ہے تو اسے کرکٹ چاہتا ہے تو اسے مادی دنیا میں تلاش نہ کرے کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مضمر ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ جو لوگ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں انہیں زندگی بھر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ اس بات کی ضمانت ہے۔ لیکن ان کی اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان سے خوف اور غم کو دور کر دے گا تاکہ وہ صحیح راستے پر ثابت قدم رہیں۔ یہ اس سے ملتا جلتا ہے جو صرف طبی طریقہ کار سے ہلکی سی تکلیف محسوس کرتا ہے، جیسا کہ انہیں بے ہوشی کی گئی ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک عظیم آگ کے اندر بھی امن و امان عطا کیا گیا تھا۔ باب 21 الانبیاء، آیات 68-69

انہوں نے کہا، "اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی حمایت کرو، اگر تم عمل کرنا چاہتے ہو۔" " ہم نے فرمایا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا۔

دماغ اور جسم کا سکون - 13

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ان لوگوں کی جذباتی حالت کے بارے میں بتایا جو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں جیسے کہ ان کے کام، ذاتی اور سماجی زندگی میں توازن قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک چیز جو کسی شخص کو اس سے وابستہ تناؤ سے بچنے میں مدد دے سکتی ہے وہ ہے متوازن ذہنی حالت کو اپنانا۔ یہ تب ہوتا ہے جب کوئی اپنے جذبات کو اس طرح قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ خود کو انتہائی جذباتی حالتوں کا تجربہ نہ ہونے دے، کیونکہ یہ اکثر تناؤ اور ذہنی عارضے کا باعث بنتے ہیں۔ اس کی طرف قرآن مجید کی سورہ 57 الحديد آیت 23 میں اشارہ کیا گیا ہے

تاکہ تم اس چیز پر نا امید نہ ہو جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس "پر فخر نہیں کریں گے۔"

اسلام کسی کو جذبات کے اظہار سے منع نہیں کرتا، کیونکہ یہ انسان ہونے کا ایک حصہ ہے۔ لیکن یہ دماغ کی متوازن حالت کا مشورہ دیتا ہے جس کے تحت کوئی ایک انتہائی جذبات سے دوسرے جذبات میں نہیں جھولتا۔ مشکل حالات میں اداس ہونا قابل قبول ہے لیکن مایوس نہیں ہونا چاہیے، جو کہ انتہائی اداسی ہے، کیونکہ یہ اکثر دیگر ذہنی عوارض جیسے کہ ڈپریشن کا باعث بنتا ہے۔ اور خوش رہنا قابل قبول ہے لیکن انسان کو ضرورت سے زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے یعنی خوش ہونا، کیونکہ یہ اکثر دونوں جہانوں میں گناہوں اور پشیمانیوں کا باعث بنتا ہے۔ ایک مسلمان کو مشکل کے وقت ان لاتعداد نعمتوں کو یاد کر کے ایک متوازن دماغی حالت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو انتہائی اداسی یعنی مایوسی کو روکتی ہیں۔ اور آسانی کے وقت ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو چیز انہیں خوش کرتی ہے اس کے لیے ان سے جوابدہ ہو گا اور اگر وہ اس کا غلط استعمال کریں گے یا اس سے منسلک فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کریں گے تو انہیں اس کی سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی باب 14 ابراہیم، رضا کے لیے استعمال کریں تو دونوں جہانوں میں مزید برکات حاصل کریں گے۔

آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

اس طرح کا برتاؤ انسان کو حد سے زیادہ خوش ہونے سے روک دے گا، یعنی پرجوش۔

دماغ کی متوازن حالت ہمیشہ بہترین ہوتی ہے جو انتہائی موڈ کے منفی اثرات کو روکتی ہے۔ یہ ایک مسلمان کو حقیقی ذہنی سکون اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قریب لے جائے گا، جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے، روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق۔ اس پر یہ دونوں جہانوں میں ایک باب 16 متوازن ذہنی حالت اور دماغ اور جسم کا سکون حاصل کرنے میں مزید مدد کرتا ہے۔
:النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دماغ اور جسم کا سکون - 14

بہت سے لوگ اس مادی دنیا میں زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ وہ پہلے ہی بہت ساری دنیاوی کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں۔ حالانکہ اسلام اس قسم کی ذہنیت کی ممانعت نہیں کرتا جب تک کہ حرام چیزوں سے اجتناب کیا جائے ایک مسلمان کو ایک اہم حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔ یہ ظاہر ہے کہ ذہنی سکون بہت سی دنیاوی چیزوں سے حاصل نہیں ہوتا، جیسے کہ دولت۔ درحقیقت، یہ لوگ اکثر ایسے ہوتے ہیں جو ڈپریشن کا شکار ہو کر یہاں تک کہ خودکشی بھی کر لیتے ہیں۔ انسان کی دنیاوی خواہشات اس طرح پیدا کی گئی ہیں کہ خواہ وہ کچھ بھی حاصل کر لے اس کے عقیدے اور سماجی رتبے سے قطع نظر وہ ہمیشہ اس سے زیادہ کی خواہش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا، اس نے ہر اس دنیاوی نعمت کو حاصل کیا جس کا تصور بھی کیا جا سکتا تھا، پھر بھی اسے ذہنی سکون اور اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اس کے بجائے اس کی مزید خواہش نے اسے اس مرحلے پر دھکیل دیا کہ وہ خدا کی طرح پوجا کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ باب 79 نزیات، آیت 24

”اور کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔“

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ انسان جو بھی خواہشات پوری کرتا ہے وہ اسے مزید چیزوں کی خواہش کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک شخص جس کے پاس دو گھر ہیں تین چاہتے ہیں۔ کروڑ پتی ارب پتی بننا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6439 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جس کے پاس سونے کی ایک وادی ہے وہ دوسری 6439 ہی خواہش کرے گا۔ ایک مسلمان جو حقیقی ذہنی سکون چاہتا ہے، جو زمین کے خزانوں سے زیادہ اپنی دنیاوی خواہشات کو محدود کریں۔ جتنا وہ ان کو محدود کریں گے اور صرف قیمتی ہے، اس لیے اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کریں گے اتنا ہی انہیں ذہنی سکون ملے گا۔ یہ ذہنیت مشغولیت کے دروازے بند کر دیتی ہے اور مزید دنیاوی چیزوں کے لیے جدوجہد کرتی ہے جس کے نتیجے میں دماغ اور جسم دونوں کو سکون ملتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ جوڑتا ہے جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور

تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے، تو انہیں حقیقی ذہنی سکون حاصل ہو گا جو ان کی زندگی کے ہر پہلو تک پھیلا ہوا ہے۔ دونوں جہانوں۔ لیکن ان کی جتنی زیادہ دنیاوی خواہشات ہوں گی اتنا ہی ان کا دماغ اور جسم ان میں مشغول ہوں گے اور اس طرح وہ حقیقی ذہنی سکون سے دور ہوں گے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 15

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مثبت سوچ اپنائیں کیونکہ یہ مشکلات سے نمٹنے کے لیے ان کی مدد کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ جب بھی کسی شخص کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اسے ہمیشہ ایک سچائی کو سمجھنا چاہیے کہ مشکل اس سے کہیں زیادہ خراب ہو سکتی تھی۔ اگر یہ دنیاوی مسئلہ تھا تو انہیں شکر گزار ہونا چاہیے کہ یہ ان کے ایمان کو متاثر کرنے والی مصیبت نہیں تھی۔ مشکل کے ساتھ آنے والے فوری غم پر غور کرنے کے بجائے انہیں انجام اور اس انعام پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کا مظاہرہ کرنے والوں کے لیے منتظر ہے۔ جب کوئی شخص چند نعمتوں سے محروم ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ ان گنت نعمتوں کا ذکر کرے جو اس کے پاس موجود ہیں۔ ہر مشکل میں ایک مسلمان کو قرآن کریم کی وہ آیت یاد رکھنی چاہیے جو مسلمانوں کو یاد دلاتی ہے کہ مشکلات اور آزمائشوں میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں جن کا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا۔ لہذا وہ جس صورتحال کا سامنا کر رہے ہیں وہ اس صورتحال سے بہتر ہے جس کی ان کی خواہش تھی۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو ان حقائق اور دیگر پر غور کرنا چاہیے تاکہ وہ ایک مثبت سوچ اپنائے جو کہ مشکلات سے اس طرح نمٹنے کے لیے کلیدی عنصر ہے جس سے دونوں جہانوں میں بے شمار نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یاد رکھیں، کپ آدھا خالی نہیں ہے بلکہ آدھا بھرا ہوا ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 16

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے خودکشی کے ایک معاملے کی اطلاع دی جو ڈپریشن اور شدید غم کی وجہ سے ہوا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو اس کی خوشنودی کا باعث ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس نے اس طرز عمل کے لیے دونوں جہانوں میں اچھی زندگی کی ضمانت دی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

یہ اچھی زندگی ایک مسلمان کو شدید غم، افسردگی اور دیگر شدید مزاج اور دماغی عوارض سے بچائے گی جو انسان کی زندگی کو تباہ کر سکتے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کو ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے وہ غمگین ہوں گے لیکن اگر وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کریں گے تو یہ غم کبھی انتہا نہیں کرے گا اور ان کی ساری زندگی کو طویل مدتی بنیادوں پر متاثر کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کرتا ہے، اس کے پاس ہر مانے بغیر اور ڈپریشن اور یہاں تک کہ خودکشی کے بغیر اپنی مشکلات میں آگے بڑھنے کی بہترین وجہ ہے۔ مثال کے طور پر، وہ ان گنت انعامات کے منتظر ہیں جو مریض کو دیا جائے گا۔ باب 39 از زمر، آیت 10

”بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔“

جبکہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش نہیں کرتا اور صرف زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اسے یہ رویہ اور اچھی زندگی نہیں دی جائے گی۔ اور جب بھی انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو یہ انہیں انتہائی موڈ اور ذہنی خرابیوں کی طرف لے جائے گا جو ان کی پوری زندگی کو تباہ کر دے گا۔ اس کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہو سکتا ہے جو صرف بنیادی فرائض کو پورا کرتے ہیں اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ ان کے وقت، صحت اور مال کو استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں، کیونکہ وہ ان نعمتوں کے ذریعے اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔

دماغ اور جسم کا سکون - 17

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جدید دنیا میں اپنے تمام دنیوی فرائض کو متوازن کرنے اور پورا کرنے میں دشواری اور اس سے وابستہ تناؤ کے بارے میں بتایا۔ مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر وہ اس مشترکہ تناؤ سے بچنا چاہتے ہیں تو انہیں ہر کام اور ذمہ داری کو صحیح طور پر ترجیح دینی چاہیے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب کوئی اپنی خواہشات یا دوسروں کی خواہشات کے بجائے اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایسا کرے۔ جب بھی کوئی اسلام میں تجویز کردہ ترجیحات کی فہرست کو دوبارہ ترتیب دیتا ہے تو یہ ہمیشہ مشکلات اور دباؤ کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی مادی دنیا میں اپنی ضرورتوں اور ضرورتوں سے بڑھ کر کوشش کرتا ہے اور اپنی دوسری ذمہ داریوں جیسے کہ اپنے بچوں کی صحیح پرورش سے غافل ہو جاتا ہے، تو یہ اسے اپنے حاصل کردہ چیزوں اور اپنے گمراہ بچوں دونوں سے تناؤ کے سوا کچھ نہیں دے گا۔ جو اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا وہ یونیورسٹی کے اس طالب علم کی طرح ہے جو اپنے امتحانات کی تیاری پر تفریح کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ صرف انہیں غریب ڈگری اور مشکل کام حاصل کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔ غلط طریقے سے ترجیح دینے کی وجہ سے انہوں نے یونیورسٹی میں چند سال کی تفریح کے لیے ایک اچھی نوکری کے ذریعے آسان زندگی کو ترک کر دیا جو طویل عرصے میں مشکل زندگی کا باعث بنتی ہے۔

غلط طریقے سے ترجیح دینا انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے اور یہ گناہوں کا باعث بن سکتا ہے اگر کوئی اللہ کے اوپر لوگوں کی اطاعت کرے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی اس ترجیح کی پیروی کریں جس کا آغاز اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ہوتا ہے۔ یہ صرف اسلامی علم کی تلاش اور اس پر عمل کرنے سے ہی حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کے ذریعے ایک مسلمان اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طور پر ترجیح دے گا اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کرے گا جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس پر اس سے دنیا میں ذہنی اور جسمانی سکون اور آخرت میں لازوال نعمتوں کا قیمتی اور نادر باب 16 النحل، آیت 97 تحفہ ملے گا۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دماغ اور جسم کا سکون - 18

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کو اکثر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اگرچہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا آخرت میں جنت کی طرف لے جاتا ہے، پھر بھی اگر وہ یہ راستہ اختیار کریں گے تو وہ بدبخت ہوں گے۔ اس دنیا میں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس دنیا میں امن صرف اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں مضمر ہے جبکہ اسلام انسان کو اپنی خواہشات پر قابو پانے کا درس دیتا ہے نہ کہ ان کو آزاد کرنے کا۔ تو ان کے ذہن میں اس دنیا میں امن اور اگلے جہان کا امن دونوں دو مختلف راستوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت دونوں جہانوں میں ایک ہی صراط مستقیم یعنی اسلام کے راستے میں ذہنی سکون رکھا ہے۔ سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر سے بے وقوف نہیں بننا چاہیے اور اس کے بجائے ہمیشہ یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ دلوں کا کنٹرول کرنے والا، جو کہ ذہنی سکون کا مرکز ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرتا ہے کہ اس دنیا میں سکون کس کو ملے، جس طرح وہ اکیلا فیصلہ کرتا ہے کہ آخرت میں جنت کس کو ملے گی۔ لہذا انسان کو اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنا چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو خوش کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اگر کوئی یہ غلط سمجھتا ہے کہ دنیا میں سکون اور آخرت کا سکون دو مختلف راستوں سے حاصل ہوتا ہے تو وہ لامحالہ اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور آخرت کی تیاری میں عملی طور پر تاخیر کرے گا۔ یہ رویہ انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گا۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

دماغ اور جسم کا سکون - 19

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ بڑے پیمانے پر قبول کیا جاتا ہے کہ جب کوئی ایجاد اپنے وجود کے بنیادی مقصد کو پورا کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے تو اسے ناکامی سمجھا جاتا ہے، چاہے اس میں بہت سی اچھی خصوصیات ہوں۔ مثال کے طور پر، بہت سے بہترین خصوصیات کے ساتھ ایک فون، جیسے کہ ایک اعلیٰ معیار کا کیمرہ، ناکامی تصور کیا جائے گا اگر اسے فون کالز کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا، جو کہ اس کا بنیادی کام ہے۔ اسی طرح انسان ایک خاص مقصد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایجاد اور تخلیق ہیں۔ باب 51 ذریات، آیت 56

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔"

بنی نوع انسان کا واحد مقصد عبادت، مطلب، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ اس مخلصانہ اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر اس نعمت کو استعمال کرے گا جو اسے اللہ کی طرف سے عطا کی گئی تھی، ان طریقوں سے جو اسے پسند کرتے ہیں۔

لیکن جو شخص اپنے مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ ایک بے مقصد اور بے مقصد زندگی گزارتا ہے، چاہے وہ بہت زیادہ دنیوی کامیابی حاصل کر لے۔ جب کوئی معاشرے کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ بالکل واضح ہوتا ہے۔ وہ واضح طور پر دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے بہت زیادہ دنیوی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ کسی دوسرے کے مقابلے میں سب سے زیادہ بے چینی، تناؤ، ذہنی دباؤ اور منشیات اور شراب کے عادی ہیں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے

میں ناکام رہتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔
باب 20 طہ، آیت 124

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

ایک مسلمان کو اپنے آپ کو یہ یقین کرنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہئے کہ ان کی ایک بامقصد زندگی ہے اگر وہ اپنی دنیاوی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں، خواہ وہ بنیادی فرائض جیسے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں ادا کرتے ہوں۔ کسی کا مقصد چند یومیہ اور سالانہ رسومات اور طریقوں سے آگے بڑھتا ہے۔ یہ درحقیقت کسی کی ہر سانس اور زندگی کے ہر پہلو جیسے مالی، نجی، سماجی، کام اور خاندانی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ جو مسلمان اپنے مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اس گلدان کی طرح ہے جو باہر سے خوبصورت نظر آتا ہے جیسا کہ وہ بنیادی فرائض کو پورا کرتے ہیں لیکن جس طرح گلدان اندر سے خالی ہے اسی طرح ان کی زندگی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان جو بنیادی فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں وہ اب بھی ذہنی تناؤ اور ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ ان کا مقصد ان کی پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے، نہ صرف دن کے چند گھنٹے یا سال کے چند دن۔

مسلمانوں سمیت بہت سے لوگوں کی طرف سے اس حقیقت کو نظر انداز کرنے کی ایک اہم وجہ معاشرہ، فیشن، ثقافت اور سوشل میڈیا کی اندھی تقلید ہے۔ جب کوئی اپنی عقل کو استعمال کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے، تو وہ جھوٹا یقین کریں گے کہ ایک بامعنی زندگی دنیاوی چیزوں میں ملتی ہے، جیسے کہ دولت، کیریئر، دوست یا خاندان۔ انسان کو چوپایوں کی طرح کام کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے اسلامی تعلیمات سے سیکھنا چاہیے اور دوسروں کی زندگی کے انتخاب اور ان کے نتائج کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ جب کوئی صحیح طریقے سے اس پر عمل کرے گا تو وہ سمجھے گا کہ ایک بامعنی وجود دنیاوی چیزوں کے حصول میں مضمر نہیں ہے، یہ صرف تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے میں مضمر ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کسی ایجاد کو قدر دی جاتی ہے جو تخلیق کے اپنے بنیادی کام کو پورا کرتی ہے۔ اس کو نہ پہچاننا ہی انسانیت کا اصل المیہ ہے۔

تمام لوگوں کو اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ صرف یہی دونوں جہانوں میں بامقصد، بامقصد اور پر امن زندگی کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

:اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 20

قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے سب سے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کے لیے اس دنیا میں جسمانی اور ذہنی سکون حاصل کیا جائے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

یہ تب ہی حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص ہدایت کے ان دو ذرائع کی خلوص نیت سے اطاعت کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی راہنمائی کرتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے، اور چیزوں اور لوگوں کو ترجیح دینے میں ان کی مدد کرتا ہے۔ اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے تاکہ وہ ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کریں۔ یہ کتابوں کی لائبریری کی طرح ہے جس کو صحیح ترتیب سے ترتیب دیا گیا ہے، جس کی مدد سے ایک شخص اپنی ضرورت کی کتاب کو کم سے کم پریشانی کے ساتھ آسانی سے تلاش کر سکتا ہے۔ جب کہ جو شخص ہدایت کے دو ذرائع کی ہدایت پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے، اس طرح ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے

اور اپنی زندگی میں چیزوں اور لوگوں کو غلط ترجیح دیتا ہے، وہ کتابوں کی لائبریری کی طرح ہے جو بالکل غیر منظم ہے۔ اس لائبریری میں کسی مخصوص کتاب کو تلاش کرنا انتہائی مشکل، دباؤ اور وقت طلب کام ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو اپنی خواہش کی کتاب بھی نہ ملے۔

بالکل ایک منظم لائبریری کی طرح، جب کوئی شخص رہنمائی کے دو ذرائع کی خلوص نیت سے اطاعت کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے تو وہ اپنی زندگی میں ہر چیز کو اس کی صحیح جگہ پر رکھتا ہے، اس طرح وہ ذہنی اور جسمانی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 10 یونس، آیات 57-58:

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آئی ہے۔ کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے، اسی میں وہ خوش ہوں، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

دماغ اور جسم کا سکون - 21

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ عام طور پر قبول کیا جاتا ہے کہ ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے کے لیے ایک منظم اور متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر، ایک منظم اور متوازن حالت کتابوں کی ایک لائبریری کی طرح ہوتی ہے جو اچھی ترتیب سے ترتیب دی جاتی ہے، جس سے کسی کو اپنی خواہش کی کتاب آسانی سے مل جاتی ہے۔ جبکہ ایک غیر منظم اور غیر متوازن حالت کتابوں کی ایک غیر منظم لائبریری کی طرح ہوتی ہے جو کسی مخصوص کتاب کو تلاش کرنا مشکل اور دباؤ کا باعث بنتی ہے۔ دماغ اور جسم کی ایک منظم اور متوازن حالت انسان کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو ان کے مناسب مقام پر رکھنے کی اجازت دیتی ہے جس کے تحت وہ اپنی زندگی کے کچھ پہلوؤں میں انتہا پسندی سے گریز کرتے ہیں جبکہ دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اس سے دماغ اور جسم کو سکون ملتا ہے۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کوئی بھی معاشرے، فیشن اور ثقافت کی پیروی کرتے ہوئے یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ چیزیں فطرتاً چست ہیں اور اکثر ایک انتہا سے دوسری انتہا کی طرف جھولتی ہیں۔ مثال کے طور پر، جو کچھ سال پہلے منحرف رویہ سمجھا جاتا تھا آج اسے معمول سمجھا جاتا ہے۔ جس چیز کو معاشرہ سب سے اہم چیز سمجھتا تھا، جیسے کہ شادی کرنا، چند نسلیں پہلے، اب اسے وقت اور توانائی کا ضیاع قرار دے کر مسترد کیا جا رہا ہے۔ اتنا عرصہ نہیں گزرا، معاشرہ لوگوں سے خود کو قربان کرنے اور دوسروں کے جذبات اور خوشی کو اپنی ذات پر ترجیح دینے کی ترغیب دے گا۔ جبکہ آج کل کا معاشرہ لوگوں پر زور دیتا ہے کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کی فکر کریں اور دوسروں کی تنقید کو نظر انداز کریں چاہے وہ تعمیری ہو یا نہ ہو۔ یعنی ہر حال میں اپنی خوشی کا خیال رکھنا چاہیے۔ مثالیں لامتناہی ہیں کہ کس طرح معاشرہ، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت ہمیشہ ایک انتہا سے دوسری انتہا کی طرف جھکتے رہے ہیں۔ یہ رویہ ہمیشہ انسان کو دماغ اور جسم کی ایک منظم اور متوازن حالت حاصل کرنے سے روکتا ہے، جس سے دماغ اور جسم کا سکون ہوتا ہے۔

انتہا پسندی سے بچنے کا واحد طریقہ اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا ہے، کیونکہ وہ انسانی فطرت کے مطابق ہیں، جو کہ لازوال چیز ہے، اور یہ تعلیمات سماج، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت جیسی بے ہنگم چیزوں کے ساتھ نہیں چلتی ہیں۔ جب کوئی اسلامی تعلیمات کو مضبوطی سے تھامے گا تو وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو ان کی صحیح جگہ پر رکھ دے گا اور اپنی زندگی کے بعض پہلوؤں میں انتہا پسندی سے گریز کرے گا جبکہ دوسری چیزوں کو نظر انداز کرے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک منظم اور متوازن حالت حاصل کریں، جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون حاصل ہوتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 22

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ انسان دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون کے سرچشمے سے بھٹک جاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت، جس میں بہت سے لوگوں کی طرف سے عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ عوامل، صرف دو بڑے عوامل پر بات کی جائے گی۔

پہلا عنصر وہ رویہ ہے جو انسان کو اکثر لوگوں کی اندھی تقلید کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ہر قوم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو دلیلیں پیش کیں، جنہوں نے انہیں ایک بہتر اور اعلیٰ ضابطہ حیات کی طرف بلایا، وہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے قلیل تعداد کے ماننے والے کیسے درست ہوسکتے ہیں؟ جبکہ لوگوں کی اکثریت جنہوں نے انہیں مسترد کیا، وہ غلط ہیں۔ جب کوئی معاشرہ، سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر کا مشاہدہ کرے گا تو وہ یقین کرے گا کہ حقیقی ذہنی سکون اپنی خواہشات کو پورا کرنے اور دنیاوی آسائشات، جیسے دولت، بڑا گھر، کاروبار اور کیریئر حاصل کرنے میں ہے۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والے اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ قلبی سکون صرف اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت میں مضمر ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس رویے سے بہک جانے سے بچنے کے لیے جو اکثریت کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتا ہے، ایسے لوگوں کا مشاہدہ اور غور کرنا چاہیے جو پہلے ذکر کی گئی دنیاوی چیزیں حاصل کرتے ہیں اور کس طرح وہ چیزیں ان کے تناؤ، اضطراب اور افسردگی کو بڑھاتی ہیں اور انہیں نشہ آور چیزوں کی طرف راغب کرتی ہیں۔ اور یہاں تک کہ خودکشی۔ دوسری طرف وہ لوگ جنہوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، وہ دنیاوی آسائشوں کی کمی کے باوجود سکون کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔

دوسرا عنصر یہ ہے کہ جب شیطان کسی شخص کو یہ باور کرائے کہ اگر وہ اپنی دنیاوی خواہشات کو ترک کر کے ان نعمتوں کو استعمال کرے جو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں تو وہ اس دنیا میں کبھی بھی خوشی اور سکون کی طرح خوش نہیں رہ سکتے۔ دماغ کا براہ راست تعلق خواہشات کو پورا کرنے سے ہے۔ اگرچہ یہ بات کسی کو بھی کم نہیں لگتی لیکن یہ ایک دھوکے

کے سوا کچھ نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ذہنی سکون ایک ذہنی کیفیت ہے جو کسی کے دل میں پائی جاتی ہے۔ لوگوں کے دلوں پر قابو پانے والا اللہ ہی اکیلا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے تو اس میں امن پیدا کرتا ہے اور اگر وہ چاہتا ہے تو اس میں تاریکی اور تنگی کو داخل کرتا ہے۔ ان نتائج کا دنیاوی نعمتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ نتائج براہ راست اس بات سے جڑے ہوئے ہیں کہ کتنا یا چھوٹا شخص خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے دل میں سکون ڈال دے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جو کوئی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

:اور باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

جبکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا اپنے دل میں تاریکی پائے گا چاہے ان کے قدموں میں دنیا ہی کیوں نہ ہو۔ باب 20 طہ، آیت 124

”اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔“

وہ تفریح اور تفریح کے لمحات کا تجربہ کر سکتے ہیں لیکن مجموعی طور پر ان کی زندگی دکھی ہو
گی۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور (پھر) اس کے بدلے میں زیادہ روئیں جو وہ کماتے تھے۔"

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ جب خبروں، سوشل میڈیا اور دنیاوی آسائشوں کے مزے لوٹنے
والوں کا موازنہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں سے ہوتا ہے تو یہ دونوں نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو ان دو عوامل سے بچنا چاہیے جو انسان کو دونوں جہانوں
میں امن حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔ اس کا ایک پہلو اسلام کی تعلیمات کو سیکھ کر اس پر عمل
کر کے مضبوط ایمان حاصل کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ زندگی میں صحیح راستے
کا انتخاب کریں، چاہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی اکثریت کی ذہنیت کی مخالفت کرتے ہیں۔
دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے ادا کرنے کے لیے ایک چھوٹی سی قیمت۔ باب
لقمان، آیت 33 31

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، لہذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور دھوکے باز ..."
[یعنی شیطان] سے اللہ کے بارے میں دھوکہ نہ کھائے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 23

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے لوگ جن میں مسلمان بھی شامل ہیں، ایسے مشورے اور معلومات کی تلاش کرتے ہیں جو ان کے ذہنی مسائل جیسے کہ تناؤ، اضطراب اور ڈپریشن کو دور کر سکتے ہیں، دنیاوی ذرائع سے، جیسے سیلف ہیلپ گرو، ماہر نفسیات اور مشیر۔ اگرچہ کچھ معلومات اور مشورے جو وہ ان ذرائع سے حاصل کر سکتے ہیں وہ اچھے ہیں، کیونکہ یہ اسلام کی تعلیمات سے جڑی ہوئی ہے، پھر بھی ان کے مشورے اور معلومات کی اکثریت کارآمد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ بہت سے عوامل کی وجہ سے محدود ہے۔ اسے مکمل طور پر مفید ہونے سے روکتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مشیر کا علم اور تجربہ ہمیشہ محدود رہے گا، اس سے قطع نظر کہ اس نے کتنی تعلیم حاصل کی ہے یا کتنے مریضوں کو اس نے مشورہ دیا ہے۔ ان کا نقطہ نظر ہمیشہ محدود رہے گا، کیونکہ وہ صرف ایک محدود نقطہ نظر سے دوسرے لوگوں کی ذہنیت اور رویے کا مشاہدہ اور تجربہ کر سکتے ہیں۔ وہ صرف یہ جانتے ہیں کہ مریض ان کے ساتھ کیا شیئر کرتا ہے اور بہت سے احساسات اور جذبات سے بے خبر ہیں جو ان کا مریض ان کے ساتھ شیئر نہیں کرتا ہے، کیونکہ وہ اسے الفاظ میں بیان کرنے کے لیے جدوجہد کر سکتے ہیں۔ محققین ان لوگوں کے نمونے تک محدود ہیں جو انہوں نے اپنے تجربات کے دوران لیے ہیں۔ یہ حدود عمر، نسل، نسل، سماجی طبقے، مذہب اور بہت سی چیزوں سے جڑی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ، ایک مشیر یا سیلف ہیلپ گرو اپنے تجربات کی وجہ سے بعض رویوں اور رویوں کے لیے یا اس کے خلاف غیر شعوری تعصب کا حامل ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مرد مشیر زیادہ آسانی سے مرد کی ذہنیت کو سمجھ سکتا ہے۔ مشیر اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے کسی خاص ذہنیت کی طرف جھک سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، جوڑوں کے علاج کے سیشن کا انعقاد کرتے وقت ایک کونسلر لاشعوری طور پر اپنی سابقہ بیوی کی تصویر بنا سکتا ہے۔ یہ تمام تعصبات ناگزیر ہیں کیونکہ انسان اپنے تجربات سے تشکیل پاتے ہیں اور ان کے لاشعور سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

صرف ایک ہی شخص کی ذہنی صحت کی مکمل مدد کر سکتا ہے جو ہر حال اور حالات میں مکمل طور پر غیر جانبدار ہو۔ جس کا علم مکمل طور پر ہر قسم کے جذبات، برتاؤ، سوچ اور خصوصیت پر محیط ہو، انسان کبھی بھی تجربہ کر سکتا ہے۔ جو ہر دماغی مرض کا علاج جانتا ہے۔ وہ جو دماغی حالات کی تشخیص میں غلطیوں سے پاک ہے۔ یہ سب کچھ اور اس سے زیادہ حاصل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ باب 67 الملک، آیت 14

"کیا وہ ان لوگوں کو نہیں جانتا جن کو اس نے پیدا کیا؟"

لہذا اگر کوئی شخص اپنے دماغی مسائل کا علاج چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اس کی تلاش کرے۔ اس طریقہ کے ذریعے دنیاوی علوم جو اسلامی تعلیمات کے متوازی چلتے ہیں ان کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ باب 21 الانبیاء، آیت 10

بے شک ہم نے تم پر ایک کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے، پھر کیا تم عقل نہیں کرو " گے؟

:اور باب 10 یونس، آیت 57

اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں میں جو کچھ ہے اس کے " لیے شفا آئی ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 24

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب بھی کوئی مادی دنیا کی حلال آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کا ارادہ کرے گا تو وہ ہمیشہ یہ دیکھے گا کہ اس کے دل میں جو مٹھاس پیدا ہوتی ہے وہ بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی چھٹی سے واپس آتا ہے، تو چھٹی کے تجربے کی مٹھاس جلد ختم ہو جاتی ہے، اور اس لیے وہ اس مٹھاس کو دوبارہ تجربہ کرنے کے لیے اگلی چھٹی کا منصوبہ بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ جب کوئی فلم یا ٹیلی ویژن شو دیکھنا ختم کر لیتا ہے تو محسوس ہونے والی مٹھاس جلد ختم ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ مٹھاس کو دوبارہ تجربہ کرنے کے لیے کچھ اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ تمام گناہ یا بیہودہ چیزوں کے لیے درست ہے۔ تفریحی صنعت کو چلانے والی چیزوں کی مٹھاس کا دوبارہ تجربہ کرنے کی یہی خواہش ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے جڑی ہوئی ہر چیز سے حاصل ہونے والی مٹھاس وہ چیز ہے جو ہمیشہ دل میں رہتی ہے۔ مثال کے طور پر جس مسلمان نے خلوص نیت سے حج کیا وہ کئی دہائیوں بعد بھی اپنے دل میں اس کی مٹھاس کو محسوس کرتا ہے۔ وہ مسلمان جو خلوص نیت سے کسی خیراتی منصوبے کو مکمل کرتا ہے، جیسے کہ مسجد کی تعمیر یا کسی یتیم کی کفالت، وہ آنے والے سالوں تک اس خیراتی کام کی مٹھاس محسوس کرتا رہے گا۔ اس حقیقت کی بنا پر جو شخص باطنی مٹھاس کو مسلسل محسوس کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اسے ان چیزوں میں تلاش کرے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، نہ کہ فضول یا گناہ کی باتوں میں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ حقیقت ایک طاقتور علامت ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اس دنیا میں واقعی کیا اہمیت ہے۔ کوئی بھی چیز جو برقرار رہتی ہے اس کی قدر ہوتی ہے لیکن وہ چیزیں جو جلد ختم ہو جاتی ہیں وہ چست ہوتی ہیں اور اس وجہ سے ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ باب 16 النحل، آیت 96

"تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا، لیکن جو اللہ کے پاس ہے وہ پائیدار ہے۔"

ہر شخص کی قدر اس کے مطابق ہوتی ہے جس کا وہ تعاقب کرتا ہے۔ اگر وہ پائیدار اور قیمتی چیز کی پیروی کریں گے تو ان کی قدر ہوگی اور ان کا امن اور عمل برقرار رہے گا۔ لیکن اگر وہ بے وقعت اور بے وقعت چیز کے پیچھے لگ جائیں تو ان کی لذت کا احساس جلد ختم ہو جائے گا اور ان کی زندگی بھی بے قیمت ہو جائے گی۔

دماغ اور جسم کا سکون - 25

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ معاشرہ، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت لوگوں کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے ذہنی سکون حاصل کرنے کی تلقین کرتی ہے، لیکن جب کوئی اسلامی تعلیمات اور ان لوگوں کی ذہنی صحت اور حالت پر غور کرے جو اپنی خواہشات کی تکمیل کے ذریعے ذہنی سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ عام عقیدہ بالکل غلط ہے۔ جو لوگ اپنی خواہشات پوری کرتے ہیں وہ اکثر ذہنی سکون سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں، کیونکہ وہ اکثر ذہنی مسائل جیسے تناؤ، پریشانی، ڈپریشن اور خودکشی کے رجحانات کا شکار ہوتے ہیں اور اکثر منشیات اور شراب کی لت میں ڈوب جاتے ہیں۔

انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ذہنی سکون حاصل کرنا اور اپنی تمام خواہشات کو پورا کرنا کبھی نہیں مل سکتا، جیسے کہ آگ اور برف کبھی نہیں مل سکتی۔ جتنا کوئی ان دونوں میں سے ایک کو تلاش کرے گا اتنا ہی دوسرے سے آگے بڑھے گا، جس طرح مشرق کی طرف سفر کرنے والا مغرب سے آگے بڑھے گا۔ لہذا، کسی کو ایک یا دوسرے کے لیے چننا اور کوشش کرنی چاہیے، دونوں کو حاصل کرنا، ہر حال میں، ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ کسی کی خواہشات کی تکمیل انہیں ذہنی سکون سے دور لے جاتی ہے اور ہر طرح کے ذہنی اور صحت کے مسائل کی طرف لے جاتی ہے، عقلمندانہ آپشن یہ ہے کہ ذہنی سکون حاصل کیا جائے اور اپنی تمام خواہشات کا تعاقب ترک کر دیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی روحانی دل، سکون کا گھر بنایا اور کنٹرول کیا ہے، انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسے صرف اس کی اطاعت سے حاصل کریں گے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے کسی کو عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اسے خوش کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن پاک میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں موجود ہے۔ جتنا زیادہ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا، ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اتنا ہی زیادہ ذہنی سکون حاصل کرے گا۔ ذہنی سکون جو کسی بھی دنیاوی خواہش کو پورا کرنے سے زیادہ قیمتی اور اطمینان بخش ہے۔ یعنی ذہنی سکون کے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں میں اپنی دنیاوی خواہشات کو ترک کرنے سے زیادہ معاوضہ ملتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

:اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

دوسری طرف جو شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو ان کو دی گئی ہیں ان کو اپنے لیے راضی کرنے کے لیے اس نے صرف ذہنی سکون ترک کر دیا ہے اور اس لیے اسے دونوں جہانوں میں تکلیف دہ زندگی کا سامنا کرنا پڑے گا، خواہ وہ اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پورا کر لیں اور حاصل کر لیں۔ سب کچھ دنیا کو پیش کرنا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ذہنی سکون حاصل کرنا اور اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پورا کرنا اس دنیا میں ایک ساتھ نہیں جا سکتا۔ ایک کو دوسرے پر ایک کا انتخاب کرنا چاہیے اور یہ فیصلہ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ کون سا انتخاب کیا جائے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 26

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان جو خاص مقدس مقامات مثلاً مکہ اور مدینہ کا سفر کرتے ہیں، اکثر بیان کرتے ہیں کہ انہیں وہاں ذہنی اور جسم کا بہت سکون ملتا ہے۔ اگرچہ مقدس مقامات جن کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق ہے، ان کو اس کی رحمت کا زیادہ حصہ ملتا ہے، جو ان کی پر امن حالت کی وجہ ہے، کوئی بھی کم نہیں، دوسری اہم وجہ وہاں پر سفر کرنے والے مسلمانوں کے اعمال ہیں۔ عام طور پر جو مسلمان ان مقدس مقامات کی طرف سفر کرتے ہیں وہ دن بھر اپنے اعمال اور تقریر میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ مساجد میں اپنی فرض نمازیں ادا کریں گے، اپنے وسائل، جیسے کہ اپنے وقت، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کریں گے، اور زبانی اور جسمانی گناہوں کے ارتکاب میں زیادہ محتاط ہوجائیں گے۔ یہ وہ شرائط ہیں جو اسلام نے ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے کے لیے رکھی ہیں۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور اچھی "زندگی بسر کریں گے۔"

زیادہ تر معاملات میں، جب مسلمان اپنے وطن واپس لوٹتے ہیں، تو وہ اپنے روزمرہ کے کاموں میں اس اطاعت کو برقرار نہیں رکھتے، یعنی وہ ان وسائل اور نعمتوں کا استعمال جاری نہیں رکھتے جو انہیں عطا کیے گئے ہیں، جیسے کہ ان کا وقت، اللہ کی رضا کے لیے۔ جیسا کہ قرآن پاک اور نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ درست ہے خواہ وہ

اسلام کے چند واجبات کو پورا کریں۔ اس کے بجائے، وہ اپنی برکات کو اپنے اور دوسرے لوگوں کو خوش کرنے کے طریقوں سے استعمال کرنے پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ یہ انہیں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے کے لیے اسلام کی مقرر کردہ شرائط کو پورا کرنے سے روکتا ہے۔ نتیجتاً، وہ غلط طور پر یہ ماننے لگتے ہیں کہ امن ایک خاص جگہ پر ہے جب کہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں مضمر ہے، اور اس لیے وقت اور جگہ کا پابند نہیں ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 27

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک بنیادی وجہ جو مسلمان بنیادی فرائض کو پورا کرتے ہیں، جیسے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں، پھر بھی ذہنی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، کیونکہ وہ اسلامی تعلیمات کو اپنے سیاق و سباق سے نکال کر اپنی زندگیوں میں اپنی خواہشات کے مطابق لاگو کرتے ہیں۔ جب کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں، وہ درحقیقت صرف اپنی خواہشات کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے ہیں۔ یہ انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ اپنے روزمرہ کے کاموں کے دوران اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں، چاہے وہ بنیادی فرائض کو پورا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

جو شخص اپنی جائز لیکن باطل خواہشات کو پورا کرنا چاہتا ہے وہ اپنی خواہشات اور مقاصد کی تائید کے لیے قرآن کریم کی بعض آیات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیاق و سباق سے ہٹ کر لے گا۔ مثال کے طور پر، یہ شخص باب 28 القصص، آیت 77 کی غلط تشریح کرے گا:

لیکن اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا میں سے اپنا "حصہ مت بھولو۔"

وہ دعویٰ کریں گے کہ یہ آیت حلال دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی ترغیب دیتی ہے۔ اسلام اگرچہ جائز دنیاوی خواہشات سے منع نہیں کرتا، پھر بھی ان میں زیادہ مشغول ہونے سے

خبردار کرتا ہے، کیونکہ یہ آخرت کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے سے روکتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ اس آیت کا مفہوم ہے۔ دنیا کو ترک نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اس میں اپنی ضروریات کو پورا کرنا چھوڑنا چاہئے۔ اس کے بجائے، انہیں چاہیے کہ وہ اپنی دنیاوی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، ان کی ضروریات یا اپنے محتاجوں کی ضروریات کو نظر انداز کیے بغیر۔

ایک اور مثال یہ ہے کہ جب والدین ان آیات اور احادیث کا حوالہ دیتے ہیں جن میں والدین کی اعلیٰ فضیلت کا ذکر ہوتا ہے اور ان کا استعمال یہ ثابت کرنے کے لیے ہوتا ہے کہ ان کے بچوں کو ہمیشہ ان کی اطاعت کرنی چاہیے اور ان سے کبھی اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ اسلام کی تعلیمات میں والدین کے ساتھ انتہائی احترام اور مہربانی کے ساتھ پیش آنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہر حال میں ان کی آنکھیں بند کر کے اطاعت کریں۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شامل ہو تو انہیں ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ اور بچوں کو اپنے والدین کے ساتھ حلال چیزوں میں اختلاف کرنے کا حق ہے، جب تک کہ وہ احترام برقرار رکھیں۔ یہاں تک کہ انہیں جائز انتخاب کرنے کی بھی اجازت ہے جس سے ان کے والدین متفق نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر والدین اپنی بیٹی کی اپنے رشتہ دار سے شادی کرنا چاہتے ہیں، تو وہ اس تجویز کو مسترد کرنے کا پورا حق رکھتی ہے، خاص طور پر اگر اس کے پاس جائز وجوہات ہوں، جیسے کہ اگر وہ شادی کر لے تو مرد اس کی مالی مدد نہیں کر سکتا۔

اسلامی تعلیمات کو ان کے صحیح سیاق و سباق سے باہر نکالنا گمراہی اور حقوق العباد اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی کا ایک بڑا سبب ہے۔ یہ قابل گریز دلائل کا باعث بن سکتا ہے، خاص طور پر جب کوئی شخص دوسروں کے خلاف اسلامی تعلیمات کا غلط استعمال کرتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ سب سے پہلے نیک نیت اختیار کی جائے جو کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے اور پھر اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر صحیح طور پر عمل کرنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی تکمیل اور دونوں جہانوں میں امن و کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب: النحل، آیت 97 16

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دماغ اور جسم کا سکون - 28

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک غلط تصور جسے بعض لوگوں نے قبول کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے تو انہیں دنیا میں مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ سب سے پہلے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت چند واجبات سے بالاتر ہے، جیسے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں، اور اس میں ان تمام نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون ملے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اور باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو مشکلات کی صورت میں امتحانات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ یہ ناگزیر ہے، کیونکہ اس دنیا میں رہنے کا یہی مقصد ہے۔ باب 67 الملک، آیت 2

”...جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے“

لیکن جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اسے ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے، خواہ وہ مشکلات کا سامنا کرے۔ انہیں مشکل سے نمٹنے کی طاقت دی جائے گی تاکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے ذہنی اور جسمانی طور پر اس پر قابو پا سکیں۔ یہ ایک ایسے مریض کی طرح ہے جسے بے ہوشی کی گئی ہے تاکہ وہ طبی طریقہ کار کے درد کو محسوس نہ کریں۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنے والے کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن ان کے معاملے میں، انہیں اس کے دوران ذہنی یا جسمانی سکون نہیں دیا جائے گا۔ ان کے پاس اس پر قابو پانے کی ذہنی یا جسمانی طاقت نہیں ہوگی اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی نافرمانی کو اپنی مشکلات سے جوڑے بغیر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے۔ اس کے بجائے، وہ اپنی مشکلات کی وجہ چیزوں اور لوگوں پر، جیسے کہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو غلط طور پر ٹھہرائیں گے۔ اس سے انہیں مزید مسائل پیدا ہوں گے، کیونکہ وہ ان چیزوں کو اپنی زندگی سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ وہ دنیاوی چیزوں جیسے تفریح، منشیات اور شراب کے ذریعے اپنی مشکلات سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن یہ سب چیزیں ان کی پریشانی، تناؤ اور ڈپریشن میں اضافہ ہی کریں گی۔ اس طرح وہ تاریک اور تنگ زندگی گزارتے رہیں گے، چاہے ان کے قدموں میں دنیا ہی کیوں نہ ہو۔ باب 20 طہ، آیت 124

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

جب کوئی خبروں اور سوشل میڈیا کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ نتیجہ بالکل واضح ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر شخص کو آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن وہ اپنی پسند اور طرز عمل سے یا تو دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے گا یا دونوں جہانوں میں مشکل اور تاریک زندگی حاصل کرے گا۔

دماغ اور جسم کا سکون - 29

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ کچھ مسلمان غلط طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کوئی چیز حلال ہے، کوئی شخص جتنا چاہے اس میں ملوث ہو سکتا ہے۔ یہ روئے اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے، کیوں کہ کسی چیز کے حلال ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے اس میں شامل ہونا چاہیے۔ جامع ترمذی نمبر 2451 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کسی ایسی چیز سے اجتناب نہ کرے جو اس کے دین کے لیے نقصان دہ نہ ہو، اس احتیاط کے ساتھ کہ وہ کسی چیز کی طرف لے جائے۔ جو کہ نقصان دہ ہے۔ اس کے علاوہ، مندرجہ ذیل آیت یہ واضح کرتی ہے کہ خواہشات، حتیٰ کہ حلال کی پیروی، گمراہی کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 38 سعد، آیت 26:

اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو کیونکہ یہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، بے شک جو " لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک گئے ان کے لیے حساب کے دن کو بھول جانے کی وجہ سے سخت عذاب ہوگا۔

یہ آیت اس وجہ کو بیان کرتی ہے کہ خواہشات بشمول حلال میں مشغول ہونا گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ جب کوئی اپنی دنیوی جائز خواہشات کی حد سے زیادہ تعاقب کرتا ہے تو یہ اس کو عملی طور پر روزِ قیامت کی تیاری سے غافل کر دے گا۔ اس تیاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ کسی کی خواہشات کا تعاقب اسے ہمیشہ اپنی نعمتوں کو غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں مصیبت آتی ہے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے " قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ " وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ

میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہذا انسان کو اپنے آپ پر مہربان ہونا چاہیے اور اپنی جائز خواہشات کی پیروی کو کم کرنا چاہیے اور اس کے بجائے ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ، کسی کے روحانی دل، سکون کے گھر کو کنٹرول کرتا ہے، اور آخرت میں کسی کے فیصلے کو کنٹرول کرتا ہے، وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کریں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 30

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگ اکثر اپنی خوشی اور خوش کن لوگوں، جیسے کہ ان کے رشتہ داروں کا تعاقب کرتے ہوئے توازن قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر کو فالو کرنے کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی انتہا پسندانہ رویہ اختیار کرے گا۔ وہ یا تو ایک طرف جھک جائیں گے جس کے ذریعے وہ لوگوں کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں، جس کی بہت سی ثقافتوں نے وکالت کی ہے۔ یہ صرف ایک سر کے بغیر مرغی کی طرح برتاؤ کرنے کا سبب بنے گا جو مختلف آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کے درمیان دوڑتا ہے۔ لیکن جیسا کہ لوگ مختلف ہیں، جو چیز ایک شخص کو خوش کرتی ہے وہ دوسرے کو پریشان کرے گی۔ لہذا یہ شخص کبھی بھی سب کو خوش نہیں کرے گا اور اس وجہ سے کبھی بھی خود کو ذہنی یا جسمانی سکون حاصل نہیں کرتا ہے۔ یا وہ دوسری انتہا کی طرف جھک جائیں گے، جس کے تحت وہ دوسروں کے حقوق اور ان کے جذبات کی پرواہ کرنا چھوڑ دیں گے اور ذہنی سکون حاصل کرنے کی کوشش میں صرف اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے۔ وہ کسی بھی تعمیری تنقید کو سننے سے انکار کر دیں گے، جو کسی فرد اور معاشرے کی مثبت ترقی کے لیے ضروری ہے۔ وہ دوسروں کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتیں گے، جو ان کے اور باقی معاشرے کے لیے مزید مسائل کا باعث بنے گا۔ اپنی خواہشات کے تعاقب میں، وہ اللہ تعالیٰ کو آسانی سے بھول جائیں گے، کیونکہ وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کو اپنے لیے خوش کرنے کے طریقوں سے استعمال کرنے میں بہت مصروف ہیں، کیونکہ انہیں کسی اور چیز کی پرواہ نہیں ہے۔ اس سے دماغ اور جسم کا سکون ختم ہو جائے گا۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

جو سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر کی پیروی کرتا ہے وہ ہمیشہ ایک انتہا سے دوسری انتہا کی طرف جھولتا رہے گا۔ دماغ اور جسم کی متوازن حالت کے حصول کا واحد طریقہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جو کہ انسانی دماغ اور جسم کا خالق ہے۔ جب کوئی ایسا کرتا ہے، تو وہ سب سے بڑھ کر اسے خوش کرنے کو ترجیح دے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک شخص سے دوسرے شخص کو خوش کرنے کے لئے جلدی نہیں کریں گے۔ اس کے بجائے وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے، لیکن وہ لوگوں سے

کسی اجر یا احسان کی امید نہیں رکھیں گے۔ پس لوگ ان سے راضی ہوں یا نہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، وہ دوسروں پر ظلم نہیں کریں گے اور ان کے حقوق ادا کریں گے۔ وہ کسی بھی تعمیری تنقید کو تب تک قبول کریں گے جب تک وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں ان کے طرز عمل میں مثبت بہتری آئے گی۔ جیسا کہ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، وہ اپنی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کریں گے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے دماغ کی ایک متوازن حالت پیدا ہوگی، جس سے دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون حاصل ہوگا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 31

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب لوگ کسی بھی قسم کی دنیاوی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو وہ اس کامیابی کو حاصل کرنے کی کوششوں سے اطمینان کا احساس محسوس کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، یونیورسٹی کا ایک طالب علم اکثر اپنی ڈگری حاصل کرنے پر کئی گھنٹوں کی نظرثانی سے مطمئن محسوس کرے گا۔ دنیاوی مقصد جتنا بڑا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اطمینان محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ آخرت میں جنت حاصل کرتے ہیں وہ زمین پر اپنی زندگی کے دوران اس کے حصول کی کوششوں سے مطمئن ہوں گے۔ درحقیقت، اطمینان کا یہ احساس پہلی چیز ہے جس کا تذکرہ اس وقت ہوتا ہے جب اہل جنت کو باب 88 الغاشیہ، آیات 8-9 میں بیان کیا گیا ہے:

"[دوسرے [چہرے، اس دن خوشی کا اظہار کریں گے۔ ان کی کوششوں سے] وہ [مطمئن ہیں۔"

لہذا ہر مسلمان کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ قیامت کے دن کتنا اطمینان محسوس کرنا چاہتا ہے اور اس کے مطابق کام کرتا ہے۔ اگر کوئی اس اطمینان کو محسوس کرنا چاہتا ہے تو جس طرح وہ دنیاوی آسودگی محسوس کرنے کے منتظر ہیں، اسے چاہیے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کرے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

دماغ اور جسم کا سکون - 32

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ دنیاوی کامیابی کے برعکس، جو کہ فطرت کے لحاظ سے انتہائی چست ہے، مذہبی کامیابی ہمیشہ لوگوں پر واضح نہیں ہوتی۔ دنیاوی کامیابی ہمیشہ مادی فائدے سے جڑی ہوتی ہے، جیسے شہرت، قسمت اور اختیار، اور اس لیے لوگوں پر واضح ہے۔ لیکن ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ حقیقی پائیدار کامیابی، جو اسلام سے جڑی ہوئی ہے، ہمیشہ واضح نہیں ہوتی۔ زیادہ تر معاملات میں، مذہبی کامیابی میں دماغ اور جسم کا سکون شامل ہوتا ہے، جس کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے واضح دنیاوی کامیابی کی ضمانت نہیں دیتا جو خلوص نیت سے اس کی اطاعت کرتے ہیں، کیونکہ یہ فطرت میں چست ہے اور دماغ اور جسم کی سکون کا باعث نہیں ہے۔ اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ پاکیزہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، مندرجہ ذیل آیات مشکلات کے دوران اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھنے کے نتائج پر بحث کرتی ہیں۔ انعامات میں سے کوئی بھی دنیاوی کامیابی سے منسلک نہیں ہے۔ وہ اس کے بجائے روحانی کامیابی سے جڑے ہوئے ہیں، جس کا مشاہدہ کرنا اکثر مشکل ہوتا ہے۔

باب 2 البقرہ، آیات 155-157

اور ہم تمہیں ضرور کسی نہ کسی خوف اور بھوک اور مال و جان اور پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے، لیکن صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو، جن پر جب کوئی آفت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور یقیناً ہم اللہ کے ہیں۔ ہم اسی کو لوٹ کر جائیں گے "یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے عنایتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔"

اس لیے ایک مسلمان کو یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت دنیاوی کامیابیوں کا باعث بنتی ہے، جیسے کہ دولت اور اختیار، کیونکہ اکثر صورتوں میں یہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے نہیں ہوتے۔ کسی کو اس کے بجائے اعلیٰ مقصد رکھنا چاہیے اور روحانی کامیابی، معنی، ذہنی سکون کو ترجیح دینا چاہیے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ہر حال میں برداشت کرتا ہے۔

باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

مساوات - 1

صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اگر کسی کے پاس نیک اعمال کی کمی ہو تو قیامت کے دن اس کا نسب اس کو فائدہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال صالحہ کے مطابق آخرت میں اپنی رحمت اور درجات سے نوازتا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 132

"...اور سب کے لیے درجے ہیں [یعنی عہدوں کے نتیجے میں [جو کچھ انہوں نے کیا ہے"

اس لیے ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ ان کا نسب انہیں عذاب سے بچا لے گا۔ اگر کچھ بھی ہو تو جس شخص کے نسب میں کوئی متقی مسلمان ہو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنے درجے پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نام اور مقام پر قائم رہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں جہانوں میں سب سے اعلیٰ مقام عطا کیا گیا، پھر بھی آپ نے عبادت میں اتنی محنت کی کہ پاؤں سوچ گئے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 7124 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 519 صحیح مسلم نمبر 519 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی۔ اور صالح مومن اس کے دوست ہیں اور اس کے قریب ہیں۔ نہ نسب پر فوقیت دی اور نہ مسلمانوں کو۔

اسلام مساوات کا مذہب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس دنیا اور آخرت میں ان کی نیت اور کوشش کے مطابق سب کے ساتھ سلوک اور فیصلہ کرے گا، باقی تمام چیزوں مثلاً جنس، نسب اور بھائی چارے کی کوئی قدر نہیں۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ”
ہے۔“

مساوات - 2

صحیح مسلم نمبر 6543 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ ان کے ظاہری شکل و صورت یا مال کی بنیاد پر نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کی باطنی نیت کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے۔ اور ان کے جسمانی اعمال۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ کوئی بھی عمل کرتے وقت ہمیشہ اپنی نیت کو درست کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت اجر دے گا جب وہ اس کی رضا کے لیے عمل صالح کریں گے۔ جو لوگ دوسرے لوگوں اور چیزوں کی خاطر اعمال انجام دیتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے قیامت کے دن عمل کیا جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ یہ حدیث اسلام میں مساوات کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ ایک شخص دنیاوی چیزوں جیسے اس کی نسل یا دولت کے لحاظ سے دوسروں سے برتر نہیں ہے۔ اگرچہ بہت سے مسلمانوں نے یہ رکاوٹیں کھڑی کی ہیں، جیسے کہ سماجی ذاتیں اور فرقے، اس طرح بعض کو دوسروں سے بہتر مانتے ہوئے، اسلام نے واضح طور پر اس تصور کو رد کر دیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ اس لحاظ سے اسلام کی نظر میں تمام لوگ برابر ہیں۔ صرف ایک چیز جو ایک مسلمان کو دوسرے پر فضیلت بخشتی ہے وہ ہے ان کا تقویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو کس قدر پورا کرتے ہیں، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق: صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتے ہیں۔ اس پر باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ”
ہے۔“

اس کے علاوہ زیر بحث اہم حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں دنیا میں اپنے مقام کے بارے میں بحث و تکرار میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ برتری مردوں کی نقل کرنے یا آگے بڑھنے میں نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت میں مضمر ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے حقوق اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف ہو جائے اور اس بات پر یقین نہ کرے کہ جو چیز ان کے پاس ہے یا اس کی ملکیت ہے وہ کسی طرح انہیں عذاب سے بچا لے گی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ جس مسلمان میں اعمال صالحہ کا فقدان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ ان کے نسب کی وجہ سے درجہ بندی حقیقت میں، یہ تمام دنیاوی چیزوں پر لاگو ہوتا ہے جیسے دولت، نسل، جنس یا سماجی بھائی چارے اور ذات پات۔

آخر میں، جس طرح اسلام لوگوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بنیاد پر کرتا ہے، اسی طرح لوگوں کو بھی ہونا چاہیے۔ وہ دوسروں کو اپنے سے کمتر نہ سمجھیں اور نہ ہی دنیاوی معیارات کی بنیاد پر، کیونکہ یہ اکثر فخر اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی کا باعث بنتا ہے، دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

انسان کی اصل حیثیت پوشیدہ ہے، جیسا کہ کسی کی نیت لوگوں سے پوشیدہ ہے، خواہ وہ اس کے اعمال کو دیکھ سکے۔ اس لیے دوسروں کو حقیر سمجھنا بے وقوفی ہے، کیونکہ وہ ان سے برتر ہو سکتے ہیں۔

مساوات - 3

سنن ابو داؤد نمبر 5116 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر تنبیہ فرمائی کہ شرافت کسی کے نسب میں نہیں ہے کیونکہ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اسے، اور وہ مٹی سے بنایا گیا تھا۔ اس نے نتیجہ اخذ کیا کہ لوگوں کو اپنے رشتہ داروں اور نسب پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگرچہ بعض جاہل مسلمانوں نے ذاتیں اور فرقے بنا کر دوسری قوموں کا رویہ اختیار کر رکھا ہے، اس طرح ان گروہوں کی بنیاد پر بعض لوگوں کو دوسروں سے برتر مان کر اسلام نے برتری کا ایک سادہ معیار قرار دیا ہے، یعنی تقویٰ۔ یعنی مسلمان جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے، ان کی نظر میں اتنے ہی بڑے مرتبے: ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ” ہے۔“

یہ آیت دیگر تمام معیارات کو ختم کر دیتی ہے جو جاہل لوگوں نے بنائے ہیں، جیسے کہ کسی کی نسل، نسل، دولت، جنس یا سماجی حیثیت۔

اس کے علاوہ اگر کوئی مسلمان اپنے نسب میں کسی متقی شخص پر فخر کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور ان کے نقش قدم پر چل کر اس عقیدے کا صحیح مظاہرہ کرنا چاہیے۔ دوسروں کے نقش قدم پر چلے بغیر ان پر فخر کرنا اس دنیا یا آخرت میں کسی کے کام نہیں آئے گا۔ یہ بات جامع ترمذی نمبر 2945 میں موجود حدیث میں واضح ہو چکی ہے۔

آخر میں، جو دوسروں پر فخر کرتا ہے لیکن ان کے نقش قدم پر چلنے میں ناکام رہتا ہے وہ بالواسطہ طور پر ان کی بے عزتی کر رہا ہے، کیونکہ باہر کی دنیا ان کے برے کردار کو دیکھے گی اور یہ سمجھے گی کہ ان کے صالح آباؤ اجداد نے اسی طرح برتاؤ کیا تھا۔ ان لوگوں کو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری روایات اور نصیحتوں کو اپناتے ہیں، جیسے داڑھی بڑھانا یا دوپٹہ پہننا، پھر بھی ان کے باطنی حسن اخلاق کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں۔ بیرونی دنیا صرف اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منفی سوچے گی جب وہ ان مسلمانوں کے برے کردار کو دیکھیں گے۔

آخر میں، بنی نوع انسان کی ابتداء کو یاد رکھنا غرور کو اپنانے سے روکے گا، جس کی قیمت ایک ایٹم کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ غرور صرف دوسروں کو حقیر سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے، حالانکہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا اور عطا کیا گیا ہے۔ فخر بھی کسی کو سچائی کو مسترد کرنے کی ترغیب دے گا، جب یہ ان سے پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لہذا کسی بھی چیز پر غرور، جیسے کہ اپنے نیک بزرگ، ہر قیمت پر گریز کرنا چاہیے۔

مساوات - 4

یہ قرآن پاک کی سورہ 49 الحجرات، آیت 13 سے مربوط ہے

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ” ہے۔“

تقویٰ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے، شیطان نے بہت سی خواتین کو مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی حیثیت پر بحث کرنے کے لیے دھوکہ دیا ہے۔ حالانکہ اسلام نے عورتوں کو ایسی عزت دی ہے جو کسی اور ادارے یا ایمان نے کبھی نہیں دی ہے جیسا کہ جنت جو کہ آخری نعمت ہے، عورت کے قدموں کے نیچے یعنی ماں کے نیچے رکھ دی ہے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 3106 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 3895 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے ساتھ حسن سلوک کرے۔ بیوی بہترین۔ اور بھی بے شمار مثالیں ہیں۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے آپ کو مردوں سے تشبیہ دینے کی فکر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ خواہش نہیں ہے۔ اس کے بجائے عورتوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر وہ اسے حاصل کر لیں تو وہ ہر اس مرد یا عورت سے برتر ہو جائیں گی جس میں ان سے کم تقویٰ ہو گا۔ یہ وہ معیار ہے جو الگ کرتا ہے کہ کون کس سے برتر ہے۔ اور اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کسی کی جنس پر مبنی نہیں ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹیں تو وہ عظیم خواتین مسلمان نظر آئیں گی جنہوں نے مرد اور عورت کے فرق پر بحث و مباحثہ کرنے کے بجائے اس اہم کام پر توجہ دی اور اس کے نتیجے میں وہ مردوں اور عورتوں کی اکثریت سے بہتر ہوئیں۔ درحقیقت اگر مسلم خواتین کو وہ تمام حقوق مل جائیں جن کا وہ خواب دیکھتی تھیں تو پھر بھی یہ انہیں دوسروں پر اس وقت تک فوقیت نہیں دے سکتی جب تک کہ وہ تقویٰ اختیار نہ کریں۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی میڈیا اور ان لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اپنی مرضی کے مطابق برتاؤ کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت اگلے جہان میں واضح ہو جائے گی۔ لہذا اگر کوئی مسلمان

دوسروں پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے بحث و مباحثہ میں نہیں بلکہ تقویٰ کے ساتھ تلاش کرنا چاہیے۔

امید - 1

جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت الہی سے حقیقی امید اور خواہش مندانہ سوچ کے درمیان فرق بیان فرمایا۔ حقیقی امید وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ کر اپنی روح کو قابو میں رکھے اور آخرت کی تیاری کے لیے سرگرم جدوجہد کرے۔ جبکہ احمق خواہش مند مفکر ان کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت اور ان کی خواہشات کی تکمیل کی توقع رکھتا ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان دونوں رویوں میں خلط ملط نہ کریں تاکہ وہ ایک خواہش مند مفکر کے طور پر جینے اور مرنے سے بچیں، کیونکہ اس شخص کے اس دنیا یا آخرت میں کامیاب ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ خواہش مند سوچ ایک کسان کی طرح ہے جو پودے لگانے کے لیے زمین کو تیار کرنے میں ناکام رہتا ہے، بیج لگانے میں ناکام رہتا ہے، زمین کو پانی دینے میں ناکام رہتا ہے اور پھر بڑی فصل کی کٹائی کی توقع رکھتا ہے۔ یہ صریح حماقت ہے اور اس کسان کے کامیاب ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ جبکہ حقیقی امید ایک کسان کی طرح ہے جو زمین کو تیار کرتا ہے، بیج لگاتا ہے، زمین کو پانی دیتا ہے اور پھر یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بڑی فصل سے نوازے گا۔ اہم فرق یہ ہے کہ جو شخص سچی امید رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پوری کوشش کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز رہتا ہے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس پر اور جب بھی پھسلتے ہیں تو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔ جبکہ خواہش مند مفکر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سرگرداں نہیں ہو گا بلکہ ان کی خواہشات کی پیروی کرے گا اور پھر بھی اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھے گا کہ وہ انہیں معاف کر دے گا اور ان کی خواہشات کو پورا کرے گا۔

لہذا مسلمانوں کو اس اہم فرق کو سیکھنا چاہیے تاکہ وہ خواہش مند سوچ کو ترک کر سکیں اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے سچی امید اختیار کر سکیں جو ہمیشہ دونوں جہانوں میں بھلائی اور کامیابی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خواہش مندانه سوچ کی ایک خاص قسم جس نے ماضی کی قوموں اور حتیٰ کہ مسلم قوم کو بھی متاثر کیا جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات کو نظر انداز کر سکتا ہے اور قیامت کے دن کوئی نہ کوئی ان کی شفاعت کرے گا اور انہیں بچا لے گا۔ جہنم سے حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک حقیقت ہے اور بہت سی احادیث میں اس پر بحث کی گئی ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ، نمبر 4308 میں موجود ہے، حتیٰ کہ آپ کی شفاعت سے بعض مسلمانوں نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ جس کے عذاب میں اس سے تخفیف کی جائے گی وہ پھر بھی جہنم میں داخل ہوگا۔ جہنم میں ایک لمحہ بھی واقعی ناقابل برداشت ہے۔ لہذا خواہش مندانه سوچ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عملی طور پر کوشش کرتے ہوئے سچی امید کو اپنانا چاہیے۔

شیطان ان لوگوں کو جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے ہیں کہ اگر ایسا ہو بھی جائے تو وہ اس دن یہ دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ سے صلح کر لیں گے کہ وہ اتنے برے نہیں تھے کہ انہوں نے قتل جیسے بڑے جرائم سے اجتناب کیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو یہ باور کرایا ہے کہ ان کی درخواستیں قبول کی جائیں گی اور انہیں جنت میں بھیج دیا جائے گا اگرچہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ سے کفر کیا۔ یہ ناقابل یقین حد تک احمقانہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرے گا جو اس پر ایمان لایا اور اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنے والے کے ساتھ کفر کیا۔ ایک آیت نے اس قسم کی خواہش مند سوچ کو مٹا دیا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 85

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے " "گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

آخر میں، ایک مسلمان کو یہ یقین کر کے خواہش مندانه سوچ نہیں اختیار کرنی چاہیے کہ وہ مسلمان ہونے کے ناطے ایک دن جنت میں داخل ہوں گے، چاہے وہ اپنے گناہوں کے نتیجے میں پہلے جہنم میں ہی کیوں نہ جائیں۔ کوئی بھی اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جانے کی ضمانت نہیں دیتا۔ جو

شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو چھوڑ دیتا ہے، اس کے اس دنیا سے بغیر ایمان کے چلے جانے کا بڑا خطرہ ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی پرورش اور نگہداشت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہونی چاہیے۔ جب ایمان کا پودا نظر انداز کر دیا جائے تو وہ مر سکتا ہے، جس کے پاس دونوں جہانوں میں کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے کچھ بھی نہیں بچا۔

امید - 2

صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک طویل الہی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے بارے میں ان کے تصور کے مطابق عمل کرتا ہے اور اس کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی مسلمان اچھے خیالات رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید رکھتا ہے تو وہ اسے مایوس نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں منفی خیالات رکھتا ہے، جیسا کہ یہ یقین رکھنا کہ اسے معاف نہیں کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عقیدہ کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ عزوجل میں سچی امید جس کا یہ حدیث اشارہ کرتی ہے اور خواہش مند سوچ میں بہت فرق ہے۔ خواہش مندانه سوچ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہو جائے تو اس طرح ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں اور پھر بھی اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کو بخش دے اور انہیں دونوں جہانوں میں رحمت عطا فرمائے۔ یہ سچی امید نہیں ہے، یہ محض خواہش مندانه سوچ ہے۔ یہ ایک کسان کی طرح ہے جو کوئی بیج نہیں لگاتا، اپنی فصل کو پانی نہیں دیتا اور پھر بھی بڑی فصل کاٹنے کی امید رکھتا ہے۔ حقیقی امید وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوشش کرتا ہے اور جب بھی وہ پھسل جاتا ہے تو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی امید رکھتا ہے۔ یہ ایک کسان کی طرح ہے جو بیج لگاتا ہے، اپنی فصل کو پانی دیتا ہے، فصل کو صحت مند رکھنے کے لیے کوشش کرتا ہے اور پھر بڑی فصل کی امید کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وضاحت کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان فرمایا ہے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو ایک مسلمان کو اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ ایسے گناہوں سے روکتا ہے جو امید سے برتر ہیں جو انسان کو نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں خاص طور پر رضاکارانہ قسم۔ لیکن بیماری اور مشکل کے دور میں اور خاص

طور پر موت کے وقت مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کے سوا کچھ نہیں ہونا چاہیے، خواہ اس نے اپنی زندگی اس کی نافرمانی میں گزار دی ہو، جیسا کہ اس کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2877 میں موجود ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

امید - 3

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک عام چیز پر غور کر رہا تھا جو بہت سے لوگ کرتے ہیں یعنی لوگوں میں امید رکھنا۔ اس رویے کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ لوگ فرشتے نہیں ہوتے، وہ غلطیاں کرنے کے پابند ہوتے ہیں اور لوگوں کی امیدوں اور امیدوں پر پورا اترتے ہیں۔ اس کے علاوہ، جیسے جیسے وقت بدلتا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے راستے پر آگے بڑھتا ہے، جو دوسروں کے راستے سے الگ ہوتا ہے، اس کی وجہ سے وہ اپنی اپنی چیزوں جیسے کہ اپنی ذمہ داریوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ تبدیلی اکثر ان لوگوں کو مایوس کرنے کا سبب بنتی ہے جو ان میں امید رکھتے ہیں چاہے ان کا یہ مطلب نہ ہو۔ ایسے لوگوں میں امید رکھنا جو کامل نہیں ہیں عموماً مایوسی کا باعث بنتے ہیں۔ اس کی ایک عام مثال، خاص طور پر ایشیائی کمیونٹی میں، جب والدین اپنے بچوں میں امید رکھتے ہیں۔ وہ امید کرتے ہیں کہ ان کے بچے زندگی میں وہ راستہ منتخب کریں گے جس کا وہ انہیں مشورہ دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان کے بچے اپنے والدین کی دیکھ بھال کو اپنی اولین ترجیح بنائیں گے۔ اگرچہ، بچوں کو اپنے والدین کا خیال ضرور رکھنا چاہیے کیونکہ یہ ان کا فرض ہے، لیکن والدین کو ان سے امید نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ یہ اکثر مایوسی کا باعث بن سکتا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض کو پورا کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ پر امید رکھیں۔ ایک مسلمان کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ تمام مدد کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوق صرف ایک ذریعہ ہے۔ ماخذ اب بھی ان کی مدد کر سکتا ہے یہاں تک کہ ان ذرائع کے بغیر بھی جو ان کے ذہن میں ہے اگر وہ چاہے۔ لیکن ذرائع خود ذریعہ کے بغیر مدد نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنی توجہ اسباب پر رکھیں اور امید رکھیں تو وہ مایوس ہوں گے۔ لیکن اگر وہ اسے مصدر پر رکھ دیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی امید کو صحیح جگہ پر رکھیں جس کی تائید اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہونی چاہیے، جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے، تب وہ سکون حاصل کریں گے۔ دماغ اور اطمینان وہ دونوں جہانوں میں چاہتے ہیں۔

امید - 4

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مسلمان کے جنازے کی خبر دی جس نے کھلے عام اور مسلسل کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا۔ اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت لامحدود ہے اور تمام گناہوں پر غالب آ سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی لامحدود رحمت سے امید ترک کر دینے کو باب 12 یوسف آیت 87 میں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے:

بے شک اللہ کی راحت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔“

اس کے باوجود مسلمانوں کے لیے ایک حقیقت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جانے کی ضمانت نہیں دی گئی ہے، ایک مسلمان کو غیر مسلم کی حیثیت سے موت کا خطرہ ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ شخص آخرت میں کہاں رہے گا۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی مسلمان گناہوں پر قائم رہے، خاص طور پر کبیرہ گناہوں، جیسے شراب پینا اور اپنی فرض نمازیں ادا نہ کرنا، اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کیے بغیر اپنے انجام کو پہنچ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام گناہوں سے سچے دل سے توبہ کریں اور اپنے تمام واجبات کو پورا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ ایک ایسا کام ہے جسے وہ بلا شبہ پورا کر سکتے ہیں۔ باب البقرہ، آیت 286

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔“

انہیں یہ یقین کرنے میں دھوکہ نہیں دیا جانا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حقیقی امید کے طور پر، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے، اعمال کے ذریعے مدد ملتی ہے۔ اس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ ایسا نہ کرنا اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی امید رکھنا اس کی رحمت کی امید نہیں ہے، یہ محض خواہش مندانہ سوچ ہے، جس کا اسلام میں کوئی وزن یا اہمیت نہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر اس کی تنبیہ فرمائی ہے۔

امید - 5

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اس دنیا میں ایک شخص بہت سی مختلف امیدیں اور بہت سے مختلف خوف رکھتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، لوگ اپنی امیدوں کو حاصل کرنے اور ان کے خوف سے بچنے کے لیے عطا کیے گئے وسائل کا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ خوف اور امیدیں ختم ہو جائیں گی اور جہنم کے خوف اور جنت کی امید کے سوا کوئی ان کے بارے میں دوسرا خیال نہیں کرے گا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے سمجھا اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنی طرز زندگی گزاری۔ وہ جانتے تھے کہ قیامت کے دن تمام دنیاوی خوف اور امیدیں صرف ایک خوف اور ایک امید پر سمٹ کر رہ جائیں گی، چنانچہ انہوں نے اپنی امیدوں اور خوف کو ایک ہی امید اور ایک خوف میں تبدیل کر دیا، جب تک وہ زمین پر رہتے تھے۔ اس نے اس بات کو یقینی بنایا کہ وہ ان دنیاوی نعمتوں اور وسائل کو استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں تاکہ وہ جنت کی اپنی واحد امید حاصل کریں اور جہنم کے خوف سے بچ سکیں۔ اس نے انہیں دنیا اور آخرت میں امن حاصل کرنے کا موقع دیا۔ باب: النحل، آیت 97 16

جو کوئی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جنت اور جہنم کے علاوہ کسی چیز سے خوف یا امید نہ رکھی جائے۔ اس بحث کا مطلب ہے کہ دنیا میں جن چیزوں سے وہ ڈرتے اور امید رکھتے ہیں ان کی جڑیں جہنم کے خوف اور جنت کی امید میں ہونی چاہئیں۔ دوسرے لفظوں میں، کسی کے تمام خوف اور امیدیں براہ راست جہنم کے واحد خوف اور جنت کی واحد امید سے منسلک ہونی چاہئیں۔ باقی تمام اندیشوں اور امیدوں کو ترک کر دینا چاہیے، کیونکہ وہ اس دنیا میں غیر اہم ہیں، خواہ یہ کسی شخص کے لیے ظاہر نہ ہوں، کیونکہ وہ قیامت کے دن غیر اہم ہوں گے۔ اس طرز عمل سے اس دنیا میں سکون اور سکون میں اضافہ ہوگا اور اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ وہ جہنم کے خوف سے بچنے اور آخرت میں جنت کی واحد امید حاصل کرنے کے لیے مناسب طریقے سے تیار ہیں۔

سماجی کاری - 1

صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس خصوصیت کو اپنانے میں ناکام رہے تو وہ اپنا ایمان کھو دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس نصیحت پر عمل نہ کریں۔ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ مسلمان اس وقت تک اپنا ایمان مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے بھی وہ چیز ناپسند نہ کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ اس کی تائید صحیح مسلم نمبر 6586 میں موجود ایک اور حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ نصیحت کرتی ہے کہ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے۔ جسم کے ایک حصے میں درد ہو تو باقی جسم درد میں شریک ہوتا ہے۔ اس باہمی احساس میں دوسروں کے لیے محبت اور نفرت شامل ہے جو کوئی اپنے لیے پسند کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو یہ مقام صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب اس کا دل بغض اور حسد سے پاک ہو۔ یہ بُری خصلتیں انسان کو ہمیشہ اپنے لیے بہتر کی خواہش کا باعث بنتی ہیں۔ پس درحقیقت یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو اچھی خصلتوں کو اپنا کر اپنے دل کو پاک کرنا چاہیے جیسا کہ معاف کرنے والا ہونا اور حسد جیسی بری خصلتوں کو ختم کرنا چاہیے۔ یہ صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دوسروں کے لیے بھلائی کی خواہش کرنے سے وہ اچھی چیزوں سے محروم نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے کی کوئی حد نہیں اس لیے خود غرضی اور لالچی ذہنیت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

دوسروں کے لیے بھلائی کی خواہش میں دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ مالی یا جذباتی مدد، اسی طرح ایک شخص چاہتا ہے کہ دوسروں کی ضرورت کے وقت ان کی مدد کریں۔ اس لیے اس محبت کو صرف الفاظ سے نہیں بلکہ عمل سے ظاہر کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ جب کوئی مسلمان برائی سے منع کرتا ہے اور ایسی نصیحت کرتا ہے جو دوسروں کی خواہشات کے خلاف ہو تو انہیں نرمی سے ایسا کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے انہیں اچھی نصیحت کریں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، زیر بحث اہم حدیث ان تمام برے خصلتوں کو ختم کرنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے جو باہمی محبت اور نگہداشت سے متصادم ہوں، جیسا کہ حسد۔ حسد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص کسی خاص نعمت کا مالک ہونا چاہتا ہے جو صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اسے کسی اور سے چھین لیا جائے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب کردہ نعمتوں کی تقسیم کے لیے براہ راست چیلنج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور حسد کرنے والے کی نیکیوں کو برباد کرنے کا باعث ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4903 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے کے پاس حلال چیزوں کی خواہش رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اسے وہی چیز عطا کرے جو دوسرے شخص کو ضائع نہ ہو۔ ان کی برکت اس قسم کی حسد جائز ہے اور مذہب کے پہلوؤں میں قابل تعریف ہے۔ صحیح مسلم نمبر 1896 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ 1896 وسلم نے یہ نصیحت کی ہے کہ مسلمانوں کو صرف اس دولت مند سے حسد کرنا چاہئے جو اپنی دولت کا صحیح استعمال کرے۔ اور ایک ایسے علم والے سے رشک کریں جو اپنے علم کو اپنے اور دوسروں کے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو نہ صرف دوسروں کے لیے دنیاوی نعمتوں کے حصول کے لیے محبت کرنی چاہیے بلکہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں دینی برکات حاصل کرنے کے لیے بھی محبت کرنی چاہیے۔

درحقیقت جب کوئی دوسروں کے لیے یہ خواہش کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ اسلام میں اس قسم کے صحت مند مقابلے کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ باب 83 المطففین، آیت 26:

"تو اس کے لیے حریفوں کو مقابلہ کرنے دیں۔۔۔"

یہ ترغیب ایک مسلمان کو اپنے کردار میں کسی خامی کو تلاش کرنے اور اسے دور کرنے کے لیے اپنا جائزہ لینے کی بھی ترغیب دے گی۔ جب یہ دونوں عناصر معنی کو یکجا کرتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں جدوجہد کرتے ہیں، اور کردار کو پاک کرتے ہیں، تو یہ دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں سے محبت کا دعویٰ نہ صرف زبانی طور پر کرے بلکہ اپنے عمل سے ظاہر کرے۔ امید ہے کہ جو اس طرح دوسروں کی فکر کرتا ہے اسے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی فکر حاصل ہوگی۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 1930 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

سماجی کاری - 2

صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک مصیبت کو دور کرے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی سلوک ہوتا ہے جس طرح وہ عمل کرتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر، باب 2 البقرہ، آیت 152:

"...پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا

ایک اور مثال جامع ترمذی نمبر 1924 میں موجود حدیث میں مذکور ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو دوسروں پر رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر رحم کیا جائے گا۔

پریشانی وہ چیز ہے جو کسی کو پریشانی اور مشکل میں ڈال دیتی ہے۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی دوسرے کے لیے ایسی تکلیف کو آسان کرے خواہ دنیوی ہو یا دینی، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختیوں سے محفوظ رہے گا۔ متعدد احادیث میں مختلف طریقوں سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2449 میں موجود حدیث میں نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی بھوکے مسلمان کو

کھانا کھلائے گا اسے قیامت کے دن جنت کے پھل کھلائے جائیں گے۔ اور جو شخص کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کا پانی پلائے گا۔

چونکہ آخرت کی مشکلات دنیا میں پائی جانے والی مشکلات سے کہیں زیادہ ہیں، اس لیے یہ ثواب ایک مسلمان کے لیے اس وقت تک روک رکھا جاتا ہے جب تک کہ وہ آخرت تک نہ پہنچ جائیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو دنیا کی مصیبتوں سے بڑھ کر قیامت کی سختیوں کی فکر کرنی چاہیے۔ انسان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ دنیا کی مصیبتیں ہمیشہ عارضی، کم سخت اور آخرت کی مصیبتوں کے مقابلے میں بہت دور رس ہوں گی۔ یہ فہم اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ آخرت کی مشکلات سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں بھرپور کوشش کریں گے۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے عیوب کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب دنیا اور آخرت دونوں میں چھپائے گا۔ اگر کوئی اس پر غور کرے تو یہ بات بالکل واضح ہے۔ جو لوگ دوسروں کے عیوب کو ظاہر کرنے کے عادی ہیں وہی لوگ ہیں جن کے عیوب کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن دوسروں کے عیب چھپانے والے کو معاشرہ ایسا سمجھتا ہے جس کا کوئی عیب نہ ہو۔

اس نصیحت کے سلسلے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ پہلے وہ ہیں جن کے غلط کام نجی معنیٰ میں ہوتے ہیں، یہ شخص کھلم کھلا گناہ نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے گناہوں کو فخریہ انداز میں دوسروں پر ظاہر کرتا ہے۔ اگر یہ شخص پھسل جائے اور کوئی ایسا گناہ کرے جو دوسروں کو معلوم ہو جائے تو اس سے پردہ ہونا چاہیے جب تک کہ اس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے۔ باب 24 النور، آیت 19

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیل جائے ان کے لیے دنیا اور ”آخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4375 میں موجود ایک حدیث میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنے والوں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنے کی نصیحت کی۔

دوسری قسم کا وہ فاسق ہے جو کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ ان کے بارے میں معلوم کریں۔ درحقیقت، وہ اکثر ان گناہوں پر فخر کرتے ہیں جو انہوں نے دوسروں کے ساتھ کیے ہیں۔ جیسا کہ وہ دوسروں کو برے کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اسی طرح دوسروں کو تنبیہ کرنے کے لیے ان کے عیوب کو ظاہر کرنا اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس شخص کے عیوب کو ظاہر کرنے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کرے گا، جس کا ذکر سنن ابن ماجہ نمبر 2546 کی حدیث میں ہے، جب تک کہ وہ کسی دوسرے کے عیب کو ظاہر کر رہا ہو۔ صحیح وجہ سے

زیر بحث مرکزی حدیث کے اس حصے پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ قیامت کے دن پوری مخلوق کے سامنے بے نقاب ہونے کی رسوائی تصور سے باہر ہے۔ لہذا انسان اپنے آپ کو یہ سمجھ کر بے وقوف نہ بنائے کہ جس طرح اس دنیا میں ظاہر ہونا اس کے لیے قابل برداشت ہے، اسی طرح وہ قیامت کے دن بے نقاب ہونا بھی برداشت کر سکے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک مسلمانوں کی مدد کرتا رہے گا جب تک وہ دوسروں کی مدد کرتا رہے گا۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جب وہ کسی کام کے لیے کوشش کرتے ہیں یا کسی خاص کام کو مکمل کرنے کے لیے کسی دوسرے کی مدد کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ کامیاب یا ناکامی پر ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کرتا ہے تو اس کا کامیاب نتیجہ یقینی ہے۔ یہ غور کرنا ضروری ہے کہ یہ الہی مدد اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص دینی اور حلال دنیاوی دونوں معاملات میں دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کی مدد کرے، اگر وہ اس اجر کا خواہاں ہو۔ اس

کا مطلب ہے کہ انہیں امید نہیں رکھنی چاہئے، امید نہیں رکھنی چاہئے اور نہ ہی ان سے شکر گزاری کی کوئی علامت پوچھنی چاہئے جس سے وہ مدد کر رہے ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے تمام اچھے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کریں تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔

سماجی کاری - 3

صحیح مسلم نمبر 6586 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے۔ جسم کے کسی حصے میں درد ہو تو باقی جسم اس کے درد میں شریک ہوتا ہے۔

یہ حدیث، بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح، اپنی زندگی میں اس قدر خود غرض نہ ہونے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس طرح برتاؤ کرتی ہے کہ گویا کائنات ان کے اور ان کے مسائل کے گرد گھوم رہی ہے۔ شیطان مسلمانوں کو اپنی زندگی اور اپنے مسائل پر اس قدر توجہ مرکوز کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ بڑی تصویر پر توجہ دینے سے محروم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بے صبری کا باعث بنتا ہے اور وہ دوسروں سے غافل ہو جاتا ہے اور نتیجتاً وہ دوسروں کی مدد کرنے میں اپنی ذمہ داری میں ناکام ہو جاتا ہے۔ مطلب ایک مسلمان کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے اور دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جہاں تک وہ کر سکتے ہیں۔ یہ مالی مدد سے آگے بڑھتا ہے اور اس میں تمام زبانی اور جسمانی مدد شامل ہوتی ہے، جیسے کہ اچھا اور مخلصانہ مشورہ۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ خبروں کا باقاعدگی سے مشاہدہ کریں اور جو پوری دنیا میں مشکل حالات میں ہیں۔ اس سے انہیں حوصلہ ملے گا کہ وہ خود غرض اور خود غرض بننے سے بچیں اور اس کے بجائے دوسروں کی مدد کریں۔ درحقیقت جس کو صرف اپنی فکر ہوتی ہے وہ جانور سے بھی کم تر ہے جیسا کہ وہ اپنی اولاد کا خیال رکھتا ہے۔ درحقیقت ایک مسلمان کو عملاً اپنے خاندان سے بڑھ کر دوسروں کا خیال رکھتے ہوئے جانوروں سے بہتر ہونا چاہیے۔

یہ حدیث اسلام میں اتحاد اور مساوات کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ دوسرے مسلمانوں کو ان کی جنس، نسل یا کسی بھی چیز سے قطع نظر ان کے وسائل کے مطابق مدد کرنی چاہیے۔

جس طرح ایک شخص اپنی پریشانی کو دور کرنا چاہتا ہے، اسی طرح اسے دوسروں کے لیے بھی اس طرح کا برتاؤ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ بنیادی حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ ایک مسلمان کے لیے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا دوسرے مسلمان کے لیے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اسی میں ایک ہے۔

آخر میں، اگرچہ ایک مسلمان دنیا کے تمام مسائل کو دور نہیں کر سکتا لیکن وہ اپنا کردار ادا کر سکتا ہے اور اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور توقع یہی ہے۔

سماجی کاری - 4

جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ دوسروں کو نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو ان کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا۔ اور جو لوگ دوسروں کو گناہوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، ان سے ایسے حساب لیا جائے گا جیسے انہوں نے گناہ کیے ہوں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو نصیحت اور رہنمائی کرتے وقت محتاط رہیں۔ ایک مسلمان کو صرف دوسروں کو نیکی کی نصیحت کرنی چاہیے تاکہ وہ اس سے ثواب حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نصیحت کرنے سے گریز کریں۔ قیامت کے دن کوئی شخص محض یہ دعویٰ کر کے سزا سے نہیں بچ سکے گا کہ وہ صرف دوسروں کو گناہوں کی طرف دعوت دے رہا ہے چاہے اس نے خود گناہ کیوں نہ کیے ہوں۔ اللہ تعالیٰ رہنما اور پیروکار دونوں کو ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا۔ لہذا مسلمانوں کو دوسروں کو صرف وہی کام کرنے کی تلقین کرنی چاہیے جو وہ خود کریں گے۔ اگر وہ اپنے نامہ اعمال میں کسی عمل کو ناپسند کرتے ہیں تو انہیں دوسروں کو اس عمل کی تلقین نہیں کرنی چاہیے۔

اس اسلامی اصول کی وجہ سے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے مناسب علم حاصل کر لیں کیونکہ اگر وہ دوسروں کو غلط نصیحت کرتے ہیں تو وہ آسانی سے اپنے گناہوں کو بڑھا سکتے ہیں۔

مزید برآں، یہ اصول مسلمانوں کے لیے ان اعمال کا اجر حاصل کرنے کا ایک انتہائی آسان طریقہ ہے جو وہ وسائل کی کمی کی وجہ سے خود انجام نہیں دے سکتے، جیسے کہ دولت۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو مالی طور پر صدقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے وہ دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ صدقہ کرنے والے کے برابر ثواب حاصل کرے گا۔

اس کے علاوہ، یہ اسلامی اصول ایک بہترین طریقہ ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد بھی نیک اعمال کی نشوونما کو یقینی بنایا جائے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس کی جتنی زیادہ رہنمائی کرے گا، اتنا ہی ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ یہ وہ میراث ہے جس کے بارے میں ایک مسلمان کو اپنی فکر کرنی چاہیے، کیونکہ دیگر تمام وراثتیں، جیسے املاک کی سلطنتیں، آئیں گی اور جائیں گی، اور ان کے مرنے کے بعد ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر کچھ بھی ہے تو، وہ اپنی سلطنت کمانے اور ذخیرہ کرنے کے لیے جوابدہ ہوں گے جبکہ ان کے وارثوں کو اس سلطنت سے لطف اندوز ہوں گے جو مرحوم نے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

سماجی کاری - 5

صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ دیوالیہ مسلمان وہ ہے جو بہت سے اعمال صالحہ مثلاً روزہ اور نماز جمع کرتا ہے لیکن وہ لوگوں کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔ اعمال ان کے مظلوموں کو دیئے جائیں گے اور اگر ضروری ہوا تو ان کے شکار کے گناہ انہیں قیامت کے دن دیئے جائیں گے۔ یہ انہیں جہنم میں پھینکنے کا باعث بنے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض ہیں جیسے فرض نماز۔ دوسرا پہلو لوگوں کے حقوق ادا کرنا ہے جس میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو کسی چیز سے دور نہ رکھے۔ شخص اور ان کے مال، چاہے وہ کسی بھی مذہب کی پیروی کریں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ لامحدود معاف کرنے والا ہے، وہ ان لوگوں کو معاف کر دے گا جو اس سے سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن وہ ان گناہوں کو معاف نہیں کرے گا جن میں دوسرے لوگ شامل ہوتے ہیں جب تک کہ شکار پہلے معاف نہ کر دے۔ چونکہ لوگ اتنے معاف کرنے والے نہیں ہیں، اس لیے ایک مسلمان کو ڈرنا چاہیے کہ جن پر انہوں نے ظلم کیا ہے وہ قیامت کے دن ان کی قیمتی نیکیاں لے کر ان سے بدلہ لیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا ہے، تب بھی وہ جہنم میں صرف اس لیے جا سکتا ہے کہ اس نے دوسروں پر ظلم کیا ہے۔

نماز اور روزے جیسے اعمال صالحہ کو جمع کرنے کا کوئی مطلب نہیں، صرف انہیں قیامت کے دن دوسروں کے حوالے کر دیا جائے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے

حقوق ادا کرتے ہوئے اپنے اعمال صالحہ کو بڑھانے اور گناہوں کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سماجی کاری - 6

صحیح بخاری نمبر 2686 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم فریضے کو ادا نہ کرنے کو دو درجے بھری ہوئی کشتی کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ لوگوں کی نچلی سطح کے لوگ جب بھی پانی تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بالائی سطح کے لوگوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں، اس لیے وہ نچلی سطح پر ایک سوراخ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تاکہ وہ براہ راست پانی تک رسائی حاصل کر سکیں۔ اگر بالائی سطح کے لوگ انہیں روکنے میں ناکام رہے تو یہ سب غرق ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے مطابق نرمی کے ساتھ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا کبھی ترک نہ کریں۔ ایک مسلمان کو یہ کبھی نہیں ماننا چاہیے کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں گے، دوسرے گمراہ لوگ ان پر منفی اثر نہیں ڈال سکیں گے۔ سڑے ہوئے سیب کے ساتھ رکھنے پر ایک اچھا سیب بالآخر متاثر ہو جائے گا۔ اسی طرح جو مسلمان دوسروں کو نیکی کا حکم دینے میں ناکام رہتا ہے وہ آخر کار اس کے منفی رویے سے متاثر ہوتا ہے خواہ وہ لطیف ہو یا ظاہر۔ یہاں تک کہ اگر وسیع تر معاشرہ غافل ہو گیا ہے، تب بھی کسی کو اپنے زیر کفالت افراد مثلاً ان کے خاندان کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ نہ صرف ان کے منفی رویے سے ان پر زیادہ اثر پڑے گا بلکہ یہ تمام مسلمانوں پر فرض بھی ہے، سنن میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔ ابوداؤد، نمبر 2928۔ اگر کسی مسلمان کو دوسروں کی طرف سے نظر انداز کیا جائے تو بھی اسے نرمی کے ساتھ نصیحت کرتے ہوئے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے جس کی تائید ہوتی ہے۔ مضبوط ثبوت اور علم۔ جاہلانہ اور برے اخلاق کے ساتھ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا لوگوں کو حق اور صحیح ہدایت سے مزید دور دھکیلتا ہے جس کے نتیجے میں پوری امت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

جب کوئی نیکی کا حکم دے اور برائی سے صحیح طریقے سے روکے تب ہی وہ معاشرے کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔ باب 7 الاعراف، آیت

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ”
“ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ رب اور شاید وہ اس سے ڈریں۔

لیکن اگر وہ صرف اپنی فکر کریں اور دوسروں کے اعمال کو نظر انداز کریں تو اندیشہ ہے کہ
دوسروں کے منفی اثرات ان کی گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔

سماجی کاری - 7

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4340 میں موجود ایک حدیث میں برائیوں پر اعتراض کرنے کی اہمیت بتائی ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں پر ہر قسم کے اعتراض کرنا فرض ہے۔ ان کی طاقت اور ذرائع کے مطابق برائی کا۔ سب سے کم درجہ، جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے، برائی کو دل سے رد کرنا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر برے کاموں کی منظوری ان چیزوں میں سے ایک بدترین چیز ہے جو حرام ہیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4345 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص برائی کے وقت حاضر ہو کر اس کی مذمت کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو نہیں کرتا تھا۔ موجود لیکن جو غائب تھا اور برائی کو منظور کرتا تھا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس کے ارتکاب کے وقت حاضر اور خاموش تھا۔

برائی پر اعتراض کرنے کے پہلے دو پہلو جن کا ذکر مرکزی حدیث میں زیر بحث آیا ہے وہ جسمانی افعال اور گفتگو سے ہیں۔ یہ صرف اس مسلمان پر فرض ہے جس میں ایسا کرنے کی طاقت ہو، مثال کے طور پر ان کے فعل یا قول سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

نوٹ کرنا ضروری ہے، برائی پر ہاتھ سے اعتراض کرنے کا مطلب لڑائی نہیں ہے۔ اس سے مراد دوسروں کے برے اعمال کو درست کرنا ہے، جیسے کسی کے حقوق کو لوٹانا جس کی غیر قانونی خلاف ورزی کی گئی ہو۔ جو شخص ابھی تک ایسا کرنے کی پوزیشن میں ہو، وہ ایسا کرنے سے باز رہے، سنن ابوداؤد نمبر 4338 میں موجود ایک حدیث میں عذاب کی تنبیہ کی گئی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2191 میں مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ حق بات کہنے میں مخلوق سے نہ ڈریں۔ درحقیقت مخلوق کے خوف کو بری چیزوں پر اعتراض کرنے سے روکنے والے کو وہ شخص قرار دیا گیا ہے جو اپنے آپ سے نفرت کرتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر تنقید کرے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4008 میں موجود ایک حدیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس سے مراد وہ نہیں ہے جو نقصان کے خوف سے خاموش رہے کیونکہ یہ ایک قابل قبول عذر ہے۔ اس کے بجائے اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کی نظروں میں اس حیثیت کی وجہ سے خاموش رہتا ہے، حالانکہ اگر وہ اس برائی کے خلاف بات کرے تو اسے ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

سنن ابوداؤد نمبر 4341 میں موجود حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب دوسرے ان کی حرص کو مانیں، ان کی غلط آراء اور خواہشات کی پیروی کریں اور مادی دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں تو انسان اپنے افعال اور گفتگو سے بری چیزوں پر اعتراض کرنا چھوڑ سکتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں کہ یہ وقت آ گیا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 105۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔ جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں وہ تمہیں " ...کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے جب کہ تم ہدایت پا چکے ہو

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے زیر کفالت افراد کے حوالے سے اس اہم فریضے کو جاری رکھنا چاہیے کیونکہ سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ ان پر فرض ہے اور ان کے بارے میں جو وہ جسمانی اور زبانی طور پر محسوس کرتے ہیں۔ سے محفوظ، کیونکہ یہ اعلیٰ رویہ ہے۔

جو برائیاں ظاہر ہیں ان پر اعتراض کرنا وہ چیز ہے جو زیر بحث مرکزی حدیث ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسروں کی جاسوسی کریں تاکہ اعتراض کرنے والی بری چیزیں تلاش کریں۔ اس سلسلے میں جاسوسی اور اس سے وابستہ کوئی بھی چیز حرام ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

”...اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو...جاسوسی نہ کرو“

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو برائی پر اعتراضات اسلام کی تعلیمات کے مطابق کرنا چاہیے نہ کہ اپنی خواہشات کے مطابق۔ ایک مسلمان یہ مان سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کام کر رہے ہیں، جب کہ وہ نہیں ہیں۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب وہ برائی پر اس طرح اعتراض کرتے ہیں جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ درحقیقت جس چیز کو نیکی سمجھا جاتا ہے وہ اس منفی رویہ کی وجہ سے گناہ بھی بن سکتا ہے۔

ایک مسلمان کو برائی پر نرمی سے اعتراض کرنا چاہیے، ترجیحاً نجی طور پر قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ اسلامی علوم کو سیکھے اور اس پر عمل کیے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں۔ ان خصوصیات کا مخالف صرف لوگوں کو خلوص دل سے توبہ کرنے سے دور کرے گا اور دوسروں کو ناراض کرنے کے نتیجے میں مزید گناہوں کا باعث بن سکتا ہے۔ آخر میں، کسی کو صحیح وقت پر برائی پر اعتراض کرنا چاہیے، کیونکہ غلط وقت پر کسی پر تعمیری تنقید کرنا، جیسے کہ جب وہ غصے میں ہوں، ان پر مثبت اثر ڈالنے میں مؤثر ثابت ہونے کا امکان نہیں ہے۔

سماجی کاری - 8

جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز حسن اخلاق ہوگی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن سلوک، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا شامل ہے۔ یہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ اس کا خلاصہ اسلامی علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

اصل حدیث میں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کو بھی شامل ہے۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حوالے سے واجبات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کر کے دوسرے پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔ وہ اس کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یعنی جس طرح انسان چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ حسن سلوک کریں، اسی طرح اسے دوسروں سے بھی حسن سلوک کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو دوسروں اور ان کے مالوں سے دور نہ رکھے، خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

صحیح بخاری نمبر 3318 کی ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ تنبیہ فرمائی کہ ایک عورت جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے بلی کے ساتھ بدسلوکی کی جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ اور سنن ابوداؤد نمبر 2550 میں ایک اور حدیث ملتی ہے کہ ایک آدمی کو پیاسے کتے کو کھانا کھلانے کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔ اگر یہ اچھا کردار دکھانے کا نتیجہ ہے اور جانوروں کو برے کردار دکھانے کا نتیجہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اور لوگوں

کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ درحقیقت زیر بحث مرکزی حدیث اس نصیحت کے ساتھ ختم ہوتی ہے کہ اچھے کردار کے حامل کو اس مسلمان کی طرح اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی مسلسل عبادت کرتا ہے اور باقاعدگی سے روزے رکھتا ہے۔

آخر میں مرکزی حدیث کے مطابق اگر قیامت کے ترازو میں کسی شخص کے حق میں اچھا کردار سب سے بھاری ہو گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے ترازو میں انسان کے حق میں سب سے بھاری چیز بد کردار ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برے اخلاق، خلوص نیت سے اس کی اطاعت میں ناکامی، اور مخلوق کے ساتھ، ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے میں ناکامی جیسے کہ کوئی دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔

سماجی کاری - 9

صحیح بخاری نمبر 6806 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سات گروہوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا۔

یہ سایہ ان کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا جس میں سورج کو تخلیق کے دو میل کے اندر اندر لانے کی وجہ سے ناقابل برداشت گرمی بھی شامل ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

ان گروہوں میں سے ایک عادل حکمران بھی شامل ہے۔ اس میں درحقیقت ہر وہ مسلمان شامل ہے جو حکمران کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے زیر کفالت افراد مثلاً اپنے بچوں کا بھی خیال رکھتا ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے خاص طور پر ان کے زیر نگرانی تمام فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں ہے کیونکہ ہر شخص اپنے جسم اور دنیاوی نعمتوں پر حاکم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے جیسے کہ دولت۔ پس جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر عضو اور اعضاء کو استعمال کرتے ہوئے اپنے جسم پر حکمرانی کرتا ہے اور اپنی ہر نعمت کو اس طرح استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو تو وہ بھی عادل حکمران شمار ہوتے ہیں۔ انصاف کرنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے، چاہے اس سے لوگوں اور ان کے اندرونی شیطان کی ناراضگی ہی کیوں نہ ہو۔ درحقیقت عادل مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق، اپنے حقوق اور اپنے حقوق کی ادائیگی میں جدوجہد کرے۔ لوگوں کے حقوق

قیامت کے دن اگلا سایہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں سے بات چیت کرتے ہیں، نصیحت

کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔ وہ اپنی محبت کو صرف اپنے الفاظ سے نہیں بلکہ عمل سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں سے جو کچھ کرتے ہیں اس کے بدلے میں نہ کبھی کسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور نہ ہی توقع رکھتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہیں۔ یہ اخلاص اسلام کی بنیاد ہے کیونکہ ہر مسلمان کا فیصلہ اس کی نیت کے مطابق کیا جائے گا، نہ صرف اس کے اعمال کے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لوگوں کی بھلائی کے لیے عمل کرنے والوں کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے عمل کیا جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اخلاص کے ساتھ عمل کرنے سے نہ صرف دونوں جہانوں میں بے شمار اجر حاصل ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک جگہ کو یقینی بناتا ہے جہاں وہ لوگوں کے بجائے اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں۔ جب ایک شخص لوگوں میں امید رکھتا ہے تو وہ بالآخر جلد یا بدیر ان سے مایوس ہو جائیں گے جو دشمنی، ٹوٹے ہوئے رشتے، تلخی اور دیگر گناہوں اور منفی خصوصیات کا باعث بنتے ہیں۔

سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا ایمان کی تکمیل کی ایک شاخ ہے۔ اس لیے کہ محبت کو قابو میں رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ جو بھی اس کو حاصل کر لے گا وہ اسلام کے دوسرے فرائض کو سیدھا آگے پائے گا۔

سماجی کاری - 10

سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچے مسلمان اور سچے مومن کی نشانیاں بتائی ہیں۔ سچا مسلمان وہ ہے جو دوسروں کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ اس میں درحقیقت تمام لوگ شامل ہیں خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اس میں ہر قسم کی تقریر اور افعال شامل ہیں جو کسی دوسرے کو نقصان یا تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ اس میں دوسروں کو بہترین مشورہ دینے میں ناکامی بھی شامل ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ دوسروں کے ساتھ خلوص سے متصادم ہے۔ سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تلقین کرنا اور گناہوں کی طرف دعوت دینا شامل ہے۔ ایک مسلمان کو اس رویے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ ہر اس شخص کے لیے جوابدہ ہوں گے جو ان کی بری نصیحت پر عمل کرے گا۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس میں دوسرے لوگوں کے کاروبار میں شامل نہ ہونا بھی شامل ہے، کیونکہ یہ اکثر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ ان کی موجودگی اور غیر موجودگی میں مثبت انداز میں بات کرنی چاہیے، جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کے بارے میں مثبت بات کریں۔

جسمانی نقصان میں دوسرے لوگوں کی روزی روٹی کے لیے مسائل پیدا کرنا، دھوکہ دہی کا ارتکاب کرنا، دوسروں کو دھوکہ دینا اور جسمانی زیادتی شامل ہے۔ یہ تمام خصوصیات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں اور ان سے بچنا چاہیے۔

زیر بحث اصل حدیث کے مطابق سچا مومن وہ ہے جو دوسروں کی جان و مال سے ان کے نقصان کو دور رکھے۔ ایک بار پھر، یہ تمام لوگوں پر لاگو ہوتا ہے قطع نظر ان کے عقیدے کے۔ اس میں چوری کرنا، غلط استعمال کرنا یا دوسروں کی املاک اور سامان کو نقصان پہنچانا شامل ہے۔ جب بھی کسی کو کسی دوسرے کی جائیداد سونپی جاتی ہے، تو اسے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسے صرف مالک کی اجازت سے اور اس طریقے سے استعمال کریں جو مالک کو خوش اور راضی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 5421 میں موجود حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر لے، چاہے وہ ایک ٹہنی کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ درخت، جہنم میں جائے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے عقیدے کے زبانی اعلان کو عمل سے سہارا دے، کیونکہ یہ کسی کے عقیدے کا جسمانی ثبوت ہیں جو دونوں جہانوں میں کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے بارے میں سچے عقیدے کی خصوصیات کو پورا کرنا چاہیے۔ لوگوں کے ساتھ اس کو حاصل کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں، جو کہ احترام اور امن کے ساتھ ہے۔

سماجی کاری - 11

صحیح بخاری نمبر 2749 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ اگر چہ ایک مسلمان ان خصلتوں پر عمل کرنے سے اپنا ایمان نہیں کھوئے گا لیکن ان سے بچنا ضروری ہے کیونکہ ایک مسلمان جو منافق کی طرح کام کرتا ہے قیامت کے دن ان کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ بولتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔ یعنی اکثر جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹ ناقابل قبول ہے چاہے یہ چھوٹا جھوٹ ہو، جسے اکثر سفید جھوٹ کہا جاتا ہے، یا جب کوئی مذاق کے طور پر جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ کی یہ تمام قسمیں حرام ہیں۔ درحقیقت وہ جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کا مقصد کسی کو دھوکہ دینا نہ ہو، جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود ایک حدیث میں اس پر تین مرتبہ لعنت آئی ہے۔

ایک اور مشہور جھوٹ جو لوگ اکثر یہ مانتے ہوئے بولتے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہیں ہے جب وہ بچوں سے جھوٹ بولتے ہیں۔ بلاشبہ یہ حدیث کے مطابق گناہ ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4991 میں ہے۔ بچوں سے جھوٹ بولنا صریح حماقت ہے کیونکہ وہ اس گناہ کی عادت صرف 4991 بڑے سے ہی اپنائیں گے جو ان سے جھوٹ بولے گا۔ اس طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کا جھوٹ بولنا قابل قبول ہے جب کہ یہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق قابل قبول نہیں ہے۔ صرف انتہائی نایاب اور انتہائی صورتوں میں جھوٹ بولنا قابل قبول ہے، مثال کے طور پر، کسی بے گناہ کی جان کی حفاظت کے لیے جھوٹ بولنا۔

جھوٹ سے بچنا بہت ضروری ہے جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ دوسرے گناہوں کا باعث بنتا ہے جیسے کہ لوگوں کی غیبت اور مذاق اڑانا۔ یہ طرز عمل جہنم کے دروازوں کی طرف لے جاتا ہے۔ جب کوئی شخص مسلسل جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اسے بہت بڑا جھوٹا لکھتا ہے۔ یہ پیشین گوئی کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کے ساتھ کیا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا جھوٹا لکھا ہے۔

تمام مسلمان فرشتوں کی صحبت چاہتے ہیں۔ پھر بھی، جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ اپنی صحبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت جھوٹے کے منہ سے نکلنے والی بدبو فرشتوں کو ان سے ایک میل دور کر دیتی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1972 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جو جھوٹ بولنے پر اڑے رہتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کی نیت کا مفہوم متاثر ہوتا ہے، وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے علاوہ دوسرے کام کرنے لگتے ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں ثواب کا نقصان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ ان کے اعمال کو بھی بگاڑ دے گا، کیونکہ جسمانی گناہ اس وقت آسان ہو جاتے ہیں جب کسی کی زبان جھوٹ بولنے کی عادی ہو جائے۔

اصل حدیث میں نفاق کی اگلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی امانتوں میں خیانت کرتے ہیں۔ اس میں وہ تمام امانتیں شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی طرف سے ہیں۔ ہر نعمت اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہے۔ ان امانتوں کو پورا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ اس پر قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بحث اور وضاحت کی گئی ہے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ مزید برکات حاصل کریں گے، کیونکہ یہ سچا شکر ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

لوگوں کے درمیان اعتماد کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ جسے کسی دوسرے کے سپرد کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ اس کا غلط استعمال نہ کرے اور مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ لوگوں کے درمیان سب سے بڑا اعتماد بات چیت کو خفیہ رکھنا ہے، جب تک کہ دوسروں کو مطلع کرنے میں کوئی واضح فائدہ نہ ہو۔ بدقسمتی سے، مسلمانوں کے درمیان اکثر اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کسی کو اپنے اور لوگوں کے درمیان امانتوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے درمیان موجود امانتوں کے ساتھ سلوک کریں۔

اس کے علاوہ، ان ٹرسٹوں میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو کسی کی دیکھ بھال کے تحت ہوتے ہیں، جیسے کہ انحصار کرنے والے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے ان امانتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ مثال کے طور پر، والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے، سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں نفاق کی آخری نشانی وعدہ خلافی ہے۔ ایک مسلمان نے سب سے بڑا وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہے، جس پر اتفاق اس وقت ہوا جب کسی نے اسے اپنا رب اور معبود تسلیم کیا۔ اس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔

لوگوں کے ساتھ کیے گئے دیگر تمام وعدوں کو بھی پورا کیا جانا چاہیے، جب تک کہ کسی کے پاس کوئی معقول عذر نہ ہو، خاص طور پر جو والدین بچوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ وعدوں کی خلاف ورزی بچوں کو صرف برے کردار کی تعلیم دیتی ہے اور انہیں یہ ماننے کی ترغیب دیتی ہے کہ دھوکے باز ہونا ایک قابل قبول خصوصیت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2227 میں موجود حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ جو اس کے نام پر وعدہ کرے اور پھر بغیر کسی عذر کے اسے توڑ دے وہ اس کے خلاف ہو گا۔ جس کے خلاف اللہ تعالیٰ ہے وہ قیامت کے دن کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟ جہاں ممکن ہو دوسروں کے ساتھ وعدے نہ کرنا ہمیشہ محفوظ ہے۔ لیکن جب کوئی حلال وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنے کے لیے سخت کوشش کرنی چاہیے۔

سماجی کاری - 12

جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی۔ یہ بہت ضروری ہے کیونکہ حسن کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اسے سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنانا چاہیے، جو کہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اس کے ذریعے کوئی ان کی منفی خصوصیات کو اچھی خصوصیات سے بدل دے گا۔ جو لوگ دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوں، وہ قیامت کے دن پائیں گے کہ ان کی نیکیاں ان کے شکار کو دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو ان کے شکار کے گناہ ان کے سپرد کر دیے جائیں گے۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

سماجی کاری - 13

صحیح بخاری نمبر 5534 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے اور برے ساتھی میں فرق بیان فرمایا۔ اچھا ساتھی عطر بیچنے والے کی طرح ہے۔ ان کا ساتھی یا تو کچھ خوشبو حاصل کرے گا یا کم از کم خوشگوار بو سے مثبت طور پر متاثر ہوگا۔ جبکہ برا ساتھی لوہار کی طرح ہوتا ہے، اگر اس کا ساتھی ان کے کپڑے نہیں جلاتا ہے تو وہ یقیناً دھوئیں سے متاثر ہوگا۔

مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جن لوگوں کے ساتھ جائیں گے ان کا اثر ان پر پڑے گا چاہے یہ اثر مثبت ہو یا منفی، ظاہر ہو یا لطیف۔ کسی کا ساتھ دینا اور ان سے متاثر نہ ہونا ممکن نہیں۔ سنن ابو داؤد نمبر 4833 میں موجود حدیث اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی کے مذہب پر ہے۔ یعنی انسان اپنے ساتھی کی خصوصیات کو اپناتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ صالحین کا ساتھ دیں کیونکہ وہ بلاشبہ ان پر مثبت اثر ڈالیں گے، وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنے کی ترغیب دیں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کو۔ جبکہ برے ساتھی یا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ترغیب دیں گے یا وہ ایک مسلمان کو عملی طور پر آخرت کی تیاری کے بجائے مادی دنیا پر توجہ مرکوز کرنے کی ترغیب دیں گے۔ یعنی وہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکیں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ رویہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں بڑی ندامت کا باعث بنے گا، چاہے وہ چیزیں حلال ہوں لیکن ان کی ضرورت سے زیادہ ہوں، کیونکہ جو نعمتیں کسی کو دی گئی ہیں ان کو باطل یا گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کو بھول جانے کی جڑ ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

آخر میں، جیسا کہ ایک شخص آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ختم ہو جائے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے، صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث کے مطابق، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ عملاً صالحین سے اپنی محبت کا اظہار دنیا میں ان کا ساتھ دے کر اور ان کے طرز زندگی اور طرز عمل کو اختیار کرے۔ لیکن اگر وہ برے یا غافل لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں تو یہ ان کے لیے ان کی محبت اور آخرت میں ان کی آخری صحبت کو ثابت اور ظاہر کرتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر: میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 43 از زخرف، آیت 67 4031

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

سماجی کاری - 14

صحیح بخاری نمبر 2447 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں میں بدل جائے گا۔

اس سے بچنا بہت ضروری ہے کیونکہ جو لوگ اپنے آپ کو اندھیرے میں ڈوبے ہوئے پاتے ہیں ان کے جنت کا راستہ تلاش کرنے کا امکان نہیں ہے۔ صرف وہی لوگ کامیاب ہوں گے جنہیں رہنمائی کی روشنی فراہم کی جائے گی۔ اس لیے جبر کا ارتکاب اس روشنی کو حاصل کرنے سے روک دے گا۔

جبر کئی شکلیں لے سکتا ہے۔ پہلی قسم وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا اللہ تعالیٰ کی لامحدود حیثیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اس سے انسان دونوں جہانوں میں تاریکی میں ڈوب جائے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4244 میں موجود ایک حدیث کے مطابق انسان جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے روحانی قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے۔ وہ جتنا زیادہ گناہ کریں گے، اتنا ہی ان کے دل پر اندھیرا چھا جائے گا۔ یہ انہیں اس دنیا میں حقیقی رہنمائی کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے روک دے گا۔ اس کے نتیجے میں، اگلی دنیا میں اندھیروں کا باعث بنے گا۔ باب المطففین، آیت 14 83

"نہیں! بلکہ داغ ان کے دلوں پر چھا گیا ہے جو وہ کما رہے تھے۔"

ظلم کی اگلی قسم وہ ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی امانت کو پورا کرنے میں ناکام ہو کر اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، ان کے پاس جو دنیاوی نعمتیں ہیں، جیسے کہ اس کے جسم اور مال۔ یہ امانت اس وقت پوری ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنی عطا کی گئی ہر نعمت کو

اس طرح استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے، جو تمام نعمتوں کا خالق اور مالک ہے۔

ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے اس کی حفاظت اور مضبوطی ہونی چاہیے۔ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی مسلسل دیکھ بھال اور پرورش اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ اس پودے کی موت کسی کے ایمان کی روشنی کو بجھا دے گی جس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں اندھیروں میں ڈوب جائیں گے۔

ظلم کی آخری قسم وہ ہے جب کوئی دوسرے کے ساتھ بدسلوکی کرے۔ اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ مظلوم ان کو پہلے معاف نہ کر دے۔ چونکہ لوگ اتنے مہربان نہیں ہیں اس لیے ایسا ہونے کا امکان نہیں ہے۔ پھر قیامت کے دن انصاف قائم ہو گا جہاں ظالم کے اعمال صالحہ اس کے مظلوم کو ملیں گے اور ضرورت پڑنے پر مظلوم کے گناہ مظلوم کو دیے جائیں گے۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے سے بچنا چاہیے جیسا کہ وہ لوگ چاہتے ہیں۔

ایک مسلمان کو ہر قسم کے ظلم سے بچنا چاہیے اگر وہ دنیا اور آخرت میں رہنمائی کا خواہاں ہے۔

سماجی کاری - 15

جامع ترمذی نمبر 2016 میں موجود ایک حدیث میں مؤمنین کی والدہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض اعلیٰ خصوصیات بیان کی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے مشورہ دیا کہ وہ نہ تو فحش ہے اور نہ ہی اونچی آواز میں۔ اس نے کبھی برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا بلکہ دوسروں کے عیبوں کو معاف اور نظر انداز کیا۔

سب سے پہلے تو تمام مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان پر یہ فرض ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو اپنائیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا“۔

اور باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم ”آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ادب المفرد نمبر 464 میں موجود حدیث کے مطابق مسلمان کو کبھی بھی فحش حرکت یا بات نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اور جیسا

کہ اچھا کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گا، جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث کے مطابق قیامت تک پہنچنے والے کے برے انجام کی پیشین گوئی ایک فحش شخص کی حیثیت سے کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص فحش کلامی کرتا ہے اس کے جہنم میں داخل ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، کیونکہ قیامت کے دن اسے جہنم میں جانے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ سادہ الفاظ میں کہا جائے تو سچا ایمان اور فحاشی کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتی۔

ایک مسلمان کو اونچی آواز میں نہیں بولنا چاہیے کیونکہ اس سے دوسروں کی عزت ختم ہو جاتی ہے، خاص کر رشتہ دار۔ اونچی آواز والے اکثر جارحانہ انداز میں آتے ہیں اور دوسروں کو آسانی سے ٹرا سکتے ہیں۔ یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت نرم، مہربان اور قابل رسائی ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اسلام کی حقیقی اور پرامن فطرت کو ظاہر کرتا ہے۔ باب 31 لقمان، آیت 19

"اور اپنی آواز کو نیچا کرو۔ بے شک، سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔..."

آخر میں، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں وہ غلطیاں کرنے کے پابند ہیں۔ جس طرح کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ دوسروں سے درگزر کرے اور معاف کرے۔ سیدھے الفاظ میں، ایک دوسرے کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ دوسروں کو معاف نہ کرنا پھر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید رکھنا حماقت ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر...
"دے؟"

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دوسروں کو معاف کرنا اور دوسروں پر اندھا اعتماد کرنا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن انہیں اپنے ساتھ زیادتی کرنے والے کے دوبارہ ظلم سے بچنے کے لیے ضروری اقدامات کرنے چاہییں۔ یعنی انہیں اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے رویے کو درست کرنا چاہیے تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرانے سے بچ جائے اور دوسروں کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق برتاؤ کرتے رہیں۔

سماجی کاری - 16

جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ انسان اس وقت زیادہ عزت دار ہو جائے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو معاف کر دے گا۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ جو دوسروں کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی عزت لوگوں پر سربلندی کرنے میں نہیں ہے بلکہ یہ رحم کرنے اور معاف کرنے میں مضمر ہے۔ سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی اپنی غلطیوں کے لیے معافی چاہتا ہے تو اسے دوسروں کو معاف کرنا چاہیے۔ لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن انہیں ضروری اقدامات بھی کرنے چاہییں تاکہ وہ دوبارہ زیادتی کرنے والے کے ساتھ زیادتی نہ کریں۔ یعنی انہیں اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے رویے کو درست کرنا چاہیے تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرانے سے بچ جائے اور دوسروں کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق برتاؤ کرتے رہیں۔ دوسروں کو معاف کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے احترام میں بولی ہو۔

سماجی کاری - 17

صحیح مسلم نمبر 6548 میں موجود ایک الوہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دو لوگوں پر سایہ فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ قیامت کا دن۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں لوگوں کو اس دن سایہ عطا فرمائے گا جب سورج کو مخلوق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر لوگ گرمیوں میں سورج کی تپش کا مقابلہ کرنے کے لیے جدوجہد کریں تو کیا قیامت کے دن گرمی کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟

خدائے بزرگ و برتر کے لیے محبت اس قدر ثواب کا باعث بنتی ہے کہ اس جذبے پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ اور جس کو اس پر قابو پانے کی سعادت حاصل ہو گی وہ اسلام کے فرائض سیدھے آگے پورا کرتا ہوا پائے گا۔ ان فرائض میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح معنوں میں استعمال کرے گا جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کو ایمان کی تکمیل کا پہلو قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کرنا، دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں دوسروں کے لیے بہتر کی خواہش کرنا شامل ہے۔ یہ عملی طور پر کسی کے اعمال کے ذریعے ظاہر ہونا چاہیے، معنی کے مطابق، دوسروں کی مالی، جذباتی اور جسمانی طور پر مدد کرنا۔ دوسروں کے لیے کیے گئے احسانات کو شمار کرنا نہ صرف انعام کو منسوخ کرتا ہے بلکہ ان کی بے وفائی کو بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ وہ صرف لوگوں سے تعریف اور معاوضے کی دوسری شکلوں کو پسند کرتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو۔"

دنیوی وجوہات کی بنا پر دوسروں کے بارے میں کسی بھی قسم کا منفی احساس، جیسے حسد، اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں سے محبت کرنے کے منافی ہے، اور اس سے بچنا چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنے اندر موجود منفی خصوصیات کو ختم کر کے ان کی جگہ اچھی خصوصیات لے کر قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، اس عمدہ خوبی میں دوسروں کے لیے وہ محبت شامل ہے جو صرف الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال کے ذریعے اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ حقیقت میں سچے مومن ہونے کا ایک پہلو ہے۔ یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرے جس طرح وہ چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

سماجی کاری - 18

صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔

اسلام بہت سادہ مذہب ہے۔ اس کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ دوسروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ مثال کے طور پر جو لوگ دوسروں کی غلطیوں کو درگزر کرنا اور معاف کرنا سیکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

جو لوگ فائدہ مند دنیاوی اور دینی معاملات میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں جیسے کہ جذباتی یا مالی امداد اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان کی مدد کرے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4893 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہی حدیث نصیحت کرتی ہے کہ جو دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپاتا ہے۔

سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور احترام سے پیش آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے گا۔ اور جو لوگ دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی سلوک کرے گا، خواہ وہ اس سے متصل واجبات کو پورا کرتے ہوں، جیسے فرض نماز۔ اس لیے کہ ایک مسلمان کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے دونوں فرائض کو پورا کرنا چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے فرائض۔

الہی رحمت حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جیسا کہ لوگ چاہتے ہیں۔ یہ تمام لوگوں کے لیے درست ہے، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو، اور درحقیقت تمام مخلوقات پر محیط ہے۔

آخر میں، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسن سلوک کیا جائے گا، اگر وہ اس کی خاطر دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اگر وہ اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو بلاشبہ ان تعلیمات میں مذکور اجر کو ضائع کر دیں گے۔ تمام عبادات اور اسلام کی بنیاد خود انسان کی نیت ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

سماجی کاری - 19

صحیح بخاری نمبر 6014 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس حد تک ترغیب دی گئی کہ آپ کے خیال میں پڑوسی ان کے مسلمان پڑوسی کا وارث بن جائے گا۔

بدقسمتی سے، اس فرض کو اکثر نظرانداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام میں کسی شخص کے پڑوسی میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو مسلمان کے گھر کی طرف ہر سمت چالیس گھروں کے اندر رہتے ہیں۔ اس کی تصدیق امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 109 میں ہوتی ہے۔

صحیح مسلم نمبر 174 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ، بزرگی اور یوم آخرت پر ایمان کو پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے جوڑ دیا ہے۔ پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ادب المفرد نمبر 119 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جس عورت نے اپنے فرض کو پورا کیا اور بہت زیادہ نفلی عبادت کی وہ جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے اپنی تقریر کے ذریعے اپنے پڑوسیوں سے برا سلوک کیا۔ اگر اپنے پڑوسی کو الفاظ کے ذریعے نقصان پہنچانے والے کا یہی حال ہے تو کیا کوئی اپنے پڑوسی کو جسمانی طور پر نقصان پہنچانے کی سنگینی کا تصور کر سکتا ہے؟

مسلمان کو اپنے پڑوسی کی طرف سے بدسلوکی پر صبر کرنا چاہیے۔ درحقیقت ایک مسلمان کو ایسے معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔ نیکی کا بدلہ اچھائی سے مشکل نہیں ہے۔ اچھا پڑوسی وہ ہے جو نقصان کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 34

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو اس [عمل] سے دفع کرو جو بہتر ہے، اس طرح "جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ ایک مخلص دوست ہو۔"

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کسی کو اپنے پڑوسیوں یا دوسروں کو حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے اور جب مناسب ہو اپنا دفاع کرنا چاہئے۔ نظر انداز کرنا اور معاف کرنا معمولی حالات میں لاگو ہوتا ہے جو مستقبل میں ان پر منفی اثر نہیں ڈالے گا، اور نہ ہی اس میں ملوث لوگوں کے درمیان بار بار دوبارہ پیدا ہوگا۔

ایک مسلمان کو اپنے پڑوسی کی جائیداد کی نجی جگہ کا احترام کرنا چاہئے لیکن ساتھ ہی انہیں سلام کرنا چاہئے اور زیادہ دخل اندازی کئے بغیر انہیں مدد کی پیشکش کرنی چاہئے۔ کسی شخص کے لیے جو بھی ذریعہ دستیاب ہو، جیسے کہ مالی یا جذباتی مدد سے ان کی مدد کی جانی چاہیے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں کے عیبوں کو چھپائے جب کہ ان کا کوئی منفی نتیجہ نہ نکلے۔ جو دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو چھپاتا ہے۔ اور جو دوسروں کے عیبوں کو ظاہر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو ظاہر کرے گا اور انہیں سرعام رسوا کرے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4880 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ اپنے پڑوسیوں سے برتاؤ کرنے کی خواہش رکھتا ہے، جس میں مہربانی اور احترام کا اظہار بھی شامل ہے۔

سماجی کاری - 20

صحیح مسلم نمبر 6551 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ جو مسلمان کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ جنت کے باغ میں ہے یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں کسی بھی بیمار کی عیادت کرنا شامل ہے، خواہ وہ کسی بھی عقیدے سے ہو۔ اگرچہ یہ بلاشبہ ایک عظیم عمل ہے، لیکن ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اس نیک عمل کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دے۔ اگر وہ کسی اور وجہ سے کرتے ہیں، جیسے لوگوں کو دکھاوے کے لیے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر حاصل نہیں کریں گے۔

اس کے علاوہ انہیں چاہیے کہ وہ بیماروں کی عیادت کے آداب اور شرائط کو پورا کریں، اسلام کی تعلیمات کے مطابق، ان کا ثواب حاصل کرنے کے لیے۔ اس دن اور عمر میں بیماروں اور ان کے اہل خانہ سے پہلے سے رابطہ کرنا آسان ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ وہ مناسب وقت پر ان کی عیادت کریں، کیونکہ ایک بیمار شخص دن بھر آرام کر رہا ہو گا اور اس سے ان کے اہل خانہ کو ہونے والی رکاوٹ کو کم کیا جائے گا۔ انہیں وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے، جس سے بیمار شخص اور ان کے رشتہ داروں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اعمال اور گفتار پر قابو رکھیں تاکہ وہ ہر قسم کے گناہوں جیسے کہ گپ شپ، غیبت اور دوسروں کی غیبت سے بچیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ بیماروں کو صبر کرنے کی ترغیب دیں اور اس سے وابستہ انعامات پر بحث کریں اور عام طور پر دنیا اور آخرت کے حوالے سے فائدہ مند امور پر گفتگو کریں۔

اگر کسی شخص کو بیمار شخص یا اس کے گھر والوں کی طرف سے کسی دوسرے وقت واپس آنے کا کہا جائے تو مسلمان کو بغیر کسی رنجش کے اسے قبول کرنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا حکم دیا ہے۔ باب 24 النور، آیت 28

اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ، تو لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، اور اللہ ..."

"تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔"

جب کوئی اس طرح کا برتاؤ کرے گا تو اسے وہ ثواب ملے گا جو احادیث نبوی میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر وہ اس میں ناکام رہتے ہیں، تو انہیں یا تو کوئی اجر نہیں ملے گا یا پھر وہ گناہوں سے بچ جائیں گے، اس پر منحصر ہے کہ وہ کیسے سلوک کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان اس نیک عمل کو انجام دینے سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن اس کی شرائط کو صحیح طریقے سے پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

سماجی کاری - 21

سنن ابو داؤد نمبر 4993 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت کی کہ لوگوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ایک پہلو ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک پہلو ہے۔

چیزوں کو منفی انداز میں بیان کرنا اکثر گناہوں کا باعث بنتا ہے، جیسے غیبت اور غیبت۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ جہاں ممکن ہو مثبت انداز میں چیزوں کی تشریح کرے تاکہ شک کا فائدہ دوسروں تک پہنچایا جا سکے۔ بدقسمتی سے، منفی سوچ کو اپنانے سے خاندانی یونٹ سے لے کر قومی سطح تک لوگوں پر اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک قوم کتنی بار ایک مفروضے اور شک پر جنگ میں گئی ہے؟ میڈیا میں پائے جانے والے اسکیٹلز کی اکثریت مفروضوں پر مبنی ہے۔ یہاں تک کہ ایسے قوانین بھی بنائے گئے ہیں جو مفروضوں اور شبہات کے استعمال کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ اکثر ٹوٹتے اور ٹوٹتے والے رشتوں کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ اس ذہنیت کے حامل لوگ ہمیشہ یہ مانتے ہیں کہ دوسرے ان کے الفاظ یا اعمال کے ذریعے ان پر تنقید کر رہے ہیں۔ یہ کسی کو دوسروں سے مشورہ لینے سے روکتا ہے، کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ مشورہ دینے والے کی طرف سے ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور یہ ایک کو مشورہ دینے سے روکتا ہے کیونکہ انہیں یقین ہے کہ دوسرا شخص ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دے گا۔ اور ایک شخص اس منفی ذہنیت کے حامل شخص کو نصیحت کرنے سے گریز کرے گا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ایک دلیل کا باعث بنے گا۔ یہ دیگر منفی خصلتوں کی طرف جاتا ہے، جیسے کہ تلخی۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگر وہ یہ فرض کر لیں کہ کوئی ان پر طنز کر رہا ہے، تب بھی انہیں ان کی نصیحت کو قبول کرنا چاہیے اگر یہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر مبنی ہے۔

چیزوں کی ہمیشہ منفی تشریح کرنا بھی ایک طاقتور دماغی بیماری کو جنم دیتا ہے، یعنی پیراوانیا۔ جو شخص بے حیائی کو اپناتا ہے وہ ہمیشہ دوسروں کو بری چیزوں کا شکوہ کرتا ہے۔ یہ رشتوں کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے، جیسے شادی۔

کوشش کرنی چاہیے کہ جہاں ممکن ہو مثبت انداز میں چیزوں کی تشریح کی جائے، جس سے مثبت ذہنیت جنم لے۔ اور ایک مثبت ذہنیت صحت مند تعلقات، احساسات اور اتحاد کا باعث بنتی ہے۔ جبکہ چیزوں کی ہمیشہ منفی انداز میں تشریح کرنا انسان کو دوسروں کے بارے میں ہمیشہ منفی سوچنے اور عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، چاہے ان کا برتاؤ اچھا ہو۔ یہ صرف انسان کو دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے روکتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

"...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت زیادہ گمان سے بچو۔ بے شک کچھ گمان گناہ ہوتا ہے"

سماجی کاری - 22

سنن ابو داؤد نمبر 4815 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جب لوگ عوام میں ملیں تو عوامی سڑک کے حقوق کو ادا کریں۔

اس حدیث میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور ان چیزوں کی طرف نہ دیکھیں جو ان کے لیے حرام ہیں۔ درحقیقت انسان کو اپنے جسم کے ہر عضو مثلاً زبان اور کان کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں اگلی چیز جو نصیحت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں۔ اس میں تقریر کی صورت میں دونوں نقصانات شامل ہیں، جیسے کہ بد زبانی اور غیبت کرنا اور جسمانی حرکات سے ہونے والا نقصان۔ درحقیقت کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو لوگوں اور ان کے مال سے دور نہ رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے ذرائع کے مطابق عوام میں دوسروں کی مدد کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم وہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ دوسرے کو سلام کا اسلامی سلام واپس کرنا چاہیے۔ اس میں اپنے الفاظ کے ذریعے اسلامی سلام کا آغاز کرنا اور اپنے عمل اور دوسری تقریر میں دوسروں کو امن دکھانا شامل ہے۔ کسی کی باتوں سے دوسروں کو سکون پہنچانا اور پھر ان کے عمل اور دوسری تقریر سے انہیں نقصان پہنچانا خالص منافقت ہے۔

آخر میں، زیر بحث مرکزی حدیث مسلمانوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2172 کی حدیث میں مذکور تین درجات کے مطابق عمل کیا جائے۔ اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ اسے حدود اسلام کے اندر اپنے عمل سے کیا جائے۔ اگلی سطح یہ ہے کہ اسے اپنے الفاظ کے ساتھ کیا جائے۔ اور سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اسے اپنے دل سے کرنا یعنی چھپ کر کرنا۔ یہ فرض ہمیشہ اسلامی علم کے مطابق اور نرمی سے ادا کرنا چاہیے۔ جہاں ممکن ہو، دوسروں کو شرمندہ کرنے سے بچنے کے لیے اسے نجی طور پر کیا جانا چاہیے، کیونکہ یہ اکثر اچھے مشورے کو مسترد کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ بھی مناسب وقت پر کیا جانا چاہیے، مثال کے طور پر، ناراض شخص کے پرسکون ہونے کے بعد، کیونکہ غلط وقت پر اچھا مشورہ اکثر بے اثر ہوتا ہے۔ اکثر مسلمان صحیح بات کی نصیحت کرتے ہیں لیکن جیسا کہ وہ اسے سختی سے کرتے ہیں، وہ صرف لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مزید دور کرتے ہیں۔ اس لیے درست علم کو حسن سلوک کے ساتھ جوڑنا بہت ضروری ہے تاکہ اچھی نصیحت دوسروں پر مثبت انداز میں اثر انداز ہو۔ باب 3 علی عمران، آیت 159

پس اللہ کی رحمت سے آپ نے ان کے ساتھ نرمی کی۔ اور اگر تم بدتمیز ہوتے اور دل میں سخت "ہوتے تو وہ تمہارے اردگرد سے ہٹ جاتے۔

چونکہ ان خصوصیات کو عوامی طور پر اپنانا اور لاگو کرنا مشکل ہے، اس لیے کسی کو محفوظ آپشن کا انتخاب کرنا چاہیے اور عوام میں دوسروں کے ساتھ میل جول کو کم کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اکثر اچھے سے زیادہ نقصان کا باعث بنتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو ان خصوصیات کو اپنانا چاہیے اور تمام لوگوں کے لیے ظاہر کرنا چاہیے، خواہ ان کا مذہب کوئی بھی ہو۔

سماجی کاری - 23

سنن ابن ماجہ نمبر 4210 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حسد ایک سنگین اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حسد کرنے والے کا مسئلہ دوسرے انسان سے نہیں ہوتا۔ درحقیقت ان کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کیونکہ اسی نے وہ نعمت عطا فرمائی جس پر رشک کیا جاتا ہے۔ لہذا انسان کی حسد صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار اور انتخاب سے ناراضگی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غلطی کی ہے جب اس نے ان کے بجائے کسی دوسرے شخص کو ایک خاص نعمت مختص کی تھی۔

بعض لوگ حسد کرنے والے سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بلا شبہ گناہ ہے۔ سب سے بری قسم وہ ہے جب حسد کرنے والا مالک سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتا ہے خواہ حسد کرنے والا خود نعمت حاصل نہ کرے۔ حسد تب ہی جائز ہے جب کوئی شخص اپنے جذبات پر عمل نہ کرے، ان کے جذبات کو ناپسند کرے اور اسی طرح کی نعمت حاصل کرنے کی کوشش کرے بغیر اس کے کہ مالک ان کی نعمتوں سے محروم ہو۔ اگرچہ یہ قسم گناہ نہیں ہے لیکن اگر حسد کسی دنیوی نعمت پر ہو اور دینی نعمت پر ہو تو قابل تعریف ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 1896 کی ایک حدیث میں قابل تعریف قسم کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔ پہلا شخص جس پر حلال رشک کیا جا سکتا ہے وہ ہے جو حلال مال حاصل کرے اور خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے۔ دوسرا وہ شخص جس سے حسد کیا جا سکتا ہے وہ ہے جو اپنے علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرے اور دوسروں کو سکھائے۔

ایک غیرت مند مسلمان کو چاہیے کہ وہ حسد کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک اور حسن سلوک سے اس احساس کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرے، جیسے کہ ان کی خوبیوں کی تعریف

کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا، یہاں تک کہ اس کی حسد ان کے لیے محبت بن جائے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق، انہیں اپنی حسد کو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے کبھی نہیں روکنا چاہیے۔

ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے لامحدود علم اور حکمت کے مطابق نعمتیں مختص کرتا ہے۔ یعنی وہ ہر ایک کو وہی دیتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہے۔ باب 2
البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس لیے دوسروں سے حسد کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی رضا کے لیے استعمال کرنے میں مصروف رہنا چاہیے۔ یہ نعمتوں میں اضافے کا باعث بنے گا، کیونکہ یہ روئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔

اس کے علاوہ، یہ ذہنی سکون کا باعث بنے گا، جو مستقل حسد کرنے والے کو کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

سماجی کاری - 24

جامع ترمذی نمبر 1337 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں ملعون ہیں۔

لعنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ختم کرنا شامل ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو دنیوی اور دینی معاملات میں حقیقی پائیدار امن اور کامیابی ممکن نہیں رہتی۔ جو بھی دنیاوی کامیابی، مثلاً مال رشوت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں بڑی مشکل، تناؤ اور عذاب کا باعث بن جائے گا، بشرطیکہ کوئی سچے دل سے توبہ کرے۔ چونکہ رشوت غیر قانونی ہے، اس لیے کوئی بھی نیکی جس پر اس کا استعمال کیا جائے، رد کر دیا جائے گا اور اسے گناہ کے طور پر درج کیا جائے گا۔ رشوت لینے والا اگر کسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بھی لوگوں کے خلاف اس کے گناہ انہیں قیامت کے دن تباہی کی طرف لے جائیں گے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ایمان کے تین پہلوؤں کا صحیح طور پر پورا ہونا ممکن نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا۔

بدقسمتی سے، اس دن اور دور میں رشوت کا بڑا گناہ دنیا کے تمام حصوں میں بہت عام ہو گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک میں یہ کھلے عام اور زیادہ ترقی یافتہ ممالک میں خفیہ طور پر کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، رشوت میں ایک شخص شامل ہوتا ہے جو بااثر لوگوں کو تحفہ پیش کرتا ہے، جیسے کہ جج، کچھ حاصل کرنے کے لیے جو ان کی نہیں ہے۔ صرف اس وقت رشوت کو گناہ کے طور پر درج نہیں کیا جائے گا جب کسی کو اپنی جائیداد کی واپسی کے لیے رشوت دینے پر مجبور کیا جائے۔ اس معاملے میں لعنت ہے رشوت لینے والے پر۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اگر مسلمان بحیثیت مجموعی رشوت خوری اور دیگر بدعنوانی کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو انہیں خود ان سے بچنا چاہیے۔ جب یہ درست رویہ انفرادی سطح پر اپنایا جائے گا تو اس کا اثر سماجی اور سیاسی عہدوں پر فائز افراد پر پڑے گا۔ ان لوگوں کے اس طرح کام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ معاشرے کو بذات خود بدعنوانی پر عمل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن اگر معاشرہ، انفرادی سطح پر، ان طریقوں کو مسترد کرتا ہے، تو کوئی سماجی یا سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والا شخص اس طرح سے کام کرنے کی ہمت نہیں کرے گا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ لوگ اس کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے۔

سماجی کاری - 25

سنن ابن ماجہ نمبر 4102 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

ایک مسلمان اپنے دنیاوی مال سے بچ کر اور اس کی خواہش کر کے لوگوں کی محبت حاصل کر سکتا ہے۔ حقیقت میں، ایک شخص دوسروں کے ساتھ صرف اس وقت منفی رویہ اختیار کرتا ہے جب وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے فعال طور پر ان کے مال کی خواہش رکھتے ہیں یا جب دوسرے دنیاوی چیزوں کے لیے سرگرمی سے مقابلہ کرتے ہیں جن کی وہ خود خواہش کرتے ہیں۔ مطلب، دوسروں کے ساتھ مسابقت کے ذریعے اپنے پاس موجود چیزوں کو کھونے اور ان چیزوں کو کھونے کا خوف، جو دوسروں کے تنہا منفی جذبات کا باعث بن سکتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس حدیث کے پہلے حصے پر عمل کرنے کے بجائے اپنے آپ کو مشغول کر لے تو یہ اسے ان فاضل دنیاوی چیزوں کے لیے مقابلہ کرنے سے روک دے گا جن کی دوسروں کی خواہش ہوتی ہے، کیونکہ ان خواہشات کی اکثریت غیر ضروری دنیاوی چیزوں کے لیے ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان دوسروں کے نفس اور مال سے اپنے نقصان کو دور رکھے جو کہ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی نشانی ہے تو وہ لوگوں کی محبت بھی حاصل کر لے گا۔

سماجی کاری - 26

جامع ترمذی نمبر 1993 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص جھگڑنے سے گریز کرے خواہ وہ حق پر ہو، اسے جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر دیا جائے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک سچے مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنی رائے کو فروغ دینے کے لیے بحث و مباحثہ نہ کرے۔ اس کے بجائے انہیں سچائی کو فروغ دینے کے لیے معلومات پیش کرنی چاہیے۔ اس کا اطلاق دنیاوی اور دینی دونوں معاملات پر ہوتا ہے۔ جس کا مقصد حق کو فروغ دینا ہو وہ بحث نہیں کرے گا۔ صرف وہی جو خود کو فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے برعکس جو بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ دلائل جیتنے سے کسی کے درجے میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ دونوں جہانوں میں کسی کا درجہ صرف اس وقت بڑھتا ہے جب وہ بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس کے بجائے سچ کو پیش کرتے ہیں یا جب ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو اسے قبول کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ بات چیت کرتے وقت دوسروں کے ساتھ آگے پیچھے جانے سے گریز کرے کیونکہ یہ بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ یہی صحیح ذہنیت ہے جس کی طرف باب 16 النحل آیت 125 میں اشارہ کیا گیا ہے

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس ” طریقے سے بحث کرو جو بہترین ہو۔“

ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کا فرض یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو کسی چیز کو قبول کرنے پر مجبور کریں۔ ان کا فرض صرف سچ کو پیش کرنا ہے کیونکہ زبردستی بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22

"تو یاد دلائیں کہ آپ صرف ایک یاد دہانی ہیں۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

ایک مسلمان کو اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی دباؤ ڈالنا چاہئے اگر دوسرے ان کی رائے سے متفق نہ ہوں۔ جب کوئی ان اختلافات کو برقرار رکھتا ہے، تو وقت گزرنے کے ساتھ یہ ان کے اور دوسروں کے درمیان دشمنی کا سبب بن سکتا ہے، جو ٹوٹنے اور ٹوٹنے والے تعلقات کا باعث بن سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے لوگوں کے ساتھ تعلقات توڑنے کا گناہ بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس طرح کے معاملات میں، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیزوں کو جانے دیں اور کسی ایسے شخص کے بارے میں منفی جذبات پیدا نہ کریں جو ان کی رائے اور انتخاب سے متفق نہیں ہے۔ اس کے بجائے انہیں اپنے آپ کو اختلاف رائے پر راضی کرنے کے لیے دباؤ ڈالنا چاہیے اور بغیر کسی بیمار جذبات کے صورتحال سے آگے بڑھنا چاہیے۔ ایسا کرنے میں ناکام رہنے والا اپنے آپ کو ہمیشہ دوسروں کے لیے جھگڑا اور دشمنی رکھتا پائے گا کیونکہ وہ اپنی خصوصیات اور ذہنیت کے فرق کی وجہ سے بعض موضوعات اور مسائل پر دوسروں سے اختلاف کرنے کے پابند ہیں۔ اس اصول کو سمجھنا اس دنیا میں امن کی تلاش کا شاخصانہ ہے۔

اسلام کی واضح تعلیمات سے اختلاف کرنے والوں سے بحث نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں انہیں دوست کے طور پر نہیں لینا چاہئے، کیونکہ کوئی ان کے ساتھیوں سے مثبت یا منفی طور پر متاثر ہوگا۔ بلکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کا احترام کرنا چاہیے اور ان کے حقوق کو پورا کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ غیر ضروری میل جول سے گریز کرنا چاہیے۔

سماجی کاری - 27

صحیح مسلم نمبر 290 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ بدگمانی پھیلانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

یہ وہ ہے جو گپ شپ پھیلاتا ہے، چاہے یہ سچ ہو یا نہیں، جو لوگوں کے درمیان مسائل کا باعث بنتا ہے اور رشتوں میں دراڑ اور ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتا ہے۔ یہ ایک خبیث خصلت ہے اور جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں وہ درحقیقت انسان کے شیطان ہیں کیونکہ یہ ذہنیت شیطان کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ لوگوں کے درمیان جدائی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ باب 104 الحمزہ، آیت 1

”ہر غیبت کرنے والے اور بہتان لگانے والے کے لیے ہلاکت ہے۔“

اگر یہ لعنت ان کو گھیرے ہوئے ہے تو اللہ تعالیٰ سے ان کے مسائل حل کرنے اور انہیں نعمتوں سے نوازنے کی امید کیسے کی جا سکتی ہے؟ صرف وہی وقت قابل قبول ہے جب کوئی دوسروں کو خطرے سے خبردار کر رہا ہو۔

ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ کسی افسانہ نگار کی طرف توجہ نہ کرے کیونکہ وہ بدکار لوگ ہیں جن پر بھروسہ یا یقین نہیں کیا جانا چاہیے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا ”
“نہ ہو کہ تم کسی قوم کو جہالت کی وجہ سے نقصان پہنچا دو۔

:اور باب 24 النور، آیت 12

جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بارے میں اچھا کیوں نہ سمجھا ”
“اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے؟

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ کہانی سنانے والے کو اس بری صفت کو جاری رکھنے سے روکے
اور انہیں سچے دل سے توبہ کرنے کی تلقین کرے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ
ایک مسلمان کو اس شخص کے خلاف کوئی بری خواہش نہیں رکھنی چاہیے جس نے ان کے
:بارے میں یا دوسروں کے بارے میں بُرا کہا ہو۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

“...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت زیادہ گمان سے بچو۔ بے شک کچھ گمان گناہ ہوتا ہے”

یہی آیت مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ وہ دوسروں کی جاسوسی کر کے کہانی کے علمبردار کو
:ثابت یا غلط ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

“...اور جاسوسی نہ کرو”

بجائے اس کے کہ کہانی بیان کرنے والے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس کی اطلاع کسی دوسرے شخص کو نہ بتائے اور نہ ہی اس کا تذکرہ کرے کیونکہ اس سے وہ بھی کہانی سنانے والا بن جائے گا۔

مسلمانوں کو قصہ گوئی اور افسانہ نگاروں کی صحبت سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ اس وقت تک بھروسہ یا صحبت کے لائق نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو کسی شخص کے ساتھ دوسروں کے بارے میں گپ شپ کرتا ہے، وہ اس شخص کے بارے میں بھی دوسروں کے ساتھ گپ شپ کرے گا۔

آخر میں، جیسا کہ کہانی سنانے والے نے لوگوں پر ظلم کیا، انہیں اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ ان کے متاثرین انہیں پہلے معاف نہ کر دیں۔ چونکہ لوگ اتنے مہربان اور معاف کرنے والے نہیں ہیں، اس لیے یہ بات اس بات کا باعث بن سکتی ہے کہ کہانی سنانے والا اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو دے دے اور اگر ضرورت ہو تو قیامت کے دن کہانی سنانے والا اپنے متاثرین کے گناہ لے لے گا۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ آخر میں، مرکزی حدیث میں جنت سے محروم ہونے کی تنبیہ، قصہ گو کے لیے آسانی سے ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کی شروع کردہ بدنیتی پر مبنی گپ شپ جنگل کی آگ کی طرح آسانی سے پھیل سکتی ہے۔ کمیونٹی اور یہاں تک کہ دنیا، سوشل میڈیا کے ذریعے۔ نتیجتاً، گپ شپ شروع کرنے والا ہر اس شخص کے گناہ میں حصہ دار ہوگا جو اس گپ شپ پر بحث کرتا ہے۔ اور ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے گا، جب تک ان کی شروع کردہ گپ شپ کا چرچا ہوتا رہے گا۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

لہذا، کسی کو ہمیشہ دوسروں کے بارے میں گپ شپ کرنے سے گریز کرتے ہوئے اس خطرناک نتائج سے بچنا چاہیے، جیسا کہ وہ دوسروں کے لیے ان کے بارے میں گپ شپ کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ اگر کسی کو دوسروں کے بارے میں بات کرنی چاہیے تو اسے مثبت انداز میں کرنا چاہیے ورنہ خاموش رہنا چاہیے۔

سماجی کاری - 28

صحیح بخاری نمبر 2409 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ ہر شخص ایک ولی ہے اس لیے اس کی زیر نگرانی چیزوں کا ذمہ دار ہے۔

ایک مسلمان سب سے بڑی چیز جس کا محافظ ہے وہ ان کا ایمان ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو نبھانے کی کوشش کریں۔

اس ولایت میں ہر وہ نعمت بھی شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے، جس میں ظاہری چیزیں شامل ہیں، جیسے مال، اور اندرونی چیزیں، جیسے کہ جسم۔ ایک مسلمان کو ان چیزوں کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کر کے ان کی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو صرف حلال چیزوں کو دیکھنے کے لیے، اپنی زبان کو صرف حلال اور فائدہ مند الفاظ اور اپنے مال کو فائدہ مند اور نیک طریقوں سے دیکھنے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

یہ سرپرستی کسی کی زندگی میں دوسروں تک بھی پھیلتی ہے، جیسے رشتہ دار اور دوست۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کو یہ ذمہ داری اپنے حقوق کی ادائیگی کے ذریعے ادا کرنی چاہیے، جیسے کہ ان کو فراہم کرنا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ کسی کو دوسروں سے الگ نہیں ہونا چاہیے، خاص کر دنیاوی مسائل میں۔ اس کے بجائے، انہیں اس امید پر ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا جاری رکھنا چاہیے کہ وہ بہتر کے لیے بدل جائیں گے۔ اس سرپرستی میں کسی کے بچے بھی شامل ہیں۔ ایک مسلمان کو مثال کے طور پر رہنمائی کرتے ہوئے ان کی رہنمائی کرنی چاہیے، کیونکہ یہ بچوں کی رہنمائی کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ انہیں

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اور اپنے بچوں کو بھی ایسا ہی کرنا سکھائیں۔ اس کی جڑ میں اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے۔

نتیجہ اخذ کرنا کہ اس حدیث کے مطابق ہر ایک کو کسی نہ کسی قسم کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ علم حاصل کریں اور ان کی تکمیل کے لیے اس پر عمل کریں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک حصہ ہے، اس لیے قیامت کے دن ان سے سوال کیا جائے گا۔ باب 17 الاسراء، آیت 34

اور [ہر] [عہد کو پورا کرو۔ بیشک عہد ہمیشہ] جس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔[...]"

سماجی کاری - 29

صحیح بخاری نمبر 1240 میں موجود ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق درج کیے ہیں۔

سب سے پہلے، وہ سلام کا جواب دیں، خواہ جواب دینا ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی تقریر اور عمل کے ذریعے دوسروں کے ساتھ امن اور مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عملی طور پر امن کے اسلامی سلام کو پورا کرنا چاہیے۔ کسی کو سلام کا اسلامی سلام پیش کرنا اور پھر اس کے فعل یا دوسرے الفاظ سے اسے نقصان پہنچانا انتہائی منافقانہ ہے۔ اس کے علاوہ، یہ امن دوسروں کو بھی دکھایا جانا چاہئے جو موجود نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر، دو مسلمان جو ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ اپنی بات یا عمل سے بھی دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اسلامی سلام کا صحیح مفہوم یہی ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی چیز جس کی نصیحت کی گئی ہے وہ بیمار کی عیادت ہے۔ ایک مسلمان کو بیمار مسلمانوں کی عیادت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ان کی جسمانی اور نفسیاتی مدد ہو۔ تمام بیمار مسلمانوں کی عیادت کرنا مشکل ہوگا لیکن اگر ہر مسلمان کم از کم اپنے بیمار رشتہ داروں کی عیادت کرے تو بیماروں کی اکثریت کو یہ سہارا ملے گا۔ ایک مسلمان کو بیمار شخص اور ان کے گھر والوں سے ملنے سے پہلے ان سے رابطہ کرنا چاہیے تاکہ مناسب وقت کا بندوبست کیا جا سکے۔ ہر قسم کی فضول اور گناہ والی باتوں اور کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے، جیسے کہ گپ شپ، ورنہ مسلمان برکت کے بجائے گناہ ہی کمائے گا۔ انہیں زیادہ دیر تک نہیں رہنا چاہئے تاکہ بیمار شخص یا ان کے گھر والوں کو تکلیف نہ ہو۔

اس کے بعد، ایک مسلمان کو، جب ممکن ہو، دوسرے مسلمانوں کے جنازے میں شرکت کرنی چاہیے، کیونکہ ہر شریک میت کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور موت کی یاد دلانے اور اس کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے سے فائدہ اٹھاتا ہے، جس میں عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا۔ جس طرح کوئی چاہتا ہے کہ دوسرے ان

کے جنازے میں شریک ہوں اور ان کے لیے دعائیں کریں، انہیں بھی دوسروں کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، جنازے میں شرکت کرنا اس بات کا تعین کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کہ آیا متوفی کے خاندان کو کسی اور مدد کی ضرورت ہے، جیسے کہ مالی مدد۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق ان کی مدد کرے جس طرح وہ اپنی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کی مدد کرنے والا اس کی نصرت حاصل کرے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کھانے اور اجتماعی تقریبات کی دعوت قبول کرنی چاہیے، بشرطیکہ کوئی غیر شرعی یا ناپسندیدہ کام انجام نہ دیا جائے، جو کہ اس زمانے میں بہت کم ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ایسے سماجی پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں جہاں غیر قانونی یا ناپسندیدہ چیزیں ہوتی ہیں اور اپنے اعمال کی تائید کے لیے اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے آسمانی تعلیمات کی غلط تشریح نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ صریح گمراہی اور عذاب الہی کی دعوت ہے۔ اجتماعی تقریبات میں شرکت کرنی چاہیے جہاں حلال چیزیں ہوتی ہیں اور فائدہ مند دنیوی اور دینی باتیں ہوتی ہیں۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہوشیار رہنا چاہیے کہ وہ فضول اور برے کاموں اور تقریروں سے اجتناب کریں بصورت دیگر اجتماعیت سے بچنا ان کے لیے بہتر ہے۔

آخر میں، زیر بحث مرکزی حدیث مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے ختم ہوتی ہے کہ چھینک آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے مسلمان کے لیے دعا کریں۔ عام طور پر، یہ انسان کو ہمیشہ دوسروں، خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ مثبت انداز میں سوچنے اور برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں، اس طرح ان سے کسی قسم کی شکرگزاری کی خواہش اور امید نہ رکھیں، جیسا کہ ان کی طرف سے دعا۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

سماجی کاری - 30

صحیح مسلم نمبر 6534 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو تین دن سے زیادہ ترک کرے۔

یہ ان لوگوں پر لاگو ہوتا ہے جو دنیاوی وجوہات کی بنا پر دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگرچہ کسی کو مذہبی وجہ سے ترک کرنا جائز ہے، لیکن اسلام کی تعلیمات کے مطابق اس کے ساتھ تعلق قائم رکھنا اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ جاری رکھنا بہت افضل ہے۔ یہ طرز عمل گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دینے میں ان کو ترک کرنے سے کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوگا۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیکی کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرتا رہے اور برے کاموں سے روکتا رہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ متحد ہو جائیں اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں کیونکہ اتحاد طاقت کا باعث بنتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بہت کم تھی لیکن جب وہ متحد رہے تو تمام امتوں پر غالب آگئے۔ بدقسمتی سے اس اہم فریضے کو پورا نہ کرنا ایک وجہ ہے کہ مسلمانوں کی عمومی طاقت وقت کے ساتھ ساتھ کمزور ہوتی گئی حالانکہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کو تین دن دیے گئے ہیں جہاں وہ دوسرے مسلمان سے بچ سکتے ہیں۔ اس رعایت کی وجہ یہ ہے کہ غصے پر قابو پانا مشکل ہو سکتا ہے اور اکثر لوگوں کو اس کے حصول کے لیے وقت درکار ہوتا ہے اور دنیاوی مسائل کے ادراک کے لیے وقت درکار ہوتا

ہے کہ تعلقات منقطع ہو جائیں۔ جو لوگ اپنے غصے پر قابو پانے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں انہیں اس رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور جس سے وہ ناراض ہوتے ہیں اس سے بچنا چاہیے، جیسا کہ اکثر غصے میں کوئی ایسی بات کرتا اور کہتا ہے جس سے دونوں جہانوں میں مزید مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام انسانوں کی ذہنیت کے لیے بالکل موزوں ہے اور اسی لیے ضابطہ اخلاق مرتب کرتے وقت اس کو مدنظر رکھتا ہے۔

جو شخص کسی دوسرے مسلمانوں کو دنیاوی مسائل میں تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اسے ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس طرح ترک نہ ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہے جیسا کہ وہ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سماجی کاری - 31

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 28 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی خصلت کی نصیحت فرمائی جو مسلمان کو جنت کی طرف لے جاتی ہے یعنی انسان کے نقصان کو لوگوں سے دور رکھنا۔ اس کو پورا کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو کسی شخص اور اس کے مال سے دور نہ رکھے، خواہ اس کا مذہب کوئی بھی ہو۔ جو دوسروں کے ساتھ زیادتی کرتا ہے وہ دیکھے گا کہ قیامت کے دن انصاف ہو گا۔ وہ مجبور ہوں گے کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو دیں اور اگر ضرورت پڑے تو ان کے گناہ لے لیں۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کے بجائے دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ نہ صرف اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد بھی کریں گے۔

سماجی کاری - 32

جامع ترمذی نمبر 1921 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو شخص چھوٹوں پر رحم کرنے، بڑوں کا احترام اور حکم دینے میں ناکام رہے تو وہ سچے مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ نیکی اور برائی سے روکنا۔

تمام لوگوں کے ساتھ ان کے عقیدے، عمر یا سماجی حیثیت سے قطع نظر احترام اور مہربانی سے پیش آنا چاہیے۔ درحقیقت، کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اور اس میں بلاشبہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ، کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں اور اپنے مال سے دور نہ رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

نوجوانوں پر رحم کرنے میں ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف رہنمائی کرنا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان دنیاوی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

نوجوانوں کو سبق سکھانا مثال کے طور پر رہنمائی کے ذریعے کیا جانا چاہئے، کیونکہ یہ دوسروں خصوصاً نوجوانوں کی رہنمائی کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ انہیں صرف اچھے لوگوں کے ساتھ چلنے کی ترغیب دی جانی چاہئے کیونکہ ایک شخص اپنے ساتھیوں کی منفی یا مثبت خصوصیات کو اپناتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آخر میں انہیں یہ بتانا چاہیے کہ اسلام ایک سادہ اور آسان مذہب ہے جو انہیں کافی حلال تفریح کی اجازت دیتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4835 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نوجوانوں پر رحم کرنے سے وہ دوسروں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسروں پر رحم کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم کرتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

بزرگوں کا احترام کرنے میں ان کے ساتھ صبر کرنا اور ان سے بحث نہ کرنا شامل ہے۔ ایک مسلمان بڑوں سے اختلاف کر سکتا ہے لیکن حسن اخلاق اور احترام کا ہر حال میں خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی ہر وقت مدد کی جانی چاہیے جس میں جسمانی، جذباتی اور مالی مدد شامل ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بزرگوں کا احترام کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اجازت دی جائے۔ برائی پر احترام اور حسن سلوک سے اعتراض کرنا چاہئے اور کسی کی عمر کو اس سے باز نہیں آنا چاہئے۔ زیر بحث مرکزی حدیث کے آخری حصے میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، کوئی بزرگوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو جائیں گے تو دوسرے ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو اسلامی علم کے مطابق نرمی سے نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا چاہیے۔ سختی اکثر لوگوں کو سچائی سے دور دھکیل دیتی ہے۔ جب ممکن ہو، کسی کو ذاتی طور پر دوسروں کو نصیحت کرنی چاہیے، کیونکہ ایسا عوامی طور پر لوگوں کو شرمندہ کر سکتا ہے۔ ایک شرمندہ شخص کے اچھے مشورے پر عمل کرنے کا امکان کم ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کو اس فرض کو جاری رکھنا چاہیے خواہ اس سے لوگوں پر کوئی اثر پڑے یا نہ ہو، کیونکہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ انہیں ان کی خلوص نیت اور کوششوں کا صلہ ملے گا۔ کسی کو اپنے زیر کفالت افراد کے سلسلے میں اس فرض سے کبھی دستبردار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان کے زیر کفالت افراد کی رہنمائی کرنا ان کا فرض ہے۔ آخر میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے مشورے پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرے، ورنہ دوسروں کے لیے ان کی نصیحت بے اثر ہو جائے گی۔

سماجی کاری - 33

صحیح مسلم نمبر 6593 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت اور غیبت کا مفہوم بیان فرمایا۔

غیبت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی کسی کی غیر موجودگی میں اس طرح تنقید کرے جو اسے ناگوار گزرے، حالانکہ یہ سچ ہے۔ جبکہ غیبت غیبت کے مترادف ہے سوائے اس کے کہ قول صحیح نہیں ہے۔ ان گناہوں میں بنیادی طور پر تقریر شامل ہوتی ہے لیکن اس میں دوسری چیزیں شامل ہو سکتی ہیں، جیسے ہاتھ کے اشارے کا استعمال۔ یہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں اور غیبت کو قرآن مجید میں اپنے بھائی کی لاش کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12:

اور ایک دوسرے کی جاسوسی یا غیبت نہ کریں۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ "...
"اپنے بھائی کے مرنے پر اس کا گوشت کھائے؟ تم اس سے نفرت کرو گے"

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ گناہ ان اکثر گناہوں سے بھی بدتر ہیں جو انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہونے والے گناہ اس کی طرف سے معاف ہو جاتے ہیں اگر گناہ گار سچے دل سے توبہ کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ غیبت کرنے والے یا بہتان لگانے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ ان کا شکار پہلے انہیں معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو قیامت کے دن غیبت کرنے والے / بہتان لگانے والے کی نیکیاں ان کے شکار کو بطور معاوضہ دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو انصاف کے قائم ہونے تک مقتول کے گناہ اس کے غیبت کرنے والے کو دئیے جائیں گے۔ یہ غیبت کرنے والے / بہتان لگانے والے کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

غیبت صرف اس وقت جائز ہے جب کوئی دوسرے شخص کو نقصان سے خبردار کر رہا ہو اور اس کی حفاظت کر رہا ہو یا اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے خلاف کسی تیسرے فریق کے ساتھ شکایت حل کر رہا ہو، جیسے کہ قانونی مقدمہ۔

سب سے پہلے ان کبیرہ گناہوں کے برے نتائج کا علم حاصل کر کے غیبت اور غیبت سے بچنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کو صرف وہ الفاظ ادا کرنے چاہئیں جو وہ خوشی سے اس شخص کے سامنے کہے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ اسے جارحانہ انداز میں نہیں لیں گے۔ تیسرا یہ کہ ایک مسلمان کو دوسرے کے بارے میں صرف اس صورت میں الفاظ ادا کرنے چاہئیں جب وہ کسی دوسرے کے بارے میں یہ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کہنے میں کوئی اعتراض نہ کرے۔ مطلب، انہیں دوسروں کے بارے میں بات کرنی چاہئے کہ وہ کس طرح چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں بات کریں۔ آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عیوب کو ٹھیک کرنے پر توجہ دے اور جب خلوص نیت سے کرے تو وہ دوسروں کی غیبت اور غیبت سے باز آجائے گا۔

غیبت کرنے والوں اور غیبت کرنے والوں کی صحبت سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ مصیبتیں ڈالنے والے ہیں جو جلد یا بدیر ان کی غیبت یا غیبت کریں گے۔ انہیں نرمی سے دوسروں کو ان کبیرہ گناہوں سے خبردار کرنا چاہیے، جب تک کہ وہ جسمانی نقصان سے محفوظ رہیں۔ انہیں دوسروں کے بارے میں بولی جانے والی گپ شپ پر کبھی یقین نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ گپ شپ کی اکثریت یا تو مکمل طور پر جھوٹی ہوتی ہے یا یہ بہت سے جھوٹ کے ساتھ مل جاتی ہے۔ کسی کو دوسروں کی عزت کا دفاع کرنا چاہیے، جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی غیر موجودگی میں ان کی عزت کا دفاع کریں۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1931 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ دوسروں کے بارے میں جو گپ شپ سنتے ہیں اسے نظر انداز کر دینا چاہیے اور اسے کبھی بھی اپنے رویے پر اثر انداز ہونے نہیں دینا چاہیے۔ اس کے بجائے انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

ایک مسلمان کو اس حقیقت سے کبھی بے وقوف نہیں ہونا چاہیے کہ معاشرے میں دوسروں کی غیبت کرنا اور غیبت کرنا معمول بن چکا ہے۔ دوسروں کے گناہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کسی کے گناہوں کی شدت کو کبھی کم نہیں کر سکتے اور نہ ہی دوسروں کے گناہ گناہوں کو جائز قرار دے

سکتے ہیں۔ یہ ایک احمقانہ رویہ ہے جسے ایک دنیا دار جج بھی قبول نہیں کرے گا، پھر ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے کیسے یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ اسے قبول کرے؟

سماجی کاری - 34

جامع ترمذی نمبر 1855 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض خصوصیات کی نصیحت فرمائی ہے جو مسلمان کو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔

آخری خصوصیت جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ دوسروں تک امن کے اسلامی سلام کو پھیلانا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل اور قول سے سب کو امن دے کر اس نیک عمل کے حقیقی معنی کو پورا کرے۔ کسی کو سلام کا اسلامی سلام پیش کرنا اور پھر کسی کے فعل اور قول سے اسے نقصان پہنچانا منافقت ہے۔

ایک سچے مسلمان اور مومن کو چاہیے کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھے، خواہ وہ کسی بھی عقیدے کا ہو۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس میں دوسروں کی مدد کرنا بھی شامل ہے جیسے کہ جذباتی یا جسمانی مدد۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ملے گی۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 225 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ سادہ لفظوں میں ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرے جیسا کہ وہ اپنے قول و فعل سے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

سماجی کاری - 35

صحیح مسلم نمبر 7432 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو مخلوق سے بے نیاز ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اسباب مثلاً اپنی جسمانی طاقت کو پوری طرح استعمال کرے۔ انہیں سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے اور لوگوں سے غیر ضروری چیزوں کی تلاش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ عادت ان پر انحصار کا باعث بنتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل کم ہو جاتا ہے۔ اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، جو کچھ بھی ان کا مقدر ہے وہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کر دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے وسائل جیسے کہ اپنی جسمانی طاقت کو استعمال کرنے پر توجہ دینی چاہیے اور اس بات پر بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہی عطا کرے گا جو ان کے لیے بہتر ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے، کوئی شخص دوسروں پر غلط طور پر انحصار کر سکتا ہے جب وہ یہ مانے کہ کوئی شخص، جیسا کہ ایک مذہبی اور روحانی استاد، ان کی دعاؤں اور شفاعت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ رویہ صرف سستی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جیسا کہ کسی کا ماننا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق برتاؤ کرنے کے لیے آزاد ہیں اور پھر بھی اپنے روحانی استاد کے ذریعے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔ ایک مسلمان کو اس گمراہی سے بچنا چاہیے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا چاہیے، جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل کی، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خلوص نیت سے محنت کی۔ ، ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کی گئی تھیں۔ یہی صحیح رویہ ہے جسے اپنانا چاہیے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری خصوصیت گمنام ہونا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلمان کو شہرت یا ناموری حاصل کرنے کے لیے دنیاوی یا دینی معاملات میں کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ یہ رویہ بہت سے گناہوں کا باعث بن سکتا ہے، جیسا کہ دکھاوا، جو کسی کے اجر کو تباہ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ شہرت حاصل کرنا دین کے لیے دو بھیڑیوں سے زیادہ تباہ کن ہے جنہیں بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، ایک مسلمان کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور اگر وہ نمایاں ہو جائیں، تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کو برقرار رکھیں، لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اس کی اطاعت میں کوئی تبدیلی کیے بغیر، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث ہے۔

سماجی کاری - 36

جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اس پر لعنت فرمائی جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے۔

حق پر قائم رہتے ہوئے مذاق کرنا گناہ نہیں ہے لیکن مستقل مزاجی سے کرنا مشکل ہے۔ حد سے زیادہ مذاق کرنے والا بالآخر پھسل جائے گا اور ایسے الفاظ کہے گا جو گناہ کے ہیں، جیسے جھوٹ، غیبت یا دوسروں کا مذاق اڑانا۔ لہذا حد سے زیادہ مذاق کرنے سے بچنا زیادہ محفوظ ہے جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1995 میں موجود حدیث میں آئی ہے۔ اس کے علاوہ حد سے زیادہ مذاق کرنے والا خواہ وہ ہمیشہ سچ بولنے اور کسی کی دل آزاری نہ کرنے کا انتظام کرے تو اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک روحانی بیماری جس کے بارے میں سنن ابن ماجہ نمبر 4193 میں موجود حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے، یعنی روحانی طور پر مردہ دل۔ یہ اس شخص کو ہوتا ہے جو بہت زیادہ مذاق کرتا ہے اور ہنستا ہے، کیونکہ یہ ذہنیت اس سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ہمیشہ مضحکہ خیز مسائل پر سوچیں اور ان پر گفتگو کریں اور سنگین مسائل سے گریز کریں۔ موت اور آخرت کی تیاری کا معاملہ سنگین مسائل ہیں اور اگر کوئی ان کے بارے میں سوچنے اور بحث کرنے سے گریز کرے تو وہ ان کے لیے کبھی بھی صحیح طریقے سے تیاری نہیں کر سکتا۔ تیاری کی یہ کمی ان کے روحانی دل کی موت کا سبب بنے گی۔ درحقیقت جو شخص آخرت کے بارے میں جتنی سنجیدگی سے غور کرے گا اتنا ہی کم ہنسے گا اور مذاق کرے گا۔ صحیح بخاری نمبر 6486 کی ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

اکثر مذاق کرنا بھی دوسروں کو ان کے لیے احترام سے محروم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ بہت سے مسائل کا سبب بن سکتا ہے، جیسے کہ جب وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں تو اس کو سنجیدگی سے نہ لینا، چاہے یہ ان کے اپنے بچوں کو ہی کیوں نہ ہو۔

ضرورت سے زیادہ مذاق اکثر لوگوں کے درمیان دشمنی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ کوئی آسانی سے چیزوں کو سنجیدگی سے لے سکتا ہے۔ یہ ٹوٹے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کی طرف جاتا ہے۔

درحقیقت، بہت سے لوگ لطیفوں کی وجہ سے اکثر جسمانی اور جذباتی طور پر زخمی ہوتے ہیں۔ معاشرے میں لوگوں کے درمیان جھگڑے اور جھگڑے کی اکثریت مذاق سے شروع ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ، مذاق کرتے وقت اونچی آواز میں یا بھرے منہ سے ہنسنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ اسلام میں یہ ناپسندیدہ ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6092 میں موجود حدیث کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی مسکراہٹ تھی۔

ایک مسلمان کو ہر حال میں جھوٹ بولنے سے گریز کرنا چاہیے یہاں تک کہ مذاق کرتے ہوئے بھی، کیونکہ اس سے وہ جنت کے بیچ میں گھر حاصل کر لے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4800 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو بالکل بھی مذاق نہیں کرنا چاہیے۔ جھوٹ جیسے گناہوں سے بچتے ہوئے وقتاً فوقتاً مذاق کرنا قابل قبول ہے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار مذاق کیا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1990 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ حد سے زیادہ مذاق ہے جو کہ اگر گناہ سے متعلق ہو تو ناپسندیدہ اور گناہ ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے جان بوجھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی روایت کی غلط تشریح کرنا گناہ ہے۔ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی گناہ کے کبھی کبھار ہی مذاق کیا ہو تو مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، لوگوں کے ساتھ خوش مزاج رہنے میں بھی بڑا فرق ہے، جیسے کہ مسکرانا، اور حد سے زیادہ مذاق کرنا۔ امام بخاری کی ادب المفرد نمبر 301 میں موجود ایک حدیث کے مطابق خوش مزاج ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، یہاں تک کہ دوسروں کو راحت کا احساس دلانے کے لیے مسکرانا بھی صدقہ ہے، جامع ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق، نمبر 1970۔ لہذا کسی کو یقین نہیں کرنا چاہیے کہ زیادہ مذاق کرنے سے گریز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ہمیشہ اداس اور افسردہ رہیں۔ مزاج

سماجی کاری - 37

صحیح بخاری نمبر 2673 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو شخص دوسروں کا مال ناجائز طور پر ہتھیانے کے لیے جھوٹی گواہی دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ جبکہ وہ ان سے ناراض ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس کا اطلاق تمام لوگوں کی ملکیت لینے پر ہوتا ہے، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ یہی نتیجہ ہو گا اگر کوئی شخص اپنی زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، جیسے فرض نمازوں کی ادائیگی۔ بدقسمتی سے، یہ عام طور پر، خاص طور پر تیسری دنیا کے ممالک میں ہوتا ہے، جہاں مسلمان کسی ایسی چیز کو لینے کے لیے قانونی عدالت میں جھوٹے دعوے دائر کرتے ہیں جو ان کی نہیں ہوتی، جیسے کہ مال اور جائیداد۔ صحیح بخاری نمبر 2654 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ درحقیقت یہ حدیث جھوٹ کو شرک اور والدین کی نافرمانی کے بعد رکھتی ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی یہی فرمایا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 30

”پس بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے بچو۔“

سنن ابن ماجہ نمبر 2373 میں موجود ایک حدیث اس شخص کو سخت تنبیہ کرتی ہے جو جھوٹی گواہی سے سچے دل سے توبہ نہیں کرتا۔ اگر وہ توبہ کرنے میں ناکام رہے تو وہ قیامت کے دن اس وقت تک حرکت نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں نہ بھیج دے۔ درحقیقت جو کوئی ایسی چیز لینے کے لیے جھوٹی گواہی دیتا ہے جس کا انہیں کوئی حق نہیں ہے تو وہ جہنم میں جائے گا خواہ وہ چیز کسی درخت کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جھوٹا گواہ بننا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اس میں بہت سے دوسرے بھیانک گناہ شامل ہیں، جیسے جھوٹ بولنا۔ جھوٹا گواہ اس شخص کے خلاف گناہ کرتا ہے جس کے خلاف وہ گواہی دے رہے ہیں۔ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت تک معاف نہیں کیا جائے گا جب تک کہ مقتول انہیں پہلے معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو جھوٹے گواہ کی نیکیاں مقتول کو دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو قیامت کے دن انصاف قائم کرنے کے لیے مقتول کے گناہ جھوٹے گواہ کو دے دیے جائیں گے۔ یہ جھوٹے گواہ کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ جھوٹا گواہ بھی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اگر وہ کسی کی طرف سے گواہی دے تاکہ بعد والا کوئی ایسی چیز لے لے جس کا انہیں کوئی حق نہیں۔ یہ رویہ قرآن پاک کے اس حکم کو واضح طور پر چیلنج کرتا ہے جو مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ برائی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کریں بلکہ اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

جھوٹا گواہ کسی ایسی چیز کو استعمال کر کے مزید گناہوں کا ارتکاب بھی کرے گا جو حاصل کرنے کے طریقے کی وجہ سے حرام ہو گیا ہو۔ مثال کے طور پر، اگر کسی شخص نے اس طریقے سے مال حاصل کیا اور پھر اسے صدقہ کیا تو وہ رد کر دیا جائے گا اور گناہ کے طور پر لکھا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال کو قبول کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ درحقیقت وہ مال کے ساتھ جو کچھ بھی کریں گے وہ فضل سے خالی اور گناہ ہوگا جیسا کہ یہ ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا تھا۔

تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں چاہے وہ عام روزمرہ کی گفتگو میں ہو یا قانونی عدالت میں حلف کے تحت۔ ہر طرح کا جھوٹ گناہوں کا باعث بنتا ہے جو کہ جہنم میں لے جاتا ہے۔ جو جھوٹ بولتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا جھوٹا لکھے گا۔ یہ جاننے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن کسی ایسے شخص کے ساتھ کیا ہونے کا امکان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا جھوٹا قرار دیا ہو۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

آخر میں، کسی قانونی عدالتی مقدمے کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے غیر قانونی طور پر دوسروں کا مال لینے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کے کردار سے متصادم ہے۔ سچا مسلمان اور مومن وہی ہے جو لوگوں اور ان کے مالوں سے ان کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لوگوں اور ان کے مالوں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ اور ان کے اموال سے پیش آئیں۔

سماجی کاری - 38

جامع ترمذی نمبر 1977 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خصلتوں کو اختیار کرنے سے منع فرمایا جو کسی مومن میں نہیں پائی جاتیں۔

پہلی منفی خصوصیت دوسروں کی عزت کی توہین ہے۔ ایک سچا مومن دوسروں کی عزت کو اپنی تقریر یا جسمانی افعال سے نقصان نہیں پہنچاتا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت کو اسی طرح مقدس بنایا ہے جس طرح ان کی جان و مال کی حرمت ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3933 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جس طرح ایک سچا مومن دوسروں کے نفس یا مال کو نقصان نہیں پہنچاتا اسے دوسروں کی بے عزتی بھی نہیں کرنی چاہیے۔ درحقیقت مومن وہ ہے جو دوسروں کی عزت پامال کے وقت ان کی حفاظت کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ جو شخص دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے بجائے کسی کو دوسروں کے بارے میں اس طرح بات کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں بات کریں اور برتاؤ کریں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ سچا مومن لعنت نہیں کرتا۔ یہ ایک بری عادت ہے جیسا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے دعا کرتا ہے کہ وہ کسی چیز یا کسی سے دور ہو جائے۔ یہ اسلام کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متصادم ہے۔ درحقیقت جب ان سے مکہ کے غیر مسلموں پر لعنت بھیجنے کی درخواست کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیج کر نہیں بلکہ انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کی تصدیق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ادب المفرد نمبر 321 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے دوسروں سے دور ہونے کی دعا کرتا ہے وہ غالباً ان سے دور ہو جائے گا، جیسا کہ یہ ہے۔ ایک سچے مومن کے رویے سے متصادم ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4905 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ لعنت اس کے کہنے والے پر لوٹ آتی ہے، اگر 4905 اس شخص یا چیز پر لعنت بھیجی جائے جس پر وہ لعنت نہ کرے۔ اس کے مستحق ہیں اور زیادہ تر معاملات میں وہ نہیں کرتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو اس گناہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ چیزوں پر لعنت نہ کریں کیونکہ یہ ایک سچے مومن کی

علامت نہیں ہے۔ وہ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے سب پر رحمت نازل ہونے کی دعا کریں۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا باعث بنے گا۔ ایک کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا جائے گا کہ وہ دوسروں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اگر کوئی دوسروں پر لعنت بھیجے تو اس پر لعنت کی جائے گی لیکن اگر وہ دوسروں کے ساتھ رحم کرے تو اس کے ساتھ رحم کیا جائے گا۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی خصوصیت غیر اخلاقی گناہوں کا ارتکاب ہے۔ اس میں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تمام چھوٹے اور بڑے گناہ شامل ہیں، جیسے فرض نماز میں کوتاہی، اور انسان اور دوسروں کے درمیان گناہ، جیسے غیبت۔ یہ گناہ اچھے سلوک کے تسلیم شدہ معیارات کے خلاف ہیں۔ اور یہ ان گناہوں کی طرف بھی اشارہ کر سکتا ہے جو کھلے عام کیے جاتے ہیں۔ یہ خفیہ گناہوں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ یہ دوسروں کو پیروی کرنے اور برے کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زبان کے گناہ، جیسے غیبت، زیادہ تر معاشروں میں ایک قابل قبول رواج بن گیا ہے، جیسا کہ اس کا ارتکاب عام طور پر سوشل میڈیا کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ برے کام کرنے والا اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائے گا اور ان گناہوں کا بھی جو وہ دوسروں کو کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 203 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اگر حسن سلوک قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے تو کوئی اندازہ لگا سکتا ہے۔ بے حیائی کی برائی عام طور پر، بداخلاقی سے منسلک گناہوں کو تمام معاشروں نے ہمیشہ برائی سمجھا ہے۔ انسان کو نہ صرف غیر اخلاقی گناہوں سے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ بری صحبت اور ان جگہوں سے بھی بچنا چاہیے جہاں یہ گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ انہیں اس پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور دوسروں کو، جیسے کہ ان کے زیر کفالت افراد کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سچا مومن فاسق نہیں ہوتا۔ یعنی دوسروں کے خلاف گناہ کر کے وہ عملی طور پر بد اخلاقی سے پیش نہیں آتے اور نہ زبان سے بدتمیزی کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ خصلت ان لوگوں میں بہت عام ہو گئی ہے جو ابھی تک دلوں کو صاف کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، خاص طور پر ان کی زبان میں انتہائی گندے ہیں۔ یہ ان کے اس اعلان کی تردید کرتا ہے کیونکہ جو کچھ اندر ہے وہ ظاہری طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ آخر میں بدتمیزی سے بچنا بہت ضروری ہے، خاص طور پر بد زبانی، کیونکہ یہ صرف ایک ہی برے لفظ سے قیامت کے دن جہنم میں جانے کا باعث بنتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ بد کلامی اکثر برے کاموں کا باعث بنتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اپنی بات پر قابو رکھے، تاکہ وہ صرف اچھی بات کہے

یا خاموش رہے۔ اپنے اعمال کی حفاظت کریں، تاکہ وہ صرف ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں اللہ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

سماجی کاری - 39

جامع ترمذی نمبر 2305 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے اختیار کرنے کے لیے چند اہم خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا۔

ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ سچے مومن کی نشانی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار اللہ تعالیٰ پر اعتقاد، برگزیدہ اور یوم آخرت کو پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے جوڑ دیا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 174 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ صرف یہی حدیث پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے کی سنگینی کی نشاندہی کرنے کے لیے کافی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ادب المفرد نمبر 119 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جس عورت نے اپنے فرض کو پورا کیا اور بہت زیادہ نفلی عبادت کی وہ جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے اپنی تقریر کے ذریعے اپنے پڑوسیوں سے برا سلوک کیا۔ اگر اپنے پڑوسی کو الفاظ کے ذریعے نقصان پہنچانے والے کا یہ حال ہے تو کیا کوئی اپنے پڑوسی کو جسمانی طور پر نقصان پہنچانے کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ مہربانی میں ان کی مدد کرنا شامل ہے جو اچھے ہیں، کسی کے ذرائع کے مطابق، جیسے مالی، جذباتی اور جسمانی مدد۔ انہیں اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو ان سے دور رکھنا چاہیے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ ہر اس کام سے گریز کرے جو اس کے پڑوسیوں کے لیے خلل اور تکلیف کا باعث ہو مثلاً بلند آواز۔

انہیں صبر کرنا چاہیے اور اپنے پڑوسیوں کو معاف کرنا چاہیے، جب تک کہ وہ حد سے تجاوز نہ کریں، جیسا کہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ اپنے پڑوسیوں سے برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ ایک سچا مسلمان دوسروں کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اسے عملی طور پر دکھانا ضروری ہے، صرف الفاظ کے ذریعے

اس کا اعلان نہیں کرنا۔ ایک مسلمان کو اپنے ذرائع کے مطابق دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسے جذباتی اور جسمانی مدد، جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کی مدد کریں۔ اس سے انہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوگی۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 225 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جس طرح ایک شخص دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی کا خواہش مند ہوتا ہے، اسی طرح اس کے حصول میں بھی عملی طور پر دوسروں کی مدد کرنی چاہیے۔ اسی طرح ایک مسلمان یہ چاہتا ہے کہ اس کا نفس اور مال دوسروں کی زبانی اور جسمانی اذیت سے محفوظ رہے جو کہ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔ اسی طرح اس طرح کا برتاؤ بہت سی منفی خصوصیات جیسے حسد، دشمنی اور کینہ کو ختم کر دیتا ہے اور انسان کو مثبت خصوصیات جیسے نرمی، ہمدردی اور رواداری کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔

سماجی کاری - 40

جامع ترمذی نمبر 2406 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اپنی بات پر قابو پالیں۔ ایک مسلمان کو برے کلام سے بچنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن انہیں جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2314 میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ فضول اور فضول باتوں سے اجتناب کرے کیونکہ یہ اکثر بد کلامی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے اور اس سے انسان کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے جس پر ان کے لیے بہت افسوس ہوگا۔ قیامت کا دن۔ مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب کوئی ایسا سلوک کرتا ہے تو اس کی خاموشی بھی نیکی میں شمار ہوتی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ آدمی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلے۔ اس طرز عمل سے وقت ضائع ہوتا ہے اور زبانی اور جسمانی دونوں گناہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی سچے دل سے غور کرے تو وہ سمجھے گا کہ ان کے زیادہ تر گناہوں اور مسائل کا سامنا دوسروں کے ساتھ غیر ضروری طور پر میل جول کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہمیشہ دوسروں کی غلطی تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر ضروری طور پر اپنا گھر چھوڑنے سے گریز کرے تو وہ کم گناہ کرے گا اور کم پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کرے گا۔ اس سے ان کا مفید علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا وقت بھی نکل جائے گا، جیسا کہ اسلامی علم، جو کسی کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں فائدہ مند ہے۔ اجتماعیت غیر ضروری طور پر وقت کی انوکھی نعمت کو ضائع کر دیتی ہے، جو گزر جانے کے بعد واپس نہیں آتی۔ جن لوگوں نے فضول اور گناہ کے کاموں میں اپنا وقت ضائع کیا انہیں اس دنیا میں تناؤ اور قیامت کے دن بڑے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا، خاص طور پر جب وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کرنے والوں کے اجر کا مشاہدہ کریں گے۔ اس کے علاوہ، غیر ضروری طور پر اجتماعیت بھی انسان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی سے روکتی ہے۔ یہ خود کی عکاسی کے اہم کام سے بھی روکتا ہے۔ اس کی ضرورت اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہے کہ کوئی شخص زندگی میں صحیح سمت میں جا رہا ہے اور آیا وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کر رہا ہے

یا نہیں۔ خود غور و فکر کی کمی ایک بے مقصد زندگی کی طرف لے جاتی ہے جس کے تحت انسان کو اپنی دنیوی یا مذہبی زندگی میں کوئی ٹھوس سمت نہیں ہوتی۔ ضرورت سے زیادہ سماجی ہونا بھی انسان کو لوگوں پر انحصار کرنے اور چپکے رہنے کی ترغیب دیتا ہے، اور یہ ہمیشہ جذباتی، ذہنی اور سماجی مسائل کا باعث بنتا ہے، کیونکہ کسی کی پوری زندگی، ان کی خوشی اور غم، سب کچھ لوگوں اور ان کے رشتوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان تمام منفی اثرات سے ان تمام منفی اثرات سے بچایا جا سکتا ہے جب یہ ضروری ہو تو صرف سوشلائز کر کے۔

سماجی کاری - 41

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2520 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش نصیب شخص کی خصوصیات بتائی ہیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ الفاظ کی زیادتی کو روکنا ہے۔ برے الفاظ سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔ فضول اور فضول الفاظ سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ اکثر برے الفاظ کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ، کسی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان کو جن مسائل، مشکلات اور دلائل کا سامنا ہوتا ہے، ان کی اکثریت غیر ضروری الفاظ اور گفتگو کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، جس کی نصیحت صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود حدیث میں آئی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا " حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

سماجی کاری - 24

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2556 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل صفات کے حامل کو بشارت دی ہے۔

ان خصوصیات میں سے ایک میں علماء اور دانشمندوں کے ساتھ میل جول شامل ہے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ اپنے ساتھیوں کا انتخاب سمجھداری سے کرنا چاہیے کیونکہ وہ بلا شبہ اپنے ساتھیوں کی خصوصیات کو اپنائیں گے خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جب کوئی نیک لوگوں کے ساتھ اور ان کے نقش قدم پر چلے گا تو وہ نہ صرف پاکیزہ خصلتوں کو اپنائے گا بلکہ اس سے ان کی محبت کا ثبوت ملے گا۔ اور اس کی وجہ سے وہ آخرت میں صالحین کے ساتھ ختم ہو جائیں گے۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اگر کوئی دیانتداری سے غور کرے تو سمجھ جائے گا کہ ان کو جن مشکلات، مسائل اور دلائل کا سامنا کرنا پڑا ہے ان میں سے زیادہ تر اجتماعیت کا نتیجہ ہے۔ ان مسائل کو کافی حد تک کم کیا جا سکتا ہے جب کوئی صحیح لوگوں کے ساتھ مل جائے۔ درحقیقت، صالحین کے ساتھ میل جول ایک صحیح رویہ اور طرز عمل اختیار کرنے میں مدد کرے گا تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ ایک مسلمان کو صالح اور عقلمندوں کا ساتھ دینا چاہیے ورنہ خلوت کی تلاش کرنی چاہیے، کیونکہ خاص طور پر اس دن اور دور میں حفاظت اسی میں مضمر ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ عوامی اعلیٰ کردار کا حامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مسلمان تمام لوگوں کے لیے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرتا ہے خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی مسلمان اور مومن وہی ہے جو کسی شخص اور اس کے مال سے ان کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ وہ دوسروں کے لیے وہی چاہنے کی اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں جو وہ اپنے لیے چاہتے ہیں، نہ کہ صرف الفاظ سے، کیونکہ اس کا عملی نفاذ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں حدیث پائی جاتی ہے۔ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک عمل کرتے ہیں جیسا کہ آخری صفت میں بیان کیا گیا ہے بلکہ ظاہر بھی کرتے ہیں۔ مخلوق کے لیے اعلیٰ کردار، جیسا کہ وہ جانتے ہیں کہ ایک سچا مومن ایمان کے دونوں حصوں کو پورا کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اور مخلوق کے لیے اچھا کردار۔

جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھے کردار کو ظاہر کرنے میں ناکام رہتا ہے، جس میں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا شامل ہے جو لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے، وہ قیامت کے دن اپنے اچھے اعمال کو ان لوگوں کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا جن پر انہوں نے ظلم کیا تھا اور اگر ضروری ہوا تو ان لوگوں کے گناہوں کو لے لیں گے جن پر انہوں نے ظلم کیا۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ برے لوگوں کے شر سے بچنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اچھی چیزوں میں دوسروں کی مدد کرنے کا اہم فریضہ پورا کرتے ہیں اور برے کاموں میں ان کی مدد کرنے سے انکار کرتے ہیں، اس بات سے قطع نظر کہ اس چیز میں کون حصہ لے رہا ہے یا اسے منظم کر رہا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان دوسروں کی مدد کرنے یا نہ کرنے کا انتخاب کرتے ہوئے اس اہم فریضے میں ناکام ہو جاتے ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں، اس بات پر انحصار کرتے ہوئے کہ کون کچھ کر رہا ہے۔ اس نے علماء اور اسلامی اداروں کو بھی متاثر کیا ہے، جو اکثر صرف ان لوگوں کی حمایت کرتے ہیں جن کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ اگر مسلمان سماجی طاقت کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور صالح پیش روؤں پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں تو اس میں تبدیلی آنی چاہیے، جیسا کہ انہوں نے ہمیشہ اس فرض کو پورا کیا، خواہ لوگ اچھی چیز کو منظم کر رہے ہوں یا اس کی قیادت کر رہے ہوں۔ آخر میں حدیث کا یہ حصہ برے ساتھیوں اور گناہوں سے زیادہ وابستہ مقامات کے خلاف بھی تنبیہ کرتا ہے۔ برے ساتھی صرف برے خصلتوں کو اپنانے اور اندھی وفاداری پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، جو اکثر برے کاموں کی حمایت اور حصہ لینے کی ترغیب دیتا ہے۔

سماجی کرنا - 43

صحیح بخاری نمبر 6133 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ٹسا جاتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کسی چیز یا کسی سے دو بار بیوقوف نہیں بنتا۔ اس میں گناہوں کا ارتکاب بھی شامل ہے۔ ایک سچا مومن گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ نہیں ہے۔ لیکن جب وہ ان کا ارتکاب کرتے ہیں تو وہ اپنی غلطی کو نہیں دہراتے ہیں اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کر کے سیکھتے ہیں اور بہتر کے لیے بدلتے ہیں۔ سچی توبہ میں پچھتاوا محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں، دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا اور کسی ایسے حقوق کی تلافی کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں خلاف ورزی کی گئی ہے۔

ایک سچا مومن لوگوں پر اندھا اعتماد نہیں کرتا جس سے ان کے ساتھ ظلم ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ کسی کی طرف سے بے وقوف بنائے جاتے ہیں، تو انہیں نظر انداز کرنا: چاہئے اور معاف کرنا چاہئے، کیونکہ یہ ان کی بخشش کا باعث بنتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

لیکن انہیں مستقبل میں اس شخص کے ساتھ معاملہ کرتے وقت احتیاط سے چلتے ہوئے اپنے رویے کو بھی بدلنا چاہیے، اس طرح اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ دوبارہ بے وقوف نہ بنیں۔ دوسروں کو معاف کرنے اور ان پر اندھا بھروسہ کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے، خاص طور پر جب وہ کسی پر ظلم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، اس حدیث کا اطلاق زندگی کے ہر پہلو پر ہوتا ہے، کیونکہ ایک حقیقی مومن وہی ہے جو اپنے تجربات اور علم سے مسلسل سیکھتا ہے تاکہ اس میں بہتری لائی جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بڑھا کر اس کی اطاعت میں اضافہ کرے۔ حکم، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

آخر میں، مرکزی حدیث معاف کرنے اور بھول جانے کے غلط تصور کو ختم کرتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، دوسروں کو معاف کرنا اسلام کا ایک اہم حصہ ہے لیکن بھول جانا لوگوں کے لیے دوبارہ غلط کرنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ انسان اپنی یادوں کو مٹا نہیں سکتا اور نہ ہی مٹا سکتا ہے۔ اس کے بجائے، دوسروں کو معاف کرنا چاہیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت احتیاط سے چلنا چاہیے، خاص طور پر ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ماضی میں ان پر ظلم کیا ہے، تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرائے نہ جائے۔

سماجی کرنا - 44

جامع ترمذی نمبر 1660 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نیک ترین لوگوں کا ذکر فرمایا۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث دوسرا شخص وہ ہے جو اس طرح اپنے آپ کو معاشرے سے الگ رکھتا ہے، لوگوں سے اپنی برائیوں کو دور رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتا ہے۔ کسی مسلمان کو اس طرح کا برتاؤ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر وہ کفیل ہوں، کیونکہ ان کو نظر انداز کرنا گناہ ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1692 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، لوگوں کو ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے ان سے بچنا نہیں چاہیے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی برائی کو لوگوں سے دور رکھنے کے لیے ایسا کرے۔ جیسا کہ سابقہ رویہ فخر کا باعث بن سکتا ہے، جہاں ایک شخص یہ ماننا شروع کر دیتا ہے کہ وہ نیک ہیں جبکہ باقی سب گنہگار ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایک ایٹم کا فخر کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لوگوں کے ساتھ میل جول کم کرنے سے بڑی بھلائی ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں کے اپنے قول و فعل سے گناہوں کے مرتکب ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ یہ بہت سے دلائل، مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنے سے روکتا ہے، جو بنیادی طور پر غیر ضروری طور پر سماجی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں پر زیادہ توجہ مرکوز کرنے کے لیے ان کا وقت خالی کر دے گا۔ اس سے انہیں اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے زیادہ وقت ملتا ہے، جو دونوں جہانوں میں حقیقی اور دیرپا کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ بات چیت کر کے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن اس دن اور دور میں، غیر ضروری طور پر سماجی ہونے سے بچنا زیادہ محفوظ ہے۔

سماجی کاری - 45

صحیح بخاری نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات سے بدلہ نہیں لیا بلکہ معاف کر دیا اور نظر انداز کیا۔

مسلمانوں کو مناسب اور معقول طریقے سے اپنا دفاع کرنے کی اجازت دی گئی ہے جب ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں بچا ہے۔ لیکن انہیں کبھی بھی لائن سے اوپر نہیں جانا چاہئے کیونکہ یہ ایک گناہ ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہیں کرتے۔ بے شک اللہ حد "سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

چونکہ نشان پر قدم رکھنے سے بچنا مشکل ہے، لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لے، دوسروں کو نظر انداز کرے اور معاف کر دے کیونکہ یہ نہ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی بھی کرتی ہے۔ ، ان کے گناہوں کو معاف کرنا۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟

دوسروں کو معاف کرنا دوسروں کے کردار کو مثبت انداز میں بدلنے میں بھی زیادہ موثر ہے، جو کہ اسلام کا مقصد ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے، کیونکہ بدلہ لینے سے ملوث افراد کے درمیان مزید دشمنی اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔

جو لوگ دوسروں کو معاف نہ کرنے کی بری عادت رکھتے ہیں اور معمولی باتوں پر بھی ہمیشہ رنجشوں میں مبتلا رہتے ہیں، وہ اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ ان کے ہر چھوٹے گناہ کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چیزوں کو جانے دینا سیکھنا چاہئے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں بخشش کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ، ذہنی سکون اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب کوئی شخص ہر اس چھوٹے سے مسئلے کو پکڑنے کی عادت اپنا لیتا ہے جو اسے پریشان کرتا ہے۔ لہذا، دوسروں کو نظر انداز کرنا اور معاف کرنا سیکھنا چھوٹے موٹے مسائل کو چھوڑنے میں مدد کرتا ہے، جس کے نتیجے میں انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

آخر میں، اہم حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب دوسرے لوگ لائن کو عبور کریں تو کسی کو اپنا دفاع نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہاں تک کہ جب کوئی دوسروں کو معاف کرتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ان پر اندھا اعتماد کریں یا ان کے ساتھ ہمیشہ کی طرح سماجی تعلقات جاری رکھیں۔ اس سے ان کے دوبارہ غلط ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو معاف کرنا چاہیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں، اور ماضی میں ان لوگوں کے ساتھ پیش آنا چاہیے جنہوں نے ان پر ظلم کیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ تاریخ اپنے آپ کو نہ دہرائے اور وہ دونوں جہانوں میں برکتیں اور انعامات حاصل کریں۔

سماجی کاری - 46

سنن ابو داؤد نمبر 4860 میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دوسروں کے بارے میں منفی بات کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں ان کے بارے میں برے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ خاندان، خاص طور پر ایشیائی کمیونٹی سے، وقت کے ساتھ ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ خاندان کے ارکان، جیسے والدین کی سب سے بڑی شکایت ہے۔ وہ حیران ہیں کہ ان کے بچے کیوں الگ ہو گئے ہیں حالانکہ وہ کبھی مضبوطی سے ایک ساتھ تھے۔

رشتہ داروں کے درمیان تعلقات کے ٹوٹنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ کسی نے ان کے رشتہ دار کے بارے میں منفی بات کی ہے۔ یہ اکثر خاندان کے کسی فرد کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک ماں اپنے دوسرے بچے سے اپنے بیٹے کے بارے میں منفی بات کرے گی۔ یہ دونوں رشتہ داروں کے درمیان دشمنی کا باعث بنتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ دونوں کے درمیان دراڑ پیدا کر دیتا ہے۔ جو کبھی ایک شخص کی طرح تھے وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ لوگ فرشتے نہیں ہیں۔ بہت کم لوگوں کو چھوڑ کر، جب کسی شخص سے کسی دوسرے کے بارے میں کوئی منفی بات کہی جائے تو وہ اس سے متاثر ہو جائیں گے، خواہ وہ یہ نہ چاہتے ہوں۔ یہ دشمنی تب بھی ہوتی ہے جب کہ ابتدائی شخص جس نے کسی کے رشتہ دار کے بارے میں منفی بات کی ہو وہ رشتہ داروں کے درمیان پھر پیدا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ کچھ اکثر عادت سے ہٹ کر اس طرح کام کرتے ہیں اور تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اکثر یہ عادت اپناتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے بچوں کے رشتے ٹوٹنے یا ٹوٹنے کی خواہش نہیں رکھتے۔

یہ رویہ لوگوں کی ذہنیت پر اتنا گہرا اثر ڈالتا ہے کہ اس سے ان رشتہ داروں پر بھی اثر پڑتا ہے جو ایک دوسرے کو بہت کم دیکھتے یا بات کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کوئی شخص اپنے رشتہ دار کے بارے میں منفی باتوں کا تذکرہ کرے گا، حالانکہ اس کا رشتہ دار بھی ان جیسے ملک میں نہیں رہتا۔ یہ رویہ ان کے دل میں دشمنی کو پیوست کر دیتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے دور کے رشتہ دار کو ناپسند کرتے ہیں، حالانکہ وہ انہیں بمشکل جانتے ہیں۔

یہ مسئلہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب دو افراد دوسرے لوگوں کے سامنے دوسروں کے بارے میں منفی باتوں پر بحث کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اپنے بچوں کے سامنے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں منفی باتیں کر سکتے ہیں۔ اگرچہ، وہ اپنے بچوں کو براہ راست نہیں بتا رہے ہیں، کوئی بھی کم نہیں یہ اب بھی ان کے دلوں کو متاثر کرتا ہے۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے واقعی غور کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ دوسروں کے تئیں ان کے بیمار جذبات کی اکثریت اس شخص کے کیے یا ان سے براہ راست کہنے کی وجہ سے نہیں تھی۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ کسی تیسرے فریق کی وجہ سے ہوا ہے، جس نے ان سے اس شخص کے بارے میں کسی منفی بات کا ذکر کیا۔

ایسے معاملات میں جہاں کوئی دوسرے کو کسی خطرے سے خبردار کرنے کی کوشش کر رہا ہو، تو کسی دوسرے شخص کا منفی انداز میں ذکر کرنا بالکل قابل قبول ہے۔ اگر کوئی دوسرے کو سبق سکھانے کی کوشش کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں اور اس شخص کا نام لیے بغیر منفی بات کا ذکر کریں۔ اس خوبصورت ذہنیت کی ایک مثال صحیح بخاری نمبر 6979 میں موجود حدیث میں موجود ہے۔ کسی شخص کا نام لیے بغیر کسی منفی بات کا ذکر کرنا کسی کو سبق سکھانے کے لیے کافی ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کو اپنے رشتہ داروں یا دوسروں کے بارے میں، نجی یا عوامی طور پر منفی بات کرنے سے پہلے گہرائی سے غور کرنا چاہیے۔ دوسری صورت میں، وہ اچھی طرح سے تلاش کر سکتے ہیں، جیسے جیسے وقت گزرتا ہے، ان کے خاندان اور دوست ایک دوسرے سے الگ اور جذباتی طور پر دور ہو جاتے ہیں

جو شخص دوسروں کے بارے میں منفی باتیں سنتا ہے اسے چاہیے کہ وہ بولنے والے کو غیبت سے باز رہنے کی تلقین کرے اور اپنے اعمال کے نتائج ان کے سامنے بیان کرے۔ انہیں کسی شخص کے بارے میں کہی گئی منفی باتوں پر توجہ مرکوز کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے یاد رکھیں کہ ایک منفی خصوصیت کسی شخص کے پورے کردار کی وضاحت نہیں کرتی۔ انہیں چاہیے کہ جس شخص کے بارے میں منفی باتیں سنیں اس کے ساتھ اچھے کردار کا مظاہرہ کرتے رہیں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کریں۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جس طرح وہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح برتاؤ کرنے سے دوسروں کے بارے میں منفی باتیں کرنے والوں کی وجہ سے دل پر پڑنے والے منفی اثرات کو کم کیا جائے گا۔

سماجی کاری - 47

جامع ترمذی نمبر 2701 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

یہ ایک اہم خصوصیت ہے جسے تمام مسلمانوں کو اپنانا چاہیے۔ اسے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں استعمال کیا جانا چاہیے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ نرم مزاجی سے خود مسلمانوں کو کسی اور سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں اور اجر و ثواب حاصل کریں گے اور گناہوں کی مقدار کو کم کریں گے، کیونکہ ایک شریف آدمی اپنے قول و فعل سے گناہوں کا امکان کم رکھتا ہے، بلکہ اس سے انہیں دنیاوی معاملات میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو شخص اپنے شریک حیات کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے وہ بدلے میں زیادہ پیار اور عزت حاصل کرے گا اگر وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ جب بچوں کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کیا جاتا ہے تو بچے اپنے والدین کی فرمانبرداری اور احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ کام پر موجود ساتھی اس کی مدد کرنے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے۔ مثالیں لامتناہی ہیں۔ صرف انتہائی شاذ و نادر ہی صورتوں میں سخت رویہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، نرم رویہ سخت رویہ سے کہیں زیادہ موثر ہوگا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بھی بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی نرمی کو خاص طور پر اجاگر کیا ہے، کیونکہ یہ ایک اہم جز ہے جو دوسروں کو مثبت انداز میں متاثر کرنے کے لیے ضروری ہے۔ باب 3 آل عمران، آیت 159

پس اللہ کی رحمت سے آپ نے ان کے ساتھ نرمی کی۔ اور اگر تم بدتمیز ہوتے اور دل میں سخت " ہوتے تو وہ تمہارے ارد گرد سے ہٹ جاتے۔

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی وہ جس شخص سے بات کرتے ہیں وہ فرعون سے بدتر ہو گا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا تھا فرعون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ باب 20 طہ، آیت 44

اور اس سے نرمی سے بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے ڈرے۔“

سختی صرف لوگوں کو اسلام سے دور کرتی ہے اور دوسروں کو یہ ماننے کا باعث بنتی ہے کہ یہ ایک سخت اور خام مذہب ہے۔ اسلام کو اس طرح غلط بیان کرنا ایک سنگین جرم ہے جس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ تمام معاملات میں نرمی اختیار کرے کیونکہ اس سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے اور دوسروں جیسے کہ اپنے گھر والوں پر مثبت اثر پڑتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بنیادی حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب کوئی دوسرے لائن کو عبور کرے تو کسی کو اپنا دفاع نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ لیکن یہ مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ عام طور پر نرمی کو اپنا طریقہ اختیار کریں اور دوسروں کو ان کا فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ دیں۔

آخر میں، ایک سادہ اسلامی فلسفہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے، کہ کوئی دوسرے کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ اگر کوئی اپنے قول و فعل میں دوسروں کے ساتھ سختی کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا۔ جبکہ اگر وہ دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں، دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے

ہیں، اچھی باتوں میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور دوسروں کی غلطیوں اور عیبوں سے درگزر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے گا۔

سماجی کاری - 48

جامع ترمذی نمبر 1964 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن اور بدکار میں فرق بیان فرمایا۔

ایک سچے مومن کو بولا سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ دوسروں کے بارے میں برا سوچنے کے بجائے دوسروں کے قول و فعل کی مثبت انداز میں تشریح کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں دیتے، یہ جانتے ہوئے کہ لوگ بہتر کے لیے بدل سکتے ہیں اور وہ لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جیسے وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق دوسروں کے لیے وہی پیار کرنا درحقیقت ایک سچے مومن کی نشانی ہے جو کہ دوسروں کی مالی اور جذباتی مدد کے ذریعے ان کی مدد کر کے اپنے عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک سادہ اور سیدھی سیدھی ذہنیت اپناتے ہیں جس کے تحت وہ دوسروں کے ساتھ واضح اور واضح انداز میں پیش آتے ہیں۔ مطلب، وہ ٹرکی سے منسلک تمام منفی خصوصیات سے بچتے ہیں، جیسے کہ دو رخا ہونا۔

یہ حدیث ایک مومن کو شریف قرار دیتی ہے کیونکہ وہ عوامی اور نجی دونوں طرح سے اچھے کردار کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی تعظیم میں خلوص نیت سے اور عملاً اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرنے کے ذریعے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر سے کام لیتے ہیں۔ اس پر یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ وہ ایمان کے دوسرے پہلو کو بھی پورا کرتے ہیں جو کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا ہے، جس میں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے، جیسے کہ ان کے زیر کفالت۔ ان کی شرافت ان کی نیت، قول اور فعل کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے، کیونکہ حقیقی شرافت کا تعلق اخلاق سے ہے، نہ کہ دنیاوی مال یا سماجی حیثیت سے۔

دوسری طرف ایک برے شخص ان خصوصیات کے برعکس برتاؤ کرتا ہے۔ خاص طور پر، وہ ان حقوق کے سلسلے میں دھوکہ باز اور خیانت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے واجب الادا ہیں۔ وہ اپنے حقوق کا پورا مطالبہ کرتے ہیں لیکن دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات کو کسی بھی ضروری طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بشمول غیر قانونی ذرائع، اور اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس عمل میں وہ کس کو غلط کہتے ہیں۔ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں اور اس طرح خود کو اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ شرافت کو سماجی حیثیت اور دولت کے ساتھ جھوٹا سمجھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ ان چیزوں کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چاہے انہیں اپنے عقیدے پر سمجھوتہ کرنا پڑے۔ وہ جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے لعنت بن جاتا ہے اور وہ لوگوں کی حقیقی عزت اور محبت کبھی نہیں جیت پاتے۔ احترام یا محبت کی کوئی بھی ظاہری شکل جو ان کو دکھائی جاتی ہے وہ جعلی ہے اور اس کی جڑیں باطنی مقاصد میں ہیں، جس سے وہ بخوبی واقف ہیں، حالانکہ وہ اسے تسلیم کرنے سے ڈرتے ہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نہ صرف اپنے عقیدے کے اعلان پر بھروسہ کریں بلکہ اسلام میں مذکور اعلیٰ خصوصیات کو بھی اپنانے کی کوشش کریں، کیونکہ ایمان کے لیے اپنے زبانی دعوے کی حمایت کے لیے عملی صالح اعمال اور طرز عمل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ کامیاب ہوں۔ دونوں جہانوں میں باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

سماجی کاری - 49

سنن ابن ماجہ نمبر 3775 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لوگوں کو نصیحت کی کہ اگر کوئی تیسرا موجود ہو تو وہ خلوت میں بات نہ کریں، کیونکہ اس سے انہیں تکلیف ہو سکتی ہے۔

جیسا کہ اسلام اتحاد کو فروغ دیتا ہے، یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی حرکتیں جو ممکنہ طور پر لوگوں کے درمیان تعلقات کو نقصان پہنچا سکتی ہیں، ان کے خلاف تنبیہ کی گئی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ایسی زبان میں گفتگو کرنا بھی شامل ہے جو تیسرا شخص نہ سمجھتا ہو۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کو راحت کا احساس دلائے اور یہی ایک وجہ ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ وہ ان لوگوں تک امن کا اسلامی سلام پھیلائیں جنہیں وہ جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ اس انداز میں نجی گفتگو کرنا اس فرض سے متصادم ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہو سکتی ہے۔ صرف ہنگامی حالات میں دو افراد کو کسی تیسرے شخص کی موجودگی میں خفیہ طور پر بات کرنی چاہئے ورنہ انہیں انتظار کرنا چاہئے جب تک کہ تیسرا شخص چلا جائے یا کوئی دوسرا گروپ میں شامل نہ ہو جائے تاکہ تیسرا شخص خود کو چھوڑا ہوا محسوس نہ کرے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ اس تعلیم کو نافذ کرے یعنی دوسروں کو اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور حالات میں راحت محسوس کرے، جب تک کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث نہ بن جائے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کیا جائے جس طرح سے کوئی دوسرے کے ساتھ سلوک کرنا چاہے۔ انہیں عوام میں دوسروں کو شرمندہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے اور اس لئے نجی طور پر اور نرمی سے نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ انہیں خوش آئند رویہ اپنانا چاہیے تاکہ دوسرے ان کے آس پاس آرام محسوس کریں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کی ضرورتوں کو اپنے اسباب کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ادھوری ضروریات لوگوں کو بے چینی محسوس ہوتی ہیں۔

سماجی کاری - 50

جامع ترمذی نمبر 2018 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی قسموں کا تذکرہ کیا ہے جن کو وہ ناپسند کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہ قیامت کے دن ان سے سب سے دور ہوں گے۔

پہلی قسم وہ ہے جو حد سے زیادہ باتیں کرتا ہے۔ یہ اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ جو بہت زیادہ باتیں کرتا ہے اس کے لیے فضول اور فضول باتیں کہنے کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے جو گناہ تو نہیں ہوتا لیکن اکثر گناہوں کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ فضول باتوں سے صرف وقت ضائع ہوتا ہے جو کہ بولنے والے کے لیے قیامت کے دن بڑے پشیمان ہوں گے۔ اور جو کثرت سے باتیں کرتا ہے وہ جسمانی گناہوں کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں ایک حدیث کے مطابق ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن اسے جہنم میں جھونکنے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ ، دوسروں کے ساتھ بحث اور مسائل۔ یہ تمام چیزیں اکثر دوسرے گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں، جیسے کہ دوسرے لوگوں سے تعلقات منقطع کرنا۔ جو ضرورت سے زیادہ بات کرتا ہے وہ اکثر چیزوں کو مناسب طریقے سے سوچنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ جلدی اور غلط فیصلے کرے گا۔ یہ صرف ان کے لیے دونوں جہانوں میں تناؤ کا باعث بنے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی قسم کے آدمیوں کا تذکرہ اونچا منہ والا ہے جو اپنی تقریر سے فخر کرنے اور دکھاوے کے لیے حد سے زیادہ اور مصنوعی بات کرتا ہے۔ یہ شخص دوسروں کو دکھانا چاہتا ہے کہ اس کے پاس کتنا علم ہے اس طرح وہ اپنی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ شخص اکثر اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے اعمال سے لوگوں کو خوش کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ اپنے نیک اعمال کا اجر کھو دیں گے۔ درحقیقت، انہیں قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لئے انہوں نے عمل کیا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اہم حدیث میں آخری شخص جس کا تذکرہ ہے وہ متکبر ہے۔ یہ ایک بری اور احمقانہ ذہنیت ہے کیونکہ ایک ایٹم کی قدر کا فخر انسان کو جہنم میں لے جائے گا۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جب کہ خالق اور حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تو اس کے پاس موجود کسی چیز پر فخر کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ اتنا ہی بیوقوف ہے جتنا کہ کسی دوسرے کی جائیداد اور ملکیت پر فخر کرنے والا۔ فخر صرف اس وقت کسی کو سچائی کو مسترد کرنے کی ترغیب دیتا ہے جب یہ دوسروں کی طرف سے آتا ہے اور دوسروں کو نیچا دیکھنے کا سبب بنتا ہے۔ حق کو قبول کرنا چاہیے، خواہ وہ کسی کی طرف سے آیا ہو، کیونکہ سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پس حق کو جھٹلانا اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ دوسروں کو نیچا دیکھنا بے وقوفی ہے کیونکہ اس دنیا یا آخرت میں کسی شخص کی اصل قدر و حیثیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو شخص اپنے آپ کو پرہیزگار سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیر ہو سکتا ہے اور وہ اپنے ایمان کے بغیر مر سکتا ہے کیونکہ کوئی بھی اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جانے کی ضمانت نہیں دیتا۔ اس کو یاد رکھنے سے انسان کو غرور اختیار کرنے سے روکنا چاہیے۔

سماجی کاری - 51

صحیح بخاری نمبر 2662 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کی تعریف کرنے سے منع فرمایا۔

یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ یہ سب سے پہلے گناہ ہوسکتا ہے اگر تعریف جھوٹ پر مبنی ہو، جو اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی دوسرے کی تعریف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ سچ ہے تو، لوگوں کی، خاص طور پر جاہلوں کی حد سے زیادہ تعریف کرنا، ان کے غرور کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ ایک بری صفت ہے، کیونکہ ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ حد سے زیادہ تعریف کرنے سے تعریف کرنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی صلاحیت پوری کر دی ہے، اس لیے اس کی اطاعت میں زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔

کسی مسلمان کو دوسروں کی تعریف سے بے وقوف نہیں بننا چاہیے کیونکہ وہ اپنے اعمال اور باطن میں چھپے ہوئے کردار کو کسی دوسرے سے بہتر جانتے ہیں۔ اس پر اور ان گنت بار غور کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان کے عیوب کو لوگوں سے چھپایا ہے، انہیں غرور سے روکنا چاہیے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر دوسروں کو دوسروں کے تمام چھپے ہوئے عیب اور گناہوں کا علم ہوتا تو کوئی دوسرے کی تعریف نہ کرتا۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے پاس جو قابل تعریف صفت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے انہیں عطا نہیں کی، اس لیے تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے پاس موجود نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر گزار بن جائے جو اس کو خوش کرتے ہیں۔ اس حدیث کے بارے میں دوسروں کو نصیحت کرنا چاہئے اور انہیں تنبیہ کرنی چاہئے کہ وہ دوسروں کی تعریف نہ کریں۔

صرف بعض صورتوں میں دوسروں کی تعریف قابل قبول ہے۔ کسی کو حد سے زیادہ تعریف کرنے سے گریز کرنا چاہیے، ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا چاہیے اور ایسا اس لیے کیا جانا چاہیے کہ وہ مزید اچھے کام کرنے کی ترغیب دیں۔ یہ خاص طور پر بچوں پر لاگو ہوتا ہے جیسے کہ، ان کے اسکول کے کام کے حوالے سے ان کی تعریف کرنا، اچھے برتاؤ اور جب وہ اسلام کے فرائض ادا کرتے ہیں۔

سماجی کاری - 52

جامع ترمذی نمبر 1959 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ نجی گفتگو ایک امانت ہے جس کی حفاظت ضروری ہے۔

بدقسمتی سے، بہت سے لوگوں کو لوگوں کی نجی گفتگو کو دوسروں تک پہنچانے کی بری عادت ہے۔ یہ ایک ناقابل یقین حد تک بری خصوصیت ہے کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان کے رویے سے متصادم ہے۔ بہت سے لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں کہ یہ قابل قبول ہے، جب کہ یہ واضح طور پر نہیں ہے۔ ایک مسلمان کو بات چیت میں کہے گئے الفاظ کو ہمیشہ پوشیدہ رکھنا چاہئے جب تک کہ انہیں اس بات کا پورا یقین نہ ہو کہ جس شخص سے اس نے بات کی ہے وہ کسی تیسرے فریق کو بتائے جانے والی معلومات پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ اگر وہ کریں گے تو ایسا کرنا ان کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور یہ ان کے مخلص ہونے کے منافی ہے۔ سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث میں دوسروں کے لیے مخلص ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر کوئی شخص یہ مانتا ہو کہ دوسرے شخص کو اس کی گفتگو دوسروں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا، تاہم یہ زیادہ محفوظ اور افضل ہے۔ اب بھی کسی تیسرے فریق کے ساتھ گفتگو کا اشتراک کرنے سے گریز کریں۔

اہم حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ غیبت اور گپ شپ جیسے گناہوں کو روکتی ہے اور لوگوں کے درمیان منفی جذبات پیدا ہونے سے روکتی ہے۔ یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کسی تیسرے فریق کو بتائی گئی گفتگو اکثر غلط تشریح اور غلط فہمیوں کا باعث بنتی ہے۔ یہ سب صرف ٹوٹنے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کا باعث بنتے ہیں۔ اگر کوئی ان کی زندگی پر ایمانداری سے غور کرے تو انہیں احساس ہوگا کہ جن لوگوں کے بارے میں انہوں نے منفی جذبات محسوس کیے ان کی اکثریت اس وجہ سے ہوئی کہ ان کے بارے میں ان کے بارے میں کیا بتایا گیا نہ کہ وہ جو انہوں نے ان سے براہ راست دیکھا۔ نجی گفتگو کا انکشاف کرنا لوگوں خصوصاً رشتہ داروں کے درمیان اتحاد کو روکتا ہے۔ اور اسلام کی بہت سی تعلیمات میں اتحاد کا حکم دیا گیا ہے، جیسے کہ صحیح بخاری، نمبر 6065 میں موجود حدیث۔ باب 4 النساء، آیت 58

”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو۔“

کسی کو دوسروں کے الفاظ کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی گفتگو سے برتاؤ کریں۔

سماجی کاری - 53

سنن ابو داؤد نمبر 5130 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کی محبت کسی کو بہرا اور اندھا بنا سکتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے حد سے زیادہ محبت کرنا کسی کو اس کے عیب اور اس کے عاشق پر جو منفی اثرات مرتب کرتا ہے، جیسے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دیتا ہے، اندھا اور بہرا بنا سکتا ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، اور وہ اس وقت حاصل ہوتی ہیں جب کوئی شخص اس کے احکام کو پورا کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ اس پر اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان چیزوں کی پرواہ نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کسی چیز سے محبت ہرگز حد سے زیادہ نہ ہو۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کسی کی محبت انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دیتی ہے۔ یہ بینچ مارک ہے۔ اگر کسی کی کسی چیز سے محبت یا کوئی اسے ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اور اس کے بجائے اسے فضول یا گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے، تو یہ اس کے لیے برا ہے، چاہے وہ ایسا ہی کیوں نہ کریں۔ فوری طور پر اس کا احساس نہیں۔ لیکن اگر کسی کی کسی چیز سے محبت کا نتیجہ نہیں نکلتا تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی محبت غیر صحت بخش نہیں ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور محبت کو سب سے زیادہ ترجیح دے کیونکہ اس سے وہ اپنی تمام دنیاوی چیزوں اور رشتوں کو اپنی زندگی میں ان کے صحیح مقام پر رکھ سکے گا اور جو نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں ان کے غلط استعمال سے بچ جائیں گی۔ کسی چیز یا کسی اور سے ضرورت سے زیادہ محبت۔

حد سے زیادہ محبت انسان کو اپنے محبوب کے ساتھ اندھی وفاداری اختیار کرنے کا سبب بنتی ہے۔ یہ کسی کو ہر حال میں اپنے محبوب کا ساتھ دینے کی ترغیب دیتا ہے، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ یہ وفاداری اس وفاداری پر بھی قابو پا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ یہ اندھی وفاداری کسی کو اپنے محبوب کی خوشنودی کے لیے لوگوں سے ان رشتوں کو توڑنے کی ترغیب بھی دے سکتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ایک شخص اس قدر اندھا اور بہرا ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے اپنے محبوب کی خاطر محبت، نفرت، دینے اور سب کچھ روکنے لگے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی کی طرف لے جاتا ہے۔ اُس کے لیے بے اعتقادی گمراہی کی طرف لے جاتی ہے، کیونکہ انسان آسانی سے شیطان تک پہنچ جاتا ہے۔ باب 15 الحجر، آیات 39-40:

[ابلیس] نے کہا: "اے میرے رب، کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین پر ان کے لیے [معصیت] کو خوشنما بناؤں گا، اور میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان کے، تیرے "مخلص بندوں کے۔"

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ جس سے بھی محبت کرتے ہیں، ایک دن ضرور آئے گا جب وہ اس سے دور ہو جائیں گے یا اس کے تنہا ان کے جذبات بدل جائیں گے، کیونکہ محبت ایک مبہم چیز ہے۔ صرف مستثنیٰ اللہ تعالیٰ کی سچی محبت ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ مضبوط ہوتی ہے اور موت کے بعد مضبوط ہوتی ہے۔

سماجی کاری - 54

سنن ابو داؤد نمبر 4918 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومنین ایک دوسرے کے لیے آئینہ ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے اندر سے کوئی ظاہری عیب دور کرنے کے لیے آئینہ استعمال کرتا ہے، اسی طرح اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کی مدد کے لیے مخلصانہ نصیحت کرے تاکہ وہ اپنے کرداروں سے ظاہری اور باطنی عیبوں کو دور کر سکے۔ جس طرح ایک مسلمان یہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ آئینے میں دیکھنے کے بعد اپنے جسم میں کسی ظاہری عیب کو چھوڑ دے، اسی طرح وہ کسی دوسرے مسلمان میں کسی عیب کو دیکھے بغیر اسے مخلصانہ مشورہ کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کرنا بھی ناپسند کرے۔ جو لوگ اپنے ساتھیوں کے عیبوں کو نظر انداز کرتے ہیں وہ سچے دوست نہیں ہوتے کیونکہ ایک سچا دوست ہمیشہ اپنے ساتھی کی دنیا اور آخرت میں بہتر زندگی کی خواہش کرتا ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہی ممکن ہے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ جو شخص اپنے ساتھی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قریب لانے کی خواہش اور کوشش نہیں کرتا وہ اچھا دوست نہیں ہے اور وہ اس حدیث میں مذکور فرض کو ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ بدقسمتی سے، معاشرے نے بہت سے مسلمانوں کو اس بات پر قائل کیا ہے کہ ایک اچھے دوست میں ہر حال میں اپنے دوست کا ساتھ دینا شامل ہے، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور صرف وہی باتیں کہتا ہے جس سے وہ خوش ہوں۔ اگرچہ دوسروں کو بہتر محسوس کرنا اسلامی تعلیمات سے متصادم نہیں ہے، جب تک جھوٹ سے پرہیز کیا جائے، کوئی بھی کم نہیں، ایک اچھا دوست ہمیشہ نرمی سے اپنے دوست کے سامنے سچائی کی نشاندہی کرتا ہے، چاہے اس سے وہ پریشان ہو، کیونکہ وہ اپنے دوست کی خواہش نہیں رکھتے۔ دنیاوی یا دینی دونوں معاملات میں گمراہ ہونا۔

اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ مخلصانہ مشورہ مہربان اور نرم انداز میں پیش کیا جانا چاہیے کیونکہ لوگ اکثر دوسروں کو سختی سے مشورہ دے کر بہتری کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، دوسرے شخص کی شرمندگی سے بچنے کے لیے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اسے تنہائی میں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی جاہل کی طرف سے مشورہ بہت کم ہی اچھے نتائج کا باعث بنتا ہے۔

یہ حدیث مثال کے طور پر رہنمائی کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کے دوست اپنے دوست کی عادتوں کو اٹھا لیتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لہذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوشش کریں، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ خود بھی صحیح طریقے سے رہنمائی کریں اور اپنے دوستوں کو مثبت انداز میں متاثر کریں۔ یہ واحد دوستی ہے جو دونوں جہانوں میں کسی ایک کو فائدہ دے گی۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

جس طرح آئینہ انسان کی تصویر پیش کرتا ہے اسی طرح مسلمان ایک دوسرے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لہذا، یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ مسلم کمیونٹی کی مثبت انداز میں نمائندگی کریں کیونکہ یہ ایک مسلمان کا فرض ہے۔ جب کوئی اس طرح سے مسلم کمیونٹی کو غلط طریقے سے پیش کرتا ہے تو یہ صرف غیر مسلموں اور یہاں تک کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اسلام کی تعلیمات سے دور کرتا ہے۔ یہ غلط بیانی ایسی چیز ہے جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دیا جائے گا۔

آخر میں، اہم حدیث بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مخلصانہ سلوک کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے، خاص طور پر جب انہیں مشکلات کا سامنا ہو۔ انہیں دوسروں کی مشکلات کو اپنی مشکل کے طور پر دیکھنا چاہئے، انہیں دوسروں کے دباؤ کو اپنے دباؤ کے طور پر دیکھنا چاہئے اور اس لئے اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، جیسے جذباتی، جسمانی اور مالی مدد۔ یہ یقینی بنائے گا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مسلسل حمایت حاصل رہے گی۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

سماجی کاری - 55

جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کی عزت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

جس طرح ایک مسلمان یہ چاہتا ہے کہ دوسرے ان کی موجودگی یا غیر موجودگی میں ان کی عزت کی حفاظت کریں، اسی طرح وہ اپنی موجودگی یا غیر موجودگی میں بھی دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے۔ درحقیقت دوسروں کے لیے وہی پیار کرنا جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے، ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے، جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے جب کوئی ان کے بارے میں برا کہے، جیسے غیبت یا غیبت، اس سے قطع نظر کہ وہ جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے یا نہیں۔ یہ دوسروں کے عیبوں کو چھپانے کا ایک پہلو ہے اور دونوں جہانوں میں ان کے عیب چھپا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 225 کی ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کا واضح ثبوت ہے، جو کہ ایک حدیث کے مطابق جنت کی طرف لے جانے والی صفت ہے۔ جامع ترمذی، نمبر 2688 میں موجود ہے۔

زیر بحث اہم حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کی مدد کرنے سے فائدہ ہوتا ہے، لہذا اگر وہ دوسروں کی پرواہ کرنے میں بھی مشغول ہوں تو کم از کم اپنے مفاد کے لیے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ یہ حقیقت تمام نیک کاموں پر لاگو ہوتی ہے، جیسے صدقہ۔ ایک شخص صرف اپنے آپ کو اس اجر سے فائدہ اٹھاتا ہے جب وہ اچھے کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اطاعت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ضرورت مندوں کو کسی نہ کسی طریقے سے مہیا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ صرف لوگوں کو دوسروں کی مدد کر کے ثواب حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے۔

اس کے علاوہ جو شخص دوسروں کی عزت کا دفاع کرنے میں ناکام رہتا ہے جب کہ ان کے پاس موقع اور طاقت ہو، نقصان کے خوف کے بغیر، اسے ٹرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اور جگہ پر ان کی عزت کی حفاظت نہیں کرے گا۔ دوسروں کی طرف سے خلاف ورزی کی جا رہی ہے اور خاص طور پر، قیامت کے دن

آخر میں، جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث دوسروں کی عزت کی حفاظت کی تلقین کرتی ہے، یہ بالواسطہ طور پر دوسروں کی عزت کو پامال نہ کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق درحقیقت یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کی نشانی ہے۔ خاص طور پر یہ نصیحت کرتا ہے کہ ایک سچا مسلمان اور مومن دوسروں کے نفس اور مال سے اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دور رکھے۔

سماجی کاری - 56

سنن ابن ماجہ نمبر 1601 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ غم زدہ کی تسلی کرنے والے کو قیامت کے دن عزت کا لباس پہنایا جائے گا۔

جیسا کہ مشکلات کا سامنا کرنا سب کے لیے یقینی ہے، یہ ایک عظیم انعام حاصل کرنے کا ایک انتہائی آسان طریقہ ہے جس میں زیادہ وقت، توانائی یا پیسے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں اپنے ذرائع کے مطابق مشکل کا سامنا کرنے والے خاندان کی مدد کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے، جیسے کہ جذباتی، مالی اور جسمانی مدد۔ ایک مسلمان کو مشکل کا سامنا کرنے والوں کو پوری آزمائش کے دوران صبر کرنے کی ترغیب دینی چاہیے اور انہیں قرآن پاک کی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد دلانی چاہیے، جو صبر کی اہمیت اور اجر عظیم کے بارے میں بتاتی ہیں۔ انہیں یہ یاد دلاتے ہوئے مثبت بات کرنی چاہئے کہ چیزیں صرف اچھی وجہ سے ہوتی ہیں، چاہے لوگ ان کے پیچھے کی حکمت کو سمجھنے میں ناکام ہوں۔ درحقیقت اس نیک عمل کو انجام دینے کے لیے کسی شخص کو عالم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اکثر صورتوں میں مشکل کا سامنا کرنے والے کو بہتر محسوس کرنے کے لیے حمایت کے چند الفاظ کافی ہوتے ہیں۔ اور بعض صورتوں میں صرف جسمانی طور پر موجود ہونا ہی انہیں سہارا دینے کے لیے کافی ہوتا ہے چاہے کوئی لفظ نہ بولے۔

یہ رویہ آسانی سے اپنایا جاتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ صرف وہی سلوک کرتا ہے جیسا کہ وہ لوگوں کے ذریعہ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

آخر میں یہ ضروری ہے کہ مسلمان اس عمل صالح کو انجام دیتے وقت اپنی نیت درست کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں، اور دوسروں جیسے اپنے رشتہ داروں کو دکھاوے کے لیے ایسا نہ کریں، اور نہ ہی خوف کی وجہ سے کریں۔ دوسروں کی طرف سے تنقید کا نشانہ بننا اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ دوسروں کی خاطر عمل کرنے والوں کو قیامت کے دن بتایا جائے

گأ كه وه ان كاموں سے اپنا اجر حاصل كريں جس كے ليے وه عمل نہيں كر سكه گا۔ اس كي تنبيه
جامع ترمذى نمبر 3154 ميں موجود حديث ميں كي گئي هے۔

سماجی کاری - 57

صحیح بخاری نمبر 6032 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ قیامت کے دن بدترین لوگ وہ ہیں جو اپنے برے عمل کی وجہ سے بچ جائیں گے۔

یہ وہ ہے جو خاص طور پر لوگوں کے ساتھ برے کردار کا مالک ہے۔ وہ اپنی تقریر کے ذریعے دوسروں پر منفی اثر ڈالتے ہیں، جیسے کہ نازیبا زبان استعمال کرتے ہیں، اور اپنے اعمال، جیسے کہ جسمانی تشدد اور دھمکیوں کے ذریعے انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ اچھا کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گا، اس لیے جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برا کردار کتنا اہم ہو گا۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق برے رویے ایک سچے مسلمان اور مومن کی خصوصیت سے بالکل متصادم ہیں۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ ایک سچا مسلمان اور مومن اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھے۔

ایک مسلمان کو ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنے کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے، اس کے احکام کو خلوص کے ساتھ پورا کیا جائے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر اس نعمت کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

ایمان کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عملاً دوسروں کے لیے وہی پیار کر کے دوسروں کے لیے اچھا کردار دکھانا جو انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔ بلاشبہ اس میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے، جیسا کہ کوئی چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

آخر میں، ایک مسلمان کو ہمیشہ اپنی بات یا عمل کے ذریعے دوسروں پر ظلم کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ قیامت کے دن انصاف قائم کیا جائے گا جس کے تحت ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے سپرد کرے اور اگر ضرورت پڑے تو ظالم کو ان کے مظلوموں کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ برے رویے اس دنیا میں تنہائی کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ کوئی بھی مہذب انسان ایسے برے شخص سے دوستی کی خواہش نہیں رکھتا، اور یہ دونوں جہانوں میں پریشانی اور تناؤ کا باعث بنتا ہے۔

سماجی کاری - 58

سنن ابوداؤد نمبر 4992 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ جو کچھ بھی سنتا ہے اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا ان کے گناہگار ہونے کے لیے کافی ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، کسی کو سب سے پہلے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صرف حلال تقریر سنتے ہیں، کیونکہ ایسی گفتگو میں فعال طور پر حصہ لینا جس میں گناہ کی بات شامل ہو، دونوں جہانوں میں ان پر منفی اثر ڈالے گی۔ ایک مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ایسی گفتگو سے گریز کرے جس میں فضول اور فضول گفتگو ہو، کیونکہ یہ اکثر گناہ کی باتوں کا باعث بنتی ہے اور اس کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے، جو ان کے لیے قیامت کے دن بڑے پشیمان ہوں گے، خاص طور پر جب وہ ان لوگوں کو دیے گئے انعامات کو دیکھتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا۔

دوم، انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ جو کچھ بھی سنتے ہیں اسے دوسروں تک نہ پہنچائیں، کیونکہ یہ آسانی سے غیبت اور غیبت کا باعث بن سکتا ہے، جو کہ کبیرہ گناہ ہیں۔ یہ اکثر رشتوں میں ٹوٹ پھوٹ اور ٹوٹ پھوٹ کا باعث بھی بنتا ہے، خاص کر رشتہ داروں کے درمیان، کیونکہ لوگوں کے دلوں میں منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں جب وہ ایسی باتیں سنتے ہیں جو ان کے لیے نہیں تھیں۔ ایک مسلمان کو صرف ان چیزوں کو بیان کرنا چاہئے جو وہ سنتے ہیں اگر وہ گناہوں سے بچ سکتے ہیں اور اگر وہ معلومات دوسروں کے لئے فائدہ مند ہیں۔ اس کے علاوہ، جو معلومات وہ منتقل کرتے ہیں ان کی تصدیق اور مستند ہونا ضروری ہے، کیونکہ ایسی چیزوں کو پہنچانا جن کی تصدیق نہیں ہوتی، قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہے۔ جو مسلمان لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اس طرح سے ان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا ”
“نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔

انسان کو اپنی بات پر قابو رکھنا چاہیے تاکہ وہ صرف اچھی بات کریں یا خاموش رہیں، کیونکہ
فضول اور گناہ والی بات دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتی ہے۔

فضول یا گناہ کی بات سننے سے بچنے کے لیے اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ یہ انہیں کسی
تیسرے فریق کو بیہودہ یا گناہ کی بات کرنے سے بھی روکے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، جس طرح ایک مسلمان یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ جن باتوں پر گفتگو
کرتے ہیں ان میں سے اکثر کو دوسروں تک پہنچایا جائے، اسی طرح اسے دوسروں کی باتوں
سے بھی اس طرح برتاؤ نہیں کرنا چاہیے۔

سماجی کاری - 59

صحیح بخاری نمبر 12 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام میں پائے جانے والے ایک اچھے معیار کی نصیحت کی۔ یعنی سلام کا اسلامی سلام ان لوگوں تک پہنچانا جن کو وہ جانتا ہے اور جن کو وہ نہیں جانتے۔

اس اچھی خصوصیت پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ آج کل کے مسلمان اکثر صرف ان لوگوں کو امن کا اسلامی سلام پھیلاتے ہیں جنہیں وہ جانتے ہیں۔ اسے سب تک پہنچانا ضروری ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے اور اسلام مضبوط ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ خصوصیت صحیح مسلم نمبر 194 میں موجود حدیث کے مطابق جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں سے صرف مصافحہ کرنے کی بُری عادت سے بچنا چاہیے اور ان کو سلام کا سلام پیش کیے بغیر۔ صلح کا زبانی سلام صرف مصافحہ کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

ایک مسلمان کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ دوسروں کو بھیجے جانے والے ہر سلام کے لیے کم از کم دس انعامات حاصل کریں گے، چاہے دوسرے ان کا جواب نہ دیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 5195 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو لوگوں اور ان کے مالوں سے دور رکھ کر اپنی دوسری تقریروں اور افعال میں اس امن کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلامتی کے اسلامی سلام کو صحیح طریقے سے پورا کرے۔ یہ دراصل سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق سچے مسلمان اور مومن کی تعریف ہے۔ کوئی شخص کسی کو سلام کرے اور پھر اپنے قول و فعل سے اسے نقصان پہنچائے۔ درحقیقت یہ رویہ دوسروں کو سلام کا پیغام پہنچانے کے مقصد سے انکار کرتا ہے۔

سماجی کاری - 60

صحیح بخاری نمبر 67 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اسلام میں مسلمان کا خون، مال اور عزت حرمت ہے۔

یہ حدیث، بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح، مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ کامیابی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق، جیسے فرض نماز، اور لوگوں کے حقوق کو ادا کرے۔ ایک کے بغیر دوسرا کافی اچھا نہیں ہے۔ قیامت کے دن انصاف قائم کیا جائے گا جس کے تحت ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے سپرد کرے اور اگر ضرورت پڑے تو ظالم کو ان کے مظلوموں کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

سچا مومن اور مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے نفس اور مال سے اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے فعل یا قول سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں۔

ایک مسلمان کو دوسروں کے مال کا احترام کرنا چاہیے اور انہیں غلط طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، مثال کے طور پر، قانونی معاملے میں۔ صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود ایک حدیث میں خبردار کیا گیا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ جہنم میں جائے گا، خواہ اس نے حاصل کی ہوئی چیز درخت کی ٹہنی کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے مال کو صرف ان کی خواہش کے مطابق استعمال کریں اور انہیں اس طریقے سے واپس کریں کہ اس کے مالک کی خوشنودی ہو۔ کسی کو دوسروں کے مال کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے مال کے ساتھ سلوک کریں۔

غیبت یا غیبت جیسے فعل یا تقریر سے کسی مسلمان کی عزت کو پامال نہیں کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی عزت کا دفاع کرے، خواہ ان کی موجودگی میں ہو یا غیر موجودگی میں، کیونکہ یہ جہنم کی آگ سے ان کی حفاظت کا باعث بنے گا۔ اس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ کسی کو دوسروں کے بارے میں اس طرح بات کرنی چاہئے جس طرح وہ چاہتا ہو کہ دوسرے ان کے بارے میں بات کریں۔ اس لیے اچھا بولنا چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہوئے اپنے نفس، مال یا عزت پر ظلم کرنے سے گریز کرنا چاہیے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ جس طرح کوئی اسے اپنے لیے پسند کرتا ہے اسی طرح اسے دوسروں کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے اور اسے اپنے عمل اور تقریر سے ثابت کرنا چاہیے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ مومن کی نشانی ہے۔

سماجی کاری - 61

صحیح مسلم نمبر 6541 میں موجود ایک حدیث میں معاشرے کے اندر اتحاد پیدا کرنے کے بعض پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے حسد نہ کرنے کی تلقین کی۔

یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اس نعمت کو حاصل کرنے کی خواہش کرتا ہے جس کا کوئی دوسرا معنی رکھتا ہے، وہ اس نعمت سے محروم ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ اور اس میں اس حقیقت کو ناپسند کرنا شامل ہے کہ مالک کو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے یہ نعمت دی تھی۔ کچھ صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے بغیر ان کے عمل یا تقریر کے ذریعہ۔ اگر وہ اپنے خیالات اور احساسات کو ناپسند کرتے ہیں، تو امید ہے کہ وہ ان کی حسد کے لئے جوابدہ نہیں ہوں گے۔ بعض اپنے قول و فعل کے ذریعے دوسرے شخص سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بلا شبہ گناہ ہے۔ بدترین قسم وہ ہے جب کوئی شخص نعمت کو مالک سے دور کرنے کی کوشش کرے خواہ حسد کرنے والے کو نعمت نہ ملے۔

حسد تب ہی جائز ہے جب کوئی شخص اپنے جذبات پر عمل نہیں کرتا، اپنے جذبات کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے بدلے اس جیسی نعمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے بغیر اس کے کہ مالک اس کے پاس موجود نعمت سے محروم ہو۔ اگرچہ یہ قسم گناہ گار نہیں ہے پھر بھی یہ ناپسندیدہ ہے اگر حسد کسی دنیوی نعمت پر ہو اور صرف اس صورت میں قابل تعریف ہے جب اس میں دینی نعمت شامل ہو۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 1896 میں ایک حدیث میں قابل تعریف قسم کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ جب کوئی شخص حلال مال حاصل کرنے اور خرچ کرنے والے سے حسد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا۔ دوسرا وہ ہے جب کوئی شخص اس شخص سے حسد کرتا ہے جو اپنی حکمت اور علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

حسد کی بری قسم، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، براہ راست اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو چیلنج کرتا ہے۔ حسد کرنے والا ایسا برتاؤ کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے کسی اور کو خاص نعمت دے کر غلطی کی ہو۔ اس لیے یہ کبیرہ گناہ ہے۔ درحقیقت جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4903 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

ایک غیرت مند مسلمان کو جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ لہذا ایک غیرت مند مسلمان کو چاہیے کہ وہ جس شخص سے حسد کرتے ہیں اس کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس احساس کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کریں، جیسے کہ ان کی خوبیوں کی تعریف کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا یہاں تک کہ ان کی حسد ان سے محبت بن جائے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق جس شخص سے وہ حسد کرتے ہیں اس کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ انہیں اسلامی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہئے تاکہ یہ سمجھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو بہترین چیز عطا کرتا ہے اور اگر انہیں کوئی خاص دنیوی نعمت عطا نہیں کی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ایک اور چیز جس کی نصیحت شروع میں نقل کی گئی مرکزی حدیث میں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو صرف اسی صورت میں ناپسند کرنا چاہئے جب اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرے۔ اسے سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث میں ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو بتایا گیا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کو 4681 چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق چیزوں یا لوگوں کو ناپسند نہ کرے۔ اگر کوئی اپنی خواہشات کے مطابق دوسرے کو ناپسند کرتا ہے تو اسے کبھی بھی اپنے قول و فعل پر اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیے کیونکہ یہ گناہ ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسرے کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احترام اور مہربانی کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے احساس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ دوسرے لوگ بالکل ایسے نہیں جیسے وہ

کامل نہیں ہیں۔ اور اگر دوسروں میں کوئی بری خصلت ہے تو وہ بھی بلاشبہ اچھی صفات کے مالک ہوں گے۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کرے کہ وہ اپنی بُری خصلتوں کو چھوڑ دیں لیکن ان میں موجود اچھی صفات سے محبت کرتے رہیں۔ ایک مسلمان کو گناہوں کو ناپسند کرنا چاہیے لیکن انسان کو نہیں، جیسا کہ ایک شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر سکتا ہے۔ انہیں اسلام کی حدود میں گناہوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنا چاہیے۔ انہیں بری باتوں کے خلاف نرمی سے دوسروں کو نصیحت کرنی چاہیے، کیونکہ سختی اکثر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے مزید دور کر دیتی ہے۔

اس موضوع پر ایک اور نکتہ بیان کرنا ضروری ہے۔ ایک مسلمان جو کسی خاص عالم کی پیروی کرتا ہے جو کسی مخصوص عقیدے کی حمایت کرتا ہے اسے متعصب کی طرح کام نہیں کرنا چاہئے اور اپنے عالم کو ہمیشہ حق پر یقین رکھنا چاہئے اس لئے ان لوگوں سے نفرت کرنا چاہئے جو ان کے علماء کی رائے کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز/کسی کو ناپسند کرنے والا نہیں ہے۔ جب تک علماء کے درمیان جائز اختلاف موجود ہے، کسی خاص عالم کی پیروی کرنے والے مسلمان کو اس کا احترام کرنا چاہئے اور دوسروں کو ناپسند نہیں کرنا چاہئے جو ان کے ماننے والے عالم سے مختلف ہوں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے منہ نہ موڑنا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں دنیاوی مسائل پر دوسرے مسلمانوں سے تعلقات منقطع نہیں کرنے چاہئیں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی حمایت سے انکار کر دینا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 6077 میں موجود حدیث کے مطابق کسی مسلمان کے لیے کسی دنیاوی معاملے میں دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ تعلقات منقطع کرنا ناجائز ہے۔ درحقیقت کسی دنیاوی مسئلہ میں ایک سال سے زیادہ عرصہ تک تعلقات منقطع کرنے والا دوسرے مسلمان کو قتل کرنے والے کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4915 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ دوسروں کے ساتھ تعلقات منقطع کرنا صرف ایمان کے معاملات میں جائز ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کو خلوص دل سے توبہ کرنے کی تلقین جاری رکھنی چاہئے اور صرف اس صورت میں ان کی صحبت سے گریز کرنا چاہئے جب وہ بہتر کے لئے تبدیل کرنے سے انکار کریں۔ جب بھی ان سے ایسا کرنے کی درخواست کی جائے تو انہیں حلال چیزوں پر ان کا ساتھ دینا چاہیے، کیونکہ یہ احسان مندی انہیں اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ اس حدیث میں دی گئی سابقہ نصیحت پر عمل کریں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسرے مسلمانوں کے تنہیں اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کریں، جیسے کہ بھلائی کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا اور: برائیوں سے ڈرنا۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

صحیح بخاری نمبر 1240 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے درج ذیل حقوق ادا کرنے چاہیئں: سلام کا جواب دینا، بیماروں کی عیادت کرنا، ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا اور مسلمانوں کو جواب دینا۔ چھینکنے والا جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ وہ تمام حقوق سیکھے اور پورا کرے جو دوسرے لوگوں کے، خاص کر دوسرے مسلمانوں کے ان پر ہیں، کیونکہ ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نے قیامت کے دن دوسرے لوگوں کے حقوق ادا کیے؟ کسی کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ سلوک کریں۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر ظلم نہیں کرنا چاہیے، اسے چھوڑنا یا نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ انسان کے گناہوں سے نفرت ہونی چاہیے لیکن گناہ گار ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ کسی بھی وقت صدق دل سے توبہ کر لے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4884 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کی تذلیل کرے گا اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو ذلت سے بچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔

شروع میں نقل کی گئی مرکزی حدیث میں مذکور منفی خصوصیات اس وقت پیدا ہو سکتی ہیں جب کوئی شخص غرور اختیار کر لے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث کے مطابق تکبر اس وقت ہوتا ہے جب انسان دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ مغرور شخص خود کو کامل دیکھتا ہے جبکہ دوسروں کو نامکمل دیکھتا ہے۔ یہ انہیں دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے روکتا ہے اور دوسروں کو ناپسند کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور فخر انسان کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ سچائی کو مسترد کر دے جب وہ ان کے سامنے پیش کیا جائے، کیونکہ یہ ان کی طرف سے نہیں آیا اور ان کی خواہشات کے خلاف ہے۔

ایک اور بات جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حقیقی تقویٰ کسی کی ظاہری شکل و صورت میں نہیں ہے جیسا کہ اسلامی لباس پہننا، بلکہ یہ ایک باطنی صفت ہے۔ یہ باطنی خصلت ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کا استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اسی لیے صحیح مسلم کی حدیث نمبر 4094 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب روحانی قلب پاک ہوتا ہے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے لیکن جب روحانی قلب فاسد ہوتا ہے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔ کریپٹ ہو جاتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری صورتوں مثلاً مال و دولت کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کی نیتوں اور اعمال پر غور کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6542 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے باطنی تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرے تاکہ یہ ظاہری طور پر اس طرح ظاہر ہو جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعامل کرتے ہیں۔ تخلیق

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بغض رکھنا گناہ ہے۔ اس نفرت کا اطلاق دنیاوی چیزوں پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو ناپسند نہیں کرنا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور بغض رکھنا ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک مسلمان کو ہر حال میں دوسروں کا احترام کرنا چاہیے اور اس شخص سے نفرت کیے بغیر صرف ان کے گناہوں کو ناپسند کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، ان کی ناپسندیدگی انہیں کبھی بھی اسلام کی تعلیمات کے خلاف کام کرنے پر مجبور نہیں کرے گی، کیونکہ اس سے یہ ثابت ہو گا کہ ان کی نفرت ان کی اپنی خواہشات پر مبنی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے۔ دنیاوی وجوہات کی بنا پر دوسروں کو حقیر سمجھنے کی اصل وجہ تکبر ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایک ایٹم کا

فخر کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کی جان، مال اور آبرو سب مقدس ہیں۔ ایک مسلمان کو ان حقوق میں سے کسی کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ غیر مسلموں سمیت دیگر لوگوں کو ان کے شر سے محفوظ نہ رکھے۔ نقصان دہ تقریر اور اعمال اور سچا مومن وہ ہے جو دوسروں کی جان و مال سے ان کی برائیوں کو دور رکھے۔ ان حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ ان کا شکار پہلے انہیں معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو قیامت کے دن انصاف قائم ہو گا جس کے تحت مظلوم کو ظالم کی نیکیاں ملیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو مظلوم کے گناہ مظلوم کو ملیں گے۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ یہ ایک فرد کے لیے بہت زیادہ برکتوں کا باعث بنے گا اور اس کے معاشرے میں اتحاد پیدا ہوگا۔

سماجی کاری - 62

جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ نیکی کی بنیاد زبان کو کنٹرول کرنا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان کو روکنا، اس کی حفاظت کرنا اور اسے اسلام کی مقرر کردہ حدود میں رکھنا ہی تمام بھلائیوں کا ذریعہ ہے۔ لہذا جس نے اپنی زبان کو قابو میں رکھا اس نے ان کا معاملہ سنبھال لیا۔ درحقیقت یہ حدیث اس بات کا اختتام کرتی ہے کہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کا سب سے بڑا سبب کلام ہے۔ اس کی تائید بہت سی دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے، جیسے کہ جامع ترمذی، نمبر 2314 میں موجود حدیث، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں جانے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر کبیرہ گناہوں میں تقریر کا عنصر ہوتا ہے اور اکثر صورتوں میں کسی کے قول سے گناہ کرنا ان کے عمل سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ جب مسلمان اپنی بات درست کر لیتا ہے تو اس کے تمام اعمال درست ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر پاتے تو صرف اپنی برائی سے ان کی نیکیوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ باب 33 الاحزاب، آیات 70-71

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور انصاف کی بات کہو، وہ تمہارے لیے تمہارے "اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔"

لہذا ایک مسلمان کو لغو باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ وقت کا ضیاع ہے اور اس لیے قیامت کے دن ان کے لیے بڑی پشیمانی ہوگی۔ اس دنیا میں انسان کو جن دلائل، مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی بڑی وجہ بھی فضول گفتگو ہے۔ فضول گفتگو بھی اکثر بری تقریر سے پہلے پہلا قدم ہوتا ہے، جیسے جھوٹ، غیبت اور غیبت۔ ہر قسم کی بُری باتوں سے بھی بچنا چاہیے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں پریشانی کا باعث ہے۔ آخر میں، ایک مسلمان کو صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں دی گئی دور رس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے، یعنی وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

سماجی کاری - 63

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک ایسی چیز پر غور کر رہا تھا جس کی تمام مسلمانوں کو امید تھی۔ وہ سب امید کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی گزشتہ غلطیوں اور گناہوں کو ایک طرف رکھے گا، نظر انداز کرے گا اور معاف کر دے گا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انہی مسلمانوں میں سے اکثر جو اس کی امید اور دعا کرتے ہیں وہ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے۔ مطلب، وہ اکثر دوسروں کی ماضی کی غلطیوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں اور انہیں اپنے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ ان غلطیوں کی طرف اشارہ نہیں ہے جن کا اثر حال یا مستقبل پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ڈرائیور کی وجہ سے ہونے والا کار حادثہ جو کسی دوسرے شخص کو جسمانی طور پر معذور کر دیتا ہے، ایک غلطی ہے جو حال اور مستقبل میں شکار کو متاثر کرے گی۔ اس قسم کی غلطی کو چھوڑنا اور نظر انداز کرنا سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن بہت سے مسلمان اکثر دوسروں کی غلطیوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں جو کسی بھی طرح سے مستقبل کو متاثر نہیں کرتی ہیں، جیسے کہ زبانی توہین۔ اگرچہ غلطی ختم ہو چکی ہے لیکن یہ لوگ موقع ملنے پر اسے زندہ کرنے اور دوسروں کے خلاف استعمال کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی افسوسناک ذہنیت ہے جیسا کہ کسی کو سمجھنا چاہئے کہ لوگ فرشتے نہیں ہیں۔ کم از کم ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ سے اپنی ماضی کی غلطیوں سے درگزر کرنے کی امید رکھتا ہے اسے دوسروں کی ماضی کی غلطیوں کو نظر انداز کرنا چاہیے۔ جو لوگ اس طرح برتاؤ کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ ان کے زیادہ تر تعلقات ٹوٹ چکے ہیں کیونکہ کوئی بھی رشتہ مکمل نہیں ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اختلاف کا شکار رہیں گے جو ہر رشتے میں غلطی کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس لیے جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ تنہا ہو جائے گا کیونکہ ان کی بری ذہنیت انہیں دوسروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو خراب کرنے کا باعث بنتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ تنہا رہنے سے نفرت کرتے ہیں لیکن پھر بھی ایسا رویہ اپناتے ہیں جو دوسروں کو ان سے دور کرتا ہے۔ یہ منطق اور عقل کی نفی کرتا ہے۔ تمام لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ زندہ رہتے ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد ان سے محبت اور احترام کیا جائے لیکن یہ رویہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو لوگ ان سے تنگ آ جاتے ہیں اور جب وہ مرتے ہیں تو لوگ انہیں سچے پیار اور محبت سے یاد نہیں کرتے۔ اگر وہ انہیں یاد کرتے ہیں تو یہ محض رواج سے باہر ہے۔

ماضی کو جانے دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو دوسروں کے ساتھ حد سے زیادہ اچھا سلوک کرنے کی ضرورت ہے لیکن اسلام کی تعلیمات کے مطابق سب سے کم احترام کرنا ہے۔ اس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا اور اس کے لیے تھوڑی محنت درکار ہوتی ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے

کہ وہ درگزر کرنا سیکھے اور لوگوں کی ماضی کی غلطیوں کو جانے دیا جائے تو شاید اللہ تعالیٰ
قیامت کے دن ان کی پچھلی غلطیوں کو درگزر فرمائے گا۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کر دیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کر...
دے؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

سماجی کاری - 64

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ضد کی بری خصوصیت اور اس کے حامل افراد اور ان کے آس پاس کے لوگوں پر اس کے منفی اثرات پر غور کر رہا تھا۔ اگرچہ یہ خصوصیت بہت سے مسائل کا باعث بن سکتی ہے صرف ایک اہم پر بات کی جائے گی۔ بعض دنیوی معاملات میں ہٹ دھرمی اختیار کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے کردار میں بہتری نہیں لاتے۔ اس کے بجائے، وہ اپنے رویے پر ثابت قدم رہتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ یہ کسی نہ کسی طرح ان کی عظیم طاقت اور دانشمندی کی علامت ہے۔ ایمان کے معاملات میں ثابت قدمی ایک قابل تعریف رویہ ہے لیکن اکثر دنیوی معاملات میں اسے صرف ضد کہا جاتا ہے جو کہ قابل ملامت ہے۔

بدقسمتی سے، کچھ کا خیال ہے کہ اگر وہ اپنا رویہ بدلتے ہیں تو یہ کمزوری کو ظاہر کرتا ہے یا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کر رہے ہیں اور اس وجہ سے وہ ضد کے ساتھ بہتر کے لیے تبدیل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ بالغ لوگ یہ مان کر نادان بچوں کی طرح برتاؤ کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنا رویہ بدل لیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ہار گئے ہیں جبکہ دوسرے جو اپنے رویے پر ثابت قدم رہتے ہیں وہ جیت گئے ہیں۔ یہ محض بچگانہ ہے۔

درحقیقت ایک ذہین آدمی ایمان کے معاملات میں ثابت قدم رہے گا لیکن دنیوی معاملات میں جب تک گناہ نہ ہو اپنی زندگی کو آسان بنانے کے لیے اپنا رویہ بدلے گا۔ لہذا اپنی زندگی کو سنوارنے کے لیے بدلنا کمزوری کی علامت نہیں بلکہ دراصل ذہانت کی علامت ہے۔

بہت سے معاملات میں، ایک شخص اپنا رویہ تبدیل کرنے سے انکار کرتا ہے اور اپنی زندگی میں دوسروں سے توقع کرتا ہے کہ وہ اپنا رویہ بدلیں، جیسے کہ ان کے رشتہ دار۔ لیکن جو اکثر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ضد کی وجہ سے سب ایک ہی حالت میں رہتے ہیں جس سے باقاعدہ اختلاف اور جھگڑے ہی ہوتے ہیں۔ ایک عقلمند شخص یہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کے ارد گرد کے لوگ اس سے بہتر نہیں ہوتے جو ان کی ضرورت سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ تبدیلی ان کی زندگی کے معیار

اور دوسروں کے ساتھ ان کے تعلقات کو بہتر بنائے گی جو لوگوں کے ساتھ سرکلر بحث کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ یہ مثبت رویہ بالآخر دوسروں کو ان کا احترام کرنے کا سبب بنے گا کیونکہ کسی کے کردار کو بہتر بنانے کے لیے حقیقی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

جو لوگ ضدی رہتے ہیں وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ ناراض پاتے ہیں جس سے ان کی زندگی سے سکون ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں مزید مشکلات پیدا ہوں گی، جیسے کہ ان کی ذہنی صحت۔ لیکن جو لوگ بہتر کے لیے اپناتے اور بدلتے ہیں وہ ہمیشہ امن کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی یہ امن حاصل کر لیتا ہے تو کیا اس سے واقعی کوئی فرق پڑتا ہے اگر دوسرے یہ مانتے ہیں کہ وہ صرف اس لیے بدل گئے کہ وہ غلط تھے؟

آخر میں قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر ثابت قدم رہنا قابل تعریف ہے۔ لیکن دنیاوی معاملات میں اور ایسے معاملات میں جہاں کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو انسان کو اپنا رویہ بدلنا سیکھنا چاہیے تاکہ وہ اس دنیا میں سکون حاصل کر سکے۔

سماجی کاری - 65

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جب کچھ لوگ تنقید کرتے ہیں تو وہ حد سے زیادہ اداس کیسے ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے صحیح طریقے سے رہنمائی کرتے ہیں کیونکہ دوسروں پر ان کی تنقید کی بنیاد قرآن پاک میں موجود تنقید اور نصیحت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر ہوتی ہے۔ یہ قسم ہمیشہ تعمیری رہے گی اور دونوں جہانوں میں نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف رہنمائی کرے گی۔ یہ لوگ دوسروں کی زیادہ یا کم تعریف کرنے سے بھی گریز کریں گے۔ دوسروں کی زیادہ تعریف کرنا انہیں مغرور اور تکبر کا باعث بن سکتا ہے۔ دوسروں کی تعریف کرنے سے وہ کابل بن سکتے ہیں اور انہیں اچھے کام کرنے سے روک سکتے ہیں۔ یہ ردعمل اکثر بچوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق تعریف کرنے سے دوسروں کو دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں زیادہ محنت کرنے کی ترغیب ملے گی اور یہ انہیں تکبر کرنے سے روکے گا۔ اس لیے اس شخص کی تعریف اور تعمیری تنقید کو قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے خواہ کسی اجنبی کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو۔

دوسری قسم کے لوگ اپنی خواہشات کی بنیاد پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ تنقید زیادہ تر غیر تعمیری ہے اور صرف کسی کے خراب مزاج اور رویے کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ لوگ اکثر دوسروں کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی خواہشات کی بنیاد پر کام کرتے ہیں۔ ان دونوں کے منفی اثرات کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ لہذا اس شخص کی تنقید اور تعریف کو اکثر صورتوں میں نظر انداز کر دینا چاہیے خواہ وہ کسی عزیز کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ تنقید کے معاملے میں غیر ضروری طور پر اداس اور تعریف کے معاملے میں تکبر کا باعث بنتا ہے۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جو شخص دوسروں کی زیادہ تعریف کرتا ہے وہ اکثر ان پر بھی تنقید کرتا ہے۔ جس اصول پر عمل کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ وہ صرف اسلام کی تعلیمات پر مبنی تنقید اور تعریف قبول کریں۔ باقی تمام چیزوں کو نظر انداز کرنا چاہیے اور ذاتی طور پر نہیں لینا چاہیے۔

سماجی کاری - 66

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک مخصوص ذہنیت کے بارے میں سوچ رہا تھا جسے کچھ مسلمانوں نے اپنایا ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب ایک شخص بہت سے لوگوں کو اپنے مسائل کے بارے میں بتاتا ہے۔ اس رویہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی بہت سے لوگوں کو بتاتا ہے تو ان کے مسائل بتانا اور مشورہ لینا ان کی مشکلات کی شکایت کا ذریعہ بن جاتا ہے جو ان کی بے صبری کی واضح علامت ہے۔ اس کے علاوہ، یہ رویہ کسی کو صرف الجھن کا باعث بنے گا کیونکہ انہیں ملنے والی نصیحتیں مختلف ہوں گی جس کی وجہ سے وہ صحیح راستے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ غیر یقینی ہو جائیں گے۔ جبکہ چند عقلمندوں سے مشورہ کرنا کسی کے یقین میں اضافے کا سبب ہی بنے گا۔ بہت سے لوگوں کے سامنے کسی کے مسائل کو بار بار دہرانے سے وہ اپنے مسئلے پر بہت زیادہ توجہ مرکوز کرنے کا سبب بنتا ہے جس کی وجہ سے یہ حقیقت سے زیادہ بڑا اور اہم دکھائی دیتا ہے، یہاں تک کہ اس کی وجہ سے وہ اپنے دوسرے فرائض سے غفلت برتتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے مسائل پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ زیادہ بے صبری

اس لیے مسلمانوں کو اپنی مشکلات کے سلسلے میں صرف چند لوگوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ قرآن کریم کی نصیحت کے مطابق ان چند لوگوں کا انتخاب کریں۔ باب 16 النحل، آیت 43

”پس اہل پیغام سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔“

یہ آیت مسلمانوں کو علم رکھنے والوں سے مشورہ کرنے کی یاد دلاتی ہے۔ جیسا کہ ایک جاہل شخص سے مشورہ کرنے سے مزید پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنی جسمانی صحت کے بارے میں کسی کار مکینک سے مشورہ کرنا بے وقوف ہو گا، ایک مسلمان کو اپنے مسائل صرف ان لوگوں کو بتانا چاہیے جو اس کے بارے میں علم رکھتے ہیں اور ان سے منسلک اسلامی تعلیمات۔

اس کے علاوہ ایک مسلمان کو اپنے مسائل صرف ان لوگوں کے ساتھ شیئر کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی بھی دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مشورہ نہیں دیں گے۔ جبکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے یا اس کی اطاعت نہیں کرتے وہ علم اور تجربہ رکھتے ہیں لیکن وہ آسانی سے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مشورہ دیتے ہیں جس سے صرف پریشانیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے حقیقی علم کے مالک ہوتے ہیں اور یہی علم دوسروں کو ان کے مسائل میں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ باب 35: فاطر، آیت 28

اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

سماجی کاری - 67

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ جب بھی ان کے مشورے پر عمل نہیں کیا جاتا ہے تو کسی کو صحیح طور پر رد عمل ظاہر کرنا چاہئے۔ جب مشورہ لینے والا کوئی ایسا غیر قانونی فیصلہ کرے جو اسے دیے گئے مشورے سے متصادم ہو تو مشیر کو چاہیے کہ وہ اس کے انتخاب پر ناپسندیدگی کا اظہار کرے کیونکہ یہ ایمان کی ایک شاخ ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی چیز کو ناپسند کرنا، سنن ابوداؤد نمبر 4681 کی حدیث ناپسندیدگی ظاہر کرتے وقت اسلام اس کے باوجود کے مطابق ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ لیکن کی حدود میں رہنا چاہیے۔

اگر انتخاب دو حلال آپشنز کے درمیان ہیں اور ان کے مشورے پر عمل نہیں کیا جاتا ہے تو انہیں مشورہ لینے والے سے ناراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ انہوں نے ایک حلال انتخاب کا انتخاب کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے فیصلے کا احترام کریں اور ان کے لیے کوئی برے جذبات پیدا نہ کریں اور نہ ہی ظاہری طور پر ناراضگی کی کوئی علامت ظاہر کریں، جیسا کہ انہیں یہ بتانا چاہیے کہ انہوں نے انہیں بتایا ہے تو اگر ان کا فیصلہ ان کے لیے کارگر نہیں ہے۔ لوگ فرشتے نہیں ہیں وہ غلطیاں کریں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کریں چاہے وہ نصیحت کو مسترد کر دیں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنا فرض پورا کرنے کے بجائے دوسرے کو اچھی اور مخلصانہ نصیحت کر کے ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔

اس کے علاوہ، مشورہ لینے والے کو مشورہ نہیں مانگنا چاہئے اگر وہ پہلے ہی اپنا ذہن بنا چکے ہوں کیونکہ یہ صرف ایک ممکنہ دلیل کا دروازہ کھولتا ہے اگر وہ کسی سے مشورہ صرف اسے مسترد کرنے کے لئے مانگتے ہیں کیونکہ یہ ان کے پہلے سے طے شدہ انتخاب کے خلاف ہے۔

سماجی کاری - 68

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں کچھ لوگوں کے رویے پر غور کر رہا تھا جو ہمیشہ دوسروں سے اپنے مکمل حقوق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج کے دور میں جہالت کی وجہ سے والدین جیسے لوگوں کے حقوق ادا کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اگرچہ ایک مسلمان کے پاس کوئی عذر نہیں ہے لیکن ان کو پورا کرنے کی کوشش کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کریں۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6655 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسروں پر رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔

اس رحمت کا ایک پہلو مسلمان کے لیے یہ ہے کہ وہ دوسروں سے اپنے پورے حقوق کا مطالبہ نہ کرے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی جسمانی یا مالی طاقت جیسے ذرائع کو اپنی مدد اور دوسروں کے لیے آسان بنانے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ بعض صورتوں میں، جب کوئی مسلمان دوسروں سے اپنے مکمل حقوق کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ انہیں پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو یہ ان کی سزا کا باعث بن سکتا ہے۔ دوسروں پر رحم کرنے کے لیے انہیں صرف بعض صورتوں میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے جن پر ان کے حقوق ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بالغ بچے کو گھر کے کسی خاص کام سے معافی دے سکتے ہیں اور اگر وہ اپنے آپ کو پریشان کیے بغیر ایسا کرنے کے ذرائع رکھتے ہیں تو وہ خود کر سکتے ہیں، خاص طور پر اگر وہ بچہ کام سے تھک کر گھر لوٹتا ہے۔ یہ نرمی اور رحم نہ صرف اللہ تعالیٰ کو ان پر زیادہ رحم کرنے کا باعث بنے گا بلکہ اس سے لوگوں میں ان کے لیے محبت اور احترام بھی بڑھے گا۔ جو ہمیشہ اپنے پورے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے وہ گنہگار نہیں ہے لیکن اگر وہ اس طرح کا برتاؤ کریں گے تو وہ اس اجر و ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔

سماجی کاری - 69

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں تمام مسلمانوں کی اہم ذمہ داری کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 110:

تم بہترین امت ہو جو بنی نوع انسان کے لیے [مثال کے طور پر] پیدا کی گئی ہے۔ تم نیکی کا " ...حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

حالانکہ یہ ہر مسلمان پر ایک اہم فریضہ ہے پھر بھی وہ ایسے لوگوں سے ملیں گے جو بظاہر ان کو دی گئی نصیحتوں کو نہیں سنتے اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ خاص طور پر اس دن اور عمر میں بالکل واضح ہے۔ اس طرح کے معاملات میں یہ بہتر ہے کہ ہمت نہ ہاریں بلکہ اپنی تکنیک کو تبدیل کرنے پر غور کریں۔ باتوں سے دوسروں کو نصیحت کرنا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا ایک طریقہ ہے لیکن اس سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے عمل سے دوسروں کو نصیحت کی جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قول و فعل سے دوسروں کو نصیحت کرنے والے سب سے بڑے استاد تھے۔ مثال کے طور پر یہ معروف تکنیک اپنانا ضروری ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو مثبت انداز میں متاثر کرنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ اب بھی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی اس تکنیک کو قبول کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔ کسی کو عملی مثال دکھاتے رہنا چاہئے لیکن شاید زبانی طور پر مشورہ دینے سے ایک قدم پیچھے ہٹنا چاہئے کیونکہ توجہ نہ دینے والے دوسروں کو مسلسل نصیحت کرنا دونوں فریقین کو چڑچڑا اور غصے کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ اس رویے کے خلاف ہے جو ایک مسلمان کو ہونا چاہیے جب وہ دوسروں کو بھلائی کی نصیحت کرتے ہیں۔ یہ ایک افسوسناک سچائی ہے کہ کسی کو زبانی طور پر اپنے آپ کو ایسے لوگوں پر مسلط کرنے کی زحمت نہیں کرنی چاہئے جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کیا کہنا ہے۔ لیکن انہیں اپنے عمل سے دوسروں کو نصیحت کرتے رہنا چاہیے۔ اس طرح انسان نہ صرف اپنے کردار کو سنوار کر اپنی مدد کرتا ہے بلکہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں بھی اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ باب 31 لقمان، آیت 17

نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو، اور جو مصیبت آئے اس پر صبر کرو۔ درحقیقت، [سب] ...”
وہ معاملات ہیں جو حل طلب ہیں۔

سماجی کاری - 70

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ صالح پیشواؤں کے گزرنے کے بعد سے مسلم قوم کی طاقت ڈرامائی طور پر کمزور ہوئی ہے۔ یہ منطقی بات ہے کہ جتنے زیادہ لوگوں کی تعداد ایک گروہ میں ہوگی اتنا ہی وہ گروہ مضبوط ہوگا لیکن مسلمانوں نے کسی نہ کسی طرح اس منطق کی نفی کی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے کے ساتھ ہی مسلم قوم کی طاقت میں کمی آئی ہے۔ اس کے پیش آنے کی ایک اہم وجہ قرآن کریم کی سورہ 5 المائدہ، آیت 2 سے مربوط ہے

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

اللہ تعالیٰ واضح طور پر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ کسی بھی اچھے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور کسی برے معاملے میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دیں۔ اس پر نیک پیشواؤں نے عمل کیا لیکن بہت سے مسلمان ان کے نقش قدم پر چلنے میں ناکام رہے ہیں۔ بہت سے مسلمان اب اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں اس کا مشاہدہ کرنے کے بجائے کون عمل کر رہا ہے۔ اگر وہ شخص ان سے جڑا ہوا ہے، مثال کے طور پر، کوئی رشتہ دار، تو وہ ان کا ساتھ دیتے ہیں چاہے بات اچھی نہ ہو۔ اسی طرح اگر اس شخص کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ ان کی حمایت سے منہ موڑ لیتے ہیں خواہ بات اچھی ہو۔ یہ رویہ صالح پیشواؤں کی روایات کے بالکل خلاف ہے۔ وہ بھلائی میں دوسروں کی حمایت کریں گے قطع نظر اس کے کہ کون کر رہا ہے۔ درحقیقت وہ قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ وہ ان کی حمایت بھی کریں گے جب تک کہ یہ اچھی بات نہ ہو۔

اس سے جڑی دوسری چیز یہ ہے کہ بہت سے مسلمان ایک دوسرے کی اچھی مدد کرنے میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہے کہ جس شخص کی وہ حمایت کر رہے ہیں وہ ان سے زیادہ اہمیت حاصل کرے گا۔ اس صورتحال نے علماء اور اسلامی تعلیمی اداروں کو بھی متاثر کیا ہے۔ وہ دوسروں کی بھلائی میں مدد نہ کرنے کے لیے لنگڑے بہانے بناتے ہیں کیونکہ ان کا ان کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے اور انہیں ڈر ہے کہ ان کا اپنا ادارہ بھلا دیا جائے گا اور وہ جن کی مدد

کریں گے وہ معاشرے میں مزید عزت حاصل کریں گے۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے لیے صرف تاریخ کے اوراق پلٹتے پڑتے ہیں۔ جب تک کسی کی نیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو، دوسروں کی بھلائی میں مدد کرنے سے معاشرے میں اس کی عزت بڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف متوجہ کرے گا خواہ ان کا تعاون کسی اور ادارے، ادارے یا شخص کے لیے ہو۔ مثال کے طور پر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آسانی سے خلافت کو چیلنج کر سکتے تھے اور ان کے حق میں کافی حمایت حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ صحیح کام یہ تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام کا پہلا خلیفہ نامزد کیا جائے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس بات کی فکر نہیں تھی کہ اگر وہ کسی دوسرے شخص کا ساتھ دیں تو معاشرہ اسے بھول جائے گا۔ اس کے بجائے اس نے پہلے بیان کی گئی آیت میں حکم کی تعمیل کی اور جو صحیح تھا اس کی تائید کی۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 3667 اور 3668 میں موجود احادیث سے ہوتی ہے۔ اس عمل سے معاشرے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عزت و تکریم میں اضافہ ہی ہوا۔ یہ بات ان لوگوں پر واضح ہے جو اسلامی تاریخ سے واقف ہیں۔

مسلمانوں کو اس پر گہرائی سے غور کرنا چاہیے، اپنی ذہنیت کو بدلنا چاہیے اور دوسروں کی بھلائی میں مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، قطع نظر اس کے کہ یہ کام کون کر رہا ہے اور اس خوف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے کہ ان کی حمایت انہیں معاشرے میں بھلا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ درحقیقت ان کی عزت و تکریم دونوں جہانوں میں ہی بڑھے گی۔

سماجی کاری - 71

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ان چیزوں پر غور کر رہا تھا جو کسی شخص کو بہتر کے لیے بدلنے سے روکتی ہیں۔ بدقسمتی سے، کچھ لوگ ابھی تک آزمائشوں اور آسانی کے اوقات کا تجربہ کرتے ہیں، اپنے کردار کو مثبت انداز میں نہیں بدلتے۔ اگرچہ، بہت سے ممکنہ وجوہات ہیں صرف ایک پر اس باب میں بحث کی جائے گی۔

کچھ معاملات میں، لوگ بہتر کے لیے نہیں بدلتے کیونکہ ان کے آس پاس کے لوگ انہیں ایسا کرنے کی ترغیب نہیں دیتے۔ درحقیقت، بہت سے لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ صرف دوسروں کی پیٹھ پر تھپکی دیتے ہیں اور انہیں وہی بتاتے ہیں جو وہ سننا چاہتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی طرح یہ مانتے ہیں کہ یہ ایک اچھے ساتھی اور دوست کا کردار ہے۔ وہ غلط طور پر یقین رکھتے ہیں کہ اس طرح سے کام کرنا دوسروں کے لئے ان کی گہری محبت اور احترام کی علامت ہے۔ لیکن یہ مکمل طور پر غلط ہے کیونکہ یہ رویہ کسی کو اپنے رویے کو بہتر کیے بغیر جاری رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ دوسروں کو جذباتی سکون فراہم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ایک اچھا دوست ہمیشہ ان طریقوں کی نشاندہی کرے گا جن سے اس کا دوست یا رشتہ دار اپنے کردار کو بہتر بنا سکتا ہے۔ یہ حقیقت میں ان کے ساتھی کی دنیا اور آخرت کی زندگی کے معیار اور حالت کو بہتر بنائے گا۔ جب کہ محض دوسروں کی پیٹھ تھپتھپانے سے انہیں عارضی سکون ملے گا لیکن اس سے حالات یا ان کے کردار میں کوئی بہتری نہیں آئے گی۔ دوسروں کی بے عزتی کیے بغیر درست رویہ حاصل کرنا ممکن ہے۔ یہ ایک فرد کا دوسروں خصوصاً اپنے رشتہ داروں کے لیے فرض ہے۔ درحقیقت اگر کسی شخص کا دوست یا رشتہ دار ان کی اچھی نصیحت کو ناپسند کرتا ہے تو وہ ان کے ساتھ اپنے تعلقات کو اہمیت نہیں دیتے۔ انسان کو کبھی بھی کسی چیز کو نہیں چھوڑنا چاہیے، جیسے کہ کسی شخص کی عمر، اسے سچ بولنے سے روکنا اور مہربانی سے اسے بہتر کے لیے اپنا رویہ بدلنے کا مشورہ دینا۔ خواہ وہ اپنے والدین ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی انہیں یہ فرض ادا کرنا چاہیے کیونکہ یہ سلوک ان کے ساتھ حسن سلوک کا نچوڑ ہے۔ صرف اس لیے خاموش رہنا کہ وہ کسی کے والدین ہیں کسی شخص کا رویہ نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ انہیں مشورہ دینا ہر ایک کے لیے مزید مسائل کا باعث بنے گا۔

کندھے پر رونا تب ہی مفید ہے جب یہ کسی شخص کو بہتر کرنے کی طرف لے جائے۔ یہاں تک کہ اگر کسی خاص صورتحال میں کسی شخص کا رویہ درست ہے تو بھی کم ہے کہ وہ اس صورتحال سے ہمیشہ سبق سیکھ سکتا ہے، جس کی نشاندہی دوسروں کو کرنی چاہیے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو دوسروں کو نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی تلقین کرنی چاہیے اور نہ صرف دوسروں کی پیٹھ تھپتھپا کر جذباتی مدد فراہم کرنا چاہیے۔ باب 5 :المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

سماجی کاری - 72

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک ایسی چیز پر غور کر رہا تھا جس کے بارے میں لوگ عام طور پر شکایت کرتے ہیں، خاص طور پر والدین۔ کسی شخص کی جوانی کے دوران ذمہ داریوں کے فقدان اور روزمرہ کا مشترکہ شیڈول شیئر کرنے کی وجہ سے، جیسے کہ ایک ہی اسکول میں جانا، لوگ دوسروں کے ساتھ مضبوط اور قریبی رشتے بناتے ہیں، جیسے بہن بھائی یا دوست۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی ذمہ داریاں بڑھتی اور مختلف ہوتی ہیں اور ان کے روزمرہ کے نظام الاوقات میں تبدیلی کی وجہ سے لوگ مختلف خصوصیات اپناتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کے درمیان تعلقات کمزور ہو جاتے ہیں اور بعض صورتوں میں وہ ایک دوسرے سے کافی دور ہو جاتے ہیں۔

یہ اکثر ان گھروں میں دیکھا جاتا ہے جن کے بہت سے بہن بھائی یا دوستوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اپنی زندگی میں منفرد راستہ بنایا ہے جو دوسروں سے مختلف ہے۔ یہ اس کی لامحدود قدرت کی نشانی ہے۔ اربوں لوگ ابھی تک، کوئی دو راستے ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان راستوں میں فرق لوگوں کے ایک دوسرے سے دور ہونے کی بنیادی وجہ ہے۔ بہترین دوست صرف نام سے دوست بنتے ہیں۔ قریبی بہن بھائی جذباتی طور پر ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ تقدیر کا ایک حصہ ہے اور واقعی ناگزیر ہے۔ اس نکتے کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ کچھ لوگ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ناشکرے ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں آنے والی تبدیلیوں کو ناپسند کرتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ ان کے تعلقات میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ لیکن ان کی زندگیوں میں یہ تبدیلیاں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے منتخب کی ہیں لہذا انہیں ناپسند کرنا اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو ناپسند کرنا ہے۔ ایک مسلمان کو چیزوں کو مثبت انداز میں دیکھنا چاہیے۔ یعنی انہیں امید رکھنی چاہئے کہ آخرت میں ایک دن وہ مضبوط رفاقت جو انہوں نے کسی کے ساتھ بانٹ دی تھی وہ ایک بار پھر جعلی ہو جائے گی لیکن اس سے کہیں زیادہ بلند اور اٹوٹ سطح پر۔ اس امید سے ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا زیادہ فرمانبردار بننے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ نتیجہ صرف اس کے فرمانبردار بندوں کو ہی ملے گا۔ اس کے علاوہ، یہ ایک مسلمان کو اپنے ساتھی کی خواہش اور دعا کرنے کا باعث بنے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ محنت کرے۔ سنن ابو داؤد نمبر 1534 میں موجود حدیث کے مطابق یہ عمل صالح ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود 1534 حدیث پر عمل کرنے کا بھی ثواب ملے گا۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ محبت نہ کرے۔ دوسروں کے لیے جو وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ لہذا اس ذہنیت کو اپنانے سے ایک مسلمان کو ناشکری سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری

میں زیادہ محنت کرنے اور زیادہ اجر حاصل کرنے میں مدد ملے گی، اس امید کے ساتھ کہ وہ ایک بار پھر اپنے ساتھی کے ساتھ ایک مضبوط بندھن حاصل کر سکیں گے۔ باب 15 الحجر، آیت 47:

اور جو کچھ ان کے سینوں میں ہے ہم اسے نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی ہوں گے، تختوں پر "آمنے سامنے ہوں گے۔"

سماجی کاری - 73

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک عجیب رویہ پر غور کر رہا تھا جو بہت سے لوگوں نے اپنایا ہے۔ جب ان سے ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جس سے وہ بے خبر ہوتے ہیں تو وہ سچائی کو تسلیم کرنے کے بجائے ایسا جواب دیتے ہیں جس کی سچائی میں کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ یہ خاص طور پر اسلام سے جڑے معاملات میں ایک سنگین مسئلہ بن سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو غلط معلومات دینے پر سزا مل سکتی ہے جس پر دوسرے عمل کرتے ہیں۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نادانی سے چیزوں کو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ ان لوگوں کی وجہ سے اسلام کے ساتھ عجیب و غریب عقائد و رسوم وابستہ ہو گئے ہیں جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے بہت بڑا انحراف ہے۔ درحقیقت مسلمانوں نے بہت سی ثقافتی رسومات کو اپنایا ہے اور انہیں اسلام کا حصہ ماننا اسی جاہلانہ ذہنیت کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔

یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ اگر وہ محض اعتراف کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں جانتے ہیں تو وہ دوسروں کو بے وقوف دکھائی دیں گے۔ یہ ذہنیت اپنے آپ میں انتہائی احمقانہ ہے کیونکہ نیک پیشرو اپنی جہالت کو تسلیم کرنے کی اہمیت پر زور دیتے تھے تاکہ دوسرے گمراہ نہ ہوں۔ درحقیقت، صالح پیش رو صرف اس شخص کو سمجھیں گے جو اس طرح کا برتاؤ کرے اور جو ان کے ہر سوال کا جواب دے اسے احمق شمار کرے۔

یہ رویہ اکثر ان بزرگوں میں دیکھنے میں آتا ہے جو اکثر اپنے بچوں کو دنیا اور دین سے متعلق مسائل پر نصیحت کرتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ اپنی لاعلمی کا اعتراف کریں اور انہیں کسی ایسے شخص کی طرف لے جائیں جو سچائی سے واقف ہو۔ جب بزرگ اس طرح سے کام کرتے ہیں تو وہ اپنے زیر کفالت افراد کی صحیح رہنمائی کرنے میں اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرتے ہیں جس کا اشارہ سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث میں آیا ہے۔

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے صحیح علم حاصل کریں
خواہ دنیوی ہو یا دینی، اور اگر وہ کسی چیز سے ناواقف ہوں تو اسے تسلیم کر لیں کیونکہ اس
سے ان کے درجات میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اگر کچھ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اور لوگ ان کی
ایمانداری کی قدر کریں گے۔

سماجی کاری - 74

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے دوسروں کو نصیحت کرنے کے سلسلے میں ایک اہم نکتہ کو سمجھنا ضروری ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کریں اور برائی سے روکیں لیکن مسلمان کو ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے جیسے وہ دوسروں پر حاکم بنا ہوا ہو۔ یہ رویہ صرف غصے اور تلخی کا باعث بنتا ہے خاص طور پر جب دوسرے ان کے مشورے پر عمل نہیں کرتے۔ مسلمانوں کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کر کے اپنا فرض ادا کریں لیکن انہیں اپنے مشورے کے معنی پر زور دینے سے گریز کرنا چاہیے، چاہے وہ شخص ان کے مشورے پر عمل کرے یا نہ کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے سب سے بڑے استاد اور رہنما یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی کہ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اس کے نتائج پر زور نہ دیا جائے تو کوئی مسلمان کیسے ایسا دعویٰ کر سکتا ہے یا برتاؤ کر سکتا ہے۔ وہ دوسروں کے ذمہ دار ہیں۔

باب 88 العاشیہ، آیات 21-22

تو یاد دلاؤ، [اے محمد]؛ تم صرف ایک یاد دہانی ہو۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

مسلمان جو کنٹرولر کے طور پر برتاؤ کرتا ہے وہ نہ صرف اس وقت تلخ ہوتا ہے جب لوگ ان کی نصیحت پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں بلکہ اس سے وہ دوسروں کو نصیحت کرنا چھوڑ دیتے ہیں جو ان کی استطاعت کے مطابق تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

اس کے علاوہ یہ رویہ مسلمانوں کو اپنے اور اپنے فرائض سے بھی غافل کر دے گا کیونکہ وہ دوسروں کے فرائض میں اپنے بارے میں بہت زیادہ مصروف ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں ثابت قدم رہیں لیکن ان کی نصیحت کے نتائج کو دیکھنے اور اس کی فکر کرنے سے گریز کریں۔

سماجی کاری - 75

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح اور خلوص کے ساتھ نصیحت کریں کیونکہ سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث کے مطابق یہ اسلام کا ایک پہلو ہے۔ اپنے کردار کی بنیاد پر مشورہ لینے کے بجائے۔ یہ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے، جنہوں نے مختلف لوگوں سے ایک ہی چیز کے بارے میں سوال کرنے پر مختلف نصیحتیں فرمائیں۔ یہ اہم ہے کیونکہ لوگ مختلف ہوتے ہیں اور جو ایک شخص دوسرے کو برداشت کرنے کے قابل سمجھتا ہے وہ نہیں ہو سکتا اس لیے سائل کے کردار کی بنیاد پر مشورہ دینا بہتر ہے۔ یہ رویہ متعصبانہ رائے دینے کے امکانات کو کم کر دے گا جو ان کے اپنے کردار اور طرز زندگی کے مطابق ہے۔

اس کے علاوہ، زیادہ تر معاملات میں حلال معاملات میں یہ بہتر ہے کہ لوگوں کو براہ راست مشورہ نہ دیا جائے کہ کیا کرنا ہے، اس کے بجائے انہیں مشورہ دیا جائے اور ان کی مدد کی جائے کہ وہ ہر ممکنہ انتخاب کے فائدے اور نقصانات کی فہرست جمع کریں اور پھر اس فہرست کی بنیاد پر باخبر فیصلہ کریں۔ یہ زیادہ تر ممکنہ طور پر ایک بہتر اور تسلی بخش نتیجہ کی طرف لے جائے گا اور یہ مستقبل میں کسی شخص کو اپنے مشیر پر الزام لگانے سے روکتا ہے کیونکہ انہوں نے انہیں براہ راست مشورہ نہیں دیا تھا کہ وہ مخصوص آپشن کا انتخاب کریں۔

آخر میں، کسی شخص کو یہ تسلیم کرنے میں کبھی شرم نہیں آنی چاہیے کہ وہ کسی معاملے کے بارے میں غیر یقینی ہیں اور دوسروں کو مشورہ دینا چاہیے کہ اگر ضروری ہو تو کسی سے زیادہ اہل سے مشورہ لیں۔

سماجی کاری - 76

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مسلمانوں کو دوسروں پر رحم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی نمبر 1924 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت ہے کہ مخلوق پر رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، کہ رحم کرنا صرف اپنے اعمال سے نہیں ہے، جیسے غریبوں کو دولت عطیہ کرنا۔ یہ درحقیقت کسی کی زندگی کے ہر پہلو اور دوسروں کے ساتھ تعامل کا احاطہ کرتا ہے، جیسے کہ کسی کے الفاظ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خبردار کرتا ہے جو صدقہ دے کر دوسروں پر رحم کرتے ہیں کہ ان کی گفتگو کے ذریعے رحم نہ کرنا، جیسے کہ دوسروں پر کیے گئے احسانات کو شمار کرنا، ان کے اجر کو منسوخ کر دیتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو۔"

حقیقی رحم ہر چیز میں ظاہر ہوتا ہے: کسی کے چہرے کے تاثرات، کسی کی نظر اور اس کی گفتگو کا لہجہ۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل رحمت تھی اور اس لیے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ رحم کرنا اس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح کر دیا ہے کہ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گنت خوبصورت اور اعلیٰ صفات کے حامل تھے،

لیکن وہ جس نے ان کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ لوگوں کے دل ان کی طرف اور اسلام کی طرف رحمت
تھے۔ باب 3 علی عمران، آیت 159

پس اللہ کی رحمت سے، [اے محمد]، آپ نے ان کے ساتھ نرمی کی۔ اور اگر تم بدتمیز ہوتے اور دل " "میں سخت ہوتے تو وہ تمہارے اردگرد سے ہٹ جاتے۔

یہ واضح طور پر متنبہ کرتا ہے کہ بغیر رحم کے لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
بھاگ جاتے۔ اگر ان کے بارے میں یہ معاملہ تھا حالانکہ وہ ان گنت خوبصورت صفات کے مالک
تھے تو وہ مسلمان جو ایسی اعلیٰ صفات کے حامل نہیں ہیں، وہ سچی رحم دلی کے بغیر دوسروں
جیسے کہ ان کے بچوں پر مثبت اثرات کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں؟

سیدھے الفاظ میں مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور
دوسرے لوگوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں جو کہ بلاشبہ سچی اور مکمل رحمت ہے۔

سماجی کاری - 77

مسلمانوں کے لیے، خاص طور پر اس دور اور دور میں، ان لوگوں کے درمیان فرق کو سمجھنا ضروری ہے جو مثبت تبدیلی کے ذریعے لوگوں کو حقیقی طور پر فائدہ پہنچانے کے لیے بعض ایسے موضوعات پر بحث کرتے ہیں جنہیں متنازعہ سمجھا جا سکتا ہے اور ان لوگوں کے درمیان فرق کو سمجھنا جو ان مسائل پر محض اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے۔ دوسروں کی توجہ جو لوگ معاشرے میں مثبت تبدیلی کے خواہاں ہیں وہ ہمیشہ دوسروں کے تئیں احترام اور اچھے کردار کا مظاہرہ کریں گے خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو وہ اپنے الفاظ کے ذریعے چیلنج کر رہے ہیں۔ وہ اپنے نقطہ نظر کا اعلان کرنے کے لئے کبھی بھی فحش زبان یا اعمال کا نتیجہ نہیں لیتے ہیں۔ وہ اپنے نقطہ نظر کی تائید کے لیے غلط تشریح یا غلط معلومات کے بغیر جس موضوع پر بحث کر رہے ہیں اس کا مطالعہ اور سمجھتے ہیں۔ ان کی تنقید ہمیشہ تعمیری ہوتی ہے اور معاشرے کی بہتری کے لیے ان کا حقیقی اور مخلصانہ ارادہ ان کے طرز عمل اور الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف مسلمانوں کو توجہ دینی چاہیے، اگر وہ درست ہیں تو اس سے سب کے لیے معاشرہ بہتر ہو جائے گا۔ لیکن اگر ان کا نقطہ نظر غلط ہے تو وہ سچائی کو اس وقت قبول کریں گے جب دوسروں کے ذریعہ ان پر واضح کیا جائے گا۔ لیکن جو لوگ اس صحیح رویے کے خلاف رویہ اختیار کرتے ہیں، خواہ وہ میڈیا میں پائے جائیں یا کہیں اور، انہیں نظر انداز کر دینا چاہیے، کیونکہ وہ لوگوں کی زندگیوں میں بہتری نہیں چاہتے۔ وہ توجہ کے لیے بھوکے ہیں اور ایک شیر خوار بچے کی طرح دوسروں کی توجہ مبذول کروانے کے لیے کام کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسی ویڈیوز یا دیگر مواد کو گردش نہ کریں جو اس طرح کے لوگوں سے منسلک ہوں، کیونکہ وہ ان کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں اور انہیں وہ توجہ دے رہے ہیں جس کی وہ بری طرح خواہش رکھتے ہیں۔ ان لوگوں سے بحث کرنا ان کی بری نیت اور رویے کی وجہ سے وقت کا مکمل ضیاع ہے۔ مسلمانوں کو اس کے بجائے اپنی کوششیں دوسری مفید جگہوں پر لگائیں جس سے ان کو اور دونوں جہانوں میں دوسروں کو فائدہ ہو۔

سماجی کاری - 78

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کورونا وائرس کے پھیلنے پر بہت سے ممالک کے ردعمل اور اس کے پھیلاؤ کو کم کرنے کی کوششوں کے بارے میں بتایا۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں، باب 4 النساء آیت 59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم " ...میں سے حاکم ہیں

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام معاملات میں حکومت کی اطاعت کریں جو قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے متصادم نہ ہوں، یعنی ان امور میں جو عام لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی حکومت کی طرف سے دی گئی نصیحتوں اور احکامات پر عمل کریں اور انہیں نظر انداز کر کے معاشرے اور اسلام کے لیے مزید مسائل پیدا نہ کریں۔

اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت کی ہے کہ دین دوسروں کے لیے مخلص ہونا ہے جس میں صاحب اختیار بھی شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان معاملات میں ان کا ساتھ دینا چاہیے جو فائدہ مند

ہوں اور معاشرے کو نقصان سے بچائیں، جیسے سماجی پابندیاں جو حکومتوں کی طرف سے لگائی گئی ہیں۔

آخر میں اس حدیث میں عام لوگوں کے ساتھ مخلص ہونے کا بھی ذکر ہے۔ یہ معاشرے کے تمام افراد پر لاگو ہوتا ہے چاہے ان کے عقیدے سے کوئی تعلق ہو یا کوئی انہیں ذاتی طور پر جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ اگرچہ کسی مسلمان یا ان کے چاہنے والوں کو کورونا وائرس سے متاثر ہو کر شدید نقصان کا خطرہ نہیں ہو سکتا، معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں نقصان اور موت کا شدید خطرہ ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ مخلص ہونے کے لیے، ایک مسلمان کو حکومت کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں کی پابندی کرنی چاہیے، کیونکہ ان پابندیوں کا مقصد ان کی حفاظت اور وائرس کے پھیلاؤ کو روکنا ہے۔

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے سیاسی اور مذہبی رہنمائوں کی ہر اس چیز میں مدد کرے جو اسلام کی نظر میں قابل تعریف ہو، جیسے کہ معاشرے کو فائدہ پہنچانے والی چیزیں۔ جیسا کہ پہلے نقل کی گئی آیت سے اشارہ ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک پہلو ہے۔

سماجی کاری - 79

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اچھی چیزوں کے بارے میں بتایا جو ایک مشہور شخص نے کیا تھا اور جنہوں نے ان کی تعریف کی تھی۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں تو حقیقت میں خود کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس اہم فرض کو پورا کرنے سے ایک اجر ملتا ہے۔

اس کے علاوہ، جب کوئی دوسروں کے ساتھ مہربان ہوتا ہے تو وہ زندہ رہتے ہوئے ان کے لیے دعا کرتا ہے جس سے انہیں فائدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 6929 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ کسی شخص کے لیے پوشیدہ طور پر کی گئی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ جو لوگوں کے ساتھ مہربان ہے وہ اکثر ضرورت کے وقت دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، ایک دوسرے کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، لوگ ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے دعا کریں گے جس کا جواب ضرور دیا جائے گا، جیسا کہ قرآن کریم میں درج ہے۔ باب 59 الحشر، آیت 10

یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے... ”...پہلے ہیں

آخر کار جو شخص دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے وہ قیامت کے دن اپنی شفاعت حاصل کرے گا، جس دن لوگ دوسروں کی شفاعت کے لیے بے چین ہوں گے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 7439 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

لیکن جو لوگ دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریاں ادا کریں، وہ ان فوائد سے محروم رہیں گے جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ ان کا شکار پہلے انہیں معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ظالم کی نیکیاں ان کے مظلوم کو اور اگر ضرورت پڑی تو مظلوم کے گناہ ان کے مظلوم کو دے دیے جائیں گے۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے اپنے ساتھ حسن سلوک کرے، جیسا کہ حقیقت میں دونوں جہانوں میں اس کا اپنا فائدہ ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 6

“...اور جو کوشش کرتا ہے وہ صرف اپنے لیے ہی کوشش کرتا ہے”

سماجی کاری - 80

میں نے ایک خبر پڑھی، جس پر میں مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ کوئی شخص کس طرح دلائل سے بچ سکتا ہے اور اس کے بجائے چیزوں پر بالغانہ انداز میں گفتگو کر سکتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک سچے مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنی رائے کو فروغ دینے کے لیے دوسروں سے بحث یا بحث نہ کرے۔ اس کے بجائے انہیں سچائی کو فروغ دینے کے لیے معلومات پیش کرنی چاہیے۔ اس کا اطلاق دنیاوی اور دینی دونوں معاملات پر ہوتا ہے۔ جس کا مقصد حق کو فروغ دینا ہو وہ بحث نہیں کرے گا۔ صرف وہی جو خود کو فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت سے لوگوں کے خیال کے برعکس، دلائل جیتنے سے کسی کے درجے میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ دونوں جہانوں میں انسان کا رتبہ صرف اس وقت بڑھتا ہے جب کوئی بحث کرنے سے گریز کرتا ہے اور اس کے بجائے سچ کو پیش کرتا ہے یا جب اسے پیش کیا جاتا ہے تو اسے قبول کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ بات چیت کرتے وقت دوسروں کے ساتھ آگے پیچھے جانے سے گریز کرے کیونکہ یہ بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ جھگڑا کرنے سے بچنا ضروری ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھگڑا ترک کرنے والے کے لیے جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر کا وعدہ کیا ہے، حالانکہ وہ صحیح ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 1993 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہی صحیح ذہنیت ہے جس کی طرف باب 16 النحل آیت 125 میں اشارہ کیا گیا ہے:

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے ” سے بحث کرو جو بہترین ہو۔“

ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کا فرض یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو کسی چیز کو قبول کرنے پر مجبور کریں۔ ان کا فرض صرف سچ کو پیش کرنا ہے، کیونکہ زبردستی بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22

تو یاد دہانی کرو، تم صرف ایک یاد دہانی ہو۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، سچ کو پیش کرنے اور بغیر بحث کیے اسے قبول کرنے سے دوسروں کے ساتھ تعلقات بہتر ہوں گے اور تناؤ کم ہوگا۔

سماجی کاری - 81

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے معاشرے کی ایک ممتاز شخصیت کے بارے میں اطلاع دی جس نے اس کردار سے ایک قدم پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا جو اس کے خاندان کا رکن ہونے کے ساتھ آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ آیا ایک فعال رکن بننا ہے اور اس کردار کو پوری طرح نبھانا ہے یا اس سے اور اس کے خاندان سے مکمل طور پر کٹ جانا ہے۔

بدقسمتی سے، اس قسم کا رویہ مسلمانوں میں خاص طور پر ایشیائی کمیونٹی میں بہت عام ہے۔ وہ اکثر اپنے رشتہ داروں کو انتہائی الٹی میٹم دیتے ہیں یعنی وہ یا تو ان کے ساتھ ہیں یا ان سے مکمل طور پر کٹ جاتے ہیں۔ یہ اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے، کیونکہ وہ اپنے ردعمل کی بنیاد اسلام کی تعلیمات کے بجائے اپنے جذبات اور خواہشات پر رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی بیٹا کسی ایسے شخص سے شادی کرنا چاہتا ہے جو اس کے لیے اسلام میں حلال ہے لیکن جیسا کہ والدین اس کی پسند کو ناپسند کرتے ہیں، وہ اسے الٹی میٹم دیتے ہیں۔ وہ یا تو اس سے شادی نہ کرنے کا انتخاب کرتا ہے یا اگر وہ کرتا ہے تو وہ اس سے تعلقات منقطع کر دیں گے۔ یہ طرز عمل اسلام کی تعلیمات سے بالکل متصادم ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ کیسے نہیں سمجھتے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی اور سے زیادہ نتائج پر غمزدہ ہوں گے۔ اور اگر وہ اپنے رشتہ دار سے تعلقات منقطع کر کے پوری طرح راضی ہونے کا دعویٰ بھی کریں تو بلاشبہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ درحقیقت یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 5984 کی ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی کہ رشتہ توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ ایسے سلوک کرنے والے سے رشتہ توڑ دیتا ہے جو اسے اپنے غلط فیصلے پر راضی ہونے سے روکتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 5987 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لیے مسلمان کو اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کے فیصلے سے صرف اس صورت میں منہ موڑنا چاہیے جب یہ ناجائز ہو۔ اگر یہ جائز ہے لیکن وہ ان کی پسند سے اختلاف کرتے ہیں تو وہ مہربانی سے اپنی رائے کا اظہار کریں لیکن اگر کوئی شخص اپنی پسند کے مطابق آگے بڑھنے کا فیصلہ کرے تو اسے قبول کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ تعلق قائم رکھنا چاہیے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کرنا چاہیے۔ انہیں ان کی حمایت جاری رکھنی چاہیے اور اگر ان کا انتخاب برا ہوتا ہے تو کبھی ان کی توبین نہ کریں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ لوگ کامل نہیں ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ

رشتہ دار یا دوست تعلقات کو برقرار رکھیں اور ایک دوسرے کا احترام کریں۔ یہ ایک فریضہ ہے جسے تمام مسلمانوں کو پورا کرنا چاہیے۔

سماجی کاری - 82

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں بتایا گیا کہ کس طرح بعض کمیونٹیز کے کچھ نوجوان اپنے گھروں سے اس لیے بھاگ گئے کہ وہ سچی محبت سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ سچی محبت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب کوئی اپنے محبوب کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف راغب کرے، جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ السلام علیکم اس لیے کہ اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی اور سلامتی کا باعث بنتی ہے۔ جو شخص کسی شخص کے لیے حفاظت اور کامیابی کا خواہاں نہیں ہے وہ کبھی بھی ان سے حقیقی محبت نہیں کر سکتا چاہے وہ کیا دعویٰ کرے یا دوسرے شخص کے ساتھ کیسا سلوک کرے۔ جس طرح ایک شخص اس وقت خوش ہوتا ہے جب اس کا محبوب دنیاوی کامیابی حاصل کرتا ہے، جیسے کہ نوکری کی طرح، وہ اپنے محبوب سے بھی یہ خواہش کرے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی حفاظت اور کامیابی کی پرواہ نہیں کرتا، خاص طور پر اگلے جہان کے حوالے سے، تو وہ اس سے محبت نہیں کرتا۔

ایک سچا عاشق اپنے محبوب کو دنیا یا آخرت میں مشکلات اور عذاب کا سامنا کرتے ہوئے جاننا اور دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اس لیے وہ ہمیشہ اپنے محبوب کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف راغب کرتے۔ اگر کوئی شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے بجائے کسی دوسرے کو اپنے ذاتی مفاد یا دوسروں کے مفاد کی طرف لے جائے تو یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ وہ ان سے حقیقی محبت نہیں رکھتے۔ یہ تمام رشتوں پر لاگو ہوتا ہے، جیسے دوستی اور رشتہ دار۔

لہذا، ایک مسلمان کو یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ آیا ان کی زندگی میں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ ان کی محبت کی واضح علامت ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ وہ ان سے حقیقی محبت نہیں کرتے۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

سماجی کاری - 83

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ ایک شخص دوست سے کیسے متاثر ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ کس طرح ایک شخص نے اپنے دوست کو زندگی میں غلط راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دی جس کی وجہ سے وہ جیل جیسی سنگین پریشانی کا باعث بنے۔ کسی کو صرف ان لوگوں سے محتاط نہیں رہنا چاہئے جو بری خصوصیات کے حامل ہیں، کیونکہ وہ اپنے دوستوں پر منفی اثر ڈالیں گے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لیکن ایک مسلمان کو ان لوگوں سے بھی 4833 ہوشیار رہنا چاہیے جو بظاہر ان سے سچی محبت رکھتے ہیں، خاص طور پر وہ لوگ جو اسلامی علم نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کے پاس اسلامی علم نہیں ہے وہ بعض اوقات اپنے پیاروں کو غلط نصیحت کرتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ اس نے پورا کیا اور اپنے ساتھی سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ مثال کے طور پر، ایک بیوی اپنے تھکے ہوئے شوہر کو مشورہ دے سکتی ہے کہ وہ اپنی فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بجائے گھر میں ادا کرے۔ اگرچہ بعض علماء کے نزدیک گھر میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن یہ نصیحت صرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ترین روایتوں میں سے ایک سے ہٹ جائے گی۔ یہ بدلے میں انہیں اللہ تعالیٰ سے مزید دور لے جائے گا۔ اس بیوی کو یقین ہو سکتا ہے کہ اس نے محبت بھرے انداز میں برتاؤ کیا ہے، حالانکہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث کے مطابق اسلامی علم حاصل کرنا انتہائی ضروری اور تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض چیزیں ظاہری طور پر مشکل معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے اندر بہت سی برکات موجود ہوتی ہیں۔ اور بہت سی چیزیں آسان اور حلال معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ صرف ایک کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ، اور اس مشورے سے بیوقوف نہ بنیں جو ایک پیارا انہیں دیتا ہے۔ انہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ مشورہ ان کو فائدہ دے گا کیونکہ یہ ایک پیارے ساتھی کی طرف سے آیا ہے۔ وہ اس نصیحت کا موازنہ اسلام کی تعلیمات سے کریں اور اس پر صرف اس صورت میں عمل کریں جب اسلام اسے منظور کرے۔ اگر یہ اسے منظور نہیں کرتا ہے، تو انہیں اس پر عمل کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اپنے ساتھی کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق صحیح طریقہ کار کی نصیحت کرنا چاہیے۔

سماجی کاری - 84

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں ایک ایسے شخص کے بارے میں بتایا گیا جو ایک مخصوص قانونی پیشہ اختیار کرنا چاہتا تھا اور اسے اپنے فیصلے کے بارے میں دوسروں سے، خاص طور پر اس کے رشتہ داروں سے ملنے والی مشکلات کے بارے میں بتایا گیا تھا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عام طور پر جب کوئی ایسا راستہ چنتا ہے جو دوسروں کے راستے سے مختلف ہو، جیسے کہ ان کے رشتہ دار اور دوست، تو انہیں ان کی طرف سے تنقید اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ درحقیقت تنقید کی اکثریت کسی شخص کے رشتہ داروں کی طرف سے آتی ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی مسلمان اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے پر زیادہ توجہ دینے کا فیصلہ کرتا ہے اور اگر یہ کوئی ایسی چیز ہے جس پر ان کے خاندان نے خود عمل نہیں کیا ہے، تو انہیں ان کی طرف سے تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان پر وہ لوگ بے وقوف اور انتہا پسند قرار دیں گے جن کے بارے میں وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ان کے راستے پر ان کا ساتھ دیں گے۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے منتخب کردہ حلال راستے پر ثابت قدم رہیں اور سچی اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ رکھیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ ان مشکلات کو دور کرنے کے لیے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

یہ لوگوں کی طرف سے ایک عام ردعمل ہے، جیسا کہ جب کوئی شخص زندگی میں دوسروں سے مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس کا راستہ برا یا برا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس شخص نے مختلف راستے کا انتخاب کیا ہے۔ اگرچہ وہ شخص اس بات پر یقین نہیں کرتا بلکہ صرف اس بات پر یقین رکھتے ہوئے ایک مختلف راستہ اختیار کرتا ہے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، پھر بھی انہیں تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کی قوم کی طرف سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا، کیونکہ انہوں نے دوسروں کو ایک اور بہتر راستے کی طرف دعوت دی۔

آخر میں، جب تک زندگی میں کسی کا راستہ حلال ہے، اسے ثابت قدم رہنا چاہیے اور دوسروں کی تنقید سے باز نہیں آنا چاہیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے حالات اور کردار کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حلال انتخاب کی پیروی سے باز نہیں آنا چاہیے۔

سماجی کاری - 85

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ٹیم کے طور پر کام کرنے کے لیے کام پر ساتھیوں کے ساتھ مثبت انداز میں بات چیت کرنے کی اطلاع دی۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ مکمل طور پر مل جل کر رہیں۔ چونکہ لوگ مختلف طریقے سے بنائے گئے ہیں اور مختلف خصوصیات کے مالک ہیں ہر ایک کے ساتھ ملنا ممکن نہیں ہے۔ ذہنیت کے فرق کی وجہ سے، لوگ ہمیشہ ان لوگوں سے اختلاف کرتے ہیں جو مختلف ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ واحد شخص جو اس کو حاصل کرنے کے قابل ہو سکتا ہے وہ دو چہروں والا شخص ہے جو اپنے رویے اور رویے کو اس بات پر منحصر کرتا ہے کہ وہ کس کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ شخص بھی آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے نقاب ہو جائے گا۔ صرف اس وجہ سے کہ ایک شخص دوسروں کے ساتھ نہیں ملتا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ انہیں ناپسند کرتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ اپنے رویوں اور طرز عمل میں مختلف ہیں۔ بالکل سکول کے بچے کی طرح جو اپنی کلاس کے ہر بچے کے ساتھ دوست نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جن کے وہ دوست نہیں ہیں۔

اس لیے مسلمان کو غمگین نہیں ہونا چاہیے اگر وہ سب کے ساتھ نہ ہو، حتیٰ کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ لیکن تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ احترام سے پیش آئیں اور ہر ایک کے حقوق کو پورا کریں، چاہے وہ ان کے ساتھ کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ ایک مسلمان کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ اسلام اسی کا حکم دیتا ہے اور اگر کوئی ہر ایک کے ساتھ اس طرح عمل کرے تو وہ اختلاف کے باوجود لوگوں کے ساتھ اپنے میل جول کو پرامن اور مفید پائے گا۔

سماجی کاری - 86

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے معاشرے کے اندر ایک بڑے مسئلے کا سامنا کیا ہے، یعنی جھوٹی خبروں کا پھیلاؤ۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ اس پر قابو پانا کتنا مشکل ہے، خاص طور پر سوشل میڈیا کے اس دور میں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر عمل کریں اور معلومات کو دوسروں تک نہ پہنچائیں، یہاں تک کہ اگر انہیں یقین ہے کہ وہ پہلے معلومات کی تصدیق کیے بغیر ایسا کرنے سے دوسروں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ مطلب، انہیں یہ یقینی بنانا چاہیے کہ یہ قابل اعتماد ذریعہ سے آیا ہے اور درست ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا نہ ”
“ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔

اگرچہ، یہ آیت ایک بدکار شخص کی طرف اشارہ کرتی ہے جو خبریں پھیلاتا ہے، پھر بھی اس کا اطلاق ان تمام لوگوں پر ہو سکتا ہے جو دوسروں کے ساتھ معلومات بانٹتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، ایک شخص یقین کر سکتا ہے کہ وہ دوسروں کی مدد کر رہا ہے لیکن غیر تصدیق شدہ معلومات پھیلانے سے وہ دوسروں کو نقصان پہنچا سکتا ہے، جیسے کہ جذباتی نقصان۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان اس سے غافل ہیں اور انہیں ٹیکسٹ میسجز اور سوشل میڈیا ایپلی کیشنز کے ذریعے معلومات کو بغیر تصدیق کیے آگے بھیجنے کی عادت ہے۔ ایسے معاملات میں جہاں معلومات کا تعلق مذہبی معاملات سے ہے، معلومات کو پھیلانے سے پہلے اس کی تصدیق کرنا اور بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ کسی کو دوسروں کے اعمال کی سزا ان کی فراہم کردہ غلط معلومات کی بنیاد پر مل سکتی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ، دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اور اس کا مسلمانوں پر کیا اثر ہو رہا ہے، اس کے ساتھ معلومات کی تصدیق کرنا اور بھی ضروری ہے، کیونکہ جو کچھ نہیں ہوا اس پر دوسروں کو تنبیہ کرنا نہ صرف معاشرے میں انتشار پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کے درمیان دراڑ کو بڑھاتا ہے۔ کمیونٹیز یہ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں کرے گا کہ انہوں نے قیامت کے دن غیر تصدیق شدہ معلومات دوسروں کے ساتھ کیوں شیئر نہیں کیں۔ لیکن وہ یقینی طور پر ان سے سوال کرے گا کہ کیا وہ دوسروں کے ساتھ معلومات کا اشتراک کرتے ہیں، چاہے وہ تصدیق شدہ ہو یا نہ ہو۔ لہذا، ایک ذہین مسلمان صرف تصدیق شدہ معلومات ہی شیئر کرے گا اور جو کچھ بھی تصدیق شدہ نہیں ہے، وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس کا جوابدہ نہیں ہوگا، چھوڑ دیں گے۔

سماجی کاری - 87

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ماں کے بارے میں بتایا جس نے اس بات پر تبادلہ خیال کیا کہ شادی کے بعد اس کے بیٹے کا اس کے ساتھ سلوک کیسے بدل گیا۔ اس نے اپنی ماں کو نظر انداز کیا اور اپنی بیوی کے ساتھ الگ ہونے کے بعد شاذ و نادر ہی اس سے رابطہ کیا۔ لیکن اس ماں نے جو کچھ ہوا اس کے ساتھ رہنا سیکھ لیا اور یہ سمجھنے کا دعویٰ کیا کہ لوگ آتے جاتے ہیں۔

اس سے سیکھنے کا اہم سبق یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو کوئی رشتہ نصیب ہوتا ہے جیسے کہ بچہ یا بہن بھائی، تو وہ اس رشتے کے اصل مقصد کو سمجھے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ ہر معاملے میں انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی صلاحیتوں کے مطابق سیکھنا چاہیے اور ان کے تنہیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہیے۔ لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں کیونکہ اسی نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں لوگوں کے حقوق ادا کریں۔ اگر کوئی سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرے تو وہ لوگوں سے نہ کبھی کسی چیز کی توقع کرے گا اور نہ ہی کسی چیز کا مطالبہ کرے گا۔ وہ ضرورت سے زیادہ خوش نہیں ہوں گے جب لوگ ان کے لیے کام کرتے ہیں، جیسے کہ شکرگزار ہونا، اور نہ ہی اگر وہ ان کو نظر انداز کرتے ہیں تو وہ غمگین ہوں گے۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر انسان کے حقوق ادا کیے ہیں، وہ صرف اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہیں، لوگوں سے نہیں۔ یہ کسی شخص کو غمگین یا افسردہ ہونے سے روکے گا اگر اس کا رشتہ دار یا دوست ان کی مدد کرنے کے برسوں بعد انہیں نظر انداز کرتا ہے۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان غلط نیت سے تعلقات استوار کرتے ہیں۔ وہ اپنے شریک حیات اور بچوں سے کچھ واپس لینے کی خاطر شادی کرتے ہیں اور بچے پیدا کرتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، خاص طور پر اس دن اور عمر میں، اگر وہ یہ رویہ اختیار کریں گے تو وہ مایوس ہو جائیں گے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت کو درست کرے اور لوگوں سے رابطہ قائم کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تعلقات استوار کرے اور اس لیے صرف اسی سے فائدہ اور اجر طلب کرے۔ جو بھی اس طرح عمل کرتا ہے اس کا ثبوت ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا نہ دنیا میں مایوس ہو گا اور نہ آخرت میں۔ باب 65 میں طلاق، آیت

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔“

جس نے غلط نیت اختیار کی اور لوگوں سے واپسی کی خاطر تعلقات بنائے اس نے لوگوں پر بھروسہ کیا۔ اور جو بھی بھروسہ کرتا ہے اور لوگوں پر بھروسہ کرتا ہے وہ جلد یا بدیر نیچا ہو جائے گا۔ باب الحج، آیت 22 73

“کمزور (حقیقت میں) تلاش کرنے والے اور تلاش کرنے والے ہیں۔“

اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان دوسروں کے لیے جو کچھ اس نے کیا ہے اس پر ان کا شکر ادا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا حصہ ہے، جامع ترمذی نمبر 1954 میں موجود حدیث کے مطابق۔ کوئی شخص کسی مسلمان کو اپنے کیے کی تعریف نہیں کرتا، اسے اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیے، لوگوں کی نہیں۔

سماجی کاری - 88

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں ثقافت اور معاشرے میں وقت کے ساتھ ساتھ رونما ہونے والی تبدیلیوں کا ذکر کیا گیا۔ اگر کوئی صالح پیشواؤں کی زندگیوں کا مطالعہ کرے تو ان میں اور آج کے مسلمانوں میں بہت سے فرق نظر آئیں گے۔ ایک بڑا فرق یہ ہے کہ لوگ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں، جو ان کے علم کے مطابق تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس رویے کی تبدیلی کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے درمیان بڑھتے ہوئے بہت سے جھگڑوں اور دشمنیوں کو روک سکتا ہے۔ ماضی میں مسلمان ان لوگوں سے محبت کرتے تھے جو انہیں نیکی کی تلقین کرتے تھے اور برے کاموں سے خبردار کرتے تھے۔ درحقیقت وہ کسی کو اس وقت تک مخلص دوست نہیں سمجھتے تھے جب تک کہ وہ اس کے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں۔ وہ درحقیقت ان لوگوں سے بھی محبت کرتے تھے جو انہیں ایسی چیزوں کی نصیحت کرتے تھے جنہیں اسلام میں گناہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ صرف ناپسندیدہ چیزیں تھیں۔ یہ ایک بڑی تبدیلی ہے جو آئی ہے۔ آج کل بہت سے مسلمان اس انداز میں تعمیری تنقید کو ناپسند کرتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں جہاں غیر قانونی چیزیں واقع ہو رہی ہوں، ایک مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق نرمی اور مہربانی کے ساتھ اس کے خلاف تنبیہ کرے، خواہ دوسروں کو ان کا طرز عمل ناپسند ہو۔ لیکن اکثر صورتوں میں جہاں دوسرے گناہ نہیں کر رہے ہوتے بلکہ محض ناپسندیدہ کاموں کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں تو ایک مسلمان کے لیے بہتر ہے کہ وہ ان پر تنقید نہ کرے کیونکہ اس سے صرف دشمنی، جھگڑے ہی جنم لیں گے اور اس سے کسی کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ دوسروں کو ملنے والے منفی ردعمل کی وجہ سے مشورہ دینا چھوڑ دیں۔ مستثنیٰ اس وقت ہوتا ہے جب نصیحت کرنے والے کو اس طرح مشورہ دیا جانا پسند ہو۔ لہذا جو مسلمان اپنی ذمہ داری پوری کرنا چاہتا ہے اور دوسروں سے جھگڑے سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ نیکی کا حکم دے اور حرام سے تنبیہ کرے لیکن ان دو قسموں میں سے نہ آنے والی چیزوں کو چھوڑ دے۔

سماجی کاری - 89

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مختلف سنن ابن ماجہ نمبر 701 میں موجود معاشروں میں پائی جانے والی نائٹ لائف کلچر پر رپورٹ کیا۔ ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام کی فرض نماز سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور اس کے بعد گفتگو میں مشغول ہونے کو ناپسند کرتے تھے۔

اگرچہ شام کی فرض نماز سے پہلے سونا ممنوع نہیں ہے، لیکن پہلے پڑھنا زیادہ بہتر اور محفوظ ہے، کیونکہ اس سے پہلے سونا اس کا وقت گزر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، اگر کوئی جاگنے کا انتظام کر بھی لے، تو نیند کی وجہ سے ہونے والی کابلی اسے پوری طرح توجہ مرکوز کرنے سے روک سکتی ہے، اس طرح ان کے اجر کو کم کر سکتا ہے۔ آخر میں بہتر یہ ہے کہ اسے اور باقی تمام فرض نمازوں کے ہوتے ہی پڑھ لیا جائے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین اعمال میں سے ایک ہے، سنن نسائی نمبر 612 میں موجود حدیث کے مطابق۔ اور اس طرح کا برتاؤ ایک سچے مومن کی نشانی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 103

”بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات کے لیے فرض کی گئی ہے۔“

بدقسمتی سے، یہ ایک عام رواج بن گیا ہے، خاص طور پر ایشیائی مسلمانوں میں، شام کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد دنیاوی اجتماعات اور گفتگو کرنا۔ اگرچہ، یہ ممنوع نہیں ہے پھر بھی یہ اکثر فضول تقریر کا باعث بنتا ہے، جو وقت کا ضیاع ہے۔ یہ ان کے لیے قیامت کے دن بڑے افسوس کا باعث ہو گا، خاص طور پر جب وہ اپنے وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے والوں کو ملنے والے انعام کا مشاہدہ کریں گے۔ یہ اکثر گناہوں کی طرف لے جاتا ہے، جیسے گپ شپ، غیبت اور غیبت۔ اور اگر کوئی اس سے محفوظ رہا تو بھی شام کو بلا ضرورت جاگنا انہیں مزید تھکاوٹ کا باعث بنے گا، اس طرح ان کے لیے بیدار ہونا اور فجر کی فرض نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرنا مشکل ہو

جائے گا۔ یہ تھکاوٹ اکثر اس وجہ سے ہوتی ہے کہ بہت سے مسلمان فجر کی فرض نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا نہیں کرتے۔ یہ تھکاوٹ کسی کو نفلی نماز پڑھنے سے بھی روک سکتی ہے جو کہ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز ہے، سنن نسائی نمبر 1614 میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سماجی کاری - 90

مسلمانوں کو اپنے دشمنوں یعنی شیطان، اپنے باطنی شیطان اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دینے والوں کے خلاف ثابت قدم رہنا چاہیے۔ کسی مسلمان کو جب بھی ان دشمنوں کی طرف سے آزمائش میں ڈالے اللہ کی اطاعت سے منہ نہیں موڑنا چاہیے۔ اس کے بجائے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ ان جگہوں، چیزوں اور لوگوں سے اجتناب کرنے سے حاصل ہوتا ہے جو انہیں گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتے اور فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ شیطان کے جال سے بچنا صرف اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح راستے میں پھنسنے سے صرف اسی طرح علم رکھنے سے بچا جاتا ہے۔ شیطان کے جال سے بچنے کے لیے اسلامی علم کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان قرآن پاک کی تلاوت میں زیادہ وقت صرف کر سکتا ہے لیکن اپنی جہالت کی وجہ سے وہ غیبت جیسے گناہوں کے ذریعے اپنے اعمال صالحہ کو سمجھے بغیر برباد کر سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو ان حملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے ان کے لیے تیاری کریں اور اس کے بدلے میں بے شمار اجر حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس راہ میں جدوجہد کرنے والوں کے لیے صحیح رہنمائی کی ضمانت دی ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 69:

”اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔“

جبکہ جہالت اور نافرمانی کے ساتھ ان حملوں کا سامنا کرنا دونوں جہانوں میں مشکلات اور رسوائی کا باعث بنے گا۔ اسی طرح ایک سپاہی جس کے پاس اپنے دفاع کے لیے کوئی ہتھیار نہیں وہ شکست کھا جائے گا۔ ان حملوں کا سامنا کرتے وقت ایک جاہل مسلمان کے پاس اپنے دفاع کے لیے کوئی ہتھیار نہیں ہوگا جس کے نتیجے میں ان کی شکست ہوگی۔ جبکہ باشعور مسلمان کو وہ طاقتور ترین ہتھیار مہیا کیا جاتا ہے جس پر قابو نہیں پایا جا سکتا اور نہ مارا جا سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی

مخلصانہ اطاعت۔ یہ صرف خلوص نیت سے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

سماجی کاری - 91

جامع ترمذی نمبر 2501 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بے ہودہ یا بری بات سے خاموش رہے اور صرف اچھی بات کہے اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں محفوظ رکھے گا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کیونکہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی بنیادی وجہ ان کی تقریر ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت قیامت کے دن کسی شخص کو جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کی ضرورت ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

تقریر تین طرح کی ہو سکتی ہے۔ پہلی بری بات ہے جس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ دوسری فضول گفتگو ہے جس سے صرف وقت ضائع ہوتا ہے جس کے نتیجے میں قیامت کے دن بڑی پشیمانی ہوگی۔ مزید برآں، گنہگار تقریر کا پہلا قدم اکثر بیہودہ تقریر ہے۔ لہذا اس قسم کی تقریر سے بچنا زیادہ محفوظ ہے۔ آخری قسم اچھی تقریر ہے جسے ہمیشہ اپنانا چاہیے۔ ان پہلوؤں کی بنیاد پر تقریر کا دو تہائی حصہ زندگی سے نکال دینا چاہیے۔

اس کے علاوہ جو زیادہ بولتا ہے وہ صرف اپنے اعمال اور آخرت پر تھوڑا سا غور کرے گا کیونکہ اس کے لیے خاموشی ضروری ہے۔ یہ کسی کو ان کے اعمال کا اندازہ لگانے سے روکے گا، جو کسی کو مزید نیک اعمال کرنے اور اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس شخص کو پھر بہتر کے لیے تبدیل کرنے سے روکا جائے گا۔

بہت زیادہ بولنا ان چیزوں میں ملوث ہو جائے گا جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ اپنے اور دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنتا ہے، جیسے ٹوٹے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے تعلقات۔ اس کے علاوہ جو ان باتوں سے پرہیز کرتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ اس کے اسلام کو بہترین نہیں بنائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ ایمان کو بہترین بنانے کی کوشش میں نجات ہے۔

بہت زیادہ بولنا بھی باقاعدہ بحث اور اختلاف کا باعث بنتا ہے جو کہ صرف بولنے والے اور دوسروں کے لیے تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ فضول اور بری باتوں سے اجتناب اس سے بچ جائے گا اور اس طرح انسان کو سکون ملے گا۔

آخر میں، جو لوگ بہت زیادہ بولتے ہیں وہ اکثر ایسی چیزوں پر بحث کرتے ہیں جو دل لگی اور مزے کی ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ایسی ذہنیت اختیار کریں گے جس کے تحت وہ موت اور آخرت جیسے سنگین مسائل پر بحث کرنا یا سننا پسند نہیں کرتے۔ یہ انہیں آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا، جس کی وجہ سے بڑے پشیمانی اور ممکنہ عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ان سب سے بچا جا سکتا ہے اگر کوئی گناہ اور لغو باتوں سے خاموش رہے اور اس کے بجائے صرف اچھی باتیں کہے۔ لہذا اس طرح خاموش رہنے والا دنیا میں مصیبت اور آخرت میں عذاب سے بچ جائے گا۔

سماجی کاری - 92

صحیح بخاری نمبر 6116 کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو غصہ نہ کرنے کی نصیحت کی۔

درحقیقت اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی کبھی غصہ نہ کرے کیونکہ غصہ ایک فطری صفت ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی پائی جاتی ہے۔ درحقیقت، بعض غیر معمولی معاملات میں غصہ مفید ہو سکتا ہے جیسے کہ اپنے دفاع میں۔ اس حدیث کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے غصے پر قابو رکھنا چاہیے تاکہ یہ اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف نہ لے جائے، جس کا عملی مظاہرہ انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے۔

اس کے علاوہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ بہت سی برائیوں کو جنم دیتا ہے اور اس پر قابو رکھنا بہت سی بھلائیوں کا باعث بنتا ہے۔

سب سے پہلے یہ نصیحت ان تمام اچھی خصوصیات کو اپنانے کا حکم ہے جو غصے پر قابو پانے کی ترغیب دیں، جیسے صبر۔

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ آدمی اپنے غصے کے مطابق کام نہ کرے۔ اس کے بجائے، انہیں اس پر قابو پانے کے لئے اپنے آپ سے جدوجہد کرنی چاہئے تاکہ یہ انہیں گناہوں کی طرف نہ لے جائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے غصے پر قابو پانا ایک عظیم عمل ہے اور محبت الہی کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 134

جو غصے کو روکتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ” ہے۔“

اسلام کے اندر بہت سی تعلیمات ہیں جو مسلمانوں کو اپنے غصے پر قابو پانے کی ترغیب دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر غصہ شیطان سے منسلک اور متاثر ہوتا ہے، صحیح بخاری نمبر 3282 میں موجود ایک حدیث میں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ غصہ کرنے والے کو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

جامع ترمذی نمبر 2191 میں موجود حدیث میں ناراض مسلمان کو زمین سے چمٹنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک وہ پرسکون نہ ہو جائیں زمین پر سجدہ کریں۔ درحقیقت، جتنا زیادہ کوئی غیر فعال جسمانی پوزیشن لیتا ہے، اتنا ہی کم موقع ہوتا ہے کہ وہ غصے میں مارے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4782 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس نصیحت پر عمل کرنے سے انسان اپنے غصے کو اپنے اندر قید کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ گزر جاتا ہے تاکہ دوسروں پر اس کا منفی اثر نہ پڑے۔

ایک مسلمان جو غصے میں ہو اسے سنن ابوداؤد نمبر 4784 میں موجود حدیث میں دی گئی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراض مسلمان کو وضو کرنے کی نصیحت کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی غصے کی فطری خصوصیت یعنی گرمی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اگر کوئی اس کے بعد نماز پڑھتا ہے تو اس سے انہیں اپنے غصے پر مزید قابو پانے میں مدد ملے گی اور ایک عظیم اجر ملے گا۔

اب تک زیر بحث مشورے سے ناراض مسلمان کو اپنے جسمانی حرکات پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے۔ اپنی بات پر قابو پانے کے لیے غصے کی حالت میں بولنے سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔ بدقسمتی سے، الفاظ اکثر جسمانی اعمال کے مقابلے میں دوسروں پر زیادہ دیرپا اثر ڈال سکتے ہیں۔ غصے میں کہے گئے الفاظ کی وجہ سے لاتعداد رشتے ٹوٹ چکے ہیں اور ٹوٹ چکے ہیں۔ یہ رویہ اکثر دوسرے گناہوں اور جرائم کی طرف بھی جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے سنن ابن ماجہ نمبر 3970 میں موجود حدیث کو نوٹ کرنا ضروری ہے، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کسی شخص کو جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔

غصے پر قابو پانا ایک بہت بڑی نیکی ہے اور اس پر قابو پانے والے کو صحیح بخاری نمبر 6114 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوط انسان قرار دیا ہے۔ درحقیقت نگلنے والا اللہ تعالیٰ کے لیے ان کا غصہ، یعنی وہ اپنے غصے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں کرتے، ان کا دل سکون اور سچے ایمان سے بھر جائے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4778 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ صحیح دل کی ایک خصوصیت ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ یہ واحد دل ہے جسے قیامت کے دن حفاظت ملے گی۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس سچے دل کے ”ساتھ آتا ہے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، حد کے اندر غصہ مفید ہو سکتا ہے۔ اسے اپنے نفس، ایمان اور مال کو پہنچنے والے نقصان کو دور کرنے کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے جو کہ اگر صحیح طریقے سے کیا جائے تو اسلام کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے غضب میں شمار ہوتا ہے۔ یہ حال تھا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اپنی خواہشات کی خاطر کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ناراض ہوا، جس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6050 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت قرآن پاک تھی، جو صحیح مسلم نمبر 1739 میں ایک حدیث میں نصیحت کی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اس پر راضی ہو گا جس سے وہ راضی ہو گا اور جس سے ناراض ہو گا اس پر ناراض ہو گا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھنا، ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں اس کی

نصیحت کی گئی ہے۔ نفرت کی جڑ غصہ ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام غصے کو ختم کرنے کا حکم نہیں دیتا، کیونکہ اس کا حصول حقیقتاً ممکن نہیں ہے، بلکہ یہ اسے اسلام کی حدود میں قابو کرنے کا درس دیتا ہے۔

غور طلب ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غصہ کرنا قابل تعریف ہے لیکن اگر یہ غصہ حد سے بڑھ جائے تو وہ قابل ملامت ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے غصے پر قابو رکھنا انتہائی ضروری ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ سنن ابو داؤد نمبر 4901 میں موجود ایک حدیث ایک ایسے نمازی کو خبردار کرتی ہے جو غصے میں اللہ تعالیٰ کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کسی خاص گنہگار کو معاف نہیں کرے گا۔ اس کے نتیجے میں اس نمازی کو جہنم میں بھیج دیا جائے گا جبکہ گناہ گار کو قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔

برائی کی ابتداء چار چیزوں سے ہوتی ہے: خواہش پر قابو نہ پانا، خوف، بُری بھوک اور غصہ۔ لہذا جو شخص اس حدیث کی نصیحت کو قبول کرے گا اس کے کردار اور زندگی سے ایک چوتھائی برائی دور ہو جائے گی۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کے لیے اپنے غصے کو قابو میں رکھنا بہت ضروری ہے، اس لیے یہ ان کے لیے ایسی حرکت یا بات کرنے کا سبب نہ بنے جس سے انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں بڑی پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے۔

سماجی کاری - 93

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی اچھا کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے جس کے لیے وقت، توانائی اور یہاں تک کہ دولت بھی درکار ہوتی ہے، تو وہ اکثر دوسروں کی طرف سے روک دیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے رکاوٹ شیطان ہے جو نیک کاموں سے روکنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ دوسرا رکاوٹ انسان کا باطن ہے جو سستی اور لالچ کا عادی ہے۔ آخری رکاوٹ دوسرے لوگ ہیں۔ بدقسمتی سے، ان میں سے اکثر رکاوٹیں ڈالنے والے اکثر مسلمان ہوتے ہیں جن کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ چونکہ ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے، اس لیے وہ چھوٹے چھوٹے اچھے کام کرنے کی عظمت کی قدر کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اور ان کا کمزور ایمان انہیں دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی طرف مائل کرتا ہے جو نیک اعمال کرنے سے براہ راست ٹکراتی ہے۔ تو یہ لوگ اکثر سوال کرتے ہیں کہ ایک مسلمان نیک کام کرنے کی کوشش کیوں کرتا ہے، خاص طور پر وہ کام جن کے لیے وقت، توانائی اور دولت درکار ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان ایک ایسی ویب سائٹ بنانے کا عزم کر سکتا ہے جو اسلامی معلومات کا اشتراک کرے۔ دوسرے اکثر ان کے منصوبے کو کم تر قرار دے کر انہیں روک دیتے ہیں، کیونکہ وہ اچھے کاموں کی اہمیت کو اہمیت نہیں دیتے۔ جو لوگ صدقہ دینے کا عزم رکھتے ہیں وہ کمزور ایمان رکھنے والے دوسرے لوگوں کی طرف سے ترک کر دیں گے۔ اگر انہیں غیر متوقع مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ انہیں اپنی دولت پر قبضہ رکھنے کے لیے ٹرانے کی کوشش کریں گے۔ مثالیں لامتناہی ہیں کہ کس طرح لوگ، خاص طور پر کمزور ایمان والے مسلمان، دوسروں کو اچھے کام کرنے سے روکتے ہیں، جو وہ کرنا چاہتے ہیں، اسے کم تر کر دیتے ہیں۔

اس طرح کے معاملات میں، ایک مسلمان جو کچھ اچھا کرنا چاہتا ہے، اسے چننا چاہیے کہ وہ کس سے مشورہ لے۔ جس طرح ایک بیمار شخص صرف ڈاکٹر سے مشورہ کرتا ہے، یا جب کسی کو گاڑی کی پریشانی ہوتی ہے تو وہ صرف مکینک سے مشورہ کرتا ہے، ایک مسلمان کو صرف مضبوط ایمان والوں سے مشورہ کرنا چاہئے۔ یہ وہ ہے جو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ صرف وہی شخص چھوٹے اچھے کاموں کی اہمیت کو سمجھے گا اور اس لیے دوسروں کو بھی ان کی ترغیب دے گا۔ کسی ایسے شخص سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے جس کے پاس اسلامی علم نہ ہو، کیونکہ وہ صرف ان کے منصوبے کو حقیر سمجھیں گے اور بالآخر انہیں اس سے باز رکھیں گے، چاہے ان کی نیت بری کیوں نہ ہو۔ اس نصیحت کی طرف باب 30 اروم، آیت 60 میں اشارہ کیا گیا ہے

"اور وہ آپ کو پریشان نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے۔۔۔"

سماجی کاری - 94

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ کتنے لوگ اکثر دوسروں کو خود غرض قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ خود غرض ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق، خود غرض ہونا تب ہوتا ہے جب کوئی کسی دوسرے کی پسند، رائے اور خوشی سے متصادم ہوتے ہوئے اپنی خوشی کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ اسلام کے مطابق خود غرضی نہیں ہے جب تک کہ کسی کے جائز دنیاوی انتخاب کے حصول میں دوسروں کے حقوق پامال نہ ہوں۔ کسی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ایسی صورت حال میں جس میں وہ براہ راست ملوث ہوں، جیسے کہ اپنے لیے شریک حیات کا انتخاب کرنا، پھر اپنی خوشی کے مطابق شادی کرنے کا حلال انتخاب کرنا خود غرضی نہیں ہے، خواہ دوسروں کی رائے، پسند اور خوشی، ایسی رشتہ داروں کے طور پر، متضاد ہیں۔ درحقیقت، وہ شخص جو دوسروں سے ان کی رائے اور خوشی کی پیروی کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، حالانکہ حالات ان سے براہ راست ملوث نہیں ہوتے، جیسے کہ ان کا رشتہ دار شریک حیات کا انتخاب کرتا ہے، وہ خود غرض ہے۔ جب کوئی قانونی صورت حال کسی شخص سے براہ راست متاثر ہوتی ہے، تو اسے دوسروں کی رائے پر غور کرنا چاہیے لیکن جب تک دوسروں کے حقوق کو پامال نہ کیا جائے، اس کا انتخاب کرنا ان کے لیے خود غرضی نہیں ہے۔ یہ دوسروں کے لیے اخلاص کا عمل ہے جب کوئی ایسے حالات میں اپنی رائے اور پسند کو ایک طرف رکھ دیتا ہے جس میں وہ براہ راست ملوث نہیں ہوتے ہیں اور اس کے بجائے صرف ان لوگوں کی خوشی کو سمجھتے ہیں جو حالات میں براہ راست ملوث ہوتے ہیں، جیسے جوڑے کی شادی۔ جبکہ ایسے حالات میں اپنی رائے اور انتخاب کو دوسروں پر مسلط کرنا خود غرضی ہے، کیونکہ حالات میں براہ راست ملوث لوگوں کی خوشی سب سے اہم ہے، جب تک کہ اس میں اللہ کی نافرمانی شامل نہ ہو۔ اعلیٰ یہ شرم کی بات ہے کہ کتنے لوگ دوسروں پر خود غرضی کا الزام لگا کر برا محسوس کرتے ہیں، حالانکہ وہ خود غرض ہیں۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کیا جاتا ہے جس میں لوگوں کے حقوق کی پامالی بھی شامل ہے، مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی پسند، رائے اور خوشی کا انتخاب ایسے حالات میں کرے جو ان سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ یہ خود غرضی کا برتاؤ نہیں ہے۔

سماجی کاری - 95

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگ اکثر ان کا خیال رکھتے ہیں اور دوسروں سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ اپنے تعلقات کے حوالے سے اچھے انسان ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک ماں اپنے بچے سے پوچھے گی کہ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک اچھی ماں ہے۔ ایک شخص اپنے دوست سے پوچھے گا کہ کیا وہ سوچتا ہے کہ وہ ایک اچھا دوست ہے یا نہیں۔ معاشرہ اپنے رشتوں کے حوالے سے اچھا سمجھتا ہے کسی مسلمان کی بنیادی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ ان کی اصل فکر یہ ہونی چاہیے کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کے اچھے بندے ہیں یا نہیں۔ اس سوال کا جواب معاشرہ، ثقافت یا فیشن نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب تب ہی دیا جا سکتا ہے جب کوئی ان کے طرز عمل کا قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات سے موازنہ کرے۔ جب کوئی بوڑھے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اسے ترجیح دینا اور بھی اہم ہے، کیونکہ زمین پر ان کا وقت تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ اس بات کی فکر کرنے کا مسئلہ کہ آیا لوگوں، ثقافت اور فیشن کے ذریعہ طے شدہ رائے اور معیارات کے مطابق لوگوں کے ساتھ تعلقات میں کسی کو اچھا سمجھا جاتا ہے، یہ ہے کہ یہ چیزیں بے چین ہیں اور لوگوں کی رائے میں کافی فرق ہے۔ نتیجتاً، جسے کوئی اپنے رشتوں کے حوالے سے اچھا انسان سمجھتا ہے، جیسے کہ ایک اچھی ماں، دوسرا شخص اسی رشتے کے حوالے سے انہیں برا سمجھے گا۔ مثال کے طور پر ایک بیٹا اپنی ماں کو اچھی ماں سمجھ سکتا ہے جبکہ اس کی بہن اپنی ماں کو بری ماں سمجھ سکتی ہے۔ یہ اکثر معاشرے میں ہوتا ہے۔ اس چیقلش کے نتیجے میں انسان کبھی بھی لوگوں کو خوش نہیں کر سکے گا اور اس لیے انہیں اپنی رائے میں سکون اور سکون نہیں ملے گا۔

اس کے علاوہ جو شخص ہمیشہ لوگوں، فیشن اور ثقافت کے بارے میں فکر مند رہتا ہے اور اپنے تعلقات کے حوالے سے ان کے بارے میں رائے رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو آسانی سے نظر انداز کر دے گا، جس کے نتیجے میں وہ برا غلام بن سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا اور آخرت میں ہر چیز کو اکیلا ہی کنٹرول کرتا ہے، اس لیے جو اللہ تعالیٰ کا اچھا بندہ بننے میں ناکام رہتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی نہیں پا سکتا، خواہ وہ اس کے حصول کے لیے بہت کوشش کرے۔ دنیاوی تعلقات کے حوالے سے لوگوں کی اچھی رائے۔

آخر کار اگر انسان اپنے رشتوں کے حوالے سے لوگوں، فیشن اور ثقافت کی اچھی رائے حاصل کر بھی لے تو یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے ہونے کے نتائج سے نہیں بچ سکے گا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا اچھا بندہ بننے پر توجہ مرکوز کرنے والا ذہنی سکون حاصل کرے گا کیونکہ وہ بے شمار لوگوں کی مختلف آراء کے بجائے صرف اس کے اور ان کے بارے میں اس کی رائے کا خیال رکھے گا۔ ایک کو خوش کرنا بہت سے لوگوں کو خوش کرنے سے زیادہ آسان اور اطمینان بخش ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا اچھا بندہ بننے کی کوشش کرے گا وہ لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات کے لحاظ سے لازماً ایک اچھا انسان بن جائے گا مثلاً ایک اچھی ماں، دوست، پڑوسی وغیرہ، جیسا کہ لوگوں کے حقوق ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اچھے بندے ہونے کا ایک اہم حصہ۔ لیکن اس میں اور لوگوں کی رائے کو ترجیح دینے کے منفی رویے میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نیک بندہ لوگوں کے حقوق تو ادا کرے گا لیکن لوگوں کی رائے اور ان کے تعلقات کی پرواہ نہیں کرے گا۔ انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ لوگ انہیں اپنے تعلقات کے حوالے سے برا سمجھتے ہیں، کیونکہ اکثر لوگوں کی رائے دنیاوی معیارات پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیارات کی دیکھ بھال اور زندگی گزاریں گے۔ اس طرح زندگی گزارنے والا اس دنیا میں یا قیامت کے دن لوگوں، فیشن اور ثقافت کی بری رائے سے متاثر نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر، ایک ماں کو یقین ہو سکتا ہے کہ اس کا بیٹا ایک خوفناک بیٹا ہے، کیونکہ وہ دنیاوی معیارات کی بنیاد پر اس کا فیصلہ کرتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اچھا بندہ ہے، اس لیے وہ اپنی ماں کے حقوق اس دنیا میں ادا کرتا ہے اور اس کے بارے میں اس کی منفی رائے اس پر دنیا میں یا روز قیامت کوئی اثر نہیں ڈالے گی، یعنی اس کا فیصلہ اللہ ہی کرے گا۔ اعلیٰ، ایک اچھے بیٹے کے طور پر۔

آخر میں، ذہنی سکون اور کامیابی اللہ کے اچھے بندے ہونے کو ترجیح دینے میں ہے، اور صرف ان کے بارے میں اس کی رائے کی فکر کرنے میں ہے۔ جبکہ دونوں جہانوں میں اضطراب، تناؤ اور مشکلات ان کے تعلقات کے حوالے سے لوگوں کی رائے کو ترجیح دینے میں مضمر ہیں۔

سماجی کاری - 96

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک عام غلط فہمی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی طرف اپنے کردار کو بہتر بنانے سے روکتی ہے۔ لوگ اکثر تبصرہ کرتے ہیں کہ کسی کو دوسروں کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ اگرچہ یہ ایک حد تک درست ہے، بدقسمتی سے، بہت سے لوگوں نے اپنے رویے کو بہتر بنانے سے بچنے کے لیے اسے ایک بہانے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے اس کے معنی کو سیاق و سباق سے ہٹ کر مکمل طور پر توڑ دیا ہے۔ حقیقت میں، دوسروں کا فیصلہ کرنا کسی کی زندگی کے ہر پہلو کا ایک اہم حصہ ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص یہ فیصلہ کرنے کے لیے دوسروں کا فیصلہ کرتا ہے کہ ان سے دوستی کرنی ہے یا نہیں۔ ایک دوسرے کا فیصلہ کرنے کے لیے فیصلہ کرتا ہے کہ آیا وہ ان کے لیے اچھا شریک حیات بنائے گا یا نہیں۔ ایک شخص کسی کمپنی میں ملازمت کے لیے درخواست دینے سے پہلے جج کرتا ہے۔ ایک آجر اپنی ٹیم میں شامل ہونے کے لیے بہترین امیدوار تلاش کرنے کے لیے امیدواروں کا فیصلہ کرتا ہے۔ والدین اپنے بچے کے لیے ٹیوٹرز کی خدمات حاصل کرنے سے پہلے کئی ٹیوٹرز کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ایک کاروباری مالک دوسرے کاروباری مالک کا فیصلہ کرے گا کہ آیا ان کے ساتھ کاروبار کرنا ہے یا نہیں۔ دوسروں کو ان کے رویے، کردار اور اعمال کے حوالے سے پرکھنے کی مثالیں عملی طور پر لامحدود ہیں۔ اس لیے یہ دعویٰ کرنا کہ کسی کو دوسروں پر بالکل بھی انصاف نہیں کرنا چاہیے، محض بے وقوفی ہے، کیونکہ کوئی بھی اس دنیا میں دوسروں کا فیصلہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اسلام کے حوالے سے ایک مسلمان کو دوسروں کے اعمال کا فیصلہ کرنا چاہیے، ورنہ وہ معاشرے میں نیکی کی تلقین اور برائی سے منع کرنے کا فرض ادا نہیں کر سکتا۔ باب 3 علی عمران، آیت 110:

تم بہترین امت ہو جو بنی نوع انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی " ...سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

سنن ابو داؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث کے مطابق ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت، عداوت، دینے اور روکنے کے بغیر اپنا ایمان مکمل نہیں کر سکتا۔ دوسروں کا فیصلہ کیے بغیر یہ کیسے ممکن ہے؟

اچھے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے اور بُرے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے سے گریز کرنے کا اہم فریضہ دوسروں اور اُن کے اعمال کا جائزہ لیے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ باب 5 :المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

پہلے درج کی گئی بہت سی مثالیں اسلام کی طرف سے حوصلہ افزائی کی گئی ہیں، جیسے کہ ایک مناسب شریک حیات تلاش کرنا اور موزوں دوستوں کا انتخاب کرنا۔ ان میں سے کوئی بھی چیز دوسروں کو پرکھے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔

سچے دل سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینے کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے اعمال کا فیصلہ کرنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس لحاظ سے بظاہر لوگوں کا فیصلہ کسی شخص کی طرف سے آتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ کچھ، کسی مسلمان کو حقارت یا تنقید نہیں کرنی چاہیے۔

کسی شخص کے حتمی نتائج کا فیصلہ کرنا؛ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا یا نہیں یا وہ جنت میں جائیں گے یا نہیں، یا ان کی نیت کا اندازہ لگانا، یہ وہ کام ہیں جن کی ایک مسلمان کو اجازت نہیں، کیونکہ یہ چیزیں مسلمان کے علم سے باہر ہیں، اس لیے وہ ان پر بحث یا تبصرہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمان دوسروں کو پرکھنے کے صحیح تصور کو سمجھتے ہیں تاکہ وہ تعمیری تنقید کو زیادہ آسانی سے قبول کر سکیں، جو کہ اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہے، دوسروں کی طرف سے، تاکہ وہ اللہ، برگزیدہ اور مخلوق کے تئیں اپنے کردار کو بہتر بنا سکیں۔ اس طرح کا برتاؤ صحیح رہنمائی اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا ایک اہم حصہ ہے۔

سماجی کاری - 97

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کے رشتے وقت کے ساتھ ٹوٹتے اور ٹوٹنے کی ایک بڑی وجہ جہالت ہے۔ جب کسی کو ان حقوق کا علم نہیں ہوتا جو اس پر دوسروں کے واجب ہوتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کے حقوق ان پر واجب ہوتے ہیں تو اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگ ان چیزوں کی توقع اور مطالبہ کرنے لگتے ہیں جن کے وہ حقدار نہیں ہیں اور وہ ان حقوق کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو دوسروں پر واجب ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اکثر یہ مانتے ہیں کہ ان کے بچے ان کی مکمل فرمانبرداری اور تابعداری کے معنی رکھتے ہیں، ان کے بچے کو ان کے والدین کے مشورے سے اتفاق کرنا چاہیے اور اسے کرنا چاہیے۔ لیکن اسلام میں یہ بالکل درست نہیں ہے۔ ایک بچے کو زندگی میں اپنا قانونی انتخاب کرنے کا حق حاصل ہے، چاہے وہ ان کے والدین کی رائے سے متصادم کیوں نہ ہو، جب تک کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھے اخلاق کو برقرار رکھے۔ طلاق کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ ان چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں جو ان کے شریک حیات کو واجب نہیں ہوتے ہیں۔ بہن بھائی اکثر اجنبی ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ ان کے بہن بھائیوں کو بھی بغیر کسی استثناء کے اور ان کو خوش کرنے کے طریقوں سے ہر حال میں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ مثالیں عملی طور پر لامتناہی ہیں۔

حقوق سے ناواقفیت اور دوسروں پر واجب الادا حقوق انسان کو ان معیارات کو اپنی خواہشات، ثقافت اور فیشن کے مطابق بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چونکہ لوگوں کی خواہشات میں کافی فرق ہوتا ہے، اس لیے یہ من گھڑت معیارات لوگ کبھی پورے نہیں ہوتے۔ اس سے لوگوں کے درمیان تلخی پیدا ہوتی ہے، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رشتوں میں ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتی ہے۔

مسلمانوں کو اسلام کی تعلیمات کو سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس نتیجہ سے بچنا چاہیے تاکہ وہ دوسروں کے حقوق کو جان سکیں اور ان کو ادا کر سکیں اور یہ جان سکیں کہ لوگ ان پر کون سے حقوق ادا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، جب کوئی اسلامی علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو یہ اسے دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی ترغیب دیتا ہے، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ نرمی سے کام لے گا۔ یہ نرمی دوسروں سے اپنے مکمل حقوق مانگنے سے روکے گی جس سے دوسروں کی زندگی آسان ہو جائے گی، اور دلائل کے خطرات کم ہوں گے۔ یہ نرمی کسی کی حوصلہ افزائی بھی کرے گی کہ جب بھی دوسروں کی طرف سے ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ چیزوں کو جانے دیتا ہے، تاکہ وہ چھوٹے پن سے بچیں۔ یہ مثبت اور ذہنی سکون کی طرف جاتا ہے اور ٹوٹنے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کو روکتا ہے۔ دوسری طرف، اپنے معیار کے مطابق زندگی گزارنا اس کے برعکس ہونے کا سبب بنتا ہے۔ ایک شخص چھوٹی چھوٹی باتوں پر آسانی سے چھوٹا ہو جاتا ہے، وہ تلخ ہو جاتا ہے اور دہائیوں تک رنجشوں کو برقرار رکھتا ہے۔ اس سے دشمنی، منفی اور دوسروں کے بارے میں مایوسی کا رویہ جنم لیتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ذہنی سکون کو روکتی ہیں اور رشتوں کو ٹوٹنے اور ٹوٹنے کا باعث بنتی ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسلامی علم کو سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کے ساتھ صحت مندانہ تعلقات استوار کریں تاکہ وہ لوگوں کے حقوق کو جان سکیں اور ان کی تکمیل کریں اور ان حقوق کو جان سکیں جو لوگوں کے واجب الادا ہیں۔

سماجی کاری - 98

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ٹوٹے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کی ایک بڑی وجہ سے بچیں۔ یعنی دوسروں کے ساتھ منفی رویہ اختیار کرنا جب انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ یہ اکثر خاندانوں میں دیکھا جاتا ہے جب کوئی اپنے رشتہ دار کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتا ہے، جس کے تحت وہ اکثر ان کی زندگی کے انتخاب اور طرز زندگی کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرنے کے لیے ان پر تنقید کرتے ہیں، طنز کرتے ہیں اور ان پر تنقید کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بچے کو کھود سکتے ہیں جس نے کسی ایسے شخص سے شادی کی جس سے وہ منظور نہیں تھے، حالانکہ کوئی گناہ نہیں کیا گیا تھا۔ لوگ، خاص طور پر بزرگ، غلط طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں کے ساتھ وہ منفی برتاؤ کرتے ہیں، انہیں ہر حال میں ان سے محبت اور احترام کرنا چاہیے۔ لیکن وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ لوگ فرشتے نہیں ہیں۔ اگر کسی کو ایسی باتوں پر تنقید اور تنقید کا نشانہ بنایا جائے جو گناہ نہیں ہیں، تو ایک دن ضرور آئے گا جب وہ شخص اپنے رشتہ دار کے ساتھ بات کرنا، دیکھنا یا میل جول کرنا ناپسند کرے گا، چاہے وہ اس کے اپنے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ان سے محبت یا احترام نہیں کرتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ لوگ فرشتے نہیں ہیں، اس لیے منفی رویہ انسان کے دل میں منفی جذبات پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے جب بھی انہیں اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ معاملہ کرنا پڑتا ہے جو ان کے ساتھ منفی برتاؤ کرتا ہے تو وہ پریشانی اور تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس تناؤ اور اضطراب سے بچنے کے لیے وہ اپنے رشتہ دار سے پرہیز کرتے ہوئے محسوس کرتے ہیں، حالانکہ وہ اب بھی ان سے محبت اور احترام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک شخص اس تناؤ اور پریشانی کی وجہ سے خاندانی تقریب میں جانے سے گریز کرے گا، کیونکہ وہ منفی رویے اور تبصروں کا نشانہ نہیں بننا چاہتا۔ یہ ایک بہت عام ردعمل ہے اور دوسروں کے ساتھ منفی سلوک کرنے کا نتیجہ ہے جو اکثر خاندانوں میں دیکھا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ منفی انداز میں برتاؤ کے طویل مدتی اثر کو کم نہیں سمجھنا چاہیے، چاہے اس میں صرف تنقید اور منفی تبصرے ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے تعلقات کو ٹوٹنے اور ٹوٹنے کا سبب بن سکتا ہے۔ جب دوسروں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے، تو کسی کو ان کے ساتھ منفی رویہ نہیں رکھنا چاہیے اور اس کے بجائے ان کی زندگی کے انتخاب کو قبول کرنا چاہیے۔ انہیں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوئے ان کے حقوق کی ادائیگی پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے جس طرح وہ خود دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں، جس میں ان کے

ساتھ اپنے قول و فعل کے ذریعے مثبت انداز میں برتاؤ کرنا بھی شامل ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ، السلام علیکم

سماجی کاری - 99

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جدید دنیا میں، ایک چیز جس پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے اور تمام لوگوں کی زندگیوں میں اس پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے، وہ سماجی بنانا ہے۔ اسلام دوسروں کے ساتھ میل جول کی ممانعت نہیں کرتا اور درحقیقت مسلمانوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کچھ بھی نہیں، اسلام ہمیشہ لوگوں کو سماجی بنانے کے مقصد کو سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اصل مقصد ایک دوسرے کی عملی طور پر آخرت کی تیاری میں مدد کرنا ہے۔ اس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا شامل ہے کہ وہ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ رویہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

دوسری طرف، معاشرہ، سوشل میڈیا، ثقافت اور فیشن لوگوں کو دنیاوی فائدے اور لطف اندوزی کی خاطر آپس میں جڑنے اور سماجی ہونے کی تاکید کرتا ہے۔ یہ رویہ اس زمین پر بنی نوع انسان کے اکٹھے ہونے کے مقصد کی نفی کرتا ہے۔ سماجی بنانا بذات خود ایک خاتمہ نہیں ہے، یہ صرف ایک خاتمہ کا ذریعہ ہے۔ قیامت تک بحفاظت پہنچنے کا حتمی انجام۔ اس دنیا میں لوگوں کو ایک ساتھ کام کرنے کے مقصد کے لیے اکٹھا کرنے کی مثال اس طرح ہے کہ وہ آخرت کے لیے مناسب تیاری کر سکیں، اس طرح کی ہے کہ کس طرح کسی کمپنی کے ذریعے اجنبیوں کی ایک ٹیم کو ایک ساتھ کام کرنے کے لیے اکٹھا کیا جاتا ہے تاکہ ایک کاروباری مقصد حاصل کیا جا سکے۔ ایک مصنوعات کی ڈیزائننگ، مینوفیکچرنگ اور تشہیر کے طور پر۔ اگر لوگوں کی یہ ٹیم ان کے ساتھ رہنے کا مقصد یاد رکھنے میں ناکام رہی تو وہ تفریح اور دیگر سماجی سرگرمیوں میں وقت ضائع کریں گے۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک ساتھ رہنے کے مقصد کو نظر انداز کر دیں گے اور اس طرح ان کی ٹیم کو ناکامی کا نام دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مسلمان اجتماعیت کی اصل وجہ کو سمجھنے اور اس کو پورا کرنے میں ناکام رہے تو وہ بھی آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے

کیونکہ وہ دنیاوی وجوہات کی بنا پر اجتماعیت میں بہت زیادہ مصروف تھے۔ کسی کو سماجی طور پر حلال تفریح کرنے کی اجازت ہے لیکن انہیں کبھی بھی ایسا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے جیسے کہ یہ سماجی کرنے کا مقصد ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، لوگوں کو ایک دوسرے سے جڑنے کے لیے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے جڑنے کے لیے اکٹھا کیا گیا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے جڑنے میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ کسی کو کبھی بھی دونوں کے درمیان فرق کرنے میں ناکام نہیں ہونا چاہئے، ورنہ وہ اس دنیا میں ایک ساتھ رہنے کا مقصد مکمل طور پر کھو دیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حقیقت کو سمجھا اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ہمیشہ جڑے اور مل جل کر کام کرتے رہے اور اس کے نتیجے میں انہوں نے معاشرے میں عدل اور امن پھیلایا جیسا کہ کسی اور گروہ نے حاصل نہیں کیا۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

دوسری طرف، جو سماجی کرنے کے مقصد کو بھول جاتا ہے، وہ جب بھی دوسروں کے ساتھ مل جلتا ہے تو وہ دونوں جہانوں میں اپنے لیے پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

“اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

سماجی کاری - 100

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک طاقتور اور گمراہ کن ذہنیت ہے جس نے مسلم کمیونٹی کے اندر گہری جڑیں پکڑی ہوئی ہیں، یعنی کسی کے اعمال اور انتخاب کے بارے میں "لوگ کیا کہیں گے" کے تصور سے بہت زیادہ متاثر ہونا۔ اس ذہنیت کو اکثر نیکی کا لبادہ اوڑھ لیا جاتا ہے تاکہ مسلمان اسے اپنا لیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا ہے کہ دوسرے ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو وہ بے شرم ہو جائیں گے۔ درحقیقت بے شرمی کی جڑ اللہ تعالیٰ کی بصارت، سماعت اور فیصلے کی پرواہ نہ کرنے میں ہے، نہ کہ لوگوں کی تنقید، کیونکہ ان کی اکثر تنقید کی اسلام کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے اور کوئی بھی ان کے بے شرمی کو آسانی سے چھپا سکتا ہے۔ لوگوں سے

لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت کسی شخص کی زندگی اور ایمان کے بہت سے پہلوؤں کو متاثر اور " خراب کرتی ہے۔ یقیناً اس کا سب سے خطرناک اثر یہ ہے کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بجائے لوگوں کی خاطر نیک اعمال کرنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان اپنے رشتہ دار کے جنازے میں صرف اپنے دوسرے رشتہ داروں کو خوش کرنے کے لیے جائے گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے۔ یہ مسلمان پائے گا کہ قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے ان کے نیک اعمال کا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے عمل کیا ہے، جو کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ایسا سلوک نہ کیا جائے کیونکہ یہ معمولی شرک ہے اور ثواب کے نقصان کا باعث بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کسی بھی شراکت دار سے آزاد۔

لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت بھی مسلمانوں کو ان طریقوں سے برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتی ہے جو " اسلام کو ناپسند ہے، جیسے اسراف، فضول خرچی اور حد سے زیادہ۔ مثال کے طور پر، زیادہ تر مسلم شادیوں کا مقصد شادی شدہ جوڑے کے رشتہ داروں کو خوش کرنا ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی تنقید سے ڈرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ شاہانہ اور فضول خرچی کرتے ہیں۔

یہ ذہنیت لوگوں کی تنقید سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے گناہ کرنے کی ترغیب بھی دے سکتی ہے۔

لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت بھی مسلمانوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرنے سے روکتی ہے، کیونکہ ان کی تعلیمات اکثر مسلمانوں کے احمقانہ ثقافتی عقائد اور طرز عمل سے متصادم ہوتی ہیں۔ اپنایا لوگوں کی طرف سے تنقید کا خوف انسان کو ہدایت کے دو ذرائع کی خاطر اپنے ثقافتی طریقوں کو ترک کرنے سے روکتا ہے۔

لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت بھی مسلمانوں کو صحیح انتخاب کرنے سے روکتی ہے جو ان کی خوشی اور بھلائی کا باعث بنتی ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے مسلمان محض لوگوں کی تنقید کے خوف سے، خاص طور پر ان کے رشتہ داروں کی تنقید کے خوف سے، اگر ان کی طلاق ہو جاتی ہے، مکروہ شادیاں کرتے رہتے ہیں۔

آخر میں، "لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت کسی کو اچھے قانونی انتخاب کرنے سے روکتی ہے کیونکہ وہ لوگوں کی تنقید سے ڈرتا ہے۔ مثال کے طور پر، بعض ممالک کے مسلمان اپنے بچوں کو مختلف ممالک کے مسلمانوں سے شادی نہیں کرنے دیں گے کیونکہ وہ اپنے رشتہ داروں کی تنقید سے ڈرتے ہیں، حالانکہ شادی کی تجاویز جائز اور اچھی ہیں۔

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی رضا کے لیے عمل کرے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں خوش کرنے کے لیے کام کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے حقوق کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ادا کریں خواہ لوگ ان سے راضی ہوں یا نہ ہوں۔ ان کی خوشنودی یا کمی اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لوگوں کی

خوشنودی کے مطابق عمل کرنے والا اس دنیا میں کبھی سکون اور خوشی نہیں پا سکے گا اور نہ ہی لوگوں کی تعریف حاصل کر سکے گا۔ جبکہ اللہ رب العزت کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا: دونوں جہانوں میں امن اور خوشی کا باعث بنتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

سماجی کاری - 101

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے نویں سال، غیر مسلم قبیلہ ثقیف کا ایک وفد اسلام قبول کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وحشی وہ شخص جس نے جنگ احد میں حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، اس وفد میں شامل ہوا تاکہ اس کی حفاظت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں اسلام قبول کر سکے۔ اسے جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا اس کے بارے میں پوچھا اور ان کے ایمان کی گواہی کو قبول کر لیا لیکن ان سے پوچھا کہ کیا آپ ان سے غیر ضروری طور پر ملنے سے بچ سکتے ہیں؟ مستقبل، جیسا کہ اسے دیکھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل اور مسخ کرنے کی یاد تازہ ہو گئی۔ صحیح بخاری نمبر 4072 میں موجود ایک حدیث میں اس پر بحث ہوئی ہے۔

اگرچہ وحشی کے گناہ معاف کر دیے گئے، جیسا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا، پھر بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے درخواست کی کہ وہ بلا ضرورت اس سے ملنے سے گریز کریں۔ سب سے پہلے تو یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی فطرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس نے وہی احساسات محسوس کیے جو کوئی دوسرا انسان محسوس کرے گا، جیسے غصہ اور غم۔ اس کے علاوہ، یہ درخواست مسلم کمیونٹی کے لیے ایک بڑی راحت تھی کیونکہ اس سے مسلمانوں کے لیے معاملات آسان ہو گئے تھے۔ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا برتاؤ کرتے جیسے وحشی نے کچھ نہ کیا ہو تو تمام مسلمانوں کو اس طرح کا برتاؤ کرنے پر مجبور کر دیتا جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ، واجب ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

”کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور “تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

مسلمانوں کی اکثریت دوسروں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کر سکے گی۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درخواست نے ان کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں۔ یہ معاف کرنے اور بھول جانے کے غلط تصور کو درست کرتا ہے۔ یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ انسان کمپیوٹر نہیں ہیں، جو ذہنوں سے یادیں مٹا دیں۔ لوگوں سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ دوسروں کے اعمال کو بھول جائیں، بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟

اسی لیے صحیح بخاری کی حدیث نمبر 6133 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کو معاف کرنا چاہیے اور ان کے حقوق ادا کرنے چاہییں، لیکن دوسروں پر اندھا بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، خاص کر جب ماضی میں ان پر ظلم ہوا ہو۔ دوسروں کے ماضی کے اعمال کو نظر انداز کرنا انہیں مستقبل میں اسی طرح برتاؤ کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور دوسروں کو معاف کرنا سیکھنا چاہیے اور اپنے حقوق کی ادائیگی کے لیے جدوجہد کرنا چاہیے لیکن ان سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ دوسروں کے اعمال کو بھول جائیں اور نہ ہی ان پر اندھا اعتماد کریں۔

سماجی کاری - 102

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اسلام سے پہلے عورتیں خود ہی ایسی چیز میں شمار ہوتی تھیں جو دوسروں کو وراثت میں ملتی تھیں۔ اسلام نے اس غیر منصفانہ روش کو ختم کیا اور انہیں ایسے حقوق دیے جو کسی بھی دوسرے معاشرے سے زیادہ تھے۔

عام بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کے لیے گھریلو استعمال کی اشیاء کے برابر ہونا عام رواج تھا۔ انہیں مویشیوں کی طرح خریدا اور بیچا جائے گا۔ عورت کو شادی کے حوالے سے کوئی حق نہیں تھا۔ اپنے رشتہ داروں کی طرف سے وراثت میں کچھ حصہ کی حقدار ہونے کے علاوہ، وہ خود کو وراثت کا ایک ٹکڑا سمجھا جاتا تھا جیسے گھر کے دیگر سامان۔ اسے مردوں کی ملکیت سمجھا جاتا تھا جبکہ اسے کسی چیز کی ملکیت کی اجازت نہیں تھی۔ اور وہ صرف مرد کی مرضی کے مطابق خرچ کر سکتی تھی۔ جبکہ مرد اپنی خواہش کے مطابق کوئی بھی مال خرچ کر سکتا ہے جو اس کا ہونا چاہیے، جیسے اجرت۔ اسے اس طریقہ پر سوال کرنے کا بھی حق نہیں تھا۔ یورپ کے کچھ گروہوں نے تو عورت کو انسان نہیں سمجھا اور اسے جانور کے برابر قرار دیا۔ عورت کو مذہب میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہ عبادت کے لیے نااہل سمجھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض نے عورتوں کو روح کی حامل نہیں قرار دیا۔ ایک باپ کے لیے اپنی نوزائیدہ یا جوان بیٹی کو قتل کرنا مکمل طور پر معمول سمجھا جاتا تھا کیونکہ اسے خاندان کے لیے شرمندگی کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ بعض کا یہ بھی ماننا تھا کہ عورت کو قتل کرنے والے کے خلاف کوئی انصاف نہیں کیا جائے گا۔ کچھ رسم و رواج نے تو مردہ شوہر کی بیوی کو بھی مار ڈالا کیونکہ وہ اس کے بغیر رہنے کے قابل نہیں تھی۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ عورتوں کا مقصد صرف مردوں کی خدمت ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسان کو تمام لوگوں کا احترام کرنے کا درس دیا، عدل و انصاف کو قانون بنایا اور مردوں کو عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ان کے اپنے حقوق کے متوازی ذمہ دار ٹھہرایا۔ خواتین کو آزاد اور خود مختار بنایا گیا۔ وہ مردوں کی طرح اپنی جان و مال کی خود مالک بن گئی۔ کوئی مرد عورت کو زبردستی کسی سے شادی کرنے پر

مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر اس کی رضامندی کے بغیر اسے مجبور کیا جاتا ہے تو یہ اس کا اختیار بنتا ہے کہ وہ نکاح جاری رکھے یا اسے فسخ کرے۔ کسی مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں سے کچھ بھی اس کی رضامندی اور منظوری کے بغیر خرچ کرے۔ شوہر کی موت کے بعد یا طلاق کے بعد وہ خود مختار ہو جاتی ہے اور اسے کسی کی طرف سے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں کے مطابق مردوں کی طرح وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ عورتوں پر خرچ کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اللہ تعالیٰ نے عبادت قرار دیا ہے۔ یہ تمام حقوق اور اس سے زیادہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے نہیں دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج خواتین کے حقوق کے لیے کھڑے ہونے والے اسلام پر تنقید کرتے ہیں حالانکہ اس نے خواتین کو صدیوں پہلے حقوق دیے تھے۔

سماجی کاری - 103

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ انسان کا دل اس طرح کیسے بنایا گیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ ضرور ہے، وہ کبھی خالی نہیں ہو سکتا۔ مطلب، اسے کسی چیز سے جوڑنا اور پیار کرنا چاہیے۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے اس نکتے پر غور کرے تو یہ بالکل واضح ہے۔ کچھ لوگ دوسرے لوگوں سے محبت کرتے ہیں، کچھ جانوروں سے محبت کرتے ہیں، کچھ اپنے کیریئر اور کچھ دوسری چیزوں سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ انسان کسی چیز سے کتنا پیار کرتا ہے آخر کار ایک دن ایسا آئے گا جب اسے الوداع کہنا پڑے گا۔ چاہے یہ رضاکارانہ طور پر کیا گیا ہو، مثال کے طور پر، کوئی شخص اپنے کیریئر سے سبکدوش ہو رہا ہو، یا زبردستی جیسے موت نے اپنے محبوب سے کٹ جانا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنی زندگی میں جس چیز سے محبت کرتے تھے اس سے الگ ہو گئے تھے، جیسے کہ ایک کھلاڑی اپنے کھیل سے ریٹائر ہو رہے تھے، ان کے دل و دماغ اپنی محبوب چیز سے جڑے رہنے کی وجہ سے تلخ ہو گئے، لیکن ان کا جسم مزید برقرار نہ رہ سکا۔ اس کے ساتھ وہ اسپاٹ لائٹ میں ان کے لمحے گزرتے ہی تلخ ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی محبت سے آگے بڑھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک عالمگیر اصول ہے جو کسی کے عقیدے یا سماجی حیثیت سے قطع نظر سب پر لاگو ہوتا ہے۔ لیکن صرف وہی محبت جو وقت اور موت کے ساتھ مضبوط ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ محبت ہے۔ جس کے پاس یہ محبت ہے اس کے لیے کوئی الوداع نہیں صرف اس مقدر کی ملاقات کی امید ہے جسے بیان کرنا الفاظ سے باہر ہے۔ یہ محبت صرف وقت گزرنے کے ساتھ مضبوط ہوتی ہے جب کہ دوسرے تمام بندھن کمزور ہوتے ہیں اور آخر کار ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ مخلوق کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں اور ذمہ داریاں پوری کرے لیکن صرف اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرے، اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ جو یہ حاصل کر لیتا ہے اسے کبھی الوداع کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ باب 89 الفجر، آیات 27-28

[نیک لوگوں سے کہا جائے گا]، "اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس سے "راضی اور راضی ہو کر۔"

سماجی کاری - 104

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ وہ اپنی دنیاوی سرگرمیوں میں بہت مصروف ہیں، انہیں رضاکارانہ نیک اعمال کرنے میں مشکل پیش آتی ہے، خاص طور پر وہ کام جو لوگوں سے متعلق ہیں، جیسے کسی کی جسمانی مدد کرنا۔ اگرچہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ رضاکارانہ عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس سے ان کو دونوں جہانوں میں فائدہ پہنچے گا جبکہ ان کی دنیاوی سرگرمیاں انہیں اس دنیا میں ہی فائدہ پہنچائیں گی، کم از کم ان مسلمانوں کو غیر جانبدارانہ ذہنیت اختیار کرنی چاہئے۔ دوسرے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسروں کی مدد نہیں کر سکتا تو اسے ان کے حلال اور اچھے کاموں میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔ اگر وہ دوسروں کو خوش نہیں کر سکتے تو انہیں غمگین نہ کریں۔ اگر وہ دوسروں کو نہیں ہنسا سکتے تو انہیں رونا نہیں چاہیے۔ اس کا اطلاق بے شمار منظرناموں پر کیا جا سکتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ بہت سے مسلمان دوسروں کے ساتھ بھلائی کر سکتے ہیں، جیسے کہ انہیں جذباتی مدد فراہم کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لوگوں کی طرف منفی رویہ اختیار کر کے اپنے اچھے اعمال کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسروں کے بارے میں حد سے زیادہ منفی رویہ اختیار کرتا ہے تو یہ اسے قیامت کے دن جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ غیر جانبدارانہ ذہنیت کا ہونا دراصل ایک نیک عمل ہے جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے۔ صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں، دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بہتر ہے جو کہ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی علامت ہے۔ غیر جانبدار طریقہ جیسا کہ دوسروں کے ساتھ منفی سلوک کرنا کسی کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

کو مضبوط کرنا - 1

جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان اس وقت تک اپنے اسلام کو بہترین نہیں بنا سکتا جب تک کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب نہ کرے جن سے ان کا تعلق نہیں ہے۔

اس حدیث میں ایک ہمہ گیر نصیحت ہے جس کا اطلاق زندگی کے ہر پہلو پر ہونا چاہیے۔ اس میں ایک شخص کی تقریر کے ساتھ ساتھ ان کے دیگر جسمانی اعمال بھی شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے ایمان کو کامل کرنا چاہتا ہے اسے ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے، قول و فعل کے ذریعے، جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کے بجائے وہ خود کو ان کاموں میں مشغول رکھیں جو کرتے ہیں۔ انسان کو ان باتوں کو بہت سنجیدگی سے لینا چاہیے جو اس کے ساتھ ہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی سوچ یا خواہشات کے مطابق چیزوں سے گریز کرے تو وہ اپنا ایمان مکمل نہیں کر سکے گا۔ لیکن جو اپنا ایمان کامل کرتا ہے وہ ان چیزوں سے اجتناب کرتا ہے جن سے بچنے کی اسلام نے نصیحت کی ہے۔ یعنی اپنے تمام فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تمام گناہوں اور اسلام میں ناپسندیدہ چیزوں سے بچنا چاہیے اور غیر ضروری حلال چیزوں کے زیادہ استعمال سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ اس فضیلت کو حاصل کرنا ایمان کی فضیلت کی ایک خصوصیت ہے جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 کی حدیث میں ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے یا وہ کم از کم اللہ سے پوری طرح واقف ہو جاتا ہے۔ ان کے ہر خیال اور عمل کا مشاہدہ کرنے والا۔ اس الہی نگرانی سے آگاہ ہونا ایک مسلمان کو ہمیشہ گناہوں سے پرہیز کرنے اور اعمال صالحہ کی طرف جلدی کرنے کی ترغیب دے گا۔ جو ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتا جن سے کوئی سروکار نہیں وہ اس درجہ فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا۔

ان چیزوں سے اجتناب کرنے کا ایک بڑا پہلو جن سے انسان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا اس کا تعلق تقریر سے ہے۔ گناہوں کی کثرت اس وقت ہوتی ہے جب انسان ایسے الفاظ کہے جن سے کوئی تعلق نہ

ہو، جیسے غیبت اور غیبت۔ فضول گفتگو کی تعریف یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسے الفاظ کہے جو گناہ کے تو نہ ہوں لیکن بیکار ہوں اور اس لیے ان کی فکر نہ ہو۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 2408 میں موجود حدیث سے ثابت ہے کہ لغو بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ لاتعداد دلائل، لڑائیاں اور یہاں تک کہ جسمانی نقصان بھی صرف اس لیے ہوا ہے کہ کسی نے ایسی بات کی جس سے انہیں کوئی سروکار نہ ہو۔ کئی خاندان تقسیم ہو چکے ہیں۔ بہت سی شادیاں ختم ہو چکی ہیں کیونکہ کسی کو ان کے کاروبار پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مفید کلام کی مختلف اقسام کی نصیحت فرمائی ہے جس سے لوگوں کو فکر مند ہونا چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم " دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

درحقیقت ایسے الفاظ کا بولنا جو انسان کے لیے فکرمند نہ ہوں، لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی بنیادی وجہ ہو گی۔ جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2412 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی کہ تمام تقریریں شمار ہوں گی۔ کسی شخص کے خلاف جب تک کہ اس کا تعلق نیکی کی نصیحت، برائی سے منع کرنے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریر کی دیگر تمام شکلیں کسی شخص کی فکر نہیں ہیں کیونکہ ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اچھی نصیحت کرنا ہر اس چیز کو شامل کرتا ہے جو کسی کی دنیاوی اور مذہبی زندگی میں فائدہ مند ہو، جیسے کہ وہ پیشہ۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے قول و فعل کے ذریعے ان باتوں سے بچنے کی کوشش کریں جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے تاکہ وہ اپنے ایمان کو مکمل کر سکیں۔ سیدھے الفاظ میں، جو شخص ان چیزوں کے لیے وقت لگاتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، وہ ان چیزوں میں ناکام ہو جاتا ہے جو ان سے متعلق ہیں۔ اور جو اپنے آپ کو ان چیزوں میں مشغول رکھتا ہے جو ان سے متعلق ہیں وہ ان چیزوں پر خرچ کرنے کے لئے وقت نہیں پائے گا جو ان سے متعلق نہیں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔

آخر میں، جو اپنے آپ کو ان چیزوں میں مشغول رکھتا ہے جو ان سے متعلق ہیں، وہ تمام مفید دنیوی اور دینی چیزوں کو مکمل کر لے گا جن کے وہ ذمہ دار ہیں اور اس طرح ذہنی سکون حاصل کر لیتے ہیں۔ تناؤ کے اہم ذرائع میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو ایسی چیزوں میں مشغول کر لیتا ہے جن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، کیونکہ یہ اسے اپنی دنیاوی اور مذہبی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے روکتا ہے۔ صحیح طریقے سے برتاؤ کرنے سے کسی کو اپنی اہم ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا موقع ملے گا اور اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ ان کے پاس آرام کرنے اور ان چیزوں کو کرنے کے لیے کافی وقت ملے جن سے وہ لطف اندوز ہوں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 2

صحیح مسلم نمبر 159 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مختصر مگر دور رس نصیحت فرمائی۔ انہوں نے لوگوں کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کا صدق دل سے اعلان کریں اور پھر اس پر ثابت قدم رہیں۔

اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں جدوجہد کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل پر مشتمل ہے، جو اس سے متعلق ہیں، جیسے فرض روزے اور جو لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے کہ دوسروں سے حسن سلوک کرنا۔ اس میں اسلام کی ان تمام ممنوعات سے پرہیز کرنا بھی شامل ہے جو ایک شخص اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں اور جو دوسروں کے درمیان ہیں۔ ایک مسلمان کو بھی صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا چاہیے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

آخر میں ان پہلوؤں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق پورا کرنا شامل ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”
”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

ثابت قدمی میں دونوں قسم کے شرک سے پرہیز شامل ہے۔ سب سے بڑی قسم وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی عبادت کرتا ہے۔ معمولی قسم یہ ہے کہ جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر، جیسے دکھاوا کرنا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہذا استقامت کا ایک پہلو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔

اس میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا اور چیری چننے سے پرہیز کرنا شامل ہے کہ کب اور کن اسلامی تعلیمات پر کوئی شخص اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرے گا۔

ثابت قدمی میں شامل ہے خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو خوش کیا جائے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے آپ کو یا دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نہ ان کی خواہشات اور نہ ہی لوگ انہیں اللہ تعالیٰ سے محفوظ رکھیں گے۔ دوسری طرف جو اللہ تعالیٰ کا سچے دل سے فرمانبردار ہے وہ ہر چیز سے محفوظ رہے گا خواہ یہ حفاظت ان پر ظاہر نہ ہو۔

اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے میں یہ شامل ہے کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا اور اس سے ہٹنے والے راستے کو اختیار نہ کرنا۔ جو شخص اس راہ کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ یہی ان کے ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لیے کافی ہے۔ باب 4 النساء آیت 59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم " ...میں سے حاکم ہیں

جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ثابت قدم رہنے کا ایک پہلو ہر اس شخص کی اطاعت ہے جس کے احکام و نصیحت کی جڑیں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اطاعت میں ہیں۔

چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں وہ بلاشبہ غلطیاں کریں گے اور گناہ کریں گے۔ لہذا ایمان کے معاملات میں ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کامل ہو جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر سختی سے عمل کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور اگر کوئی گناہ ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کریں۔ اس کی طرف باب 41 فصیلات، آیت 6 میں اشارہ کیا گیا ہے:

“...تو سیدھا اس کی طرف چلو اور اس سے معافی مانگو”

اس کی مزید تائید جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور کسی نیک عمل سے سرزد ہونے والے (معمولی) گناہ کو مٹانے کی تلقین کی گئی ہے۔ امام مالک کی موطا، کتاب 2، حدیث نمبر 37 میں موجود ایک اور حدیث میں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی پوری کوشش کریں، اگرچہ وہ اس پر عمل کریں۔ یہ مکمل طور پر کرنے کے قابل نہیں ہے۔ لہذا ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی نیت اور جسمانی عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی میں اس کو حاصل کرنے کی صلاحیت کو پورا کرے۔ انہیں کمال حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ کوئی شخص اپنے جسمانی اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک کہ وہ اپنے روحانی قلب کو پہلے پاک نہ کرے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جسم کے اعضاء صرف اسی صورت میں کام کریں گے جب روحانی قلب پاک ہو۔ دل کی پاکیزگی صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

ثابت قدمی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو رکھے جیسا کہ یہ دل کا اظہار کرتی ہے۔ زبان پر قابو رکھے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن نہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2407 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں اگر اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی میں کوئی کمی واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنی چاہیے اور لوگوں سے معافی مانگنی چاہیے، اگر اس میں ان کے حقوق شامل ہوں۔ باب 46 الاحقاف، آیت 13:

”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ راہ راست پر رہے، ان پر نہ کوئی خوف“ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 3

صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کی فضیلت کا مفہوم بیان فرمایا۔ اس فضیلت سے مراد اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ سلوک اور برتاؤ ہے۔ فضیلت کے ساتھ عمل کرنے کا تذکرہ پورے قرآن میں کیا گیا ہے، جیسے کہ باب 10: یونس، آیت 26

"...جن لوگوں نے بہترین کام کیا ان کے لیے بہترین [اجر] ہے - اور اضافی"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 449 اور 450 میں موجود احادیث میں اس آیت کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس آیت میں اضافی لفظ سے مراد یہ ہے کہ جب اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا، ، عالی۔ یہ انعام اس مسلمان کے لیے موزوں ہے جو کمال کے ساتھ کام کرتا ہے کیونکہ فضیلت کا مطلب اپنی زندگی گزارنا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے سکتا ہے، ہر وقت اپنے ظاہری اور باطن کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو ایک طاقتور اتھارٹی کو دیکھ سکتا ہے کہ وہ ان کے خوف سے کبھی بدتمیزی نہیں کرے گا۔ درحقیقت، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار کسی کو نصیحت کی کہ وہ ہمیشہ ایسا برتاؤ کرے جیسے کہ وہ ایک نیک آدمی جس کا وہ احترام کرتا ہے، اسے مسلسل دیکھ رہا ہو۔ امام طبرانی کی المعجم الکبیر نمبر 5539 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جو شخص اس طرح عمل کرے گا وہ بہت کم گناہوں کا ارتکاب کرے گا اور ہمیشہ نیکیوں میں جلدی کرے گا۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے اور دنیا میں آزمائش کی آگ اور آخرت میں جہنم کی آگ سے ڈھال کا کام کرتا ہے۔ یہ چوکسی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ انسان نہ صرف اللہ تعالیٰ کے تنہا اپنے تمام فرائض کو پورا کرتا ہے بلکہ یہ مخلوق کے تنہا اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ جس کی چوٹی خلوص دل سے دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ یہ شخص جامع ترمذی نمبر 251 میں موجود حدیث کو پورا کرے گا جس میں یہ نصیحت ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

فضیلت کا یہ درجہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ صحیح نیت کے ساتھ عمل کیا جائے، جو کہ ایمان کی بنیاد ہے، صحیح بخاری میں موجود حدیث نمبر 1 کے مطابق۔ کامیابی اس کے لیے یقینی ہے جو نیک عمل کرتا ہے اور صحیح نیت کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے۔ ایک شخص جتنا اچھا عمل کرتا ہے، اس کا ایمان اتنا ہی مضبوط ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسلمان بن جاتا ہے جو غفلت سے دور رہتا ہے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی آخرت اور دنیاوی زندگی کو سنوارنے کے لیے ہمیشہ جدوجہد کرتا رہتا ہے۔

اندیشہ ہے کہ اس انعام کے برعکس ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر نگاہوں سے بے خوف زندگی گزاری، اس لیے وہ آخرت میں اس کے دیدار سے پردے میں رہیں گے۔ باب 83 المطففین، آیت 15

”نہیں یقیناً اس دن ان کے رب کی طرف سے وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔“

جو لوگ عمل کے اس درجے تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے رہے ہیں، ان پر لازم ہے کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں دی گئی نصیحت کے دوسرے حصے پر عمل کریں، یعنی یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مسلسل نگرانی کر رہا ہے۔ اگرچہ یہ حالت درجے میں اس شخص کے مقابلے میں کم ہے جو اس طرح عمل کرتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے، کوئی بھی کم نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے سچے خوف کو اپنانے کا بہترین طریقہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ رویہ کسی کو گناہوں سے روکے گا اور نیک کاموں کی طرف ترغیب دے گا۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام طبرانی کی کتاب المعجم الکبیر نمبر 7935 میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس ذہنیت کو اپنانے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سایہ عطا فرمائے گا۔ سربلند

اللہ تعالیٰ کی الوہی موجودگی کا تذکرہ پورے قرآن میں موجود ہے، جیسے کہ باب 57 الحديد، آیت 4

”آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ کے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی احادیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ الہی کے حقیقی شعور کو اپنانے کی تلقین فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک الہی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہے جو اسے یاد کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 84 اور 85 میں امیر المومنین علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ شان و شوکت سے کنارہ کش ہو گئے۔ مادی دنیا کا اور تنہا رات میں سکون ملا۔ یعنی لوگوں کی صحبت کے بجائے اللہ تعالیٰ کی صحبت طلب کی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ الہی کی بیداری کو اپنانا نہ صرف گناہوں سے روکتا ہے اور نیک اعمال کی ترغیب دیتا ہے بلکہ یہ تنہائی اور افسردگی سے بھی بچاتا ہے۔ ایک شخص ذہنی صحت کے مسائل سے بہت کم متاثر ہوتا ہے جب وہ مسلسل کسی ایسے شخص سے گھرا رہتا ہے جو ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مخلوق سے کوئی محبت نہیں کرتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہر طرح کی مدد کا ذریعہ ہے۔ لہذا، فضیلت کے ساتھ کام کرنے سے کسی کے ایمان، اعمال، جذباتی کیفیت اور وسیع تر معاشرے کو فائدہ ہوتا ہے۔

ایک مسلمان کو ان لوگوں کی طرح بننے سے گریز کرنا چاہیے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ان پر نظر رکھنے والوں میں سب سے زیادہ حقیر سمجھتے ہیں۔ یہ ایک شدید روحانی بیماری ہے جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ ہر قسم کے گناہوں اور برے سلوک کی طرف لے جاتی ہے۔

جو شخص مسلسل نظر الہی کو یاد کرتے ہوئے نچلے درجے پر عمل کرتا ہے وہ آخر کار بلندی تک پہنچ جاتا ہے اور اس طرح زندگی گزارتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ظاہری اور باطنی حالتوں کا مسلسل مشاہدہ کر رہا ہے۔ اس طریقے سے زندگی گزارنا ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بناتا ہے۔

ایمان کی فضیلت کے دونوں درجے اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب کوئی اسلامی علم سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ جتنا زیادہ وہ یہ کریں گے، اتنا ہی زیادہ وہ خدائی موجودگی سے آگاہ ہوں گے۔ اس طرز عمل پر ثابت قدم رہنا پھر ایمان کی فضیلت کا باعث بنے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 4

صحیح بخاری نمبر 6407 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے اور نہ کرنے والے کے درمیان فرق ایک زندہ انسان جیسا ہے۔ ایک مردہ شخص کو

ان مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات پر کامیابی سے قابو پا سکیں، اللہ تعالیٰ کو زیادہ سے زیادہ یاد کریں۔ سادہ الفاظ میں، وہ جتنا زیادہ اسے یاد کریں گے، اتنا ہی وہ اس اہم مقصد کو حاصل کریں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تین درجوں پر عملاً عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلا درجہ اللہ تعالیٰ کو اندرونی اور خاموشی سے یاد کرنا ہے۔ اس میں اپنی نیت کو درست کرنا بھی شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کو زبان سے یاد کرنا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے بات کرنا، یا خاموش رہنا شامل ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے کہ جب کسی کے پاس کہنے کو کچھ اچھا نہ ہو تو خاموش رہنا ایک نیک عمل ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کا سب سے اعلیٰ اور مؤثر طریقہ عملاً اسے اعضاء کے ساتھ یاد کرنا ہے۔ یہ اس کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جو ایسا کرے گا وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ لیکن اس کے لیے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، جو کہ دونوں جہانوں میں تمام بھلائیوں اور کامیابیوں کی جڑ ہے۔

پہلے دو درجوں پر رہنے والوں کو ان کی نیت کے اعتبار سے ثواب ملے گا لیکن ان کے ایمان اور تقویٰ میں اس وقت تک اضافہ ہونے کا امکان نہیں ہے جب تک کہ وہ ذکر الہی کے تیسرے اور اعلیٰ درجے تک نہ پہنچ جائیں۔

تینوں سطحوں کو پورا کرنے والے کو دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کی سلامتی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان جو اپنے واجبات کو پورا کرتے ہیں اور رضاکارانہ عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ان درجات کو نظر انداز کرتے ہیں اور ان کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اور نتیجتاً وہ اپنی عبادت اور نیک اعمال کے باوجود اس دنیا میں سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 5

صحیح بخاری کی حدیث نمبر 574 میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں قائم کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

دو ٹھنڈی فرض نمازوں سے مراد فجر اور ظہر کی فرض نمازیں ہیں (فجر اور عصر (کیونکہ ان دونوں اوقات میں موسم دیگر اوقات کے مقابلے میں ٹھنڈا ہوتا ہے یعنی طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ان کی تمام شرائط اور آداب کو صحیح طریقے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق پورا کرنا شامل ہے، جیسے کہ انہیں وقت پر ادا کرنا۔ درحقیقت ان کے پیش آنے کے ساتھ ہی پیش کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ایک ہے۔ صحیح مسلم نمبر 252 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

اگرچہ پانچ فرض نمازیں ہیں جن کا ابھی قائم ہونا ضروری ہے لیکن زیر بحث مرکزی حدیث میں صرف دو کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں غالباً قائم کرنا مشکل ترین ہیں۔ فجر کی فرض نماز ایسے وقت میں ہوتی ہے جب اکثر لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ لہذا، اسے صحیح طریقے سے پیش کرنے کے لیے اپنے آرام دہ بستر کو چھوڑنے کے لیے بہت زیادہ توانائی اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظہر کی فرض نماز زیادہ تر ایسے وقت میں ہوتی ہے جب زیادہ تر لوگ اپنے کام کا دن مکمل کر چکے ہوتے ہیں اور تھکے ہارے گھر لوٹ چکے ہوتے ہیں۔ لہذا فرض نماز کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے تھکا دینے والے اور حتیٰ کہ دباؤ والے دن کے بعد آرام چھوڑنا مشکل ہے۔ لہذا، اگر کوئی ان دونوں نمازوں کو صحیح طور پر قائم کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ کی

رحمت سے، دوسری فرض نمازوں کو جو عام طور پر زیادہ آسان اوقات میں ادا کرتا ہے، آسانی سے ادا کرے گا۔

لہذا مسلمانوں کو اپنی تمام فرض نمازوں کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ اسلام کی اصل ہے اور یہ حقیقت میں عقیدہ کو کفر سے الگ کرتی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ زیر بحث مرکزی حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص صرف پانچ فرض نمازوں کی ادائیگی سے ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے دیگر واجبات اور ذمہ داریوں سے غافل ہو سکتا ہے۔ درحقیقت ان کی فرض نمازوں کو قائم کرنے والا اپنے تمام واجبات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا: کیونکہ یہ فرض نمازوں کے قیام کا ایک نتیجہ ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

"...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے..."

اس کے علاوہ حدیث اس شخص کے لیے جنت کی ضمانت دیتی ہے جو اپنی فرض نمازیں قائم کرتا ہے لیکن اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ وہ اپنے گناہوں کے نتیجے میں پہلے جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس لیے ہمیشہ کی طرح قرآن مجید کی آیات اور احادیث کو ان کے صحیح تناظر میں سمجھنا چاہیے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 6

سنن ابن ماجہ نمبر 4168 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مضبوط مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ لازمی طور پر جسمانی طاقت کا حوالہ نہیں دیتا، جسے کوئی نیک اعمال انجام دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس سے مراد ایمان کا یقین حاصل کرنے کے لیے اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا بھی ہے۔ پختہ ایمان رکھنے والا اپنے علم کے مطابق ہر مشکل اور آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ جب کہ ایک کمزور مومن اللہ تعالیٰ اور مشکل حالات میں لوگوں کے لیے اپنے فرائض میں آسانی سے ناکام ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ، کمزور مومن کا ایمان دوسروں کی اندھی تقلید پر مبنی ہے، نہ کہ اسلامی علم پر۔ اندھی تقلید نئے علم کے حصول کے ذریعے اپنے رویے کو بہتر بنانے سے روکتی ہے اور یہ اکثر منحرف طریقوں کی طرف لے جاتی ہے، خاص طور پر جب نقل کرنے والا شخص خود جاہل ہوتا ہے۔ اندھی تقلید اس وقت کافی نہیں ہوتی جب کسی کو مشکل حالات کا سامنا ہو، جس کے لیے ثابت قدمی کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی جڑ خود اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس اسلامی علم نہیں ہے وہ آسانی سے تقدیر سے سوال کرتا ہے اور چیلنج کرتا ہے۔

جس کا ایمان جتنا مضبوط ہو گا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ان کی کامیابی میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 53

ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ یہ ”
حق ہے۔“

ایمان کو مضبوط کرنا - 7

صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک آسمانی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے چند اہم باتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے خلاف اعلان جنگ فرماتا ہے جو اپنے کسی نیک دوست سے دشمنی کرتا ہے۔

ایسا اس طرح ہوتا ہے کہ جو شخص کسی کے دوست سے دشمنی ظاہر کرتا ہے وہ درحقیقت اس شخص سے بالواسطہ دشمنی دکھا رہا ہوتا ہے۔ یہ بالواسطہ طور پر مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستی رکھیں اور ان کے لیے کبھی بھی کسی قسم کی دشمنی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہ کریں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں جیسا کہ شیطان کا رویہ ہے۔ باب 60: الممتحنہ، آیت 1

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔“

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی کوئی بھی صورت اس کے خلاف جنگ ہے۔ لہذا، ایک مسلمان کو ہر قسم کی نافرمانی سے بچنا چاہیے، بشمول اس کی اطاعت میں کوشش کرنے والوں کو ناپسند کرنا، کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 3862 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ کوئی شخص کبھی بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین نہ کرے کیونکہ ان کی توہین کرنا توہین کے مترادف ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس نے آپ کو نقصان پہنچایا اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی ہے۔ اور اس گنہگار کو جلد ہی سزا ملے گی، بشرطیکہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ نیکی، جو کہ کسی کی نیت پر مبنی ہے، لوگوں سے پوشیدہ ہے، مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کو ناپسند کرنے سے بچنا چاہیے، کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا نیک دوست کون ہے۔ لہذا مرکزی حدیث کا یہ حصہ تمام مسلمانوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوئے جو لوگ چاہتے ہیں۔

اگلی بات جو زیر بحث اہم الہی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اور وہ رضاکارانہ عمل صالح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ وضاحت اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دو قسموں میں تقسیم کرتی ہے۔ پہلا گروہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے واجبات جیسے فرض نماز اور لوگوں کے حوالے سے جیسے فرض صدقہ کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر پر صبر کرنے سے ہو سکتا ہے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا جاتا ہے وہ پہلے گروہ سے برتر ہیں کیونکہ وہ نہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں بلکہ رضاکارانہ طور پر نیک کاموں میں بھی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا یہی واحد راستہ ہے۔ جو اس کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے گا وہ اس اہم مقصد کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کیے بغیر ولایت حاصل کرنے کے تصور کو یکسر مسترد کرتا ہے۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے وہ محض جھوٹا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 4094 میں موجود حدیث کی تصدیق کی ہے کہ جب روحانی قلب پاک ہوتا ہے تو باقی جسم بھی پاک ہو جاتا ہے۔ یہ عمل صالح کی طرف لے جاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اعمال صالحہ مثلاً اپنے واجبات کو ادا نہ کرے تو اس کا جسم نجس ہے یعنی اس کا روحانی دل بھی نجس ہے۔ یہ شخص کبھی اللہ تعالیٰ کے قرب تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ سب سے بڑا رضاکارانہ عمل وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر مبنی ہو۔ جو کوئی بھی اپنی روایات پر مبنی رضاکارانہ اعمال صالحہ انجام دینے کا انتخاب کرتا ہے اسے شیطان نے بے وقوف بنا دیا ہے کیونکہ کوئی بھی راستہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں لے جائے گا سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے اور اعمال کے۔ باب 3: علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

دوسرے اعلیٰ گروہ میں شامل متقی مسلمان بھی وہ ہیں جو اس مادی دنیا کی فضول اور فضول چیزوں سے بچتے ہیں۔ یہ رویہ انہیں اپنی کوششوں کو رضاکارانہ نیک اعمال انجام دینے پر مرکوز کرنے میں مدد کرتا ہے۔ یہی وہ گروہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت، عداوت، دے کر اور سب کچھ روک کر اپنے ایمان کو مکمل کیا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

مزید برآں، اس اعلیٰ گروہ کے مسلمان کوشش کرتے ہیں کہ انہیں جو بھی نعمت دی گئی ہے، جیسے کہ ان کی توانائی اور وقت، ان طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کریں۔ وہ انہیں ایسے طریقوں سے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوں گے اور نہ ہی آخرت میں ان کو فائدہ پہنچائیں گے، خواہ یہ طریقے جائز ہوں۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی فرد فرائض کی ادائیگی اور نفلی اعمال کو انجام دینے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پانچوں حواس کو برکت دیتا

ہے تاکہ وہ ان کو اس کی اطاعت میں استعمال کریں۔ یہ نیک بندہ بہت کم گناہ کرے گا۔ ہدایت میں اس اضافے کی طرف باب 29 العنکبوت، آیت 69 میں اشارہ کیا گیا ہے

”اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔“

یہ مسلمان فضیلت کے اس درجے کو پہنچ جاتا ہے جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود حدیث میں آیا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان عمل کرتا ہے جیسے نماز، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ جو اس درجے تک پہنچ جائے گا وہ اپنے دماغ اور جسم کو گناہوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہ وہ ہے جو جب بولتے ہیں تو اللہ کے لیے بولتے ہیں، جب خاموش ہوتے ہیں تو اللہ کے لیے خاموش رہتے ہیں۔ جب وہ کام کرتے ہیں تو اس کے لیے کام کرتے ہیں اور جب وہ ساکت ہوتے ہیں تو اس کی خاطر ہوتے ہیں۔ یہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سمجھنے کا ایک پہلو ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس باختیاریت میں مشکلات سے صبر کے ساتھ نمٹنا اور شکر کے ساتھ آسانی کے اوقات شامل ہیں، جس میں ان نعمتوں کا استعمال شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس باختیاریت میں ذہنی سکون حاصل کرنا بھی شامل ہے، کیونکہ جو شخص باختیار ہے اس کی ذہنی حالت آسانی سے متزلزل نہیں ہوگی اور نہ ہی اس دنیا میں مختلف حالات سے ٹوٹے گی۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کی یہ دعا پوری ہوگی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت حاصل ہوگی۔ یہ ان لوگوں کے لیے ایک واضح سبق ہے جو حلال دنیاوی چیزوں کے خواہش مند ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے سوا کسی ذریعہ سے ان کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ کوئی روحانی استاد یا کوئی اور شخص کسی شخص کو اس وقت تک چیزیں نہیں دے سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش نہ کرے اور ان چیزوں کو حاصل کرنا ان کا مقدر ہو۔ اس کے علاوہ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

دونوں جہانوں میں دوسری پناہ اور حفاظت نہیں کر سکتا اور نہ دے گا۔ یہ حفاظت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس سے کچھ لوگوں کی خواہش مندانہ سوچ ختم ہو جاتی ہے جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہ سکتے ہیں اور پھر بھی اس کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہیں، خاص طور پر آخرت میں، کسی اور کی شفاعت کے ذریعے۔ حالانکہ قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک حقیقت ہے، لیکن اس طنزیہ انداز سے کم تر سلوک کسی کو اس سے محروم نہیں کر سکتا۔

اس حدیث کو ختم کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب صرف اس کی سچی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر پر صبر کرنے سے۔ ، السلام علیکم باقی تمام مشروع طریقے باطل ہیں اور خواہش مندانہ سوچ کے سوا کچھ نہیں، جس کی اسلام میں کوئی قدر و وزن نہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 8

صحیح بخاری نمبر 6806 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سات گروہوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا۔

یہ سایہ ان کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا جس میں سورج کو تخلیق کے دو میل کے اندر اندر لانے کی وجہ سے ناقابل برداشت گرمی بھی شامل ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

ان گروہوں میں سے ایک نوجوان بھی شامل ہے جس کی پرورش اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی۔ یہ ایک عظیم عمل ہے کیونکہ جوانی میں دنیاوی چیزوں کی خواہش اور ان کے حصول کے لیے ذہنی اور جسمانی قوت کا ہونا سب سے بڑا کام ہے۔ مثال کے طور پر، بزرگوں کا مسجد میں باقاعدگی سے جانا عام ہے لیکن کسی نوجوان کا مشاہدہ کرنا بہت کم ہے۔ پس اگر وہ اپنی خواہشات کو ایک طرف رکھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کو پہلے پورا کرنے کی کوشش کریں تو ان کا اجر عظیم ہوگا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ حدیث کسی ایسے نوجوان کی طرف اشارہ نہیں کرتی جو مسلسل اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہو۔ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرتا ہے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق فرض نمازیں اور لوگوں کے لیے ان کے فرائض۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے دوسرے حلال کاموں کے لیے کافی وقت ملے گا۔ لیکن یہ رویہ کسی نوجوان میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ زیادہ تر مسلمان اپنے فرائض کی ادائیگی کی اہمیت کو صرف اس وقت سمجھتے ہیں جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے والدین اور بزرگوں کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی اپنے فرائض کی ادائیگی کی ترغیب دیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 495 میں موجود ایک حدیث میں والدین کو بھی نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو

فرض نمازیں پڑھنے کی ترغیب دیں قبل اس کے کہ وہ اس عمر کو پہنچ جائیں جب وہ ان پر فرض ہو جائیں۔ یہ تیاری اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جب وہ ان پر پابند ہوں گے تو وہ اپنے فرائض کو پورا کریں گے۔ بدقسمتی سے، یہ بچوں کی پرورش کا ایک پہلو ہے جسے مسلمان اکثر نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بچوں کو دنیاوی معاملات میں کامیاب ہونے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کی مذہبی تعلیم میں تاخیر کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے اپنی راہیں متعین کر لیتے ہیں۔

قیامت کے دن اگلا سایہ وہ مسلمان ہوگا جس کا دل مساجد سے لگا ہوا ہے۔ اس میں وہ مسلمان بھی شامل ہے جو اپنی فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 1481 میں موجود حدیث کو سمجھ کر اس عمل کو انجام نہ دینے کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو حکم دینا چاہا جو ان کی نماز ادا کرنے میں ناکام رہے۔ مسجد میں باجماعت نمازیں بغیر کسی عذر کے جلا دی جائیں۔

اس دن اور دور میں ایک محنت کش مسلمان کے لیے اپنی تمام فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا مشکل ہے۔ لیکن پھر بھی چند کو چھوڑ کر ہر مسلمان ہر روز مسجد میں جماعت کے ساتھ کم از کم چند فرض نمازیں ادا کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر جو لوگ رات کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں وہ فرض نمازیں پڑھ سکتے ہیں جو دن میں ہوتی ہیں۔ اور جو لوگ دن کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں وہ فرض نمازیں پڑھ سکتے ہیں جو رات کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلامی علم سکھانے یا سیکھنے کے لیے باقاعدگی سے مساجد میں آتے ہیں کیونکہ یہ عمل ان کے دلوں کو مسجد کی طرف لوٹنے کا باعث بنتا ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری شخص جس کو قیامت کے دن سایہ ملے گا وہ ہے جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور روتا ہے۔ اولاً یہ کہ یہ ردعمل خلوت میں ہوتا ہے مسلمانوں کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے، ان کا رد عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ یہ ردعمل بہت سے عوامل کی وجہ سے ہو سکتا ہے جس میں کسی کو ان بے شمار نعمتوں کا ادراک بھی شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں حالانکہ وہ ان کا غلط استعمال کر کے ان کے لیے شکرگزاری کی کمی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو سمجھنا جب وہ مخلوق سے ان کے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل برکتیں مل رہی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ گناہ کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کا ان کے اپنے اعمال کی عکاسی اور تشخیص جو انہیں خلوص دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ کسی کا یہ احساس کہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بخشا اور جنت عطا کی جائے گی، نہ کہ ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے، جس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6467 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ ردعمل صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اس مادی دنیا، آخرت، موت، قیامت اور ان کے اعمال پر صحیح معنوں میں غور کرتا ہے۔ جو اس سے غافل رہے گا وہ کبھی یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 9

جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم نصیحتیں فرمائیں۔ سب سے پہلے تقویٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔

یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ یہ صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ نصیحت اسلام کی تمام تعلیمات اور فرائض کا احاطہ کرتی ہے۔ جب کوئی اس طریقے سے کوشش کرتا ہے تو بالآخر وہ ایمان کے اعلیٰ درجے تک پہنچ جاتا ہے جسے فضیلت کہتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی عمل کرتا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، ان کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کے لیے اپنے فرائض کو پورا کرے۔ مؤخر الذکر میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا شامل ہے۔ یہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنے سے بہترین طریقے سے پورا ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شخص لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

دوسری نصیحت جو زیر بحث مرکزی حدیث میں دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ گناہ کے بعد نیک عمل کرے تاکہ اس سے گناہ مٹ جائے۔ اس سے مراد صرف چھوٹے گناہ ہیں کیونکہ بڑے گناہوں کے لیے سچی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی اپنے عمل صالح میں سچے دل سے توبہ کا اضافہ کرے تو اس سے چھوٹے یا بڑے تمام گناہ مٹ جائیں گے۔ لیکن عمل صالح کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس گناہ کو دوبارہ نہ دہرانے کی کوشش کی جائے، کیونکہ نیک عمل کے ساتھ عمل کرنے کی نیت سے گناہ کرنا ایک خطرناک گمراہ کن ذہنیت ہے۔ گناہ نہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جب وہ سرزد ہو جائیں تو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ اس سے مزید پریشانی نہ ہو، اس کے لیے خلوص نیت سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ اسی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں سے اجتناب کرے گا اور اس کی تلافی کرے گا۔ وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے بارے میں پامال ہوئے ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 10

سنن ابن ماجہ نمبر 3371 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ مسلمان کو ہرگز شراب نہیں پینی چاہیے کیونکہ یہ تمام برائیوں کی کنجی ہے۔

بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ کبیرہ گناہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا ہے۔ یہ تمام برائیوں کی کنجی ہے کیونکہ یہ دوسرے گناہوں کو جنم دیتی ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کیونکہ شرابی اپنی زبان اور جسمانی افعال پر قابو کھو دیتا ہے۔ صرف اس خبر کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شراب پینے سے کتنا جرم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اعتدال سے پیتے ہیں وہ صرف اپنے جسم کو نقصان پہنچاتے ہیں، جسے سائنس نے ثابت کیا ہے۔ الکحل سے منسلک جسمانی اور ذہنی بیماریاں بے شمار ہیں اور نیشنل ہیلتھ سروس اور ٹیکس دہندگان پر بھاری بوجھ کا باعث بنتی ہیں۔ یہ تمام برائیوں کی کلید ہے کیونکہ یہ انسان کے تینوں پہلوؤں پر منفی اثر ڈالتی ہے: ان کا جسم، دماغ اور روح۔ یہ لوگوں کے درمیان تعلقات کو تباہ کر دیتا ہے، کیونکہ الکحل کسی کے رویے کو منفی طور پر متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، شراب نوشی اور گھریلو تشدد کے درمیان واضح تعلق ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 90

اے ایمان والو، بے شک نشہ، جوا، پتھروں پر قربانی کرنا، اور طاغوت کے تیر شیطان کے کام ”سے ناپاک ہیں، لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت میں شراب پینے کو ان چیزوں کے ساتھ رکھا گیا ہے جن کا تعلق شرک سے ہے، اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ اس سے بچنا کتنا ضروری ہے۔

یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 3376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ شراب باقاعدگی سے پینے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

سنن ابن ماجہ، نمبر 68 کی ایک حدیث کے مطابق امن کے اسلامی سلام کو پھیلانا جنت کے حصول کی کلید ہے۔ امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 1017 میں پائی جانے والی ایک حدیث، مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو سلام نہ کریں۔ باقاعدگی سے شراب پیتا ہے۔

شراب ایک انوکھا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 3380 میں اس پر دس مختلف طریقوں سے لعنت کی گئی ہے۔ ان میں شراب خود، اسے بنانے والا، اس کے پیدا کرنے والا، جس کے لیے تیار کیا گیا، شامل ہے۔ اسے بیچنے والا، اسے خریدنے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک پہنچایا جائے، وہ جو اسے بیچ کر حاصل کردہ دولت کو استعمال کرے، وہ جو اسے پیتا ہے اور جو اسے ڈالتا ہے۔ جو شخص ایسی لعنت کا معاملہ کرے گا وہ اس وقت تک حقیقی کامیابی حاصل نہیں کرے گا جب تک وہ سچے دل سے توبہ نہ کرے۔

اگرچہ، شراب کی لت کو توڑنا مشکل ہے، لیکن کسی کو بھی ان تمام چیزوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے جو اسے اس کی طرف مائل کریں، جیسے برے دوست۔ انہیں ان کے لیے دستیاب تمام مدد کا استعمال کرنا چاہیے، جیسے کہ کونسلنگ سیشن۔ انہیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جس کو وہ پورا نہ کر سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

یہ چیزیں ان کو اس بڑے گناہ سے نیکی سے باز آنے میں مدد دیں گی۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 11

صحیح بخاری نمبر 6464 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اعمال صحیح، خلوص اور اعتدال کے ساتھ کئے جائیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ انسان کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جائیں گے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال وہ ہیں جو باقاعدگی سے ہوں خواہ وہ کم ہوں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ صحیح معنوں میں اعمال کو انجام دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق، کیونکہ اس ہدایت کے بغیر اعمال انجام دینے سے اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور ہو جائے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ” اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اس کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے، نہ کہ کسی اور وجہ سے، جیسے دکھاوے کے لیے۔ ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے قیامت کے دن عمل کیا، جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر زیادہ بوجھ ڈالے بغیر اعتدال کے ساتھ رضاکارانہ نیک اعمال انجام دیں کیونکہ یہ اکثر ترک کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی استطاعت اور اسباب کے مطابق باقاعدگی سے عمل کرنا چاہیے، خواہ یہ اعمال حجم اور تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ ان بڑے اعمال سے کہیں زیادہ برتر ہے جو وقتاً فوقتاً کیے جاتے ہیں۔ اعتدال انسان کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں میں سے کسی کو نظر انداز کرنے سے بھی روکتا ہے،

خواہ وہ اللہ تعالیٰ، بزرگی، یا لوگوں کے حوالے سے ہوں۔ اعتدال انسان کو اپنی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اس کے پاس ضرورت سے زیادہ، اسراف یا فضول خرچی کے بغیر حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ہو۔

آخر میں، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہیں، کیونکہ انہیں انجام دینے کا الہام، علم، طاقت اور موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ لہذا مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے علاوہ، خواہ کتنے ہی اچھے اعمال کیوں نہ کیے جائیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ان گنت نعمتوں کا کبھی بھی مناسب شکر ادا نہیں کر سکتا۔ ان حقائق کو سمجھنا انسان کو تکبر کی مہلک خصوصیت کو اپنانے سے روکتا ہے۔ ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 266 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 12

جامع ترمذی نمبر 2389 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ ایک منفی اندرونی احساس پیدا کرتا ہے اور اس کے کرنے والا ناپسندیدہ ہوگا کہ دوسروں کو اس کا پتہ چلے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نیکی اور نیکی کی جڑ حسن اخلاق ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے۔ یہ اس وقت پورا ہو سکتا ہے جب کوئی لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ درحقیقت ایک شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک حسن اخلاق کو اپنانا ضروری ہے کیونکہ یہ قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی اور اچھے اخلاق والے شخص کے لیے۔ نماز اور روزے رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2003 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ کسی کے اعمال کا فیصلہ کیسے کیا جائے۔ گناہ ایک ایسی چیز ہے جو ایک منفی اندرونی احساس پیدا کرتی ہے اور گناہ گار دوسروں کو اپنے اعمال کے بارے میں تلاش کرنا ناپسند کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس نصیحت پر عمل کرتا ہے تو وہ گناہوں کی کثرت سے بچ جائے گا، کیونکہ انسانوں کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ جب وہ اکثر گناہ کرتے ہیں تو انہیں خبردار کرتا ہے۔ یہ مجرمانہ ضمیر درحقیقت اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کی روح کو قیامت کے دن ان کے جوابدہی پر یقین کرنے کی پیش گوئی کی گئی ہے، جیسا کہ انسان گناہوں کے بارے میں منفی محسوس کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ مکمل طور پر یقین رکھتا ہو کہ لوگوں کی طرف سے ان کا احتساب نہیں کیا جائے گا، جیسے کہ پولیس کے طور پر۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اب بھی اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ اندرونی تنبیہ تمام گناہوں کے ساتھ نہیں ہوتی اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے تو وہ اس تنبیہاتی نظام سے محروم ہو جائیں گے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4244 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ گناہوں سے بہترین روک تھام ہے، جس پر مسلمانوں کو دھیان دینا چاہیے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 13

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 28 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو خصلتوں کی نصیحت فرمائی جو ایک مسلمان کو جنت میں لے جاتی ہیں۔

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 28 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین خصلتوں کی نصیحت فرمائی جو مسلمان کو جنت میں لے جاتی ہیں۔

پہلا حلال کھانا کھایا جائے۔ اس میں کسی کی زندگی کے کسی بھی پہلو میں غیر قانونی، جیسے دولت، حاصل کرنے اور استعمال کرنے سے گریز کرنا شامل ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ حرام رزق استعمال کرنے والے مسلمان کے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوں گے۔ حلال رزق کا حصول اسلام کی بنیاد ہے، اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ جیسا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے حلال رزق مختص کیا گیا تھا، صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث کے مطابق، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی طاقت اور وسائل کو پورا یقین رکھتے ہوئے استعمال کرے۔ وہ اسے وصول کریں گے۔ یہ انہیں غیر قانونی کی پیروی کرنے سے روک دے گا۔

دوسری خصوصیت جس کا ذکر مرکزی حدیث میں کیا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرنا ہے۔ اس کا مطلب صرف انہیں سیکھنا نہیں ہے بلکہ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ ایک مسلمان کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے کبھی بھی یہ نہیں لینا چاہیے کہ کن روایات پر عمل کیا جائے اور نہ ہی ان کی غلط تشریح کرے۔ وہ اپنی روایات کے معنی کی ترجیح کی ترتیب کو دوبارہ ترتیب نہ دیں، پہلے قائم شدہ روایات پر عمل کیا جائے اور اس کے بعد غیر قائم شدہ مفہوم یعنی غیر منظم روایات پر عمل کیا جائے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کا عملی نمونہ ہیں،

ان کے نقش قدم پر عمل پیرا ہوئے بغیر دنیا یا آخرت میں کامیابی اور امن کا حصول ممکن نہیں۔
باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ”
”اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

ایمان کو مضبوط کرنا - 14

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 30 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قرآن کریم قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔ جو لوگ زمین پر اپنی زندگی کے دوران اس کی پیروی کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کے ذریعہ جنت میں لے جائیں گے۔ لیکن جو لوگ زمین پر اپنی زندگی کے دوران اس کو نظر انداز کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ یہ انہیں قیامت کے دن جہنم میں دھکیل دے گا۔

قرآن پاک ہدایت کی کتاب ہے۔ یہ محض تلاوت کی کتاب نہیں ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کے تمام پہلوؤں کو پورا کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ یہ دونوں جہانوں میں کامیابی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پہلا پہلو اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھنا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسے کسی معتبر عالم کے ذریعے سمجھ لیا جائے۔ اور آخری پہلو یہ ہے کہ اس کی تعلیمات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق عمل کیا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ قرآن پاک پر صحیح طریقے سے عمل کریں، جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی، قرآن پاک کا عملی نفاذ ہے۔ ایسا سلوک کرنے والوں کو دنیا کی ہر مشکل سے راہنمائی اور قیامت کے دن اس کی شفاعت کی بشارت دی جاتی ہے۔

باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن جیسا کہ مرکزی حدیث سے متنبہ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم صرف ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اس کے پہلوؤں پر صحیح طریقے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں یا جان بوجھ کر اس کی غلط تشریح کرتے ہیں اور بجائے اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس صحیح ہدایت اور اس کی شفاعت سے محروم رہیں

گے۔ درحقیقت دونوں جہانوں میں ان کا مکمل نقصان اس وقت تک بڑھے گا جب تک کہ وہ سچے
دل سے توبہ نہ کریں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "
قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

آخر میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن پاک اگرچہ دنیاوی مسائل کا علاج ہے لیکن مسلمان کو
صرف اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی قرآن کریم کو ایک آلے کی طرح سمجھ
کر نہ صرف اس کی تلاوت کریں تاکہ وہ اپنے دنیاوی مسائل کو حل کر سکیں، جسے مشکل کے
وقت دور کیا جاتا ہے اور پھر مسئلہ حل ہونے پر اسے دوبارہ ٹول باکس میں رکھ دیا جاتا ہے۔
قرآن کریم کا بنیادی کام دنیا کی مشکلات میں رہنمائی کرنا ہے تاکہ آخرت میں محفوظ طریقے
سے پہنچ سکے۔ یہ مقصد قرآن کریم کو سمجھے اور اس پر عمل کیے بغیر پورا ہونا ممکن نہیں۔
اندھی تلاوت ہی کافی نہیں ہے۔ اس اہم کام کو نظر انداز کرنا اور اسے صرف اپنے دنیاوی مسائل
کے حل کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کے
خلاف ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو بہت سے مختلف لوازمات کے ساتھ کار خریدتا ہے
لیکن اسے نہیں چلایا جا سکتا، جو کہ کار کا بنیادی مقصد ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ
شخص محض بے وقوف ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ "
ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 15

صحیح مسلم نمبر 1528 کی ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔

اسلام مسلمانوں کو مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ جانے سے منع نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں ہمیشہ مساجد میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ باجماعت نماز کے لیے مساجد میں جانے اور مذہبی اجتماعات میں شرکت کو ترجیح دیں، بازاروں اور دیگر مقامات پر غیر ضروری طور پر جانے سے زیادہ۔

جب ضرورت پیش آئے تو دوسری جگہوں مثلاً شاپنگ سینٹرز میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مسلمان کو غیر ضروری طور پر وہاں جانے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ جب بھی وہ دوسری جگہوں پر جاتے ہیں تو انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، جس میں دوسروں پر ظلم کرنا بھی شامل ہے۔ انہیں ضرورت سے زیادہ میل جول سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ معاشرے میں ہونے والے اکثر گناہوں کا سبب ہے۔

مساجد سے مراد گناہوں سے پناہ گاہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ایک آرام دہ جگہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ مقدس روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ایک طالب علم لائبریری سے استفادہ کرتا ہے، جیسا کہ یہ مطالعہ کے لیے ایک ماحول ہے، اسی طرح مسلمان مساجد سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کیونکہ ان کا مقصد مسلمانوں کو مفید علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکیں۔ صحیح طریقے سے

مساجد اپنے ایک مقصد کو یاد دلانے کے لیے بھی ایک بہترین جگہ ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہوئے خلوص دل سے اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔ مساجد بھی لوگوں کو اپنی سرگرمیوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دینے کی ترغیب دیتی ہیں، تاکہ وہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں، آخرت کے لیے مناسب تیاری کر سکیں اور اعتدال کے ساتھ حلال لذتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔ جو شخص مساجد سے اجتناب کرتا ہے وہ اکثر اپنا وقت اور وسائل فضول اور فضول کاموں میں ضائع کرتا ہے اور اس وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں فائدہ اٹھانے سے محروم رہتا ہے۔

ایک مسلمان کو نہ صرف مساجد کو دوسری جگہوں پر ترجیح دینی چاہیے بلکہ وہ دوسروں کو بھی، جیسے کہ اپنے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ درحقیقت یہ نوجوانوں کے لیے گناہوں، جرائم اور بری صحبت سے بچنے کے لیے بہترین جگہ ہے جس سے دونوں جہانوں میں مصیبت اور پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 16

سنن ابن ماجہ نمبر 1081 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ ان کے رزق میں برکت، الہی نصرت اور اپنی حالت و حالت میں بہتری کیسے لائی جائے۔

پہلی چیز یہ ہے کہ انسان مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرے۔ چونکہ موت کا وقت معلوم نہیں ہے، اس لیے یہ حدیث درحقیقت جب بھی کوئی گناہ کرے، توبہ کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں ندامت محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس کے ساتھ بھی ظلم ہوا ہے، ایک پختہ وعدہ کرنا کہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو ان حقوق کی تلافی کی جائے جس کی خلاف ورزی ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں نصیحت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو ذمہ داریوں، بیماری یا کسی مشکل میں مشغول ہونے سے پہلے اپنے وقت کا استعمال کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل مثلاً اپنے وقت کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور فضول اور گناہوں سے اجتناب کرے۔ کسی کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن انہیں کس بڑے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا جب وہ ان لوگوں کو انعام کا مشاہدہ کریں گے جنہوں نے اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کیا، اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ وہ نیکی کو ایسے وقت یا دن تک ملتوی نہیں کریں گے جس تک پہنچنے کی ان کی ضمانت نہ ہو اور اگر وہ اس تک پہنچ بھی جائیں تو ممکن ہے کہ وہ نیکی کرنے کی صحیح حالت میں نہ ہوں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ملے گی جب کہ حالات کی تبدیلی کی وجہ سے وہ مزید اعمال صالحہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ادب المفرد نمبر 500 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کو سب سے پہلے یہ ارادہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو کم سے کم ان چیزوں پر خرچ کرے جن سے اسے دنیا یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد وہ ان چیزوں کو کم کرنے کی کوشش کریں جو انہیں صرف اس دنیا میں فائدہ پہنچاتی ہیں اور ان کاموں پر زیادہ توجہ مرکوز کریں جو آخرت میں ان کے لیے فائدہ مند ہوں، جو کہ تعریف ہو، خود بخود اس دنیا میں بھی فائدہ مند ہوں۔ جو اس پر ثابت قدم رہے گا وہ اپنے وسائل جیسے کہ اپنے وقت کو صحیح طریقے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے گا۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ یاد کر کے مضبوط کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی ذکر تین درجوں پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے اندرونی ذکر کا مطلب ہے، کسی کی نیت کو درست کرنا تاکہ وہ صرف اس کی خوشنودی کے لیے عمل کریں۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کسی کو لوگوں سے واپسی یا شکرگزاری کی امید نہ ہو اور نہ ہی امید ہو۔ دوسرا درجہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے، اچھی بات کہنے اور لغو اور گناہ کی باتوں سے اجتناب پر مشتمل ہے۔ اور اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اپنے اعمال کے ذریعے ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس پر قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بحث ہوئی ہے۔

اصل حدیث میں جو آخری چیز مذکور ہے وہ پوشیدہ اور کھلا کثرت سے صدقہ دینا ہے۔ اس میں واجب اور رضاکارانہ صدقہ دونوں شامل ہیں۔ غور طلب ہے، اس کا مطلب ہے صدقہ دینا اپنے وسائل کے مطابق، خواہ وہ زیادہ ہو یا تھوڑا۔ اللہ تعالیٰ مقدار کا مشاہدہ نہیں کرتا، وہ معیار کے معنی، اخلاص کی بنیاد پر اعمال کا مشاہدہ اور فیصلہ کرتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کے پاس اپنے وسائل کے مطابق صدقہ دینے کے علاوہ کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ صدقہ ایک بار دینے کی بجائے باقاعدگی سے دیا جائے کیونکہ معمول کے اعمال اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں خواہ وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ آخر میں جو لوگ دوسروں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دینا چاہتے ہیں وہ اسے کھلے عام دے سکتے ہیں۔ اس سے انہیں وہی اجر ملے گا جو ان لوگوں کو ملے گا جو ان کی تحریک کی وجہ سے عطیہ کرتے ہیں۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ دکھاوے سے ڈرتے ہیں جس سے ان کا اجر منسوخ ہو جاتا ہے تو وہ نجی طور پر ایسا کریں۔ اسلام نے مسلمانوں کو دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ اجر حاصل کرنے کے لیے بہت سے اختیارات اور مواقع فراہم کیے ہیں۔ کسی کو یاد رکھنا چاہیے کہ صدقہ میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ لہذا جس کے پاس مال نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ دوسرے طریقوں سے صدقہ کرے، جیسے کہ دوسروں کو اپنا وقت، توانائی اور جذباتی مدد دینا۔ کم از کم کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھے، کیونکہ یہ اپنے آپ کو صدقہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 17

سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوتا ہے۔

تمام مسلمان اپنے ایمان کی مضبوطی سے قطع نظر یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کا شمار اگلے جہان میں صالحین کے ساتھ ہو۔ لیکن یہ حدیث واضح طور پر تنبیہ کرتی ہے کہ مسلمان صرف اسی صورت میں صالح سمجھا جائے گا جب وہ صالحین کی تقلید کرے گا۔ یہ تقلید ایک عملی چیز ہے نہ کہ صرف الفاظ کے ذریعے اعلان۔ یہ تقلید صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 9

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں ” گئے۔

لیکن جو لوگ زبانی طور پر صالحین سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی نقل کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور ان خصوصیات کی نقل کرتے ہیں جو منافقوں اور گنہگاروں میں پائی جاتی ہیں انہیں ان میں سے ایک سمجھا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنا ایمان کھو دیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو نافرمان مسلمان سمجھا جائے گا۔ ایک نافرمان مسلمان کو فرمانبردار مسلمان کیسے شمار کیا جا سکتا ہے اور نیک لوگوں پر ختم کیا جا سکتا ہے؟ یہ صرف خواہش مندانہ سوچ ہے جس کی اسلام میں کوئی قدر نہیں۔ باب 40 غافر، آیت 58

اور اندھا اور بینا برابر نہیں اور نہ ہی ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے اور بدکار " برابر نہیں ہیں، تم بہت کم یاد رکھتے ہو۔

آخر میں، اہم حدیث اچھے لوگوں سے دوستی کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ کوئی ان کے ساتھیوں سے منفی یا مثبت طور پر متاثر ہوتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لہذا اگر کوئی نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا چاہے تو دنیا میں ان سے دوستی کرے۔ یہ صحبت اور مشابہت نیک لوگوں کے لیے محبت میں اضافہ کرے گی۔ یہ حقیقی محبت آخرت میں اپنے محبوب سے جوڑ دیتی ہے۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 18

سنن نسائی نمبر 2219 میں موجود الہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ تمام اعمال صالحہ جو لوگ انجام دیتے ہیں سوائے روزے کے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ براہ راست اس کا بدلہ دیں گے۔

یہ حدیث روزے کی انفرادیت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے اس انداز میں بیان ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ باقی تمام اعمال صالحہ لوگوں کو نظر آتے ہیں، جیسے نماز، یا وہ لوگوں کے درمیان ہیں، جیسے خفیہ صدقہ۔ جبکہ، روزہ ایک منفرد نیک عمل ہے، کیونکہ دوسرے یہ نہیں جان سکتے کہ کوئی شخص صرف روزہ رکھنے سے روزہ رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ، روزہ ایک نیک عمل ہے جو اپنے آپ کے ہر پہلو پر قفل لگاتا ہے۔ یعنی جو شخص صحیح طریقے سے روزہ رکھتا ہے اسے زبانی اور جسمانی گناہوں سے روک دیا جائے گا جیسے کہ حرام چیزوں کو دیکھنا اور سننا۔ یہ بھی نماز کے ذریعے حاصل ہوتا ہے لیکن نماز صرف تھوڑی دیر کے لیے ادا کی جاتی ہے اور دوسروں کو دکھائی دیتی ہے جبکہ روزہ دن بھر ہوتا ہے اور دوسروں کو نظر نہیں آتا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص بغیر کسی جواز کے فرض روزے پورے نہیں کرتا وہ سچا مومن نہیں ہو گا کیونکہ دونوں کا براہ راست تعلق ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 183

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے " گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 723 میں موجود حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بغیر کسی شرعی عذر کے ایک فرض روزہ بھی پورا نہ کرے تو اس کی قضا نہیں ہو سکتی۔ ثواب اور برکتیں ضائع ہو جائیں، خواہ وہ ساری زندگی روزے رکھے۔

اس کے علاوہ جیسا کہ پہلے نقل کی گئی آیت سے اشارہ کیا گیا ہے کہ روزہ صحیح طور پر تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ یعنی صرف دن کو بھوکا رہنے سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا بلکہ روزے کی حالت میں گناہوں سے بچنے اور اعمال صالحہ کی طرف زیادہ توجہ دینے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 707 میں موجود حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے پرہیز نہ کرے تو روزہ اہم نہیں ہوگا۔ اسی طرح کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ نمبر 1690 میں ہے کہ بعض روزہ داروں کو بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جب کوئی شخص روزے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ ہوشیار اور ہوشیار ہو جاتا ہے تو آخرکار یہ عادت ان پر اثر انداز ہوتی ہے اس لیے وہ روزہ نہ رکھتے ہوئے بھی اسی طرح کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ دراصل حقیقی تقویٰ ہے۔

اس آیت میں جس نیکی کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اس کا تعلق روزے سے ہے، کیونکہ روزہ انسان کی بری خواہشات اور شہوتوں کو کم کرتا ہے۔ یہ غرور اور گناہوں کی ترغیب سے روکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ پیٹ کی بھوک اور نفسانی خواہشات کو روکتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں بہت سے گناہوں کو جنم دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان دونوں چیزوں کی خواہش دیگر حرام چیزوں کی خواہش سے زیادہ ہے۔ پس جو شخص روزے کے ذریعے ان پر قابو پالے گا اس کے لیے کمزور خواہشات پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔ یہ حقیقی راستبازی کی طرف جاتا ہے۔

جیسا کہ مختصراً پہلے اشارہ کیا گیا، روزے کے مختلف درجات ہیں۔ روزہ کا پہلا اور ادنیٰ درجہ وہ ہے جب کوئی ایسی چیزوں سے پرہیز کرے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جیسے کہ کھانا۔ اگلا

درجہ ان گناہوں سے پرہیز کرنا ہے جو روزہ کو نقصان پہنچاتے ہیں اور روزے کے ثواب کو کم کر دیتے ہیں، جیسے جھوٹ بولنا۔ سنن نسائی نمبر 2235 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ روزہ جس میں جسم کے ہر عضو کو شامل کیا جائے اگلا درجہ ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب جسم کا ہر عضو گناہوں سے بچتا ہے، مثلاً آنکھ حرام کو دیکھنے سے، کان حرام کو سننے سے، وغیرہ۔ اگلا درجہ وہ ہے جب کوئی روزہ نہ رکھتے ہوئے بھی اس طرح کا برتاؤ کرے۔ آخر میں، روزہ کا اعلیٰ ترین درجہ ان تمام چیزوں سے پرہیز کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ سے مربوط نہیں ہیں، یعنی کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے گریز کرتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ ان کا وقت، ایسے طریقوں سے جو گناہ یا باطل ہیں۔

ایک مسلمان کو باطنی طور پر بھی روزہ رکھنا چاہئے جیسا کہ ان کا جسم گناہ یا لغو خیالات سے پرہیز کرتے ہوئے ظاہری طور پر روزہ رکھتا ہے۔ انہیں اپنی خواہشات کے حوالے سے اپنے منصوبوں پر قائم رہنے سے روزہ رکھنا چاہئے اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے پر توجہ دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ، انہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو باطنی طور پر چیلنج کرنے سے روزہ رکھنا چاہیے، اور اس کے بجائے تقدیر کے علاوہ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے، وہ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین انتخاب کرتا ہے، چاہے وہ ان انتخاب کے پیچھے حکمت کو نہ سمجھیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے روزے کو پوشیدہ رکھ کر اجر عظیم کا ارادہ کرے اور اگر اس سے بچنا ممکن ہو تو دوسروں کو مطلع نہ کرے، کیونکہ غیر ضروری طور پر دوسروں کو بتانے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دکھاوے کا ایک پہلو ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 19

صحیح بخاری نمبر 1773 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ قبول شدہ حج کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔

حج کا اصل مقصد مسلمانوں کو آخرت کے آخری سفر کے لیے تیار کرنا ہے۔ جس طرح ایک مسلمان حج کے لیے اپنے گھر، کاروبار، دولت، خاندان، دوست احباب اور سماجی حیثیت کو پیچھے چھوڑتا ہے، یہ اس کی موت کے وقت ہوگا، جب وہ آخرت کا سفر طے کرے گا۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ کسی شخص کے اہل و عیال ان کو قبر پر چھوڑ دیتے ہیں اور ان کے اچھے اور برے اعمال ہی ان کے پاس رہتے ہیں۔

جب کوئی مسلمان اپنے حج کے دوران اس بات کو ذہن میں رکھے گا تو وہ اس فرض کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ یہ مسلمان ایک بدلے ہوئے انسان کے گھر واپس آئے گا، کیونکہ وہ اس مادی دنیا کے اضافی پہلوؤں کو جمع کرنے کے بجائے آخرت کے اپنے آخری سفر کی تیاری کو ترجیح دیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں جدو جہد کریں گے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کریں گے، جس میں ان کی تکمیل کے لیے اس دنیا سے لے جانا بھی شامل ہے۔ ضرورتیں اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضرورتیں بغیر فضول خرچی یا اسراف کے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ حج کو تعطیل اور خریداری کے سفر کے طور پر نہ سمجھیں کیونکہ یہ رویہ اس کے مقصد کو ختم کر دیتا ہے۔ اسے مسلمانوں کو ان کے آخرت کے آخری سفر کی یاد دلانا چاہیے، ایسا سفر جس کی واپسی اور کوئی دوسرا موقع نہیں ہے۔ صرف اسی سے انسان کو حج کی صحیح تکمیل اور آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے کی ترغیب ملے گی۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اس کو ان کی مقدس زیارت سے جنت میں لے جایا جائے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 20

جامع ترمذی نمبر 2305 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے اختیار کرنے کے لیے چند اہم خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا۔

پہلا یہ کہ بہترین عبادت کرنے والا وہ ہے جو حرام سے اجتناب کرے۔ اس میں ہر قسم کے زبانی اور جسمانی گناہوں سے بچنا شامل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا بھی شامل ہے کیونکہ ان کو ترک کرنا ناجائز ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے گریز کرنا بھی شامل ہے جو گناہانہ طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو کبھی بھی مال جیسے حرام رزق کو حاصل اور استعمال نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اس کے تمام اعمال صالحہ کو رد کر دے گا، کیونکہ نیک اعمال کی بنیاد حلال ہونی چاہیے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان کو مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ اکثر حرام کی طرف لے جاتا ہے۔ شک پیدا کرنے والی چیزوں سے بچنا کسی کے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1205 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب کوئی ایسا سلوک کرے گا تو اس کی تمام صالح عبادات اور نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوں گے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ بہت زیادہ ہنسنا روحانی قلب کو مار ڈالتا ہے۔ یہ ذہنیت انسان سے ہمیشہ مضحکہ خیز مسائل پر سوچنے اور ان پر بحث کرنے اور سنگین مسائل سے بچنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ موت اور آخرت کی تیاری کا معاملہ سنگین مسائل ہیں اور اگر کوئی ان کے بارے میں سوچنے اور بحث کرنے سے گریز کرے تو وہ ان کے لیے کبھی بھی صحیح طریقے سے تیاری نہیں کرے گا۔ یہ ایک مردہ روحانی دل کی طرف لے جائے گا۔ ایک مسلمان کو دوسروں کو راحت محسوس کرنے کے لیے خوش مزاج اور پر امید ہونا چاہیے، لیکن اسے مستقل مذاق کا رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ رویہ فضول اور گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 21

جامع ترمذی نمبر 2012 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ غور و فکر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جب کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

یہ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ایک انتہائی اہم تعلیم ہے، کیونکہ جو مسلمان بہت زیادہ نیک اعمال انجام دیتے ہیں وہ انہیں جلد بازی سے تباہ کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ غصے میں کچھ برے الفاظ کہہ سکتے ہیں جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن جہنم میں جا سکتے ہیں۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

زیادہ تر گناہ اور مشکلات، جیسے دلائل، اس لیے پیش آتے ہیں کیونکہ لوگ چیزوں کو سوچنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے جلد بازی میں کام کرتے ہیں۔ ذہانت کی نشانی یہ ہے کہ جب کوئی بولنے یا عمل کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور صرف اس وقت آگے آتا ہے جب وہ جانتا ہو کہ اس کی بات یا عمل دنیاوی اور دینی معاملات میں اچھا اور فائدہ مند ہے۔

اگرچہ ایک مسلمان کو اعمال صالحہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، پھر بھی ان کو انجام دینے سے پہلے غور و فکر کرنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی نیک عمل کا بدلہ محض اس لیے نہیں ملتا کہ اس کی شرائط اور آداب جلد بازی کی وجہ سے پورے نہ ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں، کسی بھی معاملے میں سوچنے کے بعد ہی آگے بڑھنا چاہیے۔

جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ نہ صرف اپنے گناہوں کو کم کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کرے گا بلکہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں پیش آنے والی مشکلات مثلاً جھگڑے، مشکلات اور اختلاف کو کم کر دے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 22

جامع ترمذی نمبر 2306 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو سات چیزوں کے واقع ہونے سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی کرنے کی تلقین کی۔

پہلی زبردست غربت ہے۔ اس سے مراد وہ مالی مشکلات ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کر دیتی ہیں، جن میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ اس کے علاوہ، دولت پر زور دینا کسی کو حرام کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو بھی نیک عمل حرام سے جڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے رد کر دے گا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث نمبر 2342 میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کے لیے رزق مختص کیا ہے، صحیح مسلم میں موجود ایک حدیث کے مطابق، تعداد لہذا ایک مسلمان کو یہ بھروسہ رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ تعلیمات کے مطابق حلال طریقوں سے اس کے لیے کوشش کرتے رہیں گے تو اس کا حلال رزق ان تک پہنچے گا۔ اسلام کا ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی لامتناہی حکمت کے مطابق اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ کسی کی خواہش کے مطابق نہیں دیتا، کیونکہ یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اور باب 42 اشورہ، آیت 27

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین پر ظلم کرتے۔ لیکن وہ جس ”...مقدار میں چاہتا ہے اسے اتارتا ہے

آخر میں حدیث کا یہ حصہ اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کسی کے زائد مال کو استعمال کرنے کی اہمیت، اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے جب وہ صدقہ کرنا چاہیں لیکن ایسا کرنے کے لیے صحیح مالی حالت میں نہ ہوں۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال میں جلدی کریں قبل اس کے کہ وہ مال کی طرف متوجہ ہوں۔ دولت بذات خود برائی نہیں ہے لیکن اس پر منحصر ہے کہ کوئی اسے کیسے حاصل کرتا ہے اور اسے استعمال کرتا ہے یا تو اسے ان کے لیے بڑی نعمت یا دونوں جہانوں میں ان کے لیے بڑا بوجھ بنا سکتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے فرائض میں کوتاہی کرتے ہوئے زائد مال حاصل کرنے کی کوشش کرے اور مال جمع کرے یا ضائع کرے تو یہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے بڑی لعنت ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے ”قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

لیکن اگر کوئی مسلمان اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بغیر کسی زیادتی، فضول خرچی اور اسراف کے اتنا حاصل کر لے اور اپنی نعمتوں مثلاً مال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دوسرے طریقوں سے استعمال کرے تو وہ دونوں جہانوں میں حقیقی دولت حاصل کرے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اگلی چیز جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے جو اعمال صالحہ سے روکتی ہے وہ ایک کمزور کرنے والی بیماری ہے۔ یہ ایک انتباہ ہے کہ کسی کی بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اس کی اچھی صحت کا استعمال کریں۔ جو لوگ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اپنی صحت سے محروم ہو گئے ہیں ان کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور اس لیے دین کو دنیا پر فوقیت دیتے ہوئے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی اچھی صحت کو استعمال کرتے ہوئے باقاعدگی سے مساجد کا سفر کرے تاکہ جماعت کے ساتھ اپنی فرض نمازیں ادا کرنے کے لیے ایک وقت آنے سے پہلے جب وہ ایسا کرنے کی خواہش رکھتا ہو لیکن اس کے لیے جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اپنی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آخرکار اس سے محروم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں وہی اجر عطا کرتا رہتا ہے جو ان کی صحت کے دوران اچھے کام کرنے پر ملتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ غفلت میں رہتے ہیں اور اپنی صحت کو استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں ان کی صحت یابی کے دوران کوئی اجر نہیں ملے گا۔

اس کا تعلق اس اگلی چیز سے ہے جس کا ذکر مرکزی حدیث میں زیر بحث ہے یعنی بوڑھا۔ ایک مسلمان کو اپنی جوانی اور مضبوط ذہانت کو بڑھاپے کو پہنچنے سے پہلے استعمال کرنا چاہیے۔ اس میں علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنی ذہنی قوت کو استعمال کرنا، اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ کسی کو اس بات میں دیر نہیں کرنی چاہیے کہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اسلامی علم سیکھ سکتے ہیں اور اس پر عمل کر سکتے ہیں جب وہ بڑے ہوں گے کیونکہ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ وہ بڑی عمر تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے علاوہ، اگر وہ بوڑھے ہو بھی جائیں، تب بھی ان کے لیے اسلامی علم سیکھنا مشکل ہو جائے گا، کیونکہ سیکھنے کی اولین عمر چھوٹی عمر میں ہوتی ہے۔ آخر میں، اگر وہ بڑی عمر میں اسلامی علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تب بھی ان کے لیے اس علم کو نافذ کرنا مشکل ہو جائے گا، کیونکہ بوڑھے لوگ آسانی سے اپنی عادات کے عادی ہو جاتے ہیں اور اس لیے انہیں اپنے طرز عمل کو مثبت انداز میں بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہذا، کسی کو اپنی ذہنی

طاقت کا استعمال کرتے ہوئے کم عمری میں مفید علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ آخر میں ضروری ہے کہ بڑھاپے سے پہلے اس طرح کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6390 میں موجود حدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جو عمل صالح سے روکتی ہے وہ ناگہانی موت ہے۔ موت یقینی ہے لیکن وقت نامعلوم ہے۔ ایک مسلمان کو یہ خیال کرتے ہوئے غفلت میں نہیں رہنا چاہئے کہ ان کی موت بہت دور ہے، جیسا کہ لاتعداد لوگ اپنی عمر کو پہنچنے سے بہت پہلے مر چکے ہیں اور مر جائیں گے۔ اور نہ ہی اس طرح جینا چاہیے کہ وہ بالکل مرنے والے ہی نہیں۔ لمبی عمر کی امید رکھنے کو تمام برائیوں کی جڑ سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ عمل صالح کو انجام دینے میں تاخیر کا باعث بنتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ انہیں ہمیشہ کل انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ مخلصانہ توبہ میں تاخیر کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس بہتر کے لیے بدلنے کے لیے کافی وقت ہے۔ اور لمبی زندگی کی امیدیں انسان کو اس زمین پر اپنی متوقع لمبی زندگی کو آرام دہ بنانے کے لیے دنیاوی چیزوں جیسے کہ دولت کے حصول کو ترجیح دینے کا سبب بنتی ہے۔ یہ چیزیں انسان کو آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکتی ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ لمبی عمر کے لیے اپنی امیدوں کو کم کر دیں تاکہ وہ بہتری کے لیے بدلیں اور اپنی توجہ مستقل آخرت کی طرف مرکوز کریں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ تاخیر نہ کریں اور آج کے دن کے طور پر کام کریں جس کل کی وہ امید کرتے ہیں کہ شاید وہ کبھی نہ آئے۔ ایک عقلمند شخص اس دن کی تیاری کو ترجیح نہیں دیتا جس تک وہ کبھی نہ پہنچ سکے، جیسے کہ ان کی ریٹائرمنٹ، عملی طور پر اس دن کی تیاری کو ترجیح نہیں دیتا جس کا تجربہ کرنے کی اسے ضمانت دی جاتی ہے، جیسے کہ وہ دن جس کی وہ مرے گی۔ اس کے علاوہ انہیں ایسے اعمال صالحہ کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے جو ان کی زندگی کے غیر متوقع طور پر ختم ہونے کی صورت میں ان کے لیے فائدہ مند ہوں، جیسے جاری صدقہ، جس سے عطیہ کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، جب تک کہ صدقہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا رہے۔ جامع ترمذی نمبر 1376 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات جو کہ مخالف مسیح کی آمد ہے۔ یہ واقعہ کسی کو اعمال صالحہ سے روکے گا اور اسے کفر کی طرف مائل کرے گا۔ اس سے سیکھنے کا ایک سبق یہ ہے کہ مشکوک چیزوں سے بچنے کی اہمیت ہے۔ جس طرح ایک شخص جو کسی سرحد کے قریب سے سفر کرتا ہے اس کے اس کو عبور کرنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو فتنوں میں گھرا ہوا ہے اس کے گمراہ ہونے اور اعمال صالحہ میں ناکام ہونے کا امکان زیادہ ہوتا

ہے۔ جو ان جگہوں اور چیزوں سے بچتا ہے جو اسے گناہوں پر آمادہ کرتی ہیں وہ اس کے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور ان چیزوں، جگہوں اور ان لوگوں سے بچیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتے ہیں یا فتنہ میں ڈالتے ہیں، اور ان کے کفیلوں کو یقینی بنانا چاہیے۔ ان کے بچوں کے طور پر، وہی کرتے ہیں

زیر بحث مرکزی حدیث میں جس آخری چیز کا ذکر کیا گیا ہے جو عمل صالح سے روکتی ہے وہ قیامت ہے۔

یہ وہ وقت ہے جب صور پھونکا جائے گا۔ صور پھونکا مخلوق کی موت کا باعث بنے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 7381 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جاننے کی اہم بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسی اذان ہے جس کا جواب نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ ہی رد کرے گا۔ یہ قیامت اور آخری فیصلے کی طرف لے جائے گا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے خلوص نیت سے اطاعت کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ باب 8 انفال، آیت 24

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے "

"جو تمہیں زندگی بخشی ہے۔"

اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

جو کوئی اس دنیا میں اس پکار کا مثبت جواب دے گا وہ آخری کال کو برداشت کرنے اور اس کا جواب دینے میں آسان پائے گا۔ جبکہ جو شخص اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پکار سے غافل رہتا ہے اسے اس دنیا میں سکون نہیں ملے گا اور وہ صور کی پکار پر لبیک کہنے پر مجبور ہو جائیں گے جو ان کے لیے برداشت کرنا بہت بڑا بوجھ ہو گا۔ اور جواب دیں۔ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی پکار کو صرف اس وقت تک نظر انداز کر سکتا ہے جب تک کہ آخری دعوت جلد یا بدیر واقع ہو گی اور کوئی بھی اس سے بچنے یا نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ اگر یہ ناگزیر ہے، تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی شخص غفلت میں رہنے کے بجائے، آج، اس کا جواب دے۔ اگر کوئی غافل ہو کر صور پھونکنے کی آواز سنتا ہے تو کوئی عمل یا پشیمانی اس کو فائدہ نہیں دے گی اور اس شخص کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہو گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 23

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2556 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل صفات کے حامل کو بشارت دی ہے۔

ان خصوصیات میں سے ایک حلال رزق کمانا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگر کسی کی زندگی کی بنیاد ہی حرام ہے تو اس کے اوپر جو بھی تعمیر ہو وہ نجس ہو گی۔ حرام کو حاصل کرنے اور استعمال کرنے والے کے نیک اعمال جیسے صدقہ رد کر دیا جائے گا۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی اندرونی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی بیرونی بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کا رزق جس میں مال بھی شامل ہے، زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ تقسیم کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی، اس لیے حرام کو حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس سے دنیا میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ حرام کے ذریعے حاصل ہونے والی ہر چیز بن جاتی ہے۔ ان کے لیے تناؤ کا باعث ہے، اور یہ ایک عظیم دن پر سخت عذاب کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جو ذکر کی گئی ہے وہ حسن سلوک ہے یہاں تک کہ جب کوئی شخص تنہائی میں ہو اور دوسروں کے مشاہدے سے دور ہو۔ یہ مسلمان اس بات سے پوری طرح واقف ہو جاتا ہے کہ الہی بصارت ان کے باطن اور ظاہری وجود کا مسلسل مشاہدہ کر رہی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا اخلاص ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہوئے بھی نیک سلوک کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان مسلمانوں نے اسلامی علم حاصل کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس

کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ جدوجہد کی ہے۔ اس پر، انہوں نے ایمان کی فضیلت حاصل کی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی عمل کرتا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے، ان کا مشاہدہ کرتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ یہ انہیں لوگوں کی بینائی کے بارے میں پریشان ہونے سے روکتا ہے کیونکہ وہ نظر الہی پر بہت زیادہ توجہ اور چوکس ہوتے ہیں۔ اس اخلاص کو اپنانا ضروری ہے تاکہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کام کرے اور خلوت میں بھی اس کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 24

جامع ترمذی نمبر 1660 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے زیادہ نیک لوگوں کا تذکرہ فرمایا۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خلوص نیت سے جہاد کرتا ہے۔

اس میں اپنی نفسانی خواہشات اور دوسروں کی بری خواہشات کے خلاف جدوجہد کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ ﷺ کی روایات کے مطابق صبر سے کرنا شامل ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اللہ تعالیٰ کے تنہیں اپنے فرائض کو پورا کرنا، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور لوگوں کے تنہیں فرائض کو پورا کرنا، مثال کے طور پر، اس مادی دنیا میں اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر پورا کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔ اور اس میں اسلامی علم کے مطابق نرمی سے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص ان تمام نعمتوں کو استعمال کرے گا جو اسے عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ کوئی مسلمان اس حدیث کو اس وقت تک پورا نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اپنے فرائض کے دونوں پہلو پورے نہ کرے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 25

جامع ترمذی نمبر 2324 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مادی دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک مخصوص ضابطے کے تحت زندگی بسر کریں یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کریں، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کریں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کریں۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس فرض میں یہ بھی شامل ہے کہ مخلوق کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جائے جس طرح سے کوئی چاہتا ہے کہ دوسرے ان کے ساتھ سلوک کریں۔ اس ضابطہ کی وجہ سے مسلمان مستقل نگرانی میں رہتے ہیں اور ان کا پورا یقین ہے کہ ہر عمل لکھا ہوا ہے اور قیامت کے دن اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس حقیقت کی وجہ سے ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ان کی باطل اور باطل خواہشات کو رد کر دیتا ہے۔ وہ اسی طرح جاری رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس قید سے رہا ہو کر آخرت کی ابدی سعادت تک پہنچ جاتے ہیں۔

دوسری طرف، ایک غیر مسلم اس ضابطے کے مطابق زندگی نہیں گزارتا اور اس کے بجائے اپنی خواہشات میں مگن رہتا ہے، اس لیے یہ دنیا ان کے لیے جنت بن جاتی ہے، جہاں وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں، اپنے لیے خوشنما طریقے سے۔ لیکن اگر وہ اسی حالت میں مر گئے تو آخرت ان کا ابدی قید خانہ بن جائے گی۔

لہذا، ایک مسلمان کو چاہیے کہ جب تک وہ آزاد نہ ہو جائیں، دنیا کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کو آسان بنائے۔ لیکن اگر وہ ان کو توڑتے رہیں تو انہیں صرف ایک کے بعد ایک مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا، جس طرح ایک قیدی کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر وہ اپنے جیل کے قوانین کو توڑتے رہیں۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان کی زندگی خراب ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کا مسلسل مشاہدہ کیا جا رہا ہے اور کامیاب ہونے کے لیے انہیں ایک ضابطے کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے، انہیں اپنی نعمتوں کو ایسے طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت کرتا ہے وہ دل اور جسم کو سکون پاتا ہے خواہ ظاہری طور پر وہ مشکل میں کیوں نہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دلوں کا مالک ہے، ان کے دلوں میں اطمینان رکھتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

یہ ان لوگوں کے خلاف ہے جو ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں اور وہ اپنے آپ کو خوش کرتے ہیں، وہ لوگ جو ظاہری طور پر دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں لیکن انہیں پریشانی، تناؤ، ڈپریشن اور خودکشی کے خیالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ انہیں ذہنی سکون نہیں ملتا۔ یا جسم۔ اس لیے ایک مسلمان کو ظاہری صورتوں سے کبھی بھی دھوکہ نہیں دینا چاہیے۔ باب 20 طہ، آیت 124:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 26

صحیح مسلم نمبر 6833 میں موجود الہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رحمت جتنی زیادہ ہوگی وہ وصول کریں ہر معاملے میں، ایک مسلمان کی کم سے کم کوشش زیادہ رحم حاصل کرنے کا باعث بنے گی۔ یہ رحمت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ ان کو درپیش ہر صورت حال میں ان کی صحیح رہنمائی کی جائے تاکہ وہ ان پر قابو پا سکیں تاکہ ذہنی، جسمانی سکون اور دونوں جہانوں میں حقیقی پائیدار کامیابی حاصل کی جا سکے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز رہے اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اپنے لیے راضی کرنے کے لیے استعمال کرے تو وہ یہ رحمت حاصل نہیں کرے گا اور اس لیے وہ اپنی زندگی میں صحیح رہنمائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ اس کے بجائے وہ ایک کے بعد ایک مشکل کا سامنا کریں گے، ایک کے بعد ایک تاریکی کا ایک لمحہ۔ باب 20 طہ، آیت 124:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 27

جامع ترمذی نمبر 2451 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کسی ایسی چیز سے اجتناب نہ کرے جو اس کے دین کے لیے نقصان دہ نہ ہو، اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے کسی چیز کو نقصان پہنچے گا۔ جو کہ نقصان دہ ہے۔

تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اس میں لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا بھی شامل ہے، جس میں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا شامل ہے جیسا کہ کوئی شخص لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

تقویٰ کا ایک پہلو ان چیزوں سے بچنا ہے جو مشتبہ ہوں نہ کہ حرام۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتبہ چیزیں ایک مسلمان کو حرام سے ایک قدم آگے لے جاتی ہیں۔ حرام کے جتنا قریب ہے اس میں پڑنا اتنا ہی آسان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ جو شخص حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے اور صرف حلال چیزوں کو استعمال کرتا ہے وہ اپنے دین اور عزت کی حفاظت کرے گا۔

اگر معاشرے میں گمراہی کا شکار ہونے والوں کا مشاہدہ کیا جائے تو اکثر صورتوں میں یہ اچانک نہیں بلکہ بتدریج ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حرام میں پڑنے سے پہلے وہ شخص پہلے مشکوک چیزوں میں ملوث ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنی زندگی میں غیر ضروری اور فضول چیزوں سے بچنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے کیونکہ وہ انہیں حرام کی طرف لے جا سکتی ہیں۔ مثلاً فضول اور فضول کلام کے معنی، ایسی بات جس سے نہ کوئی فائدہ ہو اور نہ ہی گناہ، اکثر بد کلامی کا باعث بنتا ہے، جیسے غیبت، جھوٹ اور غیبت۔ اگر کوئی شخص لغو باتوں میں مبتلا نہ ہو کر پہلے قدم سے بچتا ہے تو وہ بری بات سے بچتا ہے۔ یہ عمل ان تمام چیزوں پر لاگو کیا جا سکتا ہے جو فضول، غیر ضروری اور خاص طور پر مشکوک ہوں۔ اس لیے ایک مسلمان

كو تقوىٰ اختيار كرنے كى كوشش كرنى چاہیے جیسا كه پہلے بیان كیا گیا ہے؁ جس كى ايك شاخ
یہ كه باطل اور مشتبہ چیزوں سے اس خوف سے بچیں كه وہ حرام كى طرف لے جائیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 28

جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ فرض نمازوں کو چھوڑنا ایمان اور کفر میں فرق ہے۔

اس دن اور عمر میں یہ بہت عام ہو گیا ہے۔ بہت سے لوگ معمولی وجوہات کی بنا پر اپنی فرض نمازیں ترک کر دیتے ہیں، جو کہ بلاشبہ رد ہیں۔ اگر جنگ کرنے والے پر نماز کی فرضیت ختم نہیں ہوئی تو کسی اور سے کیسے ہٹائی جائے گی؟ باب 4 النساء، آیت 102

اور جب آپ ان کے درمیان ہوں اور ان کی نماز پڑھائیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ "کھڑا ہو اور وہ اپنے ہتھیار اٹھائے ہوں۔ اور جب وہ سجدہ کر لیں تو وہ آپ کے پیچھے ہوں اور دوسرے گروہ کو آگے آنے دیں جنہوں نے [ابھی تک] نماز نہیں پڑھی ہے اور وہ آپ کے ساتھ "...نماز پڑھیں، احتیاط کرتے ہوئے اور اپنے ہتھیار اٹھائے ہوئے

نہ مسافر اور نہ بیمار اپنی فرض نمازوں سے مستثنیٰ ہیں۔ مسافر کو بعض فرض نمازوں میں چکروں کی مقدار کو کم کرنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ ان پر بوجھ کم ہو جائے لیکن وہ ان کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 101

“... اور جب تم پورے ملک میں سفر کرتے ہو تو تم پر نماز قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں”

بیماروں کو خشک وضو کرنے کی تلقین کی گئی ہے اگر پانی سے رابطہ انہیں نقصان پہنچاتا ہے۔
باب 5 المائدة، آیت 6

لیکن اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے رابطہ کیا ہو اور پانی نہ ملے تو صاف زمین تلاش کرو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔

اس کے علاوہ بیمار فرض نماز اس طریقے سے ادا کر سکتے ہیں جو ان کے لیے آسان ہو۔ یعنی اگر کھڑے نہیں ہو سکتے تو بیٹھنے کی اجازت ہے اور اگر بیٹھ نہیں سکتے تو لیٹ کر فرض نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 372 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ لیکن پھر یہ کہ بیمار کو مکمل رعایت نہیں دی جاتی جب تک کہ کوئی ذہنی مریض نہ ہو جو اسے نماز کی فرضیت کو سمجھنے سے روکتا ہو۔

دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بعض مسلمان اپنی فرض نمازوں میں تاخیر کرتے ہیں اور صحیح اوقات سے زیادہ پڑھتے ہیں۔ یہ قرآن کریم سے واضح طور پر متصادم ہے، جیسا کہ مومنین کو اپنی فرض نمازیں وقت پر ادا کرنے والوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 103

”بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات کے لیے فرض کی گئی ہے۔“

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی فرض نمازوں میں بلا ضرورت تاخیر کرتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 10، صفحہ 603-604 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ باب 107 المعون، آیات 4-5

“پس خرابی ہے نمازیوں کے لیے۔ [لیکن] جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔”

یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جنہوں نے اس بری صفت کو اختیار کیا ہے۔ اگر کوئی اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے تو اس دنیا یا آخرت میں کامیابی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 512 میں موجود ایک حدیث میں فرمایا کہ فرض نماز میں بلا ضرورت تاخیر کرنا نفاق کی علامت ہے۔ قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی ایک بڑی وجہ فرض نمازوں کو قائم نہ کرنا ہے۔ باب: المذتئیر، آیات 42-43-74

[اور ان سے پوچھتے ہوئے]، "آپ کو سقر میں کس چیز نے ڈالا؟" وہ کہیں گے کہ ہم نماز " پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

فرض نمازوں کا ترک کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2621 میں موجود حدیث میں اعلان فرمایا کہ جس نے یہ گناہ کیا اس نے اسلام سے کفر کیا۔

اس کے علاوہ کوئی اور نیک عمل کسی مسلمان کو اس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ اس کی فرض نمازیں قائم نہ ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 553 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر عصر کی فرض نماز چھوٹ جائے تو اس کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک فرض نماز کے ترک کرنے کا یہ حال ہے تو کیا ان سب کو چھوڑنے کی سزا کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

صحیح مسلم کی حدیث نمبر 252 میں فرض نمازوں کو ان کے صحیح اوقات میں پڑھنے کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ایک ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ فرض نمازوں کو اپنے وقت سے زیادہ مؤخر کرنا یا ان کو مکمل طور پر غائب کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ کام ہے۔

تمام بزرگوں کے لیے یہ ایک اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دیں تاکہ وہ ان پر شرعی طور پر پابند ہونے سے پہلے ہی اسے قائم کر لیں۔ وہ بالغ جو اس میں تاخیر کرتے ہیں اور اپنے بچوں کے بڑے ہونے تک انتظار کرتے ہیں، وہ اس انتہائی اہم فریضے میں ناکام رہے ہیں۔ جن بچوں کو صرف فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی تھی جب یہ ان پر فرض ہو گئی تھی، وہ بہت کم ہی انہیں جلدی قائم کرتے تھے۔ زیادہ تر معاملات میں اس اہم فرض کو صحیح طریقے سے نبھانے میں انہیں برسوں لگ جاتے ہیں۔ اور قصور خاندان کے بزرگوں پر، خاص طور پر والدین پر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 495 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت کی ہے کہ خاندان سب سے زیادہ اپنے بچوں کو جب سات سال کے ہو جائیں تو فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

ایک اور بڑا مسئلہ جس کا بہت سے مسلمانوں کو سامنا ہے وہ یہ ہے کہ وہ فرض نماز تو ادا کر سکتے ہیں لیکن صحیح طریقے سے ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بہت سے لوگ نماز کے مراحل کو صحیح طریقے سے مکمل نہیں کر پاتے اور اس کے بجائے اس میں جلدی کرتے ہیں۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 757 میں موجود ایک حدیث واضح طور پر تنبیہ کرتی ہے کہ اس طرح کی نماز پڑھنے والے نے بالکل نماز نہیں پڑھی۔ یعنی ان کا ذکر اس شخص کے طور پر نہیں ہے جس نے اپنی نماز پڑھی اور اس وجہ سے ان کی ذمہ داری پوری نہیں ہوئی۔ جامع ترمذی نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص نماز کے ہر مقام پر قائم نہیں رہتا اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں رکوع اور سجدہ نہ کرنے والے کو بدترین چور قرار دیا۔ موطا مالک، کتاب نمبر 9، حدیث نمبر 75 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان جنہوں نے کئی دہائیاں اپنی فرض اور اس جیسی بہت سی نفلی نمازیں ادا کی ہیں، ان میں سے کسی نے بھی شمار نہیں کیا اور اس طرح وہ نمازیں ادا کریں گے۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جس نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 1313 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

قرآن پاک عام طور پر مسجد میں جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 43

”اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

درحقیقت اس آیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی بنا پر بعض معتبر علماء نے اس کو مسلمان مردوں پر واجب قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابو داؤد نمبر 550 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جو مسلمان اپنی فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا نہیں کریں گے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منافق قرار دیا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو جلانے کی دھمکی بھی دی تھی جو بغیر کسی عذر کے باجماعت مسجد میں اپنی فرض نمازیں ادا کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 1482 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو مسلمان اس اہم عمل کو انجام دینے کی پوزیشن میں ہوں وہ کریں۔ انہیں اپنے آپ کو یہ دعویٰ کرنے میں بے وقوف نہیں بنانا چاہئے کہ وہ دوسرے نیک کام انجام دے رہے ہیں، جیسے گھر کے کاموں میں اپنے خاندان کی مدد کرنا۔ یوں تو صحیح بخاری نمبر 676 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے، لیکن ضروری ہے کہ آپ کی روایات کی اہمیت کو اپنی خواہشات کے مطابق ترتیب نہ دیا جائے۔ جو کوئی ایسا کرتا ہے وہ اس کی روایات کی پیروی نہیں کر رہا ہے، وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے، چاہے وہ نیک عمل ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ درحقیقت اسی حدیث کا اختتام اس نصیحت سے ہوتا ہے کہ جب فرض نماز کا وقت ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام کی طرف روانہ ہوتے۔

آخر میں، جیسا کہ مرکزی حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے، فرض نمازوں کو چھوڑنے پر اڑے رہنے والے کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلا جائے گا۔ درحقیقت، وہ اپنی زندگی کے دوران اسے محسوس کیے بغیر بھی اسے کھو سکتے ہیں۔ کسی کو کبھی بھی اپنے آپ کو یہ سوچنے میں بے وقوف نہیں بنانا چاہئے کہ فرض نماز جیسے اعمال کے ذریعہ ایمان کے اپنے زبانی دعوے کی حمایت میں ناکام ہونا قابل قبول ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسلمان کی تعریف ہی وہ ہے جس نے اپنے آپ کو عملی اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہو۔ اس لیے اسلام پر عمل نہ کرنے والے مسلمان ہونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ یہ رویہ مسلمان کی تعریف کے خلاف ہے۔ اگر کوئی شخص مسلمان کی تعریف پر پورا نہیں اترتا تو وہ اپنے آپ کو ایک کیسے سمجھے گا؟

ایمان کو مضبوط کرنا - 29

جامع ترمذی نمبر 3371 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دعا عبادت کا جوہر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا عملی مظاہرہ ہے، جیسا کہ بندے کے لیے مالک سے مانگنا مناسب ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ جامع ترمذی نمبر 3604 میں موجود ایک حدیث کے مطابق ہر نیک دعا تین طرح سے قبول ہوتی ہے۔ یا تو پوری ہو جاتی ہے، آخرت میں اس کے برابر اجر ملتا ہے یا اس کے برابر کی برائی کسی کی زندگی سے دور ہو جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے جواب کی ضمانت دی ہے۔ اس لیے اسے ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے اور دعاؤں میں لگا رہنا چاہیے۔ باب 40 غافر، آیت 60

اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

دعا کرنے سے پہلے بھی اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ ان کی کمائی حلال ہے اور جو وہ کھاتے ہیں وہ حلال ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2989 میں موجود حدیث میں واضح طور پر تنبیہ فرمائی ہے کہ حرام کمانے اور کھانے والے کی دعا کبھی قبول نہیں ہوتی۔

دعا کا پہلا آداب یہ ہے کہ دعا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت تھی۔ اس عمل کی مثال سنن نسائی نمبر 2899 میں موجود ہے۔

اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1030 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جامع ترمذی نمبر 3556 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس قدر شرمیلا اور سخی ہے کہ اس سائل کو خالی ہاتھ پھیر دے جو اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اپنی دعا کا آغاز اور اختتام پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے کرے اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1481 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

درحقیقت جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 486 میں موجود حدیث میں مذکور ہے کہ انسان کی دعا آسمانوں اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا قرآن پاک میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مذکور ہے۔
اللہ تعالیٰ کے خوبصورت نام ان الہامی تعلیمات میں بڑے پیمانے پر پائے جاتے ہیں اور ان سے
استفادہ کیا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، باب 59 الحشر، آیت 24

"...وہ اللہ ہے، خالق، پیدا کرنے والا، وضع کرنے والا؛ اس کے لیے بہترین نام ہیں"

بہترین دعائیں قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں، اس لیے ان کا
استعمال کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر، باب 14 ابراہیم، آیت 41

اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہو گا بخش دے۔"

لیکن مخصوص چیزوں کے لیے دعا کرنا بالکل جائز ہے جب تک کہ وہ حلال ہوں۔

جیسا کہ قرآن پاک میں نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ، اس کی رحمت
کی امید رکھتے ہوئے اور اس کی عظمت کے خوف سے دعا کرنی چاہیے۔ باب 7 الاعراف، آیت
56:

"...اور اسے خوف اور تمنا کے ساتھ پکارو"

پورے جوش و خروش کے ساتھ دعا مانگنا بہت ضروری ہے اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی ضرورت پوری کرے گا۔ مزید برآں، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3479 میں موجود حدیث میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل یا مشغول ہو کر دعا کرتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 3505 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ جب قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی تلاوت کی جائے تو دعا قبول ہوتی ہے۔ باب 21 الانبیاء، آیت 87

”تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ اعلیٰ ہیں۔ بے شک میں ظالموں میں سے ہو گیا ہوں۔“

اپنی دعا پر لفظ آمین کے ساتھ مہر لگانی چاہیے کیونکہ یہ اس کی قبولیت کو یقینی بناتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 938 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

دعا ختم ہونے کے بعد اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 1492 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں دعا کرنے میں لگاتار رہنا چاہیے کیونکہ ترک کرنا ایک جلد بازی ہے جس کی وجہ سے دعا ادھوری رہ سکتی ہے۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3387 میں موجود حدیث میں ہے۔

آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ مشکل کے وقت ان کی مدد کرے۔ مسند احمد کی حدیث نمبر 2803 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جیسا کہ جامع ترمذی

نمبر 3499 میں موجود حدیث میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا کو آسانی سے قبول فرماتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6321 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ رات کے آخری حصے میں نزول الہی ہوتا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ پکارتا ہے اور دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 521 میں ایک حدیث ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ دو اذانوں کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب کہ وہ سجدہ میں ہوتے ہیں لہذا انہیں اس وقت اس سے دعا مانگنی چاہیے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 1138 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 1046 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ دعا کو آسانی سے قبول کرتا ہے۔ جب روزہ دار افطار کرتا ہے تو اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 1753 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ بیماروں سے ان کے لیے دعا مانگنا چاہیے جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 1441 میں موجود حدیث میں آیا ہے کہ ان کی دعائیں دعاؤں کی طرح ہیں۔ فرشتوں کی۔ آب زمزم پیتے وقت کی جانے والی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3062 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 2540 میں موجود ایک حدیث میں بارش کے وقت دعا قبول ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1534 میں موجود ایک حدیث لوگوں کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے لیے ان کی غیر موجودگی میں دعا کریں، کیونکہ وہ آسانی سے قبول ہوتی ہیں۔ اگر کسی پر کسی قسم کا ظلم ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ قبول ہو گی۔ اس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1905 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ یہی حدیث نصیحت کرتی ہے کہ مسافر کی دعا رد نہیں ہوتی۔ آخر میں، کسی کو اپنے والدین کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ وہ ان کے لیے دعا کریں کیونکہ وہ آسانی سے قبول ہو جاتی ہیں۔ اس کی تائید سنن ابن ماجہ نمبر 3862 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

کچھ لوگ باقاعدگی سے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے کیونکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سب سے باخبر ہے اور کسی کو ان کی خواہشات سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے لیکن دعا کرنا افضل ہے کیونکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی روایت ہے اور قرآن کریم میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ باب 40 غافر، آیت 60

اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت کو حقیر سمجھتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور بندگی کا مظاہرہ کرنے کا ایک بہترین طریقہ دعا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3370 میں موجود حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم نہیں۔ آخر میں، اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے جب کوئی شخص اس سے دعا نہیں کرتا، جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ سے بے نیاز ہیں، جو کہ درست نہیں ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3373 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن پاک میں موجود دعائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات اعمال کے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ یعنی دعائیں عملی اطاعت کے بعد کی جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعائیں اعمال کی تائید کرتی ہیں۔ لہذا اللہ عزوجل کی عملی اطاعت کے بغیر دعائیں ثمر آور نہیں ہوتیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت نہیں تھی۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان دعائیں کرنے میں بہترین ہو گئے ہیں لیکن عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ زیر بحث اہم حدیث بھی عملی عبادت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے جس کی تائید دعاؤں سے ہوتی ہے۔ دعائیں عملی اطاعت کی جگہ نہیں لے سکتیں، بلکہ ان کی تائید کرتی ہیں۔ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 10

"...اس کی طرف اچھی بات چڑھتی ہے، اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے..."

ایمان کو مضبوط کرنا - 30

سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ ہر وہ معاملہ جس کی بنیاد اسلام پر نہ ہو اسے رد کر دیا جائے گا۔

اگر مسلمان دنیوی اور دینی دونوں معاملات میں دائمی کامیابی چاہتے ہیں تو انہیں قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ اگرچہ بعض اعمال جو براہ راست ہدایت کے ان دو ذرائع سے نہیں کیے گئے ہیں ان کو پھر بھی اعمال صالحہ قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن ان دونوں ذرائع کو ہدایت کے تمام چیزوں پر ترجیح دینا ضروری ہے۔ درحقیقت انسان ان دو ذرائع سے نہ لینے والی چیزوں پر جتنا زیادہ عمل کرے گا، خواہ وہ اعمال صالحہ ہی کیوں نہ ہوں، ہدایت کے ان دو ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا۔ اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ کتنے مسلمانوں نے اپنی زندگیوں میں ثقافتی طریقوں کو اپنایا ہے جن کی رہنمائی کے ان دو ذرائع میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ ثقافتی عادات گناہ نہیں ہیں، تب بھی انہوں نے مسلمانوں کو ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے روک دیا ہے، کیونکہ وہ اپنے طرز عمل سے مطمئن ہیں۔ یہ ہدایت کے دو ذرائع سے ناواقفیت کا باعث بنتا ہے جس کے نتیجے میں گمراہی ہی ہوتی ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھے اور ان پر عمل کرے جو رہنمائی کے رہنماؤں نے قائم کیے ہیں اور اس کے بعد اگر اس کے پاس وقت اور توانائی ہو تو دوسرے رضاکارانہ اعمال پر عمل کرے۔ لیکن اگر وہ جہالت اور من گھڑت کاموں کا انتخاب کریں، خواہ وہ گناہ ہی کیوں نہ ہوں، ان دو ذرائع ہدایت پر سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

آخر کار جب کوئی ایسے کام کرنے پر لگا رہتا ہے جو ہدایت کے دو ذرائع سے براہ راست جڑے نہیں ہوتے، جہالت کی وجہ سے وہ آسانی سے ایسے عمل اور عقائد میں پڑ جاتے ہیں جو اسلامی علم سے متصادم ہوتے ہیں۔ یہ مسلمان کو گناہوں اور گمراہی کے راستے پر لے جاتا ہے جبکہ وہ

سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راہ پر ہیں۔ جو جانتا ہے کہ وہ کھو چکے ہیں وہ دوسروں کی طرف سے مشورہ دینے پر اپنی سمت کو قبول کرنے اور تبدیل کرنے کا امکان ہے۔ لیکن جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ صحیح راستے پر ہیں وہ اپنی سمت کو تبدیل کرنے اور درست کرنے کا بہت زیادہ امکان نہیں رکھتا ہے، یہاں تک کہ جب انہیں علم اور واضح ثبوت کے حامل دوسرے لوگوں کی طرف سے تنبیہ کی گئی ہو۔ اس نتیجہ سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہدایت کے دو ذرائع میں پائے جانے والے علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے اور دوسرے اعمال سے گریز کیا جائے، خواہ وہ اچھے کام ہی کیوں نہ ہوں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 31

جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اسلام نے حلال و حرام کو واضح کر دیا ہے۔ ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن سے بچنا چاہیے تاکہ ایمان اور عزت کی حفاظت ہو۔

مسلمانوں کی اکثریت واجبات سے واقف ہے اور اکثر حرام چیزوں جیسے شراب پینا۔ تو یہ مسلمانوں کے اندر کوئی شک و شبہ پیدا نہیں کرتے۔ اس لیے انہیں اپنے واضح علم کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق فرائض کو پورا کرو اور حرام سے پرہیز کرو۔ باقی تمام چیزیں جو واجب نہیں ہیں اور معاشرے میں شکوک پیدا کرتی ہیں اس لیے ان سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں کرے گا کہ کسی نے رضاکارانہ کام کیوں نہیں کیا، بلکہ وہ پوچھے گا کہ اس نے رضاکارانہ عمل کیوں کیا۔ اس لیے رضاکارانہ عمل کو چھوڑنے کا آخرت میں کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا جب کہ رضاکارانہ عمل کرنے سے سزا، جزا یا معافی ہوگی۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اس مختصر مگر انتہائی اہم حدیث پر عمل کریں کیونکہ یہ بہت سے مسائل اور بحثوں کو حل اور روک دے گی۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب کوئی مشتبہ یا حتیٰ کہ فضول چیزوں میں ملوث ہوتا ہے تو یہ اسے غیر قانونی کے قریب لے جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، گنہگار تقریر اکثر بیکار اور بیکار تقریر سے پہلے ہوتی ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے ایمان اور عزت کے لیے یہ زیادہ محفوظ ہے کہ وہ مشتبہ اور لغو باتوں سے بچ جائے۔

یہ حدیث اسلام کی بنیادی اور واضح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کی بھی نشاندہی کرتی ہے جن کو ہدایت کے دو منابع میں واضح یا زیر بحث نہیں لایا گیا ہے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اسے اگر یہ مسائل اہم ہوتے تو ہدایت کے دو مصرعوں میں ان پر بحث کی جاتی۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان ضمنی مسائل پر بحث کرنے پر اس قدر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا، کہ وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو ان چیزوں سے ہٹا دیتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا۔ اس رویہ سے بچنا چاہیے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 32

صحیح مسلم نمبر 7400 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص بڑے فتنوں اور فتنوں کے دوران اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ہجرت کی ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہجرت کا ثواب بہت بڑا عمل تھا۔ صحیح مسلم نمبر 321 میں موجود حدیث کے مطابق درحقیقت اس سے پچھلے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق تقدیر پر صبر کرتے رہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا رہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جس وقت کا ذکر ہے وہ آچکا ہے۔ اسلام کی تعلیمات سے گمراہ ہونا بہت آسان ہو گیا ہے کیونکہ مسلمان قوم پر دنیاوی خواہشات کے دروازے کھل گئے ہیں۔ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت میں ہونے والی ترقی کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے میں جھوٹا یقین کرنا آسان ہو گیا ہے جو ان کو دی گئی ہیں۔ اکثریت کی پیروی کرنے کی ذہنیت کو اپنانا آسان ہو گیا ہے، جنہوں نے ایمان کو خالی عملوں تک محدود کر دیا ہے جن کا اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو عملی طور پر کیسے استعمال کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خواہش مندانه سوچ مسلم قوم میں پھیل چکی ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے دونوں جہانوں میں امن اور نجات کی امید رکھتے ہیں۔ جسے کسی بھی باشعور شخص کی طرف سے منحرف رویہ سمجھا جاتا تھا وہ کچھ ایسا بن گیا ہے کہ

لوگوں کو گلے لگانے کی تاکید کی جا رہی ہے۔ اس ساری گمراہی سے منہ موڑنا مشکل ہوگا اور یہاں تک کہ کسی کے گھر والے اور دوست احباب بھی ان پر تنقید کریں گے کہ وہ اکثریت کی پیروی کرنے کے بجائے اسلام کی تعلیمات پر قائم ہیں۔ لیکن اگر کوئی اللہ پر قائم رہتا ہے تو وہ ان نقصانات کا بدلہ دے گا جو اسے اٹھانا پڑتا ہے، جیسے دوستوں اور رشتہ داروں سے محبت اور احترام کا نقصان، جس سے کہیں زیادہ اعلیٰ چیز ہے، یعنی ذہنی اور جسمانی سکون۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں محفوظ کیا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ دوسری طرف جو لوگ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت سے منہ موڑ کر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، ان کے تمام دنیاوی رشتے اور نعمتیں دنیا میں ان کے لیے تناؤ اور لعنت کا باعث بنتی ہیں۔ اور آخرت میں جو ملے گا وہ اس سے بھی بدتر ہو گا۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیاوی خواہشات میں مشغول نہ ہوں جو عام ہو چکی ہیں اور متنازعہ مسائل اور لوگوں سے اجتناب کریں اور اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں، اگر وہ اس حدیث میں بیان کردہ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 33

صحیح بخاری نمبر 1145 میں موجود ایک الوبی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر رات اپنی لامحدود شان کے مطابق قریب ترین آسمان پر نزول فرماتا ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس سے دعا کریں۔ ان کی ضروریات پوری کریں تاکہ وہ ان کو پورا کر سکے۔

رات کی رضاکارانہ عبادت اللہ تعالیٰ کے تنہا انسان کے اخلاص کو ثابت کرتی ہے کیونکہ کوئی دوسری آنکھ انہیں نہیں دیکھ رہی ہوتی۔ اسے پیش کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مباشرت کرنے کا ذریعہ ہے، اور یہ اس کی بندگی کی علامت ہے۔ اس کے بے شمار فضائل ہیں، مثال کے طور پر سنن نسائی، نمبر 1614 میں ایک حدیث پائی جاتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ یہ بہترین نماز ہے۔

قیامت کے دن یا جنت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہو گا اور یہ درجہ براہ راست رات کی نماز سے مربوط ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رات کو نفلی نماز قائم کرتے ہیں انہیں دونوں جہانوں میں اعلیٰ درجات سے نوازا جائے گا۔ باب 17 الاسراء، آیت 79

اور رات کے کچھ حصے سے، اس کے ساتھ نماز پڑھو [یعنی قرآن کی تلاوت [اپنے لیے اضافی " [عبادت] کے طور پر۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایک قابل تعریف مقام پر اٹھائے گا۔

جامع ترمذی نمبر 3579 میں ایک حدیث ہے کہ مسلمان رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے تو بے شمار نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

تمام مسلمانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوں اور ان کی حاجتیں پوری ہوں۔ لہذا انہیں رات کی نماز نفلی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 1770 میں موجود حدیث ہے کہ ہر رات میں ایک خاص گھڑی ہوتی ہے جب اچھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نفلی رات کی نماز کا قیام گناہوں سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ ہے، یہ انسان کو فضول اجتماعات سے دور رہنے میں مدد دیتا ہے اور یہ انسان کو بہت سی جسمانی بیماریوں سے بچاتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 3549 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

رات کی نماز کے لیے تیاری کرنی چاہیے، خاص طور پر سونے سے پہلے، زیادہ کھانے یا پینے سے نہیں، کیونکہ یہ سستی کا باعث بنتی ہے۔ کسی کو دن میں غیر ضروری طور پر خود کو تھکانا نہیں چاہئے۔ دن میں ایک مختصر جھپکی اس میں مدد کر سکتی ہے۔ آخر میں گناہوں سے بچنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا چاہیے۔ نفلی رات کی نماز ادا کرنا آسان ہے۔

آخر میں اہم حدیث بھی امید کو نہ چھوڑنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ توبہ اور کامیابی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ لوگوں کو دن رات موقع دیا جاتا ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹ جائیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ وہ مخلوق کا محتاج نہیں ہے پھر بھی انہیں اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ وہ کامیاب ہو سکیں۔ وقت ختم ہونے سے پہلے ان مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ان کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں بچا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 34

صحیح بخاری نمبر 52 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اگر کسی کا روحانی دل درست ہو تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کا روحانی دل فاسد ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔ کرپٹ ہو

سب سے پہلے تو یہ حدیث اس احمقانہ عقیدے کی تردید کرتی ہے جہاں کوئی شخص اپنے قول و فعل کے خراب ہونے کے باوجود پاکیزہ دل کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ اندر ہے وہ آخر کار باہر سے ظاہر ہوگا۔

روحانی قلب کی تطہیر اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے اندر سے برائیوں کو ختم کر دے اور ان کی جگہ اسلامی تعلیمات میں مذکور اچھی خصوصیات کو لے آئے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کو سیکھے اور اس پر عمل کرے تاکہ وہ خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لائے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرے۔ اسے اس طرح کا برتاؤ ایک پاک روحانی دل کی طرف لے جائے گا۔ یہ طہارت پھر جسم کے ظاہری اعضاء جیسے کہ کسی کی زبان اور آنکھ میں جھلکتی ہے۔ یعنی وہ اپنی نعمتوں کو صرف ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اپنے نیک بندے سے محبت کی علامت ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ تزکیہ تمام دنیاوی مشکلات میں کامیابی کے ساتھ رہنمائی کرے گا تاکہ وہ دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں سکون اور کامیابی حاصل کر سکے۔ باب 16 النحل، آیت

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

دوسری طرف جب کوئی اسلامی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ ان برے خصلتوں کو اپنا لے گا جن کی معاشرے، سوشل میڈیا، ثقافت اور فیشن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ یہ بری خصلتیں انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیں گی جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:اور باب 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال و اولاد کسی کے کام نہیں آئے گی، مگر وہ جو اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ " "آئے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 35

صحیح بخاری نمبر 528 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی ہے کہ پانچوں فرض نمازیں گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح دن میں پانچ مرتبہ نہانے سے بدن کی گندگی صاف ہو جاتی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف چھوٹے گناہوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کبیرہ گناہوں کے لیے توبہ کی ضرورت ہے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں، دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا اور کسی ایسے حقوق کی تلافی کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں خلاف ورزی کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پانچوں فرض نمازوں کی پابندی سے نہ صرف اپنے ظاہری وجود کو چھوٹے گناہوں سے پاک کریں بلکہ تزکیہ کے دوسرے پہلو یعنی باطنی تطہیر کو بھی پورا کریں۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پانچوں فرض نمازیں ایک ساتھ جمع کرنے کی بجائے پورے دن میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دن بھر بار بار باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس طرح ان کا جسم فرض نمازوں کے ذریعے دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس باطنی تطہیر میں اپنی نیت کو درست کرنا شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اعمال انجام دے۔ یہ اسلام کی بنیاد ہے اور اللہ تعالیٰ کسی عمل کا فیصلہ کرتے وقت اس کا اندازہ لگاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جو لوگ دوسرے لوگوں کی خاطر عمل کرتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ وہ قیامت کے دن ان سے اپنا اجر حاصل کریں جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

آخر میں، اس باطنی تزکیہ میں اسلام کی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا بھی شامل ہے تاکہ انسان اپنے اندر موجود برے خصائص مثلاً حسد کو دور کر دے اور اس کے بجائے صبر

جیسی اچھی خصوصیات کو اپنائے۔ ظاہری تطہیر ضروری ہے لیکن اگر کوئی مسلمان دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنا اور تمام مشکلات پر قابو پانا چاہتا ہے تو اسے اپنے باطن اور ظاہری وجود کو پاک کرنا چاہیے۔ اندرونی تطہیر اس بات کو یقینی بنائے گی کہ کوئی شخص صحیح طریقے سے بولتا اور کام کرتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر اس نعمت کو استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ اس سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

دوسری طرف، باطنی تطہیر سے بچنا انسان کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، خواہ وہ اسلام کے بنیادی فرائض کو پورا کرتے ہوں۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق اور خاص کر لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روکے گا۔ یہ دونوں جہانوں میں ایک مشکل اور دباؤ والی زندگی کا باعث بنے گا۔ باب 20 طہ، آیت 124

"اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

ایمان کو مضبوط کرنا - 36

سنن ابن ماجہ نمبر 4119 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ بہترین لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائیں جب ان کا مشاہدہ کیا جائے۔

یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ نہیں کرتا جو اسلامی ظاہری شکل اختیار کرتے ہیں، جیسے داڑھی بڑھانا یا اسکارف پہننا، کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد بالکل نہیں دلاتے ہیں۔ اس حدیث سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی علم سیکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کریں، اس کے احکام کو پورا کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کریں۔ اس پر اس سے دل کی تطہیر ہوتی ہے جو اس کے ظاہری اعضاء کی پاکیزگی کا باعث بنتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جب وہ ان صالح مسلمانوں کے اعمال کا مشاہدہ کریں گے تو اس سے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد آئے گی، کیونکہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو ان کو عطا کی گئی ہیں ان کو خوش کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ، اپنے اور دوسروں کے لیے راضی ہونے کے بجائے۔ اور یہ ذکر تب ہی بڑھے گا جب یہ نیک مسلمان بولیں گے، کیونکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے بولتے ہیں، یعنی برائی اور فضول باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور صرف دنیا و آخرت کے فائدے کی بات کرتے ہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں، ناپسند کرتے ہیں، دیتے ہیں اور روکتے ہیں۔ یہ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث کے مطابق ایمان کی تکمیل کا باعث بنتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 37

سنن ابو داؤد نمبر 2511 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بزدلی سے متعلق تنبیہ کی ہے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے روکتا ہے، اور جس چیز کا اس نے وعدہ کیا ہے، جیسے کہ کسی کی ضمانت شدہ رزق۔ یہ کسی کو مشتبہ اور غیر قانونی طریقوں سے اپنا رزق تلاش کرنے کا سبب بن سکتا ہے، جو دونوں جہانوں میں انسان کو تباہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس کی بنیاد حرام ہو۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے 2342 اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور اس کا استعمال ہے۔

اس کے علاوہ، بزدل ہونا کسی کو شیطان اور اندرونی شیطان کے خلاف جدوجہد کرنے سے روکتا ہے جس کے لیے حقیقی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکامی کا باعث بنے گا جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ اور اس لیے انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روکے گا۔ دنیوی اور دینی کامیابی کے لیے محنت اور وقت درکار ہوتا ہے۔ ایک بزدل اس جدوجہد کو شروع کرنے سے بہت ڈرے گا اور اس کی بجائے سستی کرے گا جو دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں ناکامی کا باعث بنے گا۔

اس کے علاوہ، ایک بزدل آسانی سے یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پوری کوشش کر رہے ہیں، جبکہ وہ مشکل سے ہی کوئی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ قرآن پاک واضح کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی پوری کوشش کرے اور اپنی صلاحیت کے مطابق عمل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کبھی بھی ایسے فرائض نہیں دیتا جو اس کے پورا کرنے کی استطاعت سے باہر ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286۔

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

بزدلی بھی کسی کو دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں کم سے کم مقصد کرنے کی ترغیب دے گی۔ وہ اپنی صلاحیت کو پورا کرنے سے گریز کریں گے، کیونکہ اس کے لیے حقیقی کوشش کی ضرورت ہے۔ یہ رویہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پچھتاوے کا باعث بنے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 38

جامع ترمذی نمبر 1999 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حسن کو پسند کرتا ہے۔

اسلام کسی مسلمان کو اپنے آپ کو سنوارنے میں توانائی، وقت اور پیسہ خرچ کرنے سے منع نہیں کرتا، کیونکہ یہ ان کے جسم کے حقوق کو پورا کرنا سمجھا جا سکتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 5199 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اہم چیز جو اس طرز عمل کو ناپسندیدہ 5199 یا حتیٰ کہ گناہ کے عمل سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو سنوارتے وقت حد سے زیادہ، فضول خرچی یا اسراف کرے۔ اس کا تعین کرنے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنوارنے سے کبھی بھی اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے لیے اپنے فرض کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، جسے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کیے بغیر پورا کرنا ممکن نہیں۔ اور نہ ہی اپنے آپ کو سنوارنا انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکنا چاہئے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اور درحقیقت کسی کی جسمانی شکل کو درست کرنا تاکہ وہ صاف ستھرا اور ہوشیار نظر آئے، مہنگا نہیں ہے اور نہ ہی اس میں زیادہ وقت لگتا ہے۔

یہ خوبصورتی کا رویہ تمام چیزوں پر لاگو ہوتا ہے، جیسے کہ کسی کا گھر۔ جب تک کوئی اسراف اور فضول خرچی سے پرہیز کرتا ہے اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتا رہتا ہے، وہ اعتدال کے ساتھ چیزوں کو اپنے لیے آسان بنانے کے لیے آزاد ہے۔

اس کے علاوہ یہ سمجھنا زیادہ ضروری ہے کہ حقیقی خوبصورتی جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اس کا تعلق اندرونی حسن یعنی کردار سے ہے۔ یہ خوبصورتی دونوں جہانوں میں قائم رہے گی جبکہ ظاہری خوبصورتی وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جائے گی۔ اس لیے اس حقیقی حسن کو ظاہری خوبصورتی پر حاصل کرنے کو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے

ترجیح دینی چاہیے تاکہ وہ اپنے کردار سے حسد جیسی بری خصلت کو ختم کر کے سخاوت جیسی اچھی خصوصیات کو اپنا لے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں مدد ملے گی، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ہو گا اور ان کی مدد کرے گا۔ لوگوں کے حقوق کو پورا کرنے میں، جس میں دوسروں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنا شامل ہے جس کی خواہش ہے کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 39

جامع ترمذی نمبر 2347 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اس کا حقیقی دوست وہ ہے جس میں درج ذیل خصوصیات ہوں۔

ان خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ نماز میں ان کا اچھا حصہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو ان کی تمام شرائط اور آداب کے ساتھ صحیح طریقے سے ادا کرتے ہوئے قائم کرتے ہیں، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ اس میں نفلی عبادات کا قیام بھی شامل ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات پر مبنی ہیں، جیسے کہ رات کی نماز۔ سنن نسائی نمبر 1614 میں موجود حدیث کے مطابق فرض نمازوں کے بعد یہ درحقیقت بہترین نماز ہے۔ نماز میں ایک اچھا حصہ یہ بھی ہے کہ جب ممکن ہو مسجد میں فرض نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ کتنے مسلمان ایک مسجد کے قریب رہتے ہیں لیکن پھر بھی کام سے فارغ ہونے کے باوجود جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی جو خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس پر، عوامی اور نجی طور پر۔ تنہائی میں ایسا کرنا کسی شخص کے اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی نشاندہی کرتا ہے، یعنی وہ صرف اس کی خاطر اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ یہ وہ ہے جو مضبوطی سے یاد رکھتا ہے کہ چاہے وہ کہیں بھی ہوں، ان کی ذات کے باطنی اور ظاہری پہلو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل دیکھے جا رہے ہیں۔ اگر کوئی اس عقیدہ پر قائم رہے تو وہ ایمان کی فضیلت کو اپنائیں گے، جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود حدیث میں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ عمل کرتے ہیں، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں، انہیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ رویہ عمل صالح کی ترغیب دیتا ہے اور گناہوں سے روکتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 40

صحیح بخاری نمبر 2736 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو جانتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔

جاننا صرف ان کو یاد کرنے سے مراد نہیں ہے۔ اصل میں ان کا مطالعہ کرنا اور ان پر کسی کی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود حیثیت کے لحاظ سے نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے اور ہمیشہ ان پر بہت مہربان ہے۔ یہی خصوصیت دوسروں کی طرف منسوب کی گئی ہے، جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب 9 توبہ آیت 128

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اس کے لیے وہ تکلیف دہ ہے جو تم "برداشت کرتے ہو۔" اسے [آپ کی فکر ہے] یعنی آپ کی رہنمائی [اور مومنوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔]

جب تخلیق کے حوالے سے استعمال ہوتا ہے تو رحمدل کا مطلب نرم دل اور ہمدرد ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود حیثیت کے مطابق سب کو بخشنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کو معاف کر کے اس صفت کو اپنانا ایک ایسی چیز ہے جس کی اسلام میں ترغیب دی گئی ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

لہذا اللہ تعالیٰ کی صفات اعلیٰ کو مسلمان اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق اپنا سکتے ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ پہلے خدائی صفات اور ناموں کے معنی کو سمجھیں اور پھر اسماء کے مفہوم کو اپنے کردار میں اپنائیں، یہاں تک کہ وہ اپنے روحانی قلب میں مضبوطی سے جڑ نہ جائیں تاکہ وہ اعلیٰ کردار حاصل کر سکیں۔ یہ اعلیٰ کردار اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 41

صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک طویل الہی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے کہ وہ ہر اس شخص کے ساتھ ہے جو اسے یاد کرتا ہے۔

ذہنی مسائل اور عوارض جیسے کہ ڈپریشن کے بڑھنے کے ساتھ، مسلمانوں کے لیے اس اعلان کی اہمیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کسی شخص کے دماغی مسئلے کا سامنا کرنے کا بہت کم امکان ہوتا ہے جب وہ مستقل طور پر کسی ایسے شخص سے گھرا رہتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے جو واقعی ان سے پیار کرتا ہے۔ اگر یہ کسی شخص کے لیے درست ہے تو یہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے زیادہ مناسب ہے، جس نے اپنے ذکر کرنے والے کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے۔ صرف اس اعلان پر عمل کرنے سے ذہنی مسائل جیسے کہ ڈپریشن ختم ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں سے الگ تھلگ رہنے یا دوسروں کے درمیان ہونے سے نیک پیشواؤں کی ذہنی حالت پر کوئی فرق نہیں پڑا کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صحبت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ تمام رکاوٹوں اور مشکلات کو کامیابی سے عبور کر لیتا ہے یہاں تک کہ آخرت میں اس کے قرب تک پہنچ جاتا ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے اپنی لامحدود رحمت سے اس اعلان کو کسی طرح بھی محدود نہیں کیا۔ مثال کے طور پر، اس نے یہ اعلان نہیں کیا کہ وہ صرف نیک لوگوں کے ساتھ ہے یا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو مخصوص اچھے کام کرتے ہیں۔ اس نے درحقیقت ہر مسلمان کو گھیر لیا خواہ ان کے ایمان کی مضبوطی ہو یا کتنے ہی گناہوں کا ارتکاب کیا ہو۔ اس لیے مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اس حدیث میں جو شرط بیان کی گئی ہے اس پر غور کرنا ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ اس یاد میں اپنی نیت کو درست کرنا بھی شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کام کرے اور اس لیے لوگوں سے کسی قسم کی شکر گزاری کی امید نہ رکھے۔ زبان سے یاد کرنے میں اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا شامل ہے۔ اور ذکر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کریں جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی یاد ہے۔ ایسا سلوک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی صحبت اور نصرت نصیب ہوگی۔

سادہ لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ اطاعت اور یاد کرے گا، اتنا ہی اس کی صحبت حاصل کرے گا۔ جو دیتا ہے وہی وصول کرے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو تنہا یاد کرے گا، اللہ اسے تنہا یاد کرے گا۔ اور جو شخص مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا، اس کا ذکر عام طور پر، اللہ تعالیٰ اس کو آسمانی فرشتوں کے درمیان بہتر اجتماع کے معنی میں یاد کرے گا۔

یہ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جانے والی بہت سی مثالوں کی طرح اسلام کی ایک بنیادی تعلیم کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی جو شخص دیتا ہے وہی اسے ملتا ہے۔ ایک اور مثال، جو اس حدیث کی تصدیق کرتی ہے، باب 2 البقرہ، آیت 152 میں موجود ہے:

"...پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا

جامع ترمذی نمبر 1924 میں ایک حدیث ہے کہ جو مخلوق پر رحم کرے گا اس پر خالق رحم کرے گا۔ عام طور پر اس مادی دنیا میں انسان کو اپنی کوششوں کے مطابق چیزیں ملتی ہیں۔ تاہم، عجیب بات ہے کہ کچھ لوگ بغیر کسی کوشش کے جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ ان تعلیمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو ان کی کوششوں کی بنیاد پر برکت اور رحمت ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے جتنے زیادہ فرمانبردار ہوں گے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، بدلے میں انہیں اتنا ہی زیادہ ملے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا کر سکتا ہے خواہ وہ اس کی اطاعت میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نظام قائم کیا ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے یعنی اس کی اطاعت میں کوشش کرنا۔ مزید برکات اور رحمت حاصل کرنے کے لیے اطاعت۔ لہذا ہر مسلمان کو غور و فکر کرنا چاہیے اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی رحمتیں اور برکتیں وہ چاہتے ہیں اور پھر اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کریں۔

اس حقیقت کو اس حدیث کے آخری حصے میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو شخص اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرنے کی جس قدر کوشش کرے گا، اس کی اتنی ہی زیادہ رحمت اسے حاصل ہوگی۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 42

صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ لوگ اکثر ان کی قدر نہیں کرتے جب تک کہ ان سے محروم نہ ہو جائیں، صحت اور فراغت۔

اچھی صحت ایک خاص نعمت ہے کیونکہ یہ انسان کو دنیا اور دین سے متعلق دیگر نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتی ہے۔ معمولی بیماریوں کے پیچھے ایک حکمت یہ ہے کہ وہ ایک مسلمان کو اچھی صحت کے لئے شکر گزار ہونے کی ترغیب دیں۔ حقیقی شکر گزاری تب ہوتی ہے جب کوئی اپنے پاس موجود نعمتوں کو استعمال کرتا ہے، اس صورت میں اچھی صحت، صحیح طریقے سے جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے جو بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اپنی صحت سے محروم ہو گئے ہیں اور اس لیے اپنی صحت سے استفادہ کرتے ہوئے دنیاوی اور دینی معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مادی دنیا پر دین کو ترجیح دیں۔ مثال کے طور پر، مساجد کی طرف سفر کرنے کے لیے اپنی اچھی صحت کو استعمال کرتے ہوئے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے ایک وقت آنے سے پہلے جب وہ ایسا کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لیے جسمانی طاقت نہیں رکھتے۔ انہیں چاہیے کہ وہ رضاکارانہ روزے رکھیں، خاص کر سردیوں کے مختصر دنوں میں، اس سے پہلے کہ وہ اپنی اچھی صحت سے محروم ہو جائیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ رات کی نماز باقاعدگی سے ادا کریں کیونکہ سنن نسائی نمبر 1614 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ بہترین نفلی نماز ہے۔

صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب وہ آخر کار اس سے محروم ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو وہی اجر دیتا رہے گا جو ان کی صحت کے دوران اچھے کام کرنے پر ملتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ غفلت میں رہتے ہیں وہ اپنی اچھی صحت سے استفادہ کرنے میں ناکام رہیں گے اور اس وجہ سے ان کی صحت یابی کے دوران کوئی اجر نہیں ملے گا۔

اچھی صحت کی تعریف کرنے اور سچے شکرگزار ہونے کا ایک پہلو ان لوگوں کی مدد کرنا ہے جنہوں نے اپنے ذرائع کے مطابق اپنی اچھی صحت کھو دی ہے، جیسے جذباتی یا مالی مدد۔ بیماروں کے بارے میں باقاعدگی سے غور و فکر کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ ان کی اچھی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دے گا۔

آخر میں، جو لوگ اپنی اچھی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بیماری کے دور میں مدد کرے گا۔ جبکہ جو لوگ ایسا نہیں کرتے انہیں یہ مدد نہیں ملے گی اور اس وجہ سے وہ بیماری کا سامنا کرتے وقت بے صبری کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ منفی رویہ ان کے لیے مزید پریشانی کا باعث بنے گا اور انہیں بہت زیادہ انعام سے محروم کر دے گا۔

اس مواد میں ہر چیز خریدی جا سکتی ہے، یہاں تک کہ غیر قانونی ذرائع سے بھی، سوائے وقت کے۔ یہ وہ واحد نعمت ہے جو انسان کے جانے کے بعد واپس نہیں آتی۔ اگرچہ اس حقیقت کو کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے خواہ وہ کسی بھی عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، لیکن بہت سے مسلمان اپنے دیئے گئے وقت کی قدر نہیں کرتے اور اس کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔ بہت سے لوگوں نے یہ ذہنیت اختیار کر لی ہے کہ وہ کل آخرت کی تیاری کریں گے۔ لیکن جیسے جیسے ہر دن گزرتا ہے یہ کل تاخیر کا شکار ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ بہت سے معاملات میں یہ کل کبھی نہیں آتا۔ اور انہیں اس بات کا کل احساس تب ہوتا ہے جب ان کی موت کے وقت بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو اپنی زندگی میں اس کل تک پہنچنے کے لیے خوش نصیب ہیں وہ بوڑھے ہونے پر مسجدوں میں آباد ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے مادی دنیا کے لیے اتنا وقت اور توانائی وقف کر دی ہے کہ ان کے جسم ابھی تک مساجد میں ہیں، ان کے دل اور زبانیں ابھی تک مگن ہیں۔ مادی دنیا میں یہ ان لوگوں کے لیے واضح ہے جو باقاعدگی سے مساجد میں آتے ہیں۔ یہ مسلمان اپنی بوڑھی عمر اور اپنی دنیاوی ذہنیت کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا امکان نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ مساجد میں حاضری دے سکتے ہیں پھر بھی ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ، وقت گزرنے کے ساتھ، زیادہ تر معاملات میں، کسی کی ذمہ داریاں ہی بڑھ جاتی ہیں، جیسے شادی اور بچوں کی پرورش۔ اس لیے آخرت کی تیاری میں اس وقت تک تاخیر کرنا جب تک کہ کوئی زیادہ آزاد نہ ہو جائے محض حماقت ہے۔ اسلام مسلمانوں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ دنیا کو ترک کر دیں بلکہ یہ انہیں اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنے وقت کا صحیح

استعمال کریں، مادی دنیا سے کافی لے کر اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو بغیر اسراف اور فضول خرچی کے پورا کریں اور پھر اپنی بقیہ کوششیں وقف کر دیں۔ مستقل آخرت کی تیاری انہیں چاہیے کہ اپنے وقت کو گناہ اور فضول کاموں میں کم سے کم کریں، ان کاموں میں جو انہیں دنیا یا آخرت میں فائدہ نہیں پہنچا سکتیں، اور اپنے وقت اور وسائل کا زیادہ حصہ ان چیزوں کے لیے وقف کریں جس سے انہیں دونوں جہانوں میں فائدہ ہو۔ اس طرح کوئی اپنے وقت کا صحیح استعمال کرتا ہے۔ کتنے مسلمان ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی دنیا کو سنوارنے پر اپنی زیادہ تر کوششیں ابدی آخرت کی تیاری کے لیے وقف کر دی ہیں؟

ایمان کو مضبوط کرنا - 43

جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم اعمال بیان فرمائے جن کو انجام دینے کے لیے مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کو ڈھال قرار دیا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 1639 میں موجود ایک اور حدیث میں آپ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روزہ آگ کے خلاف ڈھال ہے جس طرح ڈھال لڑائی میں انسان کی حفاظت کرتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ روزہ دنیا میں آنے والی مشکلات اور آخرت میں جہنم کی آگ سے حفاظت ہے۔ اس کے علاوہ روزہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے خلاف ایک ڈھال ہے جیسا کہ قرآن کریم نے روزے کو تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس کا ایک پہلو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 183

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے ”
“گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ روزہ اس وقت تک ڈھال کا کام کرتا ہے جب تک کہ کوئی شخص اپنے روزے کو بری باتوں یا افعال سے خراب نہ کرے۔ سنن نسائی نمبر 2235 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی لیے صحیح میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کو تنبیہ کی ہے کہ وہ بے حیائی نہ کرے اور دوسروں سے جھگڑا نہ کرے۔ بخاری نمبر 1894۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی کی حدیث نمبر 707 میں تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اگر کوئی شخص لغو باتوں سے باز نہ آئے تو وہ اپنا کھانا پینا

چھوڑ دے۔ اور اعمال یہ رویہ روزے کے مقصد سے واضح طور پر متصادم ہے۔ درحقیقت روزے کو گناہوں سے محفوظ رکھ کر نہ صرف معدہ بلکہ جسم کے ہر عضو کو متاثر کرنا چاہیے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے پرہیز کرتے ہوئے روزے کے تمام آداب و شرائط کو پورا کرے تاکہ وہ اس طرز عمل کو سارا سال نافذ کر سکے، خواہ وہ روزے سے نہ ہوں۔ یہ حقیقی روزہ ہے جو تقویٰ اور دنیا کی مشکلات اور آخرت میں جہنم کی آگ سے حفاظت کا باعث ہے۔

اہم حدیث میں مذکور اگلی چیز نفلی رات کی نماز کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ صدقہ کی طرح گناہوں کو مٹاتا ہے۔

نفلی نماز کی بے شمار فضیلتیں ہیں مثال کے طور پر سنن نسائی نمبر 1614 میں ایک حدیث ہے کہ یہ سب سے افضل نماز ہے۔ وہ رات ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود عظمت کے مطابق اس دنیا کے آسمانوں پر نزول فرماتا ہے اور لوگوں کو اپنی بخشش اور رحمت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6321 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

قیامت کے دن یا جنت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کا درجہ نہیں ہو گا اور یہ درجہ براہ راست رات کی نماز سے مربوط ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رات کو نفلی نماز قائم کرتے ہیں انہیں دونوں جہانوں میں اعلیٰ درجات سے نوازا جائے گا۔ باب: الاسراء، آیت 79

اور رات کے کچھ حصے سے، اس کے ساتھ نماز پڑھو [یعنی قرآن کی تلاوت [اپنے لیے اضافی "عبادت [کے طور پر۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایک قابل تعریف مقام پر اٹھائے گا۔

تمام مسلمانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوں اور ان کی حاجتیں پوری ہوں۔ لہذا انہیں چاہئے کہ وہ رات کی نماز نفلی ادا کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 1770 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے کہ ہر رات میں ایک خاص گھڑی ہوتی ہے جس میں اچھی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ہمیشہ جواب دیا

نماز شب کا قیام گناہوں سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کیونکہ یہ بے مقصد اجتماعات سے بچنے میں مدد دیتا ہے اور بہت سی جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 3549 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

رات کی نماز کے لیے تیاری کرنی چاہیے کہ زیادہ کھانے پینے سے گریز کریں، خاص طور پر سونے سے پہلے، کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ کسی کو دن میں غیر ضروری طور پر خود کو تھکانا نہیں چاہئے۔ دن میں ایک مختصر جھپکی اس میں مدد کر سکتی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا چاہیے جیسا کہ فرمانبرداروں کے لیے آسان ہے۔ نفلی رات کی نماز ادا کرنا۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا مرکزی رکن فرض نمازوں کا قیام ہے۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے کا مطلب ہے کہ اس کے تمام آداب و شرائط کو صحیح طریقے سے پورا کرنا، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ یہ ہر مسلمان پر سب سے اہم فریضہ ہے اور اس کے بغیر دنیا و آخرت میں کامیابی تقریباً ناممکن ہے۔ یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی آیات اور احادیث میں واضح ہو چکی ہے، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 2618 میں ہے۔ اس

میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ نماز کا قیام ایمان کو کفر سے الگ کرتا ہے۔ جو لوگ نماز قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں ان کے ایمان کے بغیر اس دنیا سے جانے کا خطرہ ہے جو سب سے بڑا نقصان ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی حد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، کسی مسلمان کے پاس نماز قائم نہ کرنے کا عذر نہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اپنی پوری کوشش کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ناکام ہونا اس حقیقت کے منافی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم حق ہے۔

چونکہ فرض نمازیں اسلام کا مرکزی ستون ہیں، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر کوئی ان کو قائم کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اس کا اسلام کا گھر منہدم ہو جائے گا، خواہ وہ دیگر نیک اعمال ہی کیوں نہ کرے۔ فرض نمازوں کو کسی دوسرے عمل یا اندرونی عقیدے سے بدل نہیں سکتا۔ درحقیقت فرض نمازیں انسان کے اندرونی عقیدہ کا سب سے اہم عملی ثبوت ہیں۔ اس عملی ثبوت کے بغیر دنیا یا آخرت میں کامیابی کا امکان نہیں۔ باب 20 طہ، آیت 14

“میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔”

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ

میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 44

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں قرآن پاک کی اس آیت پر غور کر رہا تھا :

جو باب 47 محمد، آیت 7 میں پائی جاتی ہے

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کا ساتھ دو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم "جمائے گا۔"

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کی مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان کی مدد کرے گا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ لاتعداد لوگ اللہ تعالیٰ کی مدد کے خواہاں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کر کے اس آیت کے پہلے حصے کو پورا نہیں کرتے۔ اکثر لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ان کے پاس اعمال صالحہ کے لیے وقت نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے خواہاں ہیں، پھر بھی ان کاموں کے لیے وقت نہیں نکالیں گے جن سے وہ خوش ہے۔ کیا یہ معنی رکھتا ہے؟ جو لوگ فریضہ ادا نہیں کرتے اور پھر ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ سے مدد کی امید رکھتے ہیں وہ بالکل بے وقوف ہیں۔ اور جو لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں لیکن ان سے آگے جانے سے انکار کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ انہیں ملنے والی امداد محدود ہے۔ کس طرح برتاؤ کیا جاتا ہے اس کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ وقت اور توانائی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہوگی، انہیں اتنی ہی زیادہ مدد ملے گی۔ یہ واقعی اتنا آسان ہے۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ زیادہ تر واجبات، جیسے کہ پانچ وقت کی نمازیں، صرف ایک دن میں تھوڑا سا وقت لیتی ہیں۔ ایک مسلمان یہ توقع نہیں کر سکتا کہ وہ دن میں بمشکل ایک گھنٹہ فرض نماز کی ادائیگی کے لیے وقف کرے اور پھر باقی دن اللہ تعالیٰ سے غافل رہے اور پھر بھی تمام مشکلات میں اس سے مسلسل مدد کی امید رکھے۔ ایک شخص اس دوست کو ناپسند

کرے گا جو اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ تو پھر اللہ رب العالمین کے ساتھ ایسا سلوک کیسے ہو سکتا ہے؟

کچھ لوگ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اضافی وقت صرف کرتے ہیں، جب انہیں کوئی دنیوی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اس سے اس کو حل کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ایک احسان رضاکارانہ طور پر کیا ہے۔ یہ احمقانہ ذہنیت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی بندگی کے خلاف ہے۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنی تمام تفریحی سرگرمیاں، جیسے کہ خاندان اور دوستوں کے ساتھ وقت گزارنے، ٹی وی دیکھنا اور سماجی تقریبات میں شرکت کے لیے کیسے وقت نکالتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے وقت نہیں نکال پاتے۔ وہ قرآن پاک کی تلاوت اور اس کی تعلیمات کو اپنانے کے لیے وقت نہیں نکال پاتے۔ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطالعہ اور ان پر عمل کرنے کا وقت نظر نہیں آتا۔ یہ لوگ کسی نہ کسی طرح اپنی غیر ضروری آسائشوں پر خرچ کرنے کے لیے دولت تلاش کرتے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ انہیں رضاکارانہ خیرات میں دینے کے لیے کوئی دولت نہیں ملتی۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ اس کے برتاؤ کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اضافی وقت لگاتا ہے، تو اسے وہ سہارا مل جائے گا جس کی انہیں تمام مشکلات سے بحفاظت سفر کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر وہ واجبات کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی دوسرا وقت صرف کیے بغیر صرف ان کو پورا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ایسا ہی جواب ملے گا۔ سیدھے الفاظ میں، جتنا زیادہ دیتا ہے، وہ اتنا ہی زیادہ وصول کرے گا۔ اگر کوئی زیادہ نہیں دیتا تو اسے بدلے میں زیادہ امید نہیں رکھنی چاہئے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 45

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ انہیں انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہترین گروہ کس چیز نے بنایا؟ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جسمانی طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کے دوران دیکھا، یقیناً ایک عنصر ہے۔ لیکن جو کوئی ان کی زندگی اور ان کے اعمال صالحہ کے بارے میں جانتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ان کی برتری صرف اس منفرد اور عظیم عمل سے زیادہ ہے۔

ان کی فضیلت کی ایک بڑی وجہ صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعلق ایک حدیث میں دکھائی گئی ہے جو کہ صحیح مسلم نمبر 6515 میں موجود ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ سوار تھے۔ ریگستان میں جب وہ ایک بدو سے ملے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو سلام کیا، اعرابی کے سر پر اپنی پگڑی رکھ دی اور اعرابی کو اپنی سواری پر سوار ہونے کی تاکید کی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اس نے اعرابی کو جو سلام کیا وہ کافی سے زیادہ تھا کیونکہ اعرابی اس بات پر بہت خوش ہوا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کیا۔ ، اسے سلام کیا۔ اس کے باوجود ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے بہت آگے جا کر بدویوں کا بہت احترام کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا صرف اس لیے کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار یہ نصیحت کی تھی کہ ایک شخص اپنے والدین کی عزت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ محبت اور احترام کیا جائے۔ والدین کے رشتہ دار اور دوست۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مزید کہا کہ اعرابی کے والد اپنے والد امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دوست تھے۔

یہ واقعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ وہ مکمل طور پر اسلام کی تعلیمات کے تابع تھے۔ انہوں نے نہ صرف فرض کی ادائیگی کی اور تمام گناہوں سے اجتناب کیا بلکہ ان تمام اعمال کو مکمل طور پر پورا کیا جن کی سفارش ان کے لیے ممکن حد تک ممکن تھی۔ ان کی سر تسلیم خم کرنے کی وجہ سے وہ اپنی خواہشات کو ایک طرف رکھ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا

کے لیے کام کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ آسانی سے اعرابی کو نظر انداز کر سکتے تھے کیونکہ اس نے جو عمل کیا تھا ان میں سے کوئی بھی واجب نہیں تھا، اس عذر کو استعمال کرنے والے بہت سے مسلمانوں کے برعکس، اس نے مکمل طور پر اسلام کی تعلیمات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور جس طرح اس نے عمل کیا۔

اسلام کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کا ایمان کمزور ہوا ہے۔ بعض تو صرف واجبات کو پورا کرتے ہیں اور دوسرے اعمال صالحہ سے اعراض کرتے ہیں، مثلاً صدقہ، جو ان کی خواہشات کے خلاف یہ کہتے ہوئے کہ اعمال واجب نہیں ہیں۔ تمام مسلمان آخرت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ختم ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ان کے راستے یا راستے پر نہ چلیں تو یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر کوئی مسلمان ان کے سوا کسی اور راستے پر چلے گا تو وہ ان کے ساتھ کیسے جا سکتا ہے؟ ان کے ساتھ ختم ہونے کے لیے ان کے راستے پر چلنا چاہیے۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کوئی شخص اپنی خواہشات کے مطابق کام کرنے کی بجائے اسلام کی تعلیمات کو مکمل طور پر تسلیم کر لے جیسا کہ انہوں نے کیا تھا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 46

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر غور کر رہا تھا: باب 41 فصیلات، آیت 53

ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ یہ ”حق ہے۔“

تمام مسلمان اسلام پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے ایمان کی مضبوطی ہر شخص میں مختلف ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، وہ جو اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے کیونکہ ان کے خاندان نے انہیں بتایا تھا کہ وہ اس جیسا نہیں ہے جو ثبوت کے ذریعے اس پر یقین رکھتا ہے۔ جس شخص نے کسی چیز کے بارے میں سنا ہے وہ اس پر اس طرح یقین نہیں کرے گا جس طرح وہ اپنی آنکھوں سے اس چیز کو دیکھ چکا ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود حدیث سے ثابت ہے کہ مفید علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ ایک بہترین طریقہ ہے کہ ایک مسلمان اسلام پر اپنے ایمان کو مضبوط کر سکتا ہے۔ اس کا تعاقب کرنا ضروری ہے کیونکہ جس کے ایمان پر یقین جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے اس کے صحیح راستے پر ثابت قدم رہنے کا موقع اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے، خاص طور پر جب مشکلات کا سامنا ہو۔ اس کے علاوہ سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر 3849 میں یقین کا یقین رکھنے کو بہترین چیزوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے۔ یہ علم قرآن پاک اور حدیث نبوی کا مطالعہ کر کے حاصل کیا جانا چاہیے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک معتبر ذریعہ سے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہ صرف ایک حقیقت کا اعلان کیا بلکہ مثالوں کے ذریعے اس کا ثبوت بھی دیا۔ نہ صرف وہ مثالیں جو ماضی کی قوموں میں پائی جاتی ہیں بلکہ ایسی مثالیں جو کسی کی اپنی زندگی میں رکھی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت کی ہے کہ بعض اوقات انسان کسی چیز سے محبت کرتا ہے حالانکہ اگر وہ اسے حاصل کر لیتا ہے تو وہ اسے پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح وہ کسی چیز سے نفرت کر سکتے ہیں جبکہ اس میں ان کے لیے بہت سی بھلائیاں پوشیدہ ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تاریخ میں اس سچائی کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسے معاہدہ حدیبیہ۔ کچھ مسلمانوں کا خیال تھا کہ یہ معاہدہ، جو مکہ کے غیر مسلموں کے ساتھ کیا گیا تھا، مؤخر الذکر گروہ کی مکمل حمایت کرے گا۔ اس کے باوجود تاریخ صاف بتاتی ہے کہ اس نے اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری نمبر 2731 اور 2732 میں موجود احادیث میں مذکور ہے۔

اگر کوئی اپنی زندگی پر غور کرے تو انہیں بہت سی ایسی مثالیں ملیں گی جب وہ یقین کرتے تھے کہ کوئی چیز اچھی تھی جب وہ ان کے لیے بری تھی اور اس کے برعکس۔ یہ مثالیں اس آیت کی صداقت کو ثابت کرتی ہیں اور ایمان کو مضبوط کرنے میں مدد کرتی ہیں۔

:ایک اور مثال باب 79 عن نازیات، آیت 46 میں ملتی ہے

جس دن وہ (قیامت کے دن) کو دیکھیں گے کہ گویا وہ اس دنیا میں ایک دوپہر یا صبح کے سوا باقی ”
“نہیں رہے تھے۔

تاریخ کے اوراق پلٹیں تو صاف نظر آئے گا کہ کتنی بڑی سلطنتیں آئیں اور گئیں۔ لیکن جب وہ چلے گئے تو ان کا اس طرح انتقال ہو گیا گویا وہ ایک لمحے کے لیے زمین پر ہیں۔ ان کی چند نشانیوں کے علاوہ باقی سب ایسے مٹ گئے ہیں جیسے وہ زمین پر پہلے کبھی موجود ہی نہیں تھے۔ اسی طرح، جب کوئی اپنی زندگی پر غور کرے گا تو وہ محسوس کرے گا کہ چاہے وہ کتنے ہی بوڑھے کیوں نہ ہوں اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ ان کی مجموعی زندگی کتنی ہی سست محسوس ہوئی ہو گی۔ اس آیت کی سچائی کو سمجھنا انسان کے یقین کو مضبوط کرتا ہے اور اس سے انہیں تحریک ملتی ہے کہ وہ وقت ختم ہونے سے پہلے آخرت کی تیاری کریں۔

قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ لہذا انسان کو ان الہی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ یقین کو اپنا سکے۔ جو اس کو حاصل کر لے گا وہ کسی بھی مشکل سے متزلزل نہیں ہوگا اور اس راستے پر ثابت قدم رہے گا جو جنت کے دروازوں کی طرف جاتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 47

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو حلال چیزوں کی خواہش رکھتے ہیں، جیسے کہ ایک بچہ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو چیز منتخب کی ہے اس پر راضی ہونے کے بجائے وہ اپنی خواہشات کو حلال طریقوں سے حاصل کرتے ہیں جیسے کہ قرآن پاک اور روایات پر مبنی روحانی مشقیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اسلام میں ظاہر ہے جائز ہے۔ پھر بھی، اس ساری کوشش اور تناؤ کے بعد بھی وہ اسلام کی ایک سادہ مگر گہری تعلیم کو نہ سمجھ پاتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں جو ان کی تلاش میں ان کی مدد کرتی۔ درحقیقت، وہ اکثر کچھ خاص طریقوں سے کام کرتے ہیں جس سے ان کی درخواست کے پورا ہونے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو یہ سمجھنے کے لیے عالم ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے دور ہو جائے تو ایک مسلمان کے لیے اس کے حاصل کرنے کا امکان کم ہے۔ مثال کے طور پر، یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تاکہ دوسروں کو ہنسایا جائے۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود ایک حدیث میں اس شخص پر تین مرتبہ لعنت کی گئی ہے۔ لعنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ختم ہو جاتی ہے۔ ان میں سے کچھ مسلمان جو اللہ تعالیٰ سے چیزوں کی شدت سے خواہش رکھتے ہیں، دوسروں کی غیبت اور غیبت بھی کرتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خاتمے کا باعث بنتا ہے۔ باب 104 الحمزہ، آیت 1

"ویل ہے ہر غیبت کرنے والے اور غیبت کرنے والے کے لیے۔"

ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ہٹانے کا باعث بنتی ہیں، جس کے نتیجے میں کسی کی درخواست پوری ہونے کے امکانات ڈرامائی طور پر کم ہو جاتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی جائز خواہشات کی تکمیل کے لیے روحانی مشقوں جیسے دوسرے ذرائع کی تلاش سے پہلے علم کی تلاش اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس اہم اصول پر عمل کریں کیونکہ یہ چیزیں ان کی حاجتوں کو پورا کرنے میں اس وقت تک مدد نہیں کریں گی جب تک کہ وہ اپنا طرز عمل درست نہ کریں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 48

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں شیطان کے ایک طاقتور ہتھیار اور جال کے بارے میں سوچ رہا تھا جو ہر مسلمان کو متاثر کر سکتا ہے چاہے اس کے ایمان کی مضبوطی ہی کیوں نہ ہو۔ شیطان مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ ان لوگوں کا مشاہدہ کریں جو ان سے بدتر ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش نہ کرنے اور ان کے کردار اور طرز عمل کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ان کے فقدان کو ثابت کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان جو اپنی فرض نمازیں وقتاً فوقتاً پڑھتا ہے وہ ایسے شخص کو دیکھے گا جو خود کو بہتر محسوس کرنے کے لیے بالکل نماز نہیں پڑھتا۔ ایک چور قاتل کو دیکھے گا اور خود کو سمجھائے گا کہ چوری اتنی بری بات نہیں ہے۔ مثالیں لامتناہی ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ مسلمان اتنی آسانی سے ان لوگوں کو دیکھ لیتے ہیں جو ان سے بدتر دکھائی دیتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی کوتاہی کا جواز پیش کر سکیں، لیکن یہی لوگ ان لوگوں کا مشاہدہ نہیں کریں گے جو ان سے بدتر حالت میں ہیں۔ مشکلات کا سامنا، مثال کے طور پر، جو شخص کمر کے درد میں مبتلا ہے وہ جسمانی طور پر معذور شخص کا مشاہدہ نہیں کرے گا تاکہ یہ انہیں شکایت کرنے سے روکے۔ جامع ترمذی نمبر 2513 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر اس رویہ کی تلقین فرمائی ہے۔

مزید برآں، اگر ان لوگوں کا مشاہدہ کرنا جو ان کے رویے میں بدتر دکھائی دیتے ہیں، کسی کو دنیاوی عدالت میں سزا سے نہیں بچا سکتا، جیسے کہ ایک چور کو جج کی طرف سے معاف کر دیا جاتا ہے کیونکہ دنیا میں بہت سے قاتل ہیں، تو کوئی کیسے سوچ سکتا ہے کہ یہ عذر برقرار رہے گا؟ اللہ کی بارگاہ میں؟

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سے بہتر لوگوں کو دیکھ کر شیطان کے اس جال سے بچیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے کردار اور طرز عمل کو بتدریج بہتر کرنے کی تحریک حاصل کریں۔ یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ معنی طلب کرتا ہے، وہ کمال کا مطالبہ نہیں کرتا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 49

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کو اپنی دنیاوی زندگی کے مطابق ڈھالنے کے بجائے اپنے عقیدے کے مطابق کیسے ڈھال سکتے ہیں۔ اس کو حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کے لیے فرض نمازیں ادا کرتے ہی اور مردوں کے لیے مساجد میں فرض نمازیں ادا کریں۔ جیسا کہ نماز قائم کرنا اسلام کا بنیادی رکن ہے جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 2616 میں ایک حدیث میں آئی ہے کہ جب کوئی شخص اسے ادا کرتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تو وہ اسے اپنے دنیاوی کاموں کا اہتمام کرنے پر مجبور کرتا ہے تاکہ وہ اپنی فرض نمازوں کے ارد گرد فٹ ہو جائیں۔ جبکہ جب کوئی شخص اپنی فرض نمازیں دیر سے پڑھتا ہے یا مسجد کے بجائے گھر میں پڑھتا ہے تو فرض نمازوں کو اپنے دنیاوی ٹائم ٹیبل کے گرد فٹ کرنا آسان ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے ایمان کو اپنی دنیاوی زندگی میں ڈھالنے کا سبب بنتا ہے۔ صحیح رویہ غیر ضروری اور فضول سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے بھی روکے گا، جیسے کہ شاپنگ سینٹرز کا غیر ضروری جانا، کیونکہ یہ اکثر مسلمان کو وقت پر یا مسجد میں اپنی فرض نماز ادا کرنے سے روکتے ہیں۔ ان غیر ضروری چیزوں اور سرگرمیوں سے پرہیز کرنے سے انسان اپنی زندگی کو اپنے مذہب کے گرد ڈھال سکتا ہے۔

اس کے علاوہ فرض نمازوں کو وقت پر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ایک ہے، سنن نسائی نمبر 611 میں موجود حدیث کے مطابق مسلمان کو اس عادت کو اپنانا چاہیے اور اپنی فرض نمازوں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ایک انتہائی اچھی وجہ کے بغیر جو بہت کم ہی ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنی زندگی کو اپنے عقیدے کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی فرض نمازیں وقت پر ادا کریں جیسے ہی وہ عورتوں کے لیے ہوں اور مرد انہیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اس مادی دنیا کی زیادتی سے پریشان ہوئے بغیر آخرت کی تیاری کو ترجیح دیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 50

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کی زندگی میں اکثر ایسے ادوار آتے ہیں جہاں وہ اپنی عبادت کی مقدار میں اضافہ کر کے خود کو محنت کرتے ہیں۔ یہ اکثر رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہوتا ہے جہاں مسلمان معمول سے کہیں زیادہ محنت کر کے اپنی زندگیوں کو بدلنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ بہت کم وقت میں بہت زیادہ کوشش کرنے کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ اکثر بار ماننے اور معمول پر واپس آنے کا باعث بنتا ہے۔ سب سے پہلے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 43 میں موجود ایک حدیث میں مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنے اوپر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں اور صرف وہ کام کریں جنہیں وہ سنبھال سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ اعلان کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال وہ ہیں جو باقاعدگی سے کیے جاتے ہیں خواہ ان کی جسامت کچھ بھی ہو۔ لہذا مسلمانوں کو اس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ زیادہ امکان ہے کہ وہ طویل عرصے تک اپنی اطاعت کو برقرار رکھیں۔

درحقیقت، اہم وقت وہ دور نہیں ہے جہاں کوئی روحانی بلندی محسوس کرے اور اضافی کوشش کرے۔ اہم وقت وہ ہوتا ہے جب کوئی شخص معمول پر واپس آجاتا ہے کیونکہ روحانی بلندیاں بہت کم ہی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ روحانی بلندی سے کتنا ہی واپس لوٹیں، انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی کو جاری رکھنا چاہیے۔ پھر وہ کچھ وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے وقف کریں۔ اس طرح قدم بہ قدم بدلنا قلیل مدت میں اضافی کوشش کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی بہتر اطاعت کو برقرار رکھے، اگر وہ بتدریج، قدم بہ قدم بدلتے رہیں۔ کوئی بھی مسلمانوں سے راتوں رات سنت بننے کا مطالبہ نہیں کر رہا ہے۔ بہتری میں وقت لگتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو خاموش نہیں رہنا چاہیے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کو بہتر بنانے کے لیے اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے چھوٹے مگر باقاعدہ اقدامات کرنا چاہیے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 51

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کوئی کتنا ہی دینی علم حاصل کر لے یا کتنے ہی عبادات اور اعمال صالحہ انجام دے لے وہ شیطان کے حملوں اور جال سے کبھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان ہر شخص پر اس حساب سے حملہ کرتا ہے کہ وہ کتنا علم رکھتا ہے اور کتنے اچھے کام کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، وہ اس مسلمان کو قائل کرنے کی کوشش کرے گا جو اپنی فرض نمازیں ادا کرنے میں سخت ہے کہ وہ انہیں مسجد میں باجماعت ادا نہ کرے یا انہیں اس بات پر راضی کرے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو ان کے ابتدائی اوقات سے زیادہ مؤخر کریں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ قائل نہیں کر سکے گا۔ وہ فرض نمازوں کو مکمل طور پر ترک کر دیں۔ جب کہ جو مسلمان اپنی فرض نمازوں کو قائم کرنے میں تگ و دو کر رہا ہے اس کے بارے میں وہ انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرے گا کہ ان کا قائم کرنا بہت مشکل ہے اس لیے انہیں صرف اس وقت ادا کرنا چاہیے جب وہ مکمل طور پر آزاد ہوں۔ وہ بہت سے رضاکارانہ نیک اعمال انجام دینے والوں کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے کردار کو بہتر بنانے کے لیے اسلامی علم حاصل نہ کریں اور اس پر عمل نہ کریں تاکہ وہ جھوٹ اور غیبت جیسی بری خصوصیات کے ذریعے اپنے اچھے اعمال کو برباد کرتے رہیں۔

شیطان کا مقصد یہ ہے کہ اگر وہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ذریعے درجات میں گرنے پر قائل نہ کر سکے تو اسے بلندی تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس کے حملوں اور جال سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہیے اور درجات میں اضافے، اپنے کردار کو سنوارنے اور نافرمانی کے کاموں سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے جو سب کچھ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 52

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ وقت کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کے باوجود ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی طاقت میں کمی آئی ہے۔ ہر مسلمان اپنے عقیدے کی مضبوطی سے قطع نظر قرآن پاک کی صداقت پر یقین رکھتا ہے کیونکہ اس سے ان کا ایمان ختم ہو جائے گا۔ درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے برتری اور کامیابی حاصل کرنے کی کنجی بتائی ہے جس سے دنیا بھر کے مسلمان اس کمزوری اور غم کو دور کر دیں گے۔ باب 3 علی عمران، آیت 139

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس برتری اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے صرف سچے مومن بننے کی ضرورت ہے۔ حقیقی عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لانا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر سے کرنا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے فرائض شامل ہیں، جیسے کہ دوسروں کے لیے وہی محبت کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں آئی ہے۔ تعلیمات اس رویہ کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو 2515 کامیابی اور برتری حاصل ہوئی۔ اور اگر مسلمان اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس راہ راست پر واپس آنا چاہیے۔ جیسا کہ مسلمان قرآن پاک پر یقین رکھتے ہیں انہیں اس سادہ تعلیم کو سمجھنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 53

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی سے، کچھ مسلمانوں نے ایک کمزور خصوصیت اختیار کر لی ہے جو انہیں بہتر کرنے میں صرف رکاوٹ ہے۔ یعنی وہ اپنے حالات اور حالات کا موازنہ دوسروں سے کرتے ہیں جو آسان حالات کا سامنا کر رہے ہیں اور اس کو بہانے کے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ نہ کریں، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کر کے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو کل وقتی کام کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی کوشش کی کمی کا عذر کرتا ہے، اپنا موازنہ کسی ایسے شخص سے کرتا ہے جو پارٹ ٹائم کام کرتا ہے اور محض یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کرنا آسان ہے۔ کیونکہ ان کے پاس زیادہ فارغ وقت ہے۔ یا ایک غریب مسلمان زیادہ مال رکھنے والوں کو دیکھ کر اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مالدار ان سے زیادہ آسانی سے صدقہ دے سکتا ہے۔ وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ یہ بہانے ان کی روح کو بہتر محسوس کر سکتے ہیں لیکن یہ ان کی دنیا یا آخرت میں مدد نہیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ لوگ دوسروں کے وسیلہ کے مطابق عمل کریں وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنے اسباب کے مطابق اس کی اطاعت پر عمل کریں۔ مثال کے طور پر جو شخص کل وقتی کام کرتا ہے وہ اپنے پاس جو بھی فارغ وقت رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف کر سکتا ہے، خواہ وہ جز وقتی کام کرنے والے سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلے میں پارٹ ٹائم جو کچھ کرتا ہے اس کا کل وقتی کام کرنے والے پر کوئی اثر نہیں ہوتا اس لیے انہیں زیادہ محنت نہ کرنے کے بہانے کے طور پر استعمال کرنا محض ایک لنگڑا بہانہ ہے۔ غریب مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق صدقہ دے خواہ وہ مالدار سے کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا فیصلہ کرے گا اور دوسرے مسلمانوں کے اعمال کے مطابق ان کا فیصلہ نہیں کرے گا۔

مسلمانوں کو ان فضول عذروں کو ترک کر دینا چاہیے اور بس اپنے اپنے ذرائع کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 54

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگر کسی شخص کو کسی مخصوص کام کے لیے رکھا گیا تھا، جیسے کہ گھر کی پینٹنگ، اگر وہ کوئی دوسرا فرض، جیسے گھر کو گھیرنا، کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو انہیں اجرت ملنے کا بہت زیادہ امکان ہے۔ اگرچہ انہوں نے جو کچھ کرنے کا فیصلہ کیا وہ برا نہیں تھا لیکن جیسا کہ انہوں نے ایک کام کرنے کا انتخاب کیا ہے انہیں اس لیے رکھا نہیں گیا کہ وہ بلاشبہ اپنے آجر کو ناراض کریں گے۔ یہ سمجھنا اور قبول کرنا آسان ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو پورا کرے، لیکن اگر وہ کسی اور کام کا ارادہ کرے اور اس فرض سے کوتاہی کرے، خواہ وہ بات کچھ بھی ہو۔ وہ حلال کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں، جیسے کہ اس مادی دنیا کو اپنی ضرورتوں سے زیادہ حاصل کرنا، ایسے اعمال کرنا جو دو الہی مآخذ میں بتائی گئی چیزوں سے مختلف ہوں یا محض غیر قانونی ہوں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی امید نہ رکھیں، جیسا کہ اس نے واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ اسی طرح ایک ملازم جو کچھ مختلف کرنے کا فیصلہ کرتا ہے اسے اپنی اجرت ملنے کی امید نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی کسی مسلمان کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے کوشش کرنے کے لیے کہا گیا ہے اس کے علاوہ کسی اور چیز کے لیے کوشش کرنے کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ مسلمان کے معاملے میں اجرت میں دونوں جہانوں میں برکت، رحمت اور اللہ تعالیٰ کی بخشش شامل ہے۔ سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی مسلمان یہ اجرت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنا کام کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو دوسرے کاموں میں مصروف نہیں ہونا چاہئے جو یا تو اس کے فرض سے متصادم ہوں یا جو اس کے فرض سے مختلف ہوں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 55

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنا زیادہ وقت، محنت اور مال ان چیزوں پر لگا دیتے ہیں جو نہ اعمال صالحہ ہیں اور نہ گناہ، بلکہ وہ فضول چیزیں ہیں۔ فضول چیزوں میں غیر ضروری چیزوں کا حصول بھی شامل ہو سکتا ہے، جیسے کہ کسی کے گھر کو ان کی ضروریات سے زیادہ خوبصورت بنانا۔ اگرچہ، وہ اپنے اس دعوے میں درست ہو سکتے ہیں کہ وہ گناہ نہیں کر رہے، ایک حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔ یعنی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قیمتی تحفہ ہے جو ایک بار چلے جانے کے بعد حاصل نہیں ہو سکتا۔ باقی تمام چیزیں حاصل کی جا سکتی ہیں، جیسے کہ مال، وقت کے علاوہ باقی تمام چیزیں۔ پس جب کوئی اپنے وقت کے ساتھ ساتھ دیگر نعمتوں جیسے مال کو بھی غیر ضروری اور اضافی چیزوں کے لیے وقف کرتا ہے، تو یہ قیامت کے دن بڑی پشیمانی کا باعث بنے گا۔ یہ اس وقت ہو گا جب وہ ان لوگوں کو ملنے والے اجر کو دیکھیں گے جنہوں نے اپنے وقت کا استعمال کیا اور عمل صالح کیا۔ وقت ضائع کرنے والے گناہوں سے بچتے ہیں جو انہیں عذاب سے بچاتے ہیں لیکن جب وہ فضول کاموں میں وقت ضائع کرتے ہیں تو انہیں تنقید کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اور وہ یقیناً اس انعام سے محروم ہو جائیں گے جو وہ حاصل کر سکتے تھے اگر وہ اپنے وقت اور دیگر نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے۔

اس کے علاوہ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ جتنا زیادہ فضول کاموں میں مشغول ہوتا ہے وہ اسراف اور فضول خرچی میں پڑنے کے اتنا ہی قریب ہوتا ہے جو دونوں ہی قابل ملامت ہیں۔ مثال کے طور پر نعمتوں کو ضائع کرنے والوں کو شیطان کا بہنوئی سمجھا جاتا ہے۔ اور اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے جب کوئی اپنا وقت ان فضول کاموں کے لیے وقف کر دے جس نے درحقیقت وقت کی قیمتی نعمت کو ضائع کر دیا ہو۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

"...بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"

ایمان کو مضبوط کرنا - 56

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر غور کر رہا تھا: باب 29 العنکبوت، آیت 38

اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوشنما بنا دیا تھا اور انہیں راستے سے روک دیا تھا۔“

جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ شیطان لوگوں کو گناہ کرنے اور غلط فیصلے کرنے کے لیے ان کے لیے غلط انتخاب کو خوبصورت بنا کر بے وقوف بناتا ہے۔ یہ ان حالات میں ہوتا ہے جب ایک شخص کو دو یا دو سے زیادہ اختیارات میں سے انتخاب کرنا چاہیے۔ یہ اس وقت بھی ہوتا ہے جب انتخاب حلال اور ناجائز اور یہاں تک کہ دو حلال اختیارات کے درمیان ہو۔ اگر شیطان کسی کو گناہ کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا تو وہ اسے کمتر اختیار کی طرف رہنمائی کرنے کی کوشش کرتا ہے، چاہے وہ حلال ہی کیوں نہ ہو، اس امید پر کہ یہ کسی قسم کے گناہ کا باعث بنے گا، جیسے کہ کوئی شخص زندگی اور تقدیر کے بارے میں شکایت کرتا ہے۔ شیطان کسی انتخاب کو اس کے ظاہری فائدے پر اس حد تک توجہ مرکوز کرنے کا باعث بناتا ہے کہ وہ بڑی تصویر اور انتخاب کے نتائج پر توجہ مرکوز کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک بالغ پھر ایک بچے کی طرح برتاؤ کرتا ہے جو اپنے اعمال کے نتائج پر غور کیے بغیر انتخاب کرتا ہے۔ یہ ایک اہم وجہ ہے جس کی وجہ سے لوگ گناہ کرتے ہیں۔ درحقیقت، اگر کوئی گناہوں کی سزا پر صحیح معنوں میں غور کرے تو وہ ان کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

کچھ جو اس طرح کے حالات میں مدد کرتا ہے وہ ہے ذہنی طور پر ایک قدم پیچھے ہٹنا اور ان کے طویل مدتی فوائد اور نقصانات کا موازنہ کر کے اختیارات کا جائزہ لینا۔ صرف اس صورت میں جب کسی چیز کا حلال فائدہ نقصان سے زیادہ ہو جائے تو انسان کو آگے بڑھنا چاہیے۔ دوسری چیز جو مدد کرتی ہے وہ ہے ممکنہ اختیارات کے نتائج پر گہرائی سے غور کرنا۔ کچھ انتخاب جائز ہو سکتے

ہیں لیکن اگر کوئی ان کے ساتھ آگے بڑھتا ہے تو یہ طویل مدت میں ان کی زندگی کو مشکل بنا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، بعض اوقات لوگ کسی ایسے شخص کے ساتھ شادی میں جلدی کرتے ہیں جس سے وہ بظاہر محبت کرتے ہیں۔ وہ دیگر اہم پہلوؤں پر غور کرنے کے بجائے اپنے فیصلے کی بنیاد صرف اور صرف اپنے جذبات پر کرتے ہیں، مثلاً، اگر ان کا ممکنہ مستقبل کا شریک حیات ایک اچھا جیون ساتھی یا اچھا والدین بنائے گا اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی مدد کرے گا۔ بہت سی شادیاں طلاق پر ختم ہو چکی ہیں کیونکہ جوڑے نے ممکنہ شادی کے طویل مدتی مضمرات پر غور نہیں کیا۔ بہت سے لوگ اکثر دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی شریک حیات شادی سے پہلے بہت مختلف تھی لیکن زیادہ تر معاملات میں وہ بالکل بھی نہیں بدلے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ شادی سے پہلے انہوں نے ان کے ساتھ اتنا وقت نہیں گزارا تھا اس لیے انہوں نے کچھ ایسی خصوصیات کا مشاہدہ نہیں کیا جو شادی کے بعد ظاہر ہو گئیں۔

کچھ اکثر کارروائی میں جلدی کرتے ہیں اور بعد میں پچھتاوا ہوتے ہیں کیونکہ ان کے انتخاب نے انہیں مزید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور بہت سے معاملات میں یہ مسئلہ پہلی جگہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اس قسم کی کارروائی سے صرف اس صورت میں بچا جا سکتا ہے جب کوئی صورت حال پر غور کرے اور ایک قدم آگے بڑھانے کے وسیع تر اور طویل مدتی مضمرات اور نتائج کا مشاہدہ کرے۔

فیصلہ کرنے سے پہلے کسی کو صرف یہ اندازہ نہیں لگانا چاہیے کہ آیا کوئی چیز جائز ہے یا ناجائز۔ اگرچہ، یہ ابھی تک غور کرنے کی سب سے اہم چیز ہے، یہ واحد چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ بہت سے جائز غلط انتخاب، جن کو شیطان نے خوبصورت بنایا ہے، زندگی میں مزید پریشانیوں کا باعث بن سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ کوئی بھی انتخاب کرنے سے پہلے ایک شخص کو ایک قدم پیچھے ہٹنا چاہیے اور قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی روشنی میں اس کے حلال ہونے اور اس کے ممکنہ طویل مدتی فوائد اور نقصانات پر گہرائی سے غور کرنا چاہیے۔ اس پر جو بھی اس طرح کام کرتا ہے وہ شاذ و نادر ہی غلط انتخاب کرے گا وہ بعد میں پچھتائے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 57

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں اس بات پر غور کر رہا تھا کہ ہر مسلمان کھلے عام یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت کا خواہش مند ہے۔ ، آخرت میں وہ اکثر صحیح بخاری نمبر 3688 میں پائی جانے والی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں، جو اس بات کی تلقین کرتی ہے کہ انسان آخرت میں ان کے ساتھ رہے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں سے اپنی محبت کا کھلم کھلا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہ اس نتیجہ کی خواہش کیسے کرتے ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر بھی انہیں بمشکل جانتے ہیں کیونکہ وہ آپ کی سیرت، کردار اور تعلیمات کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ بے وقوفی کی بات ہے کہ کوئی کسی سے سچی محبت کیسے کر سکتا ہے جسے وہ جانتا تک نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جب ان لوگوں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا ثبوت پوچھا جائے گا تو قیامت کے دن کیا کہیں گے؟ وہ کیا پیش کریں گے؟ اس اعلان کا ثبوت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، کردار اور تعلیمات کا مطالعہ اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اس دلیل کے بغیر اعلان اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔ یہ بالکل واضح ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر اسلام کو کسی نے نہیں سمجھا اور ان کا یہ رویہ نہیں تھا۔ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اعلان کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر عمل کے ذریعے اپنے دعوے کی تائید کی۔ اس لیے وہ آخرت میں اس کے ساتھ ہوں گے۔

جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ محبت دل میں ہے اور اسے عمل سے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ اتنا ہی بے وقوف ہے جتنا وہ طالب علم جو امتحان کا خالی پرچہ اپنے استاد کو دے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ علم ان کے دماغ میں ہے اس لیے انہیں عملی طور پر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کاغذ پر نیچے اور پھر بھی پاس ہونے کی توقع ہے۔

ایسا سلوک کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت نہیں کرتا، صرف اپنی خواہشات رکھتا ہے اور بلاشبہ انہیں شیطان نے دھوکا دیا ہے۔

آخر میں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ناکام رہے وہ یقیناً قیامت کے دن ان کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے اس حقیقت پر غور کرے تو یہ بالکل واضح ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 58

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ایک سادہ مگر گہرے سبق کو سمجھنا ضروری ہے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا و آخرت میں دنیاوی یا دینی معاملات میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ طلوع آفتاب سے لے کر اس زمانے تک اور آخر زمانہ تک کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نہ کبھی حقیقی کامیابی حاصل ہوئی اور نہ ہی کبھی نصیب ہوگی۔ تاریخ کے اوراق پلٹنے پر یہ بات بالکل عیاں ہے۔ لہذا جب کوئی مسلمان ایسی حالت میں ہو جس سے وہ ایک مثبت اور کامیاب نتیجہ حاصل کرنا چاہتا ہو تو اسے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے، خواہ یہ کتنا ہی آسان اور آزمائشی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو ان کے قریبی دوستوں اور رشتہ داروں کی طرف سے ایسا کرنے کا مشورہ دیا جائے کیونکہ مخلوق کی اطاعت نہیں ہے اگر اس کا مطلب خالق کی نافرمانی ہے۔ اور درحقیقت وہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب سے نہ دنیا میں بچا سکیں گے نہ آخرت میں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی عطا کرتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ اس کی نافرمانی کرنے والوں سے ایک کامیاب نتیجہ نکال دیتا ہے خواہ اس بٹانے میں وقت لگے۔ ایک مسلمان کو بے وقوف نہیں بنانا چاہیے کیونکہ یہ جلد یا بدیر ہو جائے گا۔ قرآن کریم نے بہت واضح کر دیا ہے کہ برائی کا منصوبہ یا عمل صرف کرنے والے کو ہی گھیرتا ہے خواہ اس سزا میں تاخیر ہو جائے۔ باب 35 فاطر، آیت 43

”لیکن شیطانی تدبیر اپنے لوگوں کو نہیں گھیرتی۔“

لہذا حالات اور انتخاب خواہ کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں مسلمانوں کو چاہیے کہ دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا انتخاب کریں کیونکہ یہی کامیابی دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی کا باعث بنے گی خواہ یہ کامیابی فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 59

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اسلامی سال کے خاص دنوں اور راتوں میں جیسے شب قدر، جو سنن ابوداؤد نمبر 1386 میں موجود ایک حدیث کے مطابق رمضان المبارک کی 27 ویں رات کو شمار ہوتی ہے۔ ، مسلمان ڈرون میں باہر آتے ہیں اور مساجد میں رہتے ہیں یا گھر میں زیادہ نماز ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اچھی بات ہے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو صرف اسلامی سال کے خاص دنوں اور راتوں میں اس طرح کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں چاہئے کہ وہ پورے سال کے دن اور رات کا احترام کرتے ہوئے ان میں اپنے فرائض کو بغیر کسی کوتاہی کے پورا کریں۔ انہیں کبھی یہ یقین نہیں کرنا چاہئے کہ سال میں ایک دن یا رات کی عبادت ان کی باقی سال کی غفلت کو پورا کرے گی کیونکہ یہ سراسر جھوٹ اور شیطان کی چال ہے۔ مسلمان ہونا ایک 24/7 فرض ہے یہ کوئی فرض نہیں ہے جو صرف مخصوص دنوں اور راتوں میں ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اپنے فرائض ادا کرے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے، تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرے اور اپنی زندگی کے ہر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق لوگوں کے حقوق ادا کرے۔ ، السلام علیکم کچھ دن اور راتوں میں چیری چننا ایک بڑی وجہ ہے جس کی وجہ سے مسلمان اللہ سے منقطع محسوس کرتے ہیں، کیونکہ وہ کبھی کبھار اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مسلمان جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کرتے ہیں، وہی بدلے میں انہیں ملے گا۔ اگر وہ سال میں صرف چند دن یا راتیں اس کے لیے وقف کرتے ہیں تو پھر انہیں بڑی واپسی کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اسلام کسی سے رات بھر عبادت کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ یہ مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور جہاں تک ممکن ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو پورا کریں۔ اس میں زیادہ وقت نہیں لگتا ہے اور دوسرے کاموں کو کرنے کے لیے کافی وقت چھوڑ دیتا ہے۔

درحقیقت جو شخص ہر دن اور رات کو ان میں اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے ان کا احترام نہیں کرتا وہ اسے پائے گا کہ خاص دن اور راتیں بھی اس کے لیے عام دن اور راتیں ہیں۔ لیکن جو ہر دن اور رات کا احترام کرے گا وہ پائے گا کہ ہر دن اور رات ان کے لیے خاص دنوں اور راتوں کی طرح شب قدر کی طرح ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر اسی طرح برکت نازل فرمائے گا جس طرح اسلامی سال کے خاص دنوں اور راتوں میں ان کو برکت دیتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 60

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بڑے پیمانے پر بدعنوانی کے مسئلے اور کس طرح زیادہ تر ممالک میں ہر سماجی سطح کو متاثر کیا ہے اس کے بارے میں رپورٹ کیا۔ وسیع پیمانے پر بدعنوانی بالکل واضح ہے اور اس کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے گہری تحقیقات یا تحقیق کی ضرورت ہے۔ بعض صورتوں میں یہ کھلے عام ہوتا ہے۔

معاشرے میں بدعنوانی کے پھیلنے کی ایک وجہ، یہاں تک کہ اعلیٰ سرکاری افسران بھی اس میں ملوث ہیں، عام لوگوں کے بدعنوان ہونے کا براہ راست نتیجہ ہے۔ جب عام لوگ جسمانی یا مالی ذرائع سے دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، یہ یقین رکھتے ہیں کہ کوئی ان کا محاسبہ نہیں کر سکتا، تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر انہیں بدعنوان رہنما اور سرکاری اہلکار مقرر کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی کیسے کام کرتا ہے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 4019 میں موجود ایک حدیث میں ایک مرتبہ تنبیہ کی ہے کہ جب عام لوگ ایک دوسرے کو مالی طور پر دھوکہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جابر سردار بنا کر سزا دیتا ہے۔ اس ظلم کا ایک پہلو بدعنوانی ہے جس کی وجہ سے عام لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ یہی حدیث متنبہ کرتی ہے کہ جب عام لوگ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے عہد کو توڑ دیں گے تو ان پر ان کے دشمن غالب آجائیں گے جو ان کے مال و اسباب کو ضبط کر لیں گے۔ ایک بار پھر، یہ بدعنوانی کا ایک پہلو ہے جہاں اثر و رسوخ رکھنے والے لوگ، جیسے کہ سرکاری اہلکار، نتائج کے خوف کے بغیر دوسروں کا سامان آزادانہ طور پر لے جاتے ہیں۔

جب عام عوام بدعنوان ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے لیڈر اور دوسرے بااثر سماجی عہدوں پر فائز افراد بھی اسی طرح کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس طرز عمل کو عام لوگ قبول کرتے ہیں۔ اس سے قومی سطح پر کرپشن بڑھ رہی ہے۔ لیکن اگر عام لوگ بدعنوانی کے ذریعے دوسروں کے ساتھ زیادتی نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے رہنما اور بااثر سماجی عہدے پر فائز افراد بدعنوانی کی جرأت نہیں کریں گے، عام عوام کو پوری طرح جان کر بھی

اس کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے۔ اور اس سے پہلے نقل کی گئی حدیث کے مطابق اگر عام لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں تو وہ ان لوگوں کو بااثر عہدوں پر تعینات کر کے بدعنوان اہلکاروں سے بچائے گا جو اپنے معاملات میں انصاف کرتے ہیں۔

بڑے پیمانے پر پھیلی ہوئی بدعنوانی کے لیے دوسروں کو مورد الزام ٹھہرانے کا نادان راستہ اختیار کرنے کے بجائے، مسلمانوں کو اپنے طرز عمل پر صحیح معنوں میں غور کرنا چاہیے اور اگر ضروری ہو تو اپنا رویہ درست کرنا چاہیے۔ ورنہ معاشرے میں کرپشن وقت کے ساتھ ساتھ بڑھے گی۔ کسی کو یہ یقین نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ایک بااثر سماجی حیثیت میں نہیں ہیں ان کا معاشرے میں ہونے والی بدعنوانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بدعنوانی عام لوگوں کے رویے کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس لیے اسے عام لوگوں کے اچھے رویے سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 11

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اندر کی حالت نہ بدلیں۔“

ایمان کو مضبوط کرنا - 61

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ایسے شخص کے بارے میں رپورٹ کیا جو اپنے قومی ترانے کا احترام نہیں کرتا تھا، جسے کچھ لوگوں نے غیر محب وطن قرار دیا تھا۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اپنی قوم کا سچا محب وطن قومی ترانے کے دوران کھڑے ہونے یا پرچم کو سلامی دینے سے انکار نہیں کرتا۔ ایک سچا محب وطن وہ ہے جو دوسروں کی حمایت کرتا ہے، جیسے کہ ان کی حکومت، ایسے کاموں میں جو اسلام کے حوالے سے فائدہ مند اور قابل تعریف ہیں، خواہ اس کا انتظام یا ذمہ دار کوئی بھی ہو۔ اور جو دوسروں پر تعمیری تنقید کرتا ہے، جیسے کہ ان کی حکومت، جب وہ کوئی ایسا کام کرتے ہیں جو اسلام کی نظر میں قابل ملامت ہو، اس بات سے قطع نظر کہ اسے کس نے ترتیب دیا ہے۔ یہ تنقید قانون کی حدود میں تعمیری ہونی چاہیے اور ہر قسم کی بیہودہ یا بیہودہ باتوں اور افعال سے گریز کرنا چاہیے۔ اسے کبھی بھی بغاوت پر منتج نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس سے صرف معصوم لوگوں کو نقصان ہوتا ہے، جسے تاریخ نے بار بار واضح طور پر دکھایا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ہر مسلمان اس طرح کا برتاؤ کر سکتا ہے، چاہے وہ سیاسی یا سماجی اثر و رسوخ کی پوزیشن میں نہ ہوں۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص دوسروں، خاص طور پر اپنے رشتہ داروں کے بارے میں ایک سچے محب وطن کی طرح برتاؤ کر سکتا ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اچھائی کی حمایت کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

اگر ہر خاندانی یونٹ اس طرح کا برتاؤ کرے تو بلاشبہ اس کا اثر ہر قصبہ، شہر اور بالآخر قوم پر پڑے گا، یہاں تک کہ حقیقی بہتری آئے گی، جس کے نتیجے میں سب کو فائدہ پہنچے گا، خواہ وہ کسی بھی عقیدے کے ہوں۔ یہ نیک نیتی اور خلوص نیت کے ساتھ اس کا ساتھ دینا کسی قوم کو اس

طرح سنوارنا ہی حقیقی حب الوطنی ہے۔ باقی سب صرف ایک بے معنی شو ہے۔ اس طرح کوئی ایک ملک کو حقیقی معنوں میں دوبارہ عظیم بناتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 62

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور شخصیت کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے اپنی دولت کیسے کمائی اور خرچ کی۔ قرآن پاک نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

”بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکرا“ رہا ہے۔

شیطان سے موازنہ کئی وجوہات کی بنا پر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے، وہ لوگ جو غیر ضروری چیزوں پر دولت کو ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں، اکثر ایسا جلد بازی میں کرتے ہیں، بغیر سوچے سمجھے، ایک زبردست خرچ کرنے والا۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2012 میں موجود ایک حدیث کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ عجلت کرنا شیطان کی طرف سے ہے جب کہ غور و فکر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس چیز پر غور کرے جو وہ خریدنا چاہتا ہے تو وہ غیر ضروری اور اسراف چیزوں پر خرچ نہیں کرے گا کیونکہ یہ سچے مسلمان کی علامت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، جب کوئی غیر ضروری اور اسراف چیزوں پر خرچ کرتا ہے، تو وہ زیادہ تر معاملات میں، صرف ان کمپنیوں کو ہوا دے رہے ہیں جو لوگوں کو صحیح رہنمائی سے ہٹا کر منافع کماتی ہیں، جیسے کہ تفریحی صنعت، جو شیطان کا اصل اور آخری ہدف ہے۔

فضول خرچی ہمیشہ آخرت کی تیاری سے غافل کر دیتی ہے کیونکہ یہ شخص دولت کمانے، فضول خرچی کرنے اور جو کچھ حاصل کیا ہے اس سے لطف اندوز ہونے میں صرف کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو آخرت کی تیاری سے ہٹانا شیطان کا دوسرا ہدف ہے۔ آخرت کی تیاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ دولت، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

آخر میں، جو آیت پہلے نقل کی گئی ہے اس میں خاص طور پر شیطان کی ناشکری کا ذکر ہے۔ درحقیقت غیر ضروری چیزوں پر فضول خرچی کرنے والا ایسا اس لیے کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے پاس موجود چیزوں پر ناشکری کرتا ہے۔ اگر ان میں سچی شکرگزاری ہوتی تو یہ انہیں اس طرح سے کام کرنے سے روکتا۔ اسلام کسی کو ضروری چیزوں پر خرچ کرنے سے منع نہیں کرتا، یہ درحقیقت مسلمانوں کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور حلال غیر ضروری چیزوں پر خرچ کرنا بھی قابل قبول ہے، اگر کبھی کبھار اور اسراف کے بغیر کیا جائے، کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور مال کے ضیاع کا باعث بنتی ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 141

”اور ضرورت سے زیادہ نہ بنو۔ بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔۔۔“

ایمان کو مضبوط کرنا

ایمان کو مضبوط کرنا - 63

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی، جس پر میں بحث کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ماضی سے سیکھنے کی اہمیت کے بارے میں بتایا۔

ایک مسلمان کے لیے ایک کلیدی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے، یعنی تخلیق میں کوئی بھی چیز بغیر عقلمندی کے واقع نہیں ہوتی، خواہ لوگ اس حکمت کو فوراً نہ دیکھیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر اس چیز کا علاج کرے جو پیش آتی ہے، خواہ وہ آسانی یا مشکل کا سامنا کر رہا ہو، بوتل میں ایک پیغام کی طرح۔ انہیں بوتل کا جائزہ لینے اور جانچنے میں زیادہ نہیں پھنسنا چاہئے، کیونکہ یہ محض ایک میسنجر ہے جو اہم پیغام پہنچاتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مسلمان یا تو واقع ہونے والی اچھی چیزوں پر خوش ہوتے ہیں، اس طرح اچھی چیز کے اندر موجود پیغام سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یا وہ مشکلات کے دوران غمگین ہو جاتے ہیں، اس طرح مشکل کے اندر موجود پیغام کو سمجھنے میں بہت زیادہ مشغول ہو جاتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ قرآن پاک کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے ہر صورتحال کو متوازن انداز میں دیکھیں۔ باب 57 الحديد، آیت 23

تاکہ تم اس چیز پر نا امید نہ ہو جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس پر "فخر نہ کرو۔"

یہ آیت مختلف حالات میں خوش یا غمگین ہونے سے منع نہیں کرتی کیونکہ یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ لیکن یہ ایک متوازن نقطہ نظر کی نصیحت کرتا ہے جس کے تحت کوئی انتہائی جذبات سے بچتا ہے، یعنی خوشی جو حد سے زیادہ خوشی ہے، یا غم جو کہ ضرورت سے زیادہ اداسی ہے۔ یہ متوازن نقطہ نظر کسی کو اپنے ذہن کو بوتل کے اندر موجود زیادہ اہم پیغام پر مرکوز کرنے کی اجازت دے گا، اس صورت حال کے اندر، چاہے یہ آسانی ہو یا مشکل کی صورت حال۔ چھپے ہوئے پیغام کو جانچنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے ایک مسلمان اپنی دنیوی اور دینی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا سکتا ہے۔ بعض اوقات یہ پیغام جاگنے کی کال ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ جائیں، اس سے پہلے کہ ان کا وقت ختم ہو جائے۔ بعض اوقات یہ ان کے درجات کو بڑھانے کا ایک طریقہ ہو گا۔ دوسری بار ان کے گناہوں کو مٹانے کا ایک طریقہ اور بعض اوقات یہ یاد دہانی کہ وہ دنیاوی مادی دنیا اور اس میں موجود چیزوں سے خود کو منسلک نہ کریں۔ اس تشخیص کے بغیر کوئی شخص اپنی دنیوی یا دینی زندگی کو بہتر بنائے بغیر محض واقعات سے گزرے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 64

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹنے کی اطلاع دی تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ کسی کی زندگی میں واقعی کیا فائدہ مند اور نقصان دہ ہے۔ جب کوئی مسلمان اسلام کی تعلیمات کا مشاہدہ کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ بعض دنیوی نعمتوں کو مثبت انداز میں بیان کیا گیا ہے لیکن دوسری جگہوں پر اسے منفی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں زیادہ تر چیزیں فطری طور پر اچھی یا بری نہیں ہوتیں۔ جو چیز انہیں اچھا یا برا بناتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا کی طرف لے جاتے ہیں یا نہیں۔ مثال کے طور پر، قرآن کریم نے شریک حیات کو سکون، رحم اور پیار حاصل کرنے کا ایک طریقہ بتایا ہے۔ باب 30 اروم، آیت 21

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ "..." تم ان سے سکون پاؤ۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی

لیکن اسی قرآن پاک نے یہ تنبیہ بھی کی ہے کہ میاں بیوی اور بچے بھی مسلمان کے دشمن ہو سکتے ہیں۔ باب 64 تغابن، آیت 14

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں، لہذا ان "سے بچو۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سکون کا ذریعہ بنتے ہیں جب وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ اس پر ہو لیکن کسی کے گھر والے ان کے دشمن بن سکتے ہیں اگر وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہٹا دیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاس موجود دنیاوی نعمتوں کا باقاعدگی سے جائزہ لیں اور فیصلہ کریں کہ آیا وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دیتے ہیں یا انہیں اس سے ہٹاتے ہیں۔ اور اگر ضروری ہو تو دونوں جہانوں میں اپنے فائدے کے لیے اقدامات کریں۔ جو بھی یہ خود تشخیص باقاعدگی سے کرتا ہے وہ یہ پائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال جاری رکھے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کو: باب 16 النحل، آیت 97 یقینی بنائے گا۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن اگر وہ یہ خود تشخیص کرنے میں ناکام رہے تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جو اس دنیا میں ایک مشکل زندگی اور ایک عظیم دن پر سخت احتساب اور: باب 20 طہ، آیت 124 ممکنہ سخت سزا کا باعث بنے گی۔

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

:اور باب 9 توبہ آیت 24

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، وہ مال ” جو تم نے کمایا ہو، تجارت جس کے زوال کا تمہیں ڈر ہو، اور وہ مکانات جن سے تم خوش ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہو۔ اس کی راہ میں جہاد کرو، پھر اس وقت تک انتظار کرو جب تک کہ اللہ اپنے حکم پر عمل نہ کرے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 65

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں کورونا وائرس اور عوام کو اس سے محفوظ رہنے کے لیے احتیاطی تدابیر کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ اقدامات جن کو اب غیر اسلامی ممالک نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کی نصیحت قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 1400 سال پہلے کیسے کی تھی۔ مثال کے طور پر، لوگوں کو دن بھر باقاعدگی سے ہاتھ دھونے کی تلقین کی جا رہی ہے، جبکہ اسلام ایک مسلمان کو اپنے ہاتھ، بازو، چہرے اور پاؤں، دن میں پانچ مرتبہ دھونے کا مشورہ دیتا ہے جو فرض نماز کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے۔ درحقیقت امام مالک کی، موطا، کتاب 2، حدیث نمبر 37 میں پائی جانے والی ایک حدیث اس بات کی نصیحت کرتی ہے کہ ایک سچا مومن دن بھر وضو کی حالت کو برقرار رکھتا ہے۔ یعنی وہ پانچوں فرض نمازوں کے لیے نہ صرف جسم کے ان حصوں کو دھوتے ہیں بلکہ جب بھی بیت الخلاء استعمال کرتے ہیں تو دن بھر وضو کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ سنن نسائی نمبر 258 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سونے سے پہلے اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کی تلقین کی گئی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3297 اور 394 میں موجود احادیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ سادہ لفظوں میں لوگوں کو اچھی حفظان صحت کی تلقین کی گئی ہے اور اسلام نے صحیح مسلم نمبر 223 میں موجود ایک حدیث میں صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ، لوگوں کو غیر ضروری طور پر باہر نکلنے سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے، جس کی اسلام نے بہت پہلے نصیحت کی ہے، کیونکہ یہ اکثر بیہودہ اور گناہ کی باتوں کی طرف لے جاتا ہے۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2406 میں موجود حدیث کے مطابق یہ نجات کا عنصر ہے۔

لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ غیر ضروری طور پر دوسروں کے ساتھ میل جول نہ رکھیں۔ اسلام نے اس تعلیم کو سنن ابن ماجہ نمبر 3971 میں موجود ایک حدیث میں یا تو اچھی بات کہنے یا

خاموش رہنے کا اعلان کرتے ہوئے گھیر لیا ہے جو کہ دوسروں کے ساتھ میل جول کو محدود کرنے پر دلالت کرتی ہے۔

آخر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اس مشکل میں لوگوں کو ایک دوسرے کا ساتھ دینا چاہیے، جیسا کہ خوراک کی فراہمی، لیکن اسلام ایک ہزار سال سے اس کی اہمیت کا درس دیتا آیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابو داؤد نمبر 4893 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو دوسروں کی مدد کرتا ہے۔

آخر میں مسلمانوں کو ان تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے تاکہ دنیا کو اسلام کا اصل چہرہ دکھایا جا سکے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 66

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کچھ مجرموں کے رویے اور رویے کے بارے میں بتایا جنہوں نے جرم کی زندگی کا انتخاب کیا، کیونکہ وہ آسان اور سادہ طریقے سے دولت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیاوی اور مذہبی دونوں معاملات میں اس قسم کی فوری فکس ذہنیت سے بچیں۔ بدقسمتی سے بعض مسلمانوں نے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ جب بھی ان پر کوئی مشکل پیش آتی ہے تو قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کے بجائے صبر و استقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتے ہوئے اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے باز آجاتے ہیں۔ اس کی ممانعتوں سے اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے، وہ اس کے بجائے فوری حل تلاش کرتے ہیں، ایک مختصر روحانی مشق کی خواہش رکھتے ہیں جس سے ان کے تمام مسائل حل ہو جائیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ رویہ نہیں تھا، حالانکہ انہیں زیادہ سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی لمحے میں فتح و نصرت عطا کر سکتا تھا اور اسلام کو پھیلا سکتا تھا، لیکن اس کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دو دہائیوں سے زیادہ کا عرصہ لگا۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر وہ بغیر محنت کے دنیاوی چیزیں حلال طور پر حاصل نہیں کر سکتے تو وہ بغیر محنت کے دینی نعمتیں کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سب سے بڑی روحانی مشق اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ مسائل کا کوئی فوری حل نہیں ہے، کیونکہ کائنات کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان مشکلات سے نکلنا اور برکت حاصل: باب 16 النحل، آیت 97 کرنا چاہتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 67

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے نئی چیزوں اور تجربات کو دریافت کرنے کی اطلاع دی۔ بعض مسلمانوں نے ایسی ذہنیت اختیار کر رکھی ہے جس کے تحت وہ ہمیشہ اسلام کے حوالے سے مختلف چیزوں اور تعلیمات کو دریافت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر لیکچرز اور علم کی تلاش کرتے ہیں جو قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے سے تجربہ کر چکے ہیں اور اس سے مختلف ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی بری صفت نہیں ہے، یہ ایک ایسا رویہ ہے جو گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی اس علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے جو اس نے پہلے ہی سنا اور مطالعہ کیا ہے، پھر بھی نئی اسلامی معلومات اور علم کا تجربہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی مسلمان ان چیزوں کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہا ہے جو وہ پہلے سے جانتے ہیں، تو نئی چیزیں سیکھنے سے انہیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ اس پر عمل کرنا جو کسی نے پہلے ہی سنا اور مطالعہ کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اکثر معلومات کے اہم ٹکڑوں کو دہراتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کو صرف ایک بار نماز قائم کرنے کا حکم دینے کی ضرورت تھی، لیکن اس نے قرآن پاک میں کئی بار ایسا کیا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم پہلے سے حاصل شدہ علم پر عمل کیے بغیر اگلے درجے یا تعلیمی سال تک ترقی نہیں کر سکتا، اسی طرح ایک مسلمان اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اس علم پر عمل نہ کرے جو اس کے پاس پہلے سے ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ نئی چیزیں تلاش کرتے اور سنتے ہیں۔ بعض احمقانہ طور پر ایمان کے بنیادی اصولوں جیسے جھوٹ اور غیبت سے پرہیز کیے بغیر تقویٰ کے اعلیٰ درجات سے مربوط علم حاصل کرتے ہیں۔

مزید برآں، نئے علم کی تلاش انسان کو ایسے علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے جو فائدہ مند نہیں ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ نہیں ہوتا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی یہ مختلف علم کسی ایسی چیز سے مربوط ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے پوچھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک میں موجود علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے پر توجہ دیں کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ ہوگا۔ اور یہ علم ان چیزوں سے مربوط ہے جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا، جیسے لوگوں کے حقوق کی ادائیگی۔

قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ کسی کے پاس پہلے سے موجود اہم معلومات پر نظر ثانی کرنا فائدہ مند اور درست رویہ ہے، کیونکہ یہ شخص اپنے علم پر عمل کرنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے اس کے مقابلے میں جو صرف نیا علم حاصل کرتا ہے۔ درحقیقت یہ رویہ اہل ایمان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لہذا، اگر کسی کو ان چیزوں کے بارے میں یاد دلانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو وہ پہلے سے جانتے ہیں، تو اسے اپنے ایمان کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے۔ باب 51 ذاریات، آیت 55

"اور نصیحت کرو، کیونکہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔"

ایمان کو مضبوط کرنا - 68

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ان مسائل کے بارے میں بتایا جو مشرق وسطیٰ میں پیش آرہے ہیں اور کس طرح لاتعداد لوگ مصائب کا شکار ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں محتاط رہے اور اپنے دنیوی معاملات میں بہت زیادہ مشغول ہونے سے گریز کرے تاکہ وہ اپنے اردگرد ہونے والی چیزوں سے غافل ہو جائے اور جو کچھ ہو چکا ہے۔ یہ ایک اہم خوبی ہے، کیونکہ یہ کسی کے ایمان کو مضبوط کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مدد ملتی ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی مسلمان کسی بیمار کو دیکھتا ہے، تو وہ نہ صرف اس کی مدد کرے، چاہے وہ ان کی طرف سے صرف دعا ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اسے اپنی صحت پر بھی غور کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ وہ بھی آخرکار اپنی اچھی صحت یا تو کسی بیماری، بڑھاپے یا موت کی وجہ سے کھو دیتے ہیں۔ اس سے انہیں اپنی اچھی صحت کے لیے شکر گزار ہونے کی ترغیب دینی چاہیے اور دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں ان کی اچھی صحت سے فائدہ اٹھا کر اپنے عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

جب وہ کسی امیر کی موت کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو انہیں نہ صرف میت اور اس کے گھر والوں کے لیے دکھ ہونا چاہیے بلکہ اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ ایک دن جو ان کے لیے نامعلوم ہے، وہ بھی مر جائیں گے۔ انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح امیر کو ان کی قبر پر دولت، شہرت اور خاندان چھوڑ دیا گیا تھا، اسی طرح وہ بھی قبر کے سامنے صرف اپنے اعمال کے ساتھ رہ جائیں گے۔ اس سے انہیں اپنی قبر اور آخرت کی تیاری کا حوصلہ ملے گا۔

یہ رویہ ان تمام چیزوں پر لاگو کیا جا سکتا ہے اور کیا جانا چاہیے ایک مسلمان کو اپنے اردگرد کی ہر چیز سے سبق سیکھنا چاہیے جس کی نصیحت قرآن پاک میں کی گئی ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت

اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سوچو، "اے ہمارے رب، تو نے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو بہت بلند ہے، تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں ان کا ایمان روزانہ کی بنیاد پر مضبوط ہوتا جائے گا جبکہ جو لوگ اپنی دنیاوی زندگی میں بہت زیادہ مشغول ہیں وہ غافل رہیں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ اپنے رویے کو بہتر کرنے سے روکے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 69

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مڈ لائف بحران کے تصور پر رپورٹ کیا۔ ایک شخص جو اس کا تجربہ کرتا ہے اکثر اپنے مقصد پر سوال اٹھاتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک بہت بڑا خلا محسوس کرتا ہے، حالانکہ وہ بہت سی چیزیں رکھتا ہے اور بہت سی دنیاوی کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی تخلیق کے اس مقصد کو پورا نہیں کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرنا ہے تاکہ وہ اس کی صحیح اطاعت اور عبادت کر سکیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو خوش کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 51 ذریات، آیت 56

”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا نہیں کیا۔“

یہ ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو جدید ترین موبائل فون کا مالک ہے جس میں بہت سی خصوصیات ہیں، لیکن ایک خرابی کی وجہ سے وہ اپنے بنیادی مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے، جو کہ فون کال کرنا ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ یہ دیگر خصوصیات کتنی ہی اچھی ہوں، مالک ہمیشہ اس کے حوالے سے ایک خلا محسوس کرے گا، کیونکہ فون اپنے وجود کا بنیادی مقصد پورا نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص اپنی زندگی میں خلا محسوس کرے گا خواہ اس کے پاس بہت سی دنیاوی چیزیں ہوں۔ یہ احساس مسلمانوں اور غیر مسلموں کو متاثر کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر مسلم ایسا کیوں محسوس کرتے ہیں، کیونکہ وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے سے آگے نہیں ہو سکتے۔ لہذا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ وہ کیا حاصل کرتے ہیں، وہ آخر کار اپنی زندگی میں اس خلا کو محسوس کرتے ہیں۔ یہ ان مسلمانوں کو ہوتا ہے جو اپنے فرض کی ادائیگی بھی کر سکتے ہیں لیکن جب وہ اپنے مقصد کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کے لیے ضروری علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو وہ اس خلا کا تجربہ کرتے ہیں۔ اکثر صورتوں میں وہ عربی زبان بھی نہیں سمجھتے، اس لیے محض عبادت کرنے سے اس خلا کو پر نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی بھی اس خلا کو اس وقت تک پر نہیں کرے گا جب

تک کہ وہ تخلیق کے اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش نہ کریں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے، تاکہ وہ اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اس کی عطا کردہ ہر نعمت کو اس کی رضا کے لیے استعمال کر سکیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 70

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بڑے پیمانے پر پراجیکٹ کے بارے میں بتایا کہ کس طرح چیزیں ابتدائی منصوبہ کے مطابق نہیں چل رہی ہیں، جیسے کہ منصوبے کی تخمینہ لاگت ڈرامائی طور پر بڑھ رہی ہے۔

مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ طویل المدتی دنیاوی منصوبے بنانا دانشمندانہ فیصلہ نہیں ہے، کیونکہ یہ چیزیں منصوبہ بندی کے مطابق بہت کم ہی ہوتی ہیں۔ اس سچائی کو پہچاننے کے لیے کسی کو صرف اپنی زندگی اور اپنے طویل مدتی منصوبوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ قلیل مدتی بنیادوں پر منصوبہ بندی کرنا ہمیشہ بہتر ہوتا ہے، کیونکہ یہ زیادہ قابل حصول ہے اور اس کے نتیجے میں ایسی جذباتی یا مالی مشکلات پیدا نہیں ہوتی ہیں جب چیزیں منصوبہ بندی کے مطابق کام نہیں کرتی ہیں۔ دوسری طرف، طویل مدتی منصوبوں میں ناکامی زیادہ سنگین جذباتی اور مالی مشکلات کا باعث بنے گی۔

مزید برآں، طویل المدتی منصوبے انسان کے ذہن کو ہمیشہ اس مادی دنیا پر مرکوز کرنے کا باعث بنتے ہیں، جس سے وہ آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاتا ہے، جس میں ان نعمتوں کا استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات۔ یہ رویہ دونوں جہانوں میں مشکلات ہی کا باعث بنے گا۔ لیکن جب کوئی قلیل المدتی دنیاوی منصوبے بناتا ہے، تو اس سے ان کا دھیان بڑی تصویر سے نہیں ہٹتا، یعنی آخرت کی تیاری۔

اس کے علاوہ، طویل مدتی منصوبے کسی شخص کی توجہ اس دنیا کے جائز پہلوؤں سے لطف اندوز ہونے سے ہٹاتے ہیں، جیسے کہ اپنے بچوں کے ساتھ وقت گزارنا۔ وہ ان چیزوں سے لطف اندوز ہونے میں تاخیر کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے طویل مدتی مقصد کی طرف کام کرنے میں بہت مصروف

ہیں۔ یہ ان کے تعلقات میں خلل ڈال سکتا ہے اور طویل مدتی مسائل کا سبب بن سکتا ہے، جیسے کہ طلاق۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جتنا چاہیں منصوبہ بندی کر سکتے ہیں لیکن آخر کار وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے منصوبہ بنایا اور فیصلہ کیا ہے۔ لہذا بہتر ہے کہ اس کو جتنا ممکن ہو کم سے کم کیا جائے اور اس کے بجائے دنیا میں اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور آخرت کے سفر کی تیاری پر توجہ دی جائے۔ صحیح بخاری نمبر 6416 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو اس مادی دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کی تلقین کی۔ اللہ تعالیٰ اس طرز عمل کو برکت دے گا تاکہ مسلمان کو دونوں باب 16 النحل، آیت 97 جہانوں میں سکون اور خوشی ملے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 71

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور شخصیت کی زندگی کی اطلاع دی جس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس میں ان کی میراث اور ان کی زندگی میں حاصل کی گئی مختلف چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے بہت ساری دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں ان کی زندگی میں اب بھی ایسی چیزیں تھیں جو ان کی کامیاب میراث کو داغدار کرتی تھیں، جیسے کہ جرائم اور الزامات۔

تاریخ کے اوراق پلٹیں تو بہت سے ایسے لوگ نظر آئیں گے جنہوں نے بڑی دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں اور بعض صورتوں میں ابھی تک بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچایا، وہ کم از کم ایک ایسی چیز بھی دیکھیں گے جو ان کے کارناموں کو داغدار کرتی ہے۔ لیکن اگر کوئی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا مشاہدہ کرے تو انہیں کامیابی اور ان گنت چیزوں کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا جن سے بنی نوع انسان کو فائدہ ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسے لوگ بھی ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹی تنقید کرتے ہیں، لیکن آپ کی انتہائی درست اور مفصل سیرت سے یہ بات بالکل واضح ہے، جس کی معتبر مسلم اور غیر مسلم مورخین نے تصدیق کی ہے، کہ یہ تنقید ہے۔ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تمام رول ماڈلز کو ایک طرف رکھیں اور اس کے بجائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عیب سیرت کا مطالعہ کریں اور اسے اپنائیں، کیونکہ دنیاوی دونوں میں حقیقی کامیابی اور ذہنی سکون حاصل کرنے کا یہی واحد راستہ ہے۔ اور مذہبی زندگی۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”
”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

اس دنیا میں اس سے بڑا کوئی مقصد نہیں۔ درحقیقت یہ وہ چیز ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ اپنے عقیدے سے قطع نظر کوشش کرتے ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنے نبی: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھا ہے۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت ” کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

یہ سادہ سی بات ہے کہ اگر کوئی شخص دنیوی اور دینی کامیابی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے۔ لیکن اگر وہ اس کے سوا کوئی اور راستہ اختیار کریں گے تو جو بھی داغدار کامیابی حاصل کریں گے وہ آخر کار ان کے لیے بوجھ بن جائے: باب 20 طہ، آیت 124 گی اور یہ ایک عظیم دن پر ندامت اور عذاب کا باعث بنے گی۔

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے ” قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 72

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے گزشتہ دہائی کے دوران لندن کے اندر جرائم میں اضافے کی اطلاع دی۔ بدقسمتی سے، وہ کچھ ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اس دنیا میں ایمان کی ضرورت نہیں ہے اور دوسرے جو مسلمان ہیں، دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے بغیر اسلام کا دعویٰ کرنا کافی ہے، جس میں عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جرائم میں یہ اضافہ ایمان کی اہمیت کو ثابت کرتا ہے اور علم و عمل سے اس کو تقویت دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جرائم اور گناہ صرف اس صورت میں ہوتے ہیں جب ایک شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ اسے یا تو اپنے اعمال کے لیے کوئی نتیجہ نہیں بھگتنا پڑے گا، جیسے کہ جیل، یا وہ کسی طرح ان سے بچ جائیں گے، مثال کے طور پر، ملک سے بھاگ کر۔ لیکن جو شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ چاہے وہ کوئی بھی عمل کرے، خواہ کھلا ہو یا خفیہ، بڑا ہو یا چھوٹا، اور خواہ وہ کوئی بھی حربے آزمائے، بلاشبہ وہ دن آئے گا جہاں ان کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا، وہ ہمیشہ دو بار سوچے گا۔ جرم یا گناہ کرنے سے پہلے اگر اس عقیدہ کو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے تقویت دی جائے تو یہ جرائم اور گناہوں کے ارتکاب سے باز آجائے گا۔ اگر لوگ اس طرح کام کریں تو معاشرے میں امن اور انصاف پھیلے گا۔ جرائم کی شرح میں کمی آئے گی اور زمانہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحیح ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور سے قریب تر ہو جائے گا۔ صرف یہی حقیقت ایمان کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہے اور: علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے اسے تقویت دیتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 90

بے شک اللہ عدل اور حسن سلوک اور رشتہ داروں کی مدد کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برے ”کام اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ شاید تم نصیحت حاصل کرو۔

اور باب 24 النور، آیت 55

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور جانشینی دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو دیا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور قائم کرے گا۔ جس کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ وہ ان کے خوف اور سلامتی کے بعد ان کی جگہ ضرور لے گا، کیونکہ وہ میری عبادت کرتے ہیں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ لیکن جو اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 73

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں بعض لوگوں کے ایمان اور ان کے دعووں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کا ایمان اور اپنے خدا کی اطاعت ان کے دل میں ہے اس لیے انہیں عملی طور پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بدقسمتی سے، اس احمقانہ ذہنیت نے بہت سے مسلمانوں کو متاثر کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک خالص وفادار دل کے مالک ہیں حالانکہ وہ اسلام کے واجبات کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کے طور پر آسانی سے قابل عمل ہے، کسی شخص پر ایسی ذمہ داری عائد نہیں کرتا جو: باب 2 البقرہ، آیت 286 وہ نہیں کر سکتے۔ پورا کرنا

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر اعلان فرمایا ہے کہ جب کسی کا روحانی قلب پاک ہوتا ہے تو جسم پاک ہو جاتا ہے یعنی اس کے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کا روحانی دل فاسد ہو تو جسم فاسد ہو جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ان کے اعمال خراب اور غلط ہوں گے۔ پس جو شخص اپنے فرائض کو عملی طور پر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا وہ کبھی بھی خالص روحانی قلب کا حامل نہیں ہو سکتا۔

مزید برآں، کفر اسلام کا لفظی انکار یا اعمال کے ذریعے ہو سکتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شامل ہے، حالانکہ کوئی اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو ایک مثال سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر کسی لاعلم شخص کو کسی دوسرے قریب آنے والے شیر کی طرف سے خبردار کیا جاتا ہے اور بے خبر شخص حفاظت کے حصول کے لیے عملی اقدامات کرتا ہے، تو وہ ایسا شخص سمجھا جائے گا جس نے ان کو دی گئی وارننگ پر یقین کیا ہو، کیونکہ اس نے انتباہ کی بنیاد پر اپنے طرز عمل کو

ڈھال لیا تھا۔ جبکہ اگر بے خبر شخص تنبیہ کے بعد عملی طور پر اپنے رویے میں تبدیلی نہیں لاتا تو لوگ شک کریں گے کہ وہ ان کو دی گئی وارننگ پر یقین نہیں کرتے، خواہ وہ لاعلم شخص زبانی طور پر ان کو دی گئی وارننگ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کا عملی طور پر مظاہرہ کرنا ان کا ثبوت اور ثبوت ہے جو کہ جنت حاصل کرنے کے لیے قیامت کے دن ضروری ہے۔ ایک دلیل، اللہ تعالیٰ نے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس عملی ثبوت کا نہ ہونا اتنا ہی احمقانہ ہے جتنا ایک طالب علم جو اپنے استاد کو خالی امتحانی پرچہ واپس دے دیتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ ان کا علم ان کے ذہن میں ہے اس لیے انہیں امتحان کے سوالات کے جوابات دے کر اسے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح یہ طالب علم بلاشبہ ناکام ہوگا، اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرتے ہوئے قیامت تک پہنچے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خواہ ان کے دل میں ایمان ہو۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 74

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ یہ جدید دنیا کے رہنماؤں پر رپورٹ کیا۔ یہ بالکل واضح تھا کہ وہ اپنے عہدے کا فائدہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ وہ ٹیکس دہندگان کی دولت کو اپنی ذاتی چیزوں اور غیر ضروری واقعات میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ شرم کی بات ہے کہ نیک پیشروؤں کے زمانے سے حالات اتنے بدل گئے ہیں۔ ان دنوں جب وہ لیڈر بنے تو درحقیقت عوام کے خادم بن گئے اور عوام کا مال اپنی ذاتی چیزوں پر خرچ کرنے کے بجائے اپنی ذاتی دولت عوام پر خرچ کرتے۔ جبکہ آج کل قائدین اور شاہی خاندان عوام کی دولت خرچ کرنے کے بجائے ایسے برتاؤ کرتے ہیں جیسے وہ قوم کے آقا ہیں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صالح پیش روؤں کو اپنا نمونہ منتخب کریں اور ان کی خصوصیات کو اپنائیں۔ مثال کے طور پر، مسلمانوں کو ان تمام لوگوں کے بارے میں اپنے فرائض ادا کرنے چاہئیں جو ان کی نگرانی میں ہیں جس کی نصیحت سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو اپنی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں اپنی ذاتی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں اور پھر اپنے زیر کفالت افراد کے حوالے سے اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ انہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے، جو اس نے عطا کی ہیں ان کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، اور حقوق العباد کو پورا کرنا چاہیے۔ لوگ

ایمان کو مضبوط کرنا - 75

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو درپیش وسیع مشکلات کے بارے میں بتایا۔ اگرچہ آزمائشوں اور آزمائشوں نے اہل ایمان کو ازل سے متاثر کیا ہے، خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، لیکن ایسا لگتا ہے کہ دور جدید کے امتحانات مسلمانوں کے لیے مزید مشکلات اور ذلت کا باعث بنتے ہیں۔ جبکہ نیک پیشواؤں کو جن آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا وہ دونوں جہانوں میں ان کی عزت کا باعث بنے۔ امتحانات کے نتائج میں اس فرق کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب صالح پیش رووں کو آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا تو درحقیقت دور حاضر کے مسلمانوں سے بھی بڑے امتحانات تھے، جس کی تصدیق سنن ابن ماجہ، نمبر 4023 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے، تو انہوں نے اپنے امتحانات کا سامنا کیا۔ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے مشکلات، اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے، اس سے باز رہنے کی صورت میں حرمت اور تقدیر پر صبر کرنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بحفاظت امتحان پاس کر گئے اور اللہ: باب 16 النحل، آیت 97 تعالیٰ کی طرف سے دونوں جہانوں میں بڑی عزت و عنایت حاصل کی۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اور باب 24 النور، آیت 55

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور جانشینی دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو دیا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور قائم کرے گا۔ جس کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ وہ ان کے خوف اور سلامتی

کے بعد ان کی جگہ ضرور لے گا، کیونکہ وہ میری عبادت کرتے ہیں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ لیکن جو اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

جبکہ اس دور میں بہت سے مسلمانوں کو آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم نہیں رہتے۔ وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ امتحان میں کامیابی اور عزت صرف انہی کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتے ہیں جبکہ نافرمانی صرف رسوائی کا باعث بنتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی کنارے پر نہ کریں جہاں وہ آسانی کے وقت اس کے فرمانبردار ہوں اور مشکل کے وقت غصے اور نافرمانی سے اس سے منہ: باب 22 الحج، آیت 11 موڑ لیں۔ یہ حقیقی بندگی یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے۔

اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی " ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا "اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔

سیدھے الفاظ میں، کوئی بھی عمل طویل مدت میں مسلمانوں کی مدد نہیں کرے گا، اگر اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر نہ ہو۔ نافرمانی صرف ایک مشکل سے دوسری مشکل کی طرف لے جائے گی، ایک سے دوسری رسوائی۔ باب 4 النساء، آیت 147

”اللہ تمہارے عذاب کا کیا کرے گا اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لاؤ؟“

ایمان کو مضبوط کرنا - 76

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ان کے انتقال سے پہلے مشہور لوگوں کے کہے گئے آخری الفاظ کی اطلاع دی۔ لوگوں کے لیے یہ عام بات ہے کہ وہ دوسروں کے آخری الفاظ کے بارے میں پوچھتے ہیں اور ان پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، چاہے وہ انتقال کر رہے ہوں یا طویل سفر پر روانہ ہوں۔ لوگوں نے یہ ذہنیت اپنا لی ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کسی کے آخری الفاظ اکثر سچ ہوتے ہیں اور بہت اہم ہوتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو قرآن مجید کی نازل ہونے والی آخری آیت پر غور کرنا چاہیے، جو بعض علماء کے نزدیک باب 2 البقرہ، آیت 281 ہے

اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

مسلمانوں کو اس آیت کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان پر نازل ہونے والا آخری کلام ہے۔ اس نے بنی نوع انسان کو قیامت کے دن کی یاد دلانے اور اس کے لیے دیگر تمام چیزوں پر تیاری کرنے کا انتخاب کیا جس کے بارے میں وہ کہہ سکتا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو اس عظیم دن کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے تاکہ وہ اس کے لیے مناسب تیاری کر سکیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہی ممکن ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کی خوشنودی کے لیے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ کوئی بھی عمل، چھوٹا یا بڑا، نظر انداز یا فراموش نہیں کیا جائے گا۔ اس زمین پر ہر ایک سانس کا حساب کتاب ہوگا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے صلح کرنے کا کوئی دوسرا موقع یا موقع نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے نیکی کمائی ہے تو اس کو نیکی ملے گی۔ اگر انہوں نے برائی کمائی ہے تو شاید وہ تباہی پائیں۔

دوسرے آخری الفاظ جو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہیں وہ سنن ابن ماجہ نمبر 2698 میں موجود ایک حدیث میں درج ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات 2698 ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو فرض نمازوں کے قیام کی اہمیت کے بارے میں نصیحت کی۔ ان تمام چیزوں میں سے جن کی وہ نصیحت کر سکتا تھا، اس نے فرض نمازوں کا ذکر کرنے کا انتخاب کیا۔ اس سے ہی فرض نمازوں کو قائم کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہو جانا چاہیے۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود حدیث کے مطابق نماز وہ چیز ہے جو کفر کو ایمان سے جدا کرتی ہے۔ مسلمان اللہ سے منقطع محسوس کرتے ہیں، حالانکہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اسے پکارتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان میں سے اکثر اپنی فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ناکام رہے ہیں، یعنی انہیں ان کی تمام شرائط اور آداب کے ساتھ پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں، اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم نہیں رکھا۔ مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ فرض نمازوں کا قیام وہ پہلی رکاوٹ ہے جو انہیں گمراہی سے بچاتی ہے۔ صرف ان لوگوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے جن کو وہ جانتے ہیں کہ کون گمراہ ہوئے اور اکثر اوقات ان کی گمراہی کا پہلا قدم فرض نمازوں کو قائم نہ کرنا تھا۔ جب یہ رکاوٹ ختم ہو گئی تو گمراہی اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب آسان ہو گیا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45:

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو صحیح طور پر قائم کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ارشادات پر عمل کریں اور اپنے کفیلوں مثلاً اپنے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔ بہتر یہ ہے کہ ان پر واجب ہونے سے پہلے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ اس عمر کو پہنچنے تک اس کے عادی ہو جائیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 495 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو اس فرض میں کوتاہی کرتے وقت لنگڑے بہانے نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جسے وہ پورا نہ کر سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

ایمان کو مضبوط کرنا - 77

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جرائم میں ملوث نوجوانوں کی تعداد میں زبردست اضافے کی اطلاع دی۔ مسلمانوں کو ایک اہم اصول کو سمجھنا چاہیے جو نوجوانوں کو اس نتیجے تک پہنچنے سے روک سکتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں پر بہت سے واجبات ہیں لیکن ان میں سب سے بڑا فرض نمازوں کا ادا کرنا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی نماز اپنی تمام شرائط اور آداب کو پورا کرتے ہوئے ادا کرتا ہے، جیسے کہ انہیں وقت پر ادا کرنا۔ اس لیے کہ فرض نمازوں کا ترک کرنا اکثر اوقات وہ پہلا قدم ہے جو کبیرہ گناہوں اور گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

فرض نمازیں ایک رکاوٹ کا کام کرتی ہیں جو انسان کو اس گمراہی سے بچاتی ہیں۔ لیکن جب اس رکاوٹ کو ختم کرتا ہے، تو یہ صرف وقت کی بات ہے اس سے پہلے کہ وہ گمراہ ہو جائیں۔ اس کی تنبیہ باب 43 از زخرف آیت 36 میں کی گئی ہے

اور جو شخص رحمٰن کے ذکر سے اندھا ہو جاتا ہے ہم اس کے لیے ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں ” اور وہ اس کا ساتھی ہوتا ہے۔

صرف ان لوگوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے جن کو وہ جانتے ہیں جو گمراہ ہو گئے ہیں اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اکثر اوقات ان کی گمراہی کا پہلا مرحلہ فرض نمازوں کا ترک کرنا تھا۔

اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو صحیح طریقے سے ادا کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان کے زیر کفالت افراد جیسا کہ ان کے بچے بھی ایسا ہی کریں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے ان کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی ان پر واجب ہو جائیں۔ سنن ابو داؤد نمبر 495 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نصیحت فرمائی ہے۔ اس اہم تعلیم میں تاخیر والدین اور بچے دونوں کے لیے بڑے ندامت کا باعث بنے گی۔ جب بچے کو اس کی عادت نہ ہو تو اپنی فرض نمازیں قائم کرنا انتہائی مشکل ہے۔ والدین کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ قیامت کے دن اپنے بچوں کی صحیح رہنمائی کرنے میں ناکامی کا جواب دیں گے، کیونکہ یہ ان پر فرض تھا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 2928 6 باب 66 تحریم، آیت 6 2928

"...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ"

فرض نمازوں کے گمراہی سے روکنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک مسلمان کو قیامت کے دن ان کے احتساب کی مسلسل اور باقاعدگی سے یاد دلاتی رہتی ہے۔ جس طرح نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ جو شخص اپنے دن بھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسے ان کی ناگزیر حقیقت کی یاد دلائی جاتی ہے، اتنا ہی وہ ان کاموں سے اجتناب کرے گا جو اللہ کو ناپسند کرتے ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 78

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ظالم لیڈروں کے عروج و زوال کی اطلاع دی۔ یہ سیکھنا ضروری ہے کہ انسان چاہے کتنی ہی جسمانی یا معاشرتی طاقت رکھتا ہو، ایک دن ضرور آئے گا جب اسے اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ ان کی زندگی کے دوران ہوتا ہے، جہاں کسی شخص کے اعمال انہیں مصیبت میں لے جاتے ہیں، جیسے کہ جیل، اور آخر کار انہیں آخرت میں بھی اپنے اعمال کے نتائج - یہ تمام لوگوں پر لاگو ہوتا ہے، نہ صرف لیڈروں پر۔ گا کا سامنا کرنا پڑے

اس لیے ایک مسلمان کو کبھی بھی دوسروں کے ساتھ برا سلوک نہیں کرنا چاہیے، جیسے کہ ان کے سے سبق سیکھنا چاہئے جو ان سے زیادہ طاقت میں تھے ان ظالم لیڈروں رشتہ دار۔ انہیں تاریخ کے لیکن ایک دن ضرور آیا جب ان کی طاقت ان کے کام نہ آئی اور انہیں اپنے برے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ سماجی اثر و رسوخ اور طاقت ایک بے چین چیزیں ہیں، کیونکہ یہ تیزی سے ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہو جاتے ہیں، کبھی کسی کے ساتھ زیادہ دیر تک نہیں رہتے۔ لہذا جس مسلمان کے پاس اتنی طاقت ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے ایسے طریقے سے استعمال کرے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے ساتھ اپنے اور دوسروں کے لیے فائدہ مند ہو۔ لیکن اگر وہ اپنے اختیارات اور اثر جس سے سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے و رسوخ کا غلط استعمال کرتے ہیں، تو وہ آخرکار ہوں گے۔ کوئی ان کی حفاظت نہیں کر سکتا۔

کسی کے اختیار کا غلط استعمال نہ کرنا کیونکہ یہ انہیں قیامت کے اس کے علاوہ، یہ ضروری ہے دن جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ ہر ظالم کو ان کے اعمال صالحہ ان کے مظلوموں کو دینا ہوں گے اور اگر ضرورت پڑی تو ان کے مظلوموں کے گناہ لے کر جائیں گے، یہاں تک کہ انصاف قائم ہو جائے۔ اس سے بہت سے ظالموں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو اپنے اعمال کے لیے خود کو جوابدہ ٹھہرانا کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔ ایسا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے بچیں گے۔ لیکن جو لوگ خود فیصلہ نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے اور دوسروں کو یہ نہ جانتے ہوئے کہ حقیقت میں وہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ ہیں۔ لیکن جب انہیں اس حقیقت کا ادراک ہو جائے گا تو ان کے لیے سزا سے بچنے میں بہت دیر ہو چکی ہو گی۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 79

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پوری دنیا میں مسلمانوں کی شدید تکالیف کی اطلاع دی، جیسے کہ فلسطین۔ اگرچہ، دنیا کے قدرتی وسائل جیسے تیل کا زیادہ تر حصہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے لیکن بحیثیت قوم مسلمانوں کا معاشرے اور دیگر اقوام پر بہت کم اثر ہے۔ مسلمان اکثر اس سماجی کمزوری کے لیے دوسروں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں، جیسے کہ مغرب کے ممالک۔ وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے پروپیگنڈے کو اس وسیع سماجی کمزوری اور اثر و رسوخ کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ بدقسمتی سے بہت سے لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت نہیں تھی۔ وہ تعداد میں تھوڑے تھے پھر بھی پوری قوموں پر غالب آ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دوسروں پر انگلی اٹھانے کے بجائے آئینے میں دیکھا اور اپنے کرداروں کا اندازہ لگایا اور قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق بہتر سے بہتر تبدیلی کی۔ یہ اللہ عزوجل کی مخلصانہ اطاعت تھی جس کی وجہ سے ان کی طاقت ہوئی، خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ آج بہت سے مسلمان دوسروں پر انگلیاں اٹھانے میں اتنے مصروف ہیں کہ وہ اپنی خامیوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر غور نہیں کرتے۔ اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ سے مطمئن ہو گئے جو کہ بعض علماء کے نزدیک تمام برے خصلتوں کی جڑ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اپنی ذات سے مطمئن ہے وہ اپنے عیب تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرے گا اور نہ ہی اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی اصلاح کرے گا۔ یہ ہمیشہ بری خصلتوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنے گا، جس میں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی جب کہ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 4019 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عہد کو توڑ دیں گے تو ان کے دشمنوں پر غلبہ ہو جائے گا۔ وہ اور وہ مسلمانوں کا سامان آزادانہ طور پر لے جائیں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمبر 4297 میں موجود ایک حدیث میں بھی اعلان فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان سنن ابوداؤد تعداد میں بہت ہوں گے لیکن پھر بھی دنیا کی نظروں میں ان کی کوئی قدر نہیں ہوگی۔ یہ مادی دنیا سے ان کی محبت اور موت سے ان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے۔ مادی دنیا کی محبت انسان کو ہمیشہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑنے کا باعث بنے گی، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ، السلام علیکم اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو جائے گی اور اس طرح امت مسلمہ کا اثر و رسوخ کم ہو جائے گا جس کی باب 20 طہ، آیت 124 وجہ سے ان کی زندگی مشکل اور تنگ ہو جائے گی۔

”اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔“

مسلمانوں کو چاہیے کہ دوسروں پر الزام تراشی بند کریں اور اپنے کردار پر غور کریں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اس کی اصلاح کریں۔ اس سے وہ آخرت کے لیے جدوجہد اور محبت پیدا کرے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ باقی معاشرے کے دلوں میں ان کا خوف اور احترام ڈال دے گا جس طرح اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کیا تھا۔ اس سے ملت اسلامیہ کو ایک بار پھر معاشرے میں باب طاقت اور اثر و رسوخ حاصل کرنے اور ایک پرامن اور اچھی زندگی گزارنے کا موقع ملے گا۔
النحل، آیت 97 16

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

باب 3 علی عمران، آیت 139

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

ایمان کو مضبوط کرنا - 80

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے میڈیا، خاص طور پر تفریحی صنعت میں مسلمانوں کی تصویر کشی کی اطلاع دی۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے غور کرے تو انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میڈیا جیسے فلم انڈسٹری میں اکثر مسلمانوں کی نمائندگی دو طرح سے کی جاتی ہے۔ انہیں یا تو انتہائی ذہنیت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جس کے تحت وہ معصوم لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اسلام کی تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ یا انہیں بے پروا لوگوں کے طور پر دکھایا گیا ہے جو صرف نام کے مسلمان ہیں، جبکہ ان کے اعمال واضح طور پر اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ اکثر شراب پینے والے اور کلب کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔ یہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ مسلمانوں کو صحیح طریقے سے پیش کیا گیا ہو، جیسا کہ ایک متوازن صحیح رہنمائی والا مسلمان جو اپنے فرائض کو پورا کرتا ہے اور اپنے عقیدے پر سمجھوتہ کیے بغیر مادی دنیا میں حصہ لیتا ہے۔ مسلمانوں کی اس غلط تصویر کشی سے مسلمانوں کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بننا چاہیے کہ اسلامی قوم کی اکثریت ان دو انتہائی اقسام میں فٹ ہے۔ درحقیقت، اکثریت متوازن مسلمان ہے اور جو انتہا پسند ذہنیت کے مالک ہیں وہ اقلیت ہیں۔ ایک مسلمان جو اس کا مشاہدہ کرتا ہے اس لیے اسے اپنی حیا کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور اپنے ایمان پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے کہ باقی سب ایسا ہی کر رہے ہیں، اس لیے ان کے لیے بھی ایسا کرنا قابل قبول ہے۔ بدقسمتی سے، یہ غلط عقیدہ پہلے ہی بہت سے مسلمانوں کو متاثر کر چکا ہے جو اس ناقص عذر کو کبیرہ گناہوں، جیسے غیبت میں حصہ لینے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی نادان رویہ ہے جو دنیاوی عدالت میں اپنے عمل کو درست ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے، پھر یہ عذر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے قائم رہ سکتا ہے؟

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ بے وقوف نہ بنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرے۔ اسے، اور اس طرز عمل کی پیروی نہ کریں جو تفریحی صنعت انہیں دکھاتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان گمراہی کا انتخاب کرے تو اسے یقین جانا چاہیے کہ باقی سب کو بھی گمراہ قرار دینے سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ اور اگر وہ صحیح ہدایت پر ثابت قدم رہیں تو دوسروں کی گمراہی انہیں نہ دنیا میں نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ آخرت میں۔ باب 5 المائدہ، آیت 105

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔ جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں وہ تمہیں "

...کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے جب کہ تم ہدایت پا چکے ہو

ایمان کو مضبوط کرنا - 81

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث ہیں جو بنی نوع انسان کو نصیحت کرتی ہیں کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آخری رسول ہیں، جہنم کی آگ سے بچ جائیں گے۔ ایسی ہی ایک مثال صحیح بخاری نمبر 128 میں موجود ہے۔

ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس گواہی پر ایمان لاتے ہوئے مرے گا وہ یا تو جنت میں جائے گا اور جہنم سے بچ جائے گا یا وہ اپنے گناہوں کی حد تک جہنم میں داخل ہوں گے اور پھر آخر کار جنت میں داخل ہو جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ صحیح بخاری نمبر 7510 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہوئے بغیر جنت میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہیں انہیں نہ صرف زبانی طور پر اسلام پر ایمان کا اعلان کرنا چاہیے بلکہ اس کی شرائط اور فرائض کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ ایمان کی گواہی بلاشبہ جنت کی کنجی ہے لیکن ایک مخصوص دروازے کو کھولنے کے لیے چابی کو دانتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنت کی کنجی کے دانت اس کے فرائض اور فرائض ہیں۔ ان کے بغیر معنی، دانتوں کے بغیر چابی، جنت کا دروازہ نہیں کھولے گی۔ یہ بات بہت سی احادیث سے ثابت ہے جو کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے اسلام کی شرائط اور فرائض کو پورا کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1397 میں موجود ایک حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گواہی کی تائید اسلام کے ستونوں کی شکل میں ہونے والے اعمال سے ہونی چاہیے، جیسے کہ فرض نماز۔

گواہی کا پہلا حصہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ہی واحد ہے جس کی اطاعت لازم ہے اور کبھی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود تسلیم

کرتا ہے تو اسے کسی ایسی چیز کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے جو اس کی نافرمانی کا باعث بنتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا مالک ہے اور وہ صرف اس کے بندے ہیں۔ لیکن جس لمحے کوئی ایسی بات مانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتی ہے تو انہوں نے اس کی وحدانیت پر اپنے اعتقاد کو خراب کر دیا جس کی طرف باب 45 الجثیہ آیت 23 میں اشارہ کیا گیا ہے

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟“

قرآن کریم نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے وہ درحقیقت شیطان کی عبادت کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اس کی اطاعت کی ہے۔ باب 36 یاسین، آیت 60

اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ ”تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

وہ مسلمان جو اپنی خواہشات، دوسروں کی خواہشات اور شیطان کے احکام کو ٹھکرا کر صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، انہوں نے واقعی اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ ان مسلمانوں کو دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت عطا کی گئی ہے۔ ان مسلمانوں نے عملی طور پر اسلام کی گواہی کو عملی جامہ پہنایا ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق مخلصانہ عمل کے ساتھ اپنے زبانی اور باطنی دعوے کی تائید کی۔ جب کوئی اپنی روایات کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس نے گواہی کے دوسرے پہلو کو پورا کیا ہے، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور آخری رسول ہیں۔ یہ وہ مسلمان ہیں جن کا ذکر صحیح بخاری نمبر 128 میں موجود حدیث میں ہے۔ اس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔

جو شخص زبان سے اسلام کا اعلان کرتا ہے اور باطنی طور پر اسے قبول کرتا ہے وہ بلاشبہ مسلمان ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ان کا سچا ایمان ان کے گناہوں کے حساب سے کم ہو جاتا ہے۔

گواہی پر صحیح معنوں میں عمل کرنے کا ایک پہلو اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ محبت کرنا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے جس سے وہ نفرت کرتا ہے۔ جیسا کہ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی، سنن ابن ماجہ نمبر 2333 میں موجود ایک حدیث کے مطابق مسلمانوں کو آپ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا“۔

اسلامی تعلیمات سے یہ بات واضح ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اسے ناپسند کرتا ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اسے ناپسند کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوپر ان کی اطاعت کرتا ہے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کو کم کر دیتا ہے۔ درج ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اس ذہنیت کو اختیار کرنا اسلام کی گواہی کے حقیقی عقیدہ سے انحراف ہے۔ باب 9 توبہ آیت 24

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، وہ مال ”جو تم نے حاصل کیا ہے، وہ تجارت جس کے زوال کا تمہیں ڈر ہے، اور وہ مکانات جن سے تم خوش ہو، تمہیں اس سے زیادہ محبوب ہیں۔ اللہ اور اس کا رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرتے رہو، پھر ”انتظار کرو جب تک کہ اللہ اپنا حکم نافذ نہ کر دے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اپنی خواہشات کے مطابق اس کی عبادت کنارے پر کرتا ہے۔ یعنی جو جب ان پر آسانی ہوتی ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں لیکن جب ان پر مشکلات آتی ہیں تو غصے میں اس کی اطاعت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ باب 22 الحج، آیت 11

اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی " ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا "اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔

صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود ایک حدیث مسلمانوں کو بتاتی ہے کہ ایمان کی گواہی پر صحیح طریقے سے کیسے ایمان لایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے جو کہ اگلے جہان میں جہنم کی آگ سے نقصان پہنچنے سے بچ جائے۔ یہ سب سے پہلے فرض کے فرائض کو ان کی تمام شرائط اور آداب کو پورا کرتے ہوئے صحیح طریقے سے ادا کرنا ہے۔ پھر اس میں رضاکارانہ طور پر اعمال صالحہ کا اضافہ کرنا چاہیے، جن میں سے سب سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت شدہ روایات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان کے جسم کے ہر عضو کو طاقت بخشتا ہے تاکہ وہ صرف اس کی اطاعت کریں۔ یہ سچی اور مخلصانہ اطاعت ایمان کی شہادت کی تکمیل ہے۔ یہ وہ دل ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور دنیاوی خواہشات اور مادی دنیا کی محبت سے پاک ہے۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس سچے دل کے "ساتھ آتا ہے۔

غور طلب ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان سے سچے دل سے توبہ کرتے ہیں جب بھی وہ کم ہی کرتے ہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی گواہی کو نہ صرف داخلی اور زبانی طور پر بیان کریں بلکہ اپنے عمل میں بھی اس کا اظہار کریں کیونکہ یہی دنیا میں حقیقی کامیابی اور آخرت میں عذاب سے مکمل طور پر بچنے کا واحد راستہ ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 82

مالیاتی سود اس رقم کی نشاندہی کرتا ہے جو قرض دہندہ قرض لینے والے سے سود کی ایک مقررہ شرح پر وصول کرتا ہے۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت سودی لین دین کی کئی صورتیں رائج تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ فروش نے ایک مضمون فروخت کیا اور قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک وقت کی حد مقرر کی، یہ شرط رکھی کہ اگر خریدار مقررہ مدت کے اندر ادائیگی کرنے میں ناکام رہا تو وہ وقت کی حد کو بڑھا دے گا لیکن مضمون کی قیمت میں اضافہ کر دے گا۔ دوسرا یہ تھا کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو ایک رقم ادھار دی اور یہ شرط رکھی کہ قرض لینے والے کو ایک مقررہ مدت کے اندر قرض کی رقم سے زائد رقم واپس کرنی چاہیے۔ سود کے لین دین کی ایک تیسری شکل یہ تھی کہ قرض لینے والے اور وینڈر نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سابقہ قرض ایک مقررہ حد کے اندر ایک مقررہ سود پر ادا کرے گا، اور یہ کہ اگر وہ اس حد کے اندر ایسا کرنے میں ناکام رہے تو قرض دہندہ وقت کی حد بڑھا دے گا لیکن ایک ہی وقت میں سود کی شرح میں اضافہ کرے گا۔ یہ ایسے لین دین ہیں جن پر یہاں مذکور احکام لاگو ہوتے ہیں۔

جو لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں وہ حلال سرمایہ کاری اور مالی مفاد سے حاصل ہونے والے منافع میں فرق کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس الجھن کے نتیجے میں بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر کسی کاروبار میں لگائی گئی رقم سے منافع حلال ہے تو قرض سے حاصل ہونے والے منافع کو کیوں حرام قرار دیا جائے؟ وہ دلیل دیتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی دولت کی سرمایہ کاری کرنے کے بجائے اسے کسی ایسے شخص کو قرض دیتا ہے جو بدلے میں اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ایسے حالات میں قرض خواہ قرض خواہ کو منافع کا حصہ کیوں ادا نہ کرے؟ وہ یہ تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ کوئی بھی کاروباری منصوبہ خطرے سے محفوظ نہیں ہے۔ کوئی بھی منصوبہ منافع کی مطلق ضمانت نہیں رکھتا۔ لہذا یہ مناسب نہیں ہے کہ اکیلے فنائسر کو ہر حال میں ایک مقررہ شرح پر منافع کا حقدار سمجھا جائے اور اسے نقصان کے کسی بھی امکان سے محفوظ رکھا جائے۔ یہ انصاف کا حصہ نہیں ہے کہ جو لوگ اپنے وسائل وقف کرتے ہیں انہیں کسی بھی مقررہ شرح پر منافع کی ضمانت نہیں دی جاتی جبکہ جو لوگ اپنی دولت کو قرض دیتے ہیں وہ نقصان کے تمام خطرات سے مکمل طور پر محفوظ ہوتے ہیں اور ایک مقررہ شرح پر منافع کی ضمانت دی جاتی ہے۔

ایک عام حلال لین دین میں خریدار اس چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے جسے وہ بیچنے والے سے خریدتا ہے۔ بیچنے والے کو شے بنانے میں لگائی گئی محنت اور وقت کا معاوضہ ملتا ہے۔ دوسری طرف سود سے متعلق لین دین میں، فوائد کا تبادلہ منصفانہ طور پر نہیں ہوتا ہے۔ سود وصول کرنے والے فریق کو اپنے دیئے گئے قرض کی ادائیگی کے طور پر ایک مقررہ رقم ملتی ہے اور اس طرح ان کا فائدہ محفوظ ہوجاتا ہے۔ دوسرا فریق قرضے میں دیئے گئے فنڈز کا استعمال کر سکتا ہے لیکن یہ ہمیشہ منافع نہیں دے سکتا۔ اگر ایسا شخص ادھار کی رقم کسی ضرورت پر خرچ کرے تو کوئی نفع نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر فنڈز کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے تب بھی کسی کو نفع یا نقصان دونوں کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے سود سے متعلق لین دین ایک طرف نقصان اور دوسری طرف منافع یا ایک طرف یقینی اور مقررہ منافع اور دوسری طرف غیر یقینی منافع کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے حلال تجارت مالی سود کے برابر نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، سود کا بوجھ قرض لینے والوں کے لیے قرض کی واپسی کو انتہائی مشکل بنا دیتا ہے۔ اصل قرض اور سود کی ادائیگی کے لیے انہیں کسی اور ذریعے سے قرض بھی لینا پڑ سکتا ہے۔ سود کے کام کرنے کے طریقے کی وجہ سے ان پر واجب الادا رقم اکثر قرض کی ادائیگی کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ یہ مالی دباؤ لوگوں کو اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ضروریات زندگی حاصل کرنے سے روک سکتا ہے۔ یہ تناؤ بہت سے جسمانی اور ذہنی مسائل کا باعث بن سکتا ہے۔

بالآخر، اس قسم کے نظام میں صرف امیر ہی امیر تر ہوتے ہیں جبکہ غریب غریب تر ہوتے جاتے ہیں۔

اگرچہ مالی مفادات سے نمٹنا ظاہری طور پر ایسا لگتا ہے کہ کسی شخص کو دولت حاصل ہوتی ہے لیکن حقیقت میں اس سے ان کا مجموعی نقصان ہی ہوتا ہے۔ یہ نقصان کئی شکلیں لے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، یہ انہیں اچھے اور حلال کاروباری معاملات کو کھونے کا باعث بن سکتا ہے جو وہ حاصل کر سکتے تھے اگر وہ مالی مفاد سے نمٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مال کو ایسے طریقوں سے استعمال کرنے پر مجبور کر سکتا ہے جو ان کو پسند نہ ہوں۔ مثال کے طور پر، ان کو جسمانی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی قیمتی غیر قانونی دولت کو اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ اس کو ان طریقوں سے استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو انہیں خوش کرتے

ہیں۔ مجموعی نقصان کا ایک روحانی پہلو بھی ہے۔ وہ جتنا زیادہ مالی سود کا سودا کرتے ہیں ان کا لالچ اتنا ہی زیادہ معنی خیز ہوتا جاتا ہے، ان کی دنیاوی چیزوں کی حرص کبھی پوری نہیں ہوتی جو تعریف کے اعتبار سے انہیں غریب بنا دیتی ہے خواہ ان کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ یہ لوگ دن بھر ایک دنیاوی مسئلے سے دوسرے مسئلے میں جائیں گے اور قناعت حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے کیونکہ وہ اس فضل سے محروم رہیں گے جو حلال کاروبار اور دولت کے ساتھ ہے۔ یہ انہیں مالی مفاد اور دیگر ذرائع سے مزید غیر قانونی دولت حاصل کرنے کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ آخرت کا نقصان زیادہ واضح ہے۔ وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ چھوڑے جائیں گے کیونکہ کوئی نیک عمل جو حرام سے جڑا ہوا ہو مثلاً حرام مال سے صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ یہ طے کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ اس شخص کا قیامت کے دن کہاں تک پہنچنے کا امکان ہے۔

حلال کاروباری لین دین اور سود سے متعلق لین دین میں بہت فرق ہے۔ سابقہ معاشرہ میں فائدہ مند کردار ادا کرتا ہے جبکہ بعد والا اس کے زوال کا باعث بنتا ہے۔ اپنی فطرت کے مطابق مفاد لالچ، خود غرضی، بے حسی اور دوسروں کے ساتھ ظلم کو جنم دیتا ہے۔ یہ دولت کی عبادت کی طرف لے جاتا ہے اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور اتحاد کو ختم کرتا ہے۔ اس طرح یہ معاشرے کو معاشی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے تباہ کر سکتا ہے۔

دوسری طرف صدقہ، سخاوت اور ہمدردی کا نتیجہ ہے۔ باہمی تعاون اور خیرسگالی سے معاشرہ مثبت طور پر ترقی کرے گا جس سے سب کو فائدہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی ایسا معاشرہ ہو جس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں خود غرض ہوں، جس میں امیروں کے مفادات عام لوگوں کے مفادات کے بالواسطہ مخالف ہوں تو وہ معاشرہ مستحکم بنیادوں پر قائم نہیں رہتا۔ ایسے معاشرے میں محبت اور ہمدردی کی بجائے باہمی رنجش اور تلخی بڑھنے لگتی ہے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب لوگ اپنی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کریں گے اور پھر اپنی زائد دولت سے خیراتی طریقوں سے خرچ کریں گے یا باہمی طور پر حلال کاروبار میں حصہ لیں گے تو ایسے معاشرے میں تجارت، صنعت اور زراعت میں بہتری آئے گی۔ معاشرے

كے اندر زندگی كا معیار بلند ہو گا اور اس میں پیداوار ان معاشروں كی نسبت بہت زیادہ ہو گی جہاں معاشی سرگرمیاں مالی مفاد كی وجہ سے محدود ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 83

صدقہ فطر نہ دینے پر قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اپنے واجب صدقات کو صدقہ نہ کرے اسے ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا ہو گا جو قیامت کے دن اسے مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ دیا ہے اسے روکے رکھنے والے ہرگز یہ " نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ ان کے لیے بدتر ہے۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے دن وہ "...گھیر لیا جائے گا جو انہوں نے روک رکھا تھا

سنن ابن ماجہ نمبر 4019 میں موجود ایک حدیث کے مطابق جب معاشرے کے افراد واجب صدقہ کو روکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے اور اگر یہ جانور نہ ہوتے تو وہ بارش کو ہرگز نہ ہونے دیتا۔ اس لیے یہ بڑا گناہ کچھ قوموں کو درپیش طویل خشک سالی کی ایک ممکنہ وجہ ہے۔

واجب صدقہ نہ دینا انتہائی لالچ کی علامت ہے کیونکہ یہ کسی کے مال کا صرف ایک انتہائی چھوٹا حصہ ہے یعنی 2.5%۔ واضح ہے کہ کنجوس اللہ تعالیٰ سے دور اور جہنم کے قریب ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ فرض صدقہ کرنا نہ صرف انہیں عذاب سے بچاتا ہے بلکہ یہ کسی کی زندگی میں برکتوں کا باعث بنتا ہے جو ان کے عطیہ کردہ مال سے کہیں زیادہ ہے۔ درحقیقت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 6592 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی عطیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، وہ انہیں کاروبار کے مواقع فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے عطیہ سے زیادہ دولت حاصل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اس ادائیگی کی تصدیق کی گئی ہے، مثلاً باب 57 الحديد، آیت 11

”کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تو وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے اور اس کے لیے“اجر عظیم ہے۔

اس کے علاوہ یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کر سکتی ہے کہ چونکہ ہر شخص کا رزق پہلے سے لکھا ہوا ہے جو مال اس پر خرچ کرنا ہے وہ کبھی نہیں بدلے گا چاہے کوئی کتنا ہی مال عطیہ کرے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مال کا ایک بہت ہی کم حصہ فرض صدقہ کی صورت میں دے کر اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچتا ہے اور اس امید پر کہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 84

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سب سے بڑی رکاوٹ ایمان کی کمزوری ہے۔ یہ ایک قابلِ ملامت خصوصیت ہے جو دوسری منفی خصوصیات کو جنم دیتی ہے، جیسے اپنے علم پر عمل نہ کرنا، دوسروں سے ڈرنا، لوگوں کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر فوقیت دینا، بغیر کوشش کے معافی کی امید رکھنا اور دیگر ناپسندیدہ خصوصیات۔ خصوصیات ایمان کی کمزوری کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے جیسے فرائض سے غفلت۔ ایمان کی کمزوری کی اصل وجہ اسلام سے لاعلمی ہے۔

اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ آخرکار ایمان کے اس یقین تک پہنچ جائیں گے جو اس قدر مضبوط ہے کہ یہ انسان کو تمام آزمائشوں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ اپنے دینی اور دنیاوی فرائض کو پورا کرے۔ یہ علم اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ تعلیمات جن میں فرمانبرداروں کے لیے اجر کے وعدوں اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے لیے عذاب کا ذکر ہے۔ اس سے ایک مسلمان کے دل میں عذاب کا خوف اور ثواب کی امید پیدا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف کھینچنے اور دھکیانے کے طریقہ کار کی طرح کام کرتا ہے۔

آسمانوں اور زمین کے اندر کی تخلیقات پر غور و فکر کر کے اپنے ایمان کو مضبوط کر سکتے ہیں۔ جب صحیح طریقے سے کیا جائے تو یہ واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی لامحدود قدرت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 53

ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ یہ ”حق ہے“۔

مثال کے طور پر، اگر کوئی مسلمان رات اور دن کے بارے میں غور و فکر کرے اور یہ کہ وہ کس حد تک مطابقت میں ہیں اور ان سے جڑی دوسری چیزوں کو وہ واقعی یقین کریں گے کہ یہ کوئی تصادفی چیز نہیں ہے، یعنی ایک طاقت ہے جو اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ہر چیز گھڑی کی طرح چلتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود طاقت ہے۔ اس کے علاوہ، اگر کوئی رات اور دن کے کامل وقت پر غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی معبود ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہر خدا کی خواہش ہوتی کہ رات اور دن ان کی اپنی خواہشات کے مطابق ہوں۔ یہ سراسر افراتفری کا باعث بنے گا کیونکہ ایک خدا سورج کے طلوع ہونے کی خواہش کرسکتا ہے جبکہ دوسرا خدا رات کو جاری رکھنے کی خواہش کرسکتا ہے۔ کائنات کے اندر پایا جانے والا کامل بلاتعطل نظام یہ ثابت کرتا ہے کہ صرف ایک ہی خدا ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔

باب 21 الانبیاء، آیت 22

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

ایک اور چیز جو ایمان کو مضبوط کر سکتی ہے وہ ہے عمل صالح پر قائم رہنا اور تمام گناہوں سے پرہیز کرنا۔ جیسا کہ عقیدہ ایمان ہے جس کی تائید اعمال سے ہوتی ہے یہ گناہوں کے ارتکاب سے کمزور اور اچھے اعمال انجام دینے سے مضبوط ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 5662 کی حدیث میں ایک مرتبہ تنبیہ فرمائی کہ مسلمان جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 85

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ایک بڑی رکاوٹ حرام مال کمانا اور استعمال کرنا ہے۔ یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس سے ہر صورت بچنا چاہیے۔ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس کی بنیاد حرام پر ہو۔ مثال کے طور پر جو شخص ناجائز مال کماتا ہے اور پھر اسے حج کے لیے استعمال کرتا ہے اسے معلوم ہوگا کہ اس نے اپنا وقت ضائع کیا اور گناہوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کیا۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے مکمل طور پر متصادم ہے۔ وہ صرف ان لوگوں سے چیزیں قبول کرتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔ باب 5 المائدۃ، آیت 27

"بے شک اللہ صرف نیک لوگوں سے ہی قبول کرتا ہے [جو اس سے ڈرتے ہیں]۔..."

صحیح بخاری نمبر 1410 میں موجود ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف حلال مال کو قبول کرتا ہے جو اس کی رضا کے لیے خرچ کیا جائے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 2346 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ فرمائی ہے کہ حرام مال کمانے اور استعمال کرنے والے کی دعا بھی اللہ تعالیٰ نے رد کردی ہے۔

درحقیقت انسان کو اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے تھوڑی سی ضرورت ہوتی ہے۔ صالح پیشواؤں سے یہ بات واضح ہے کہ حرام یا مشتبہ مال سے مکمل طور پر پرہیز کرنا ایک معتدل زندگی گزارنے سے ممکن ہے جو اسراف سے دور ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ صرف اپنی غیر ضروری خواہشات اور خواہشات کی وجہ سے ناجائز دولت کی طرف جھکاؤ ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں چار بڑی رکاوٹوں سے بچیں، جن پر اس مختصر کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ پہلا قدم یہ ہے کہ کسی معتبر ذریعہ سے صحیح اسلامی معلومات حاصل کی جائیں۔ پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے واجبات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات اور اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خلوص نیت سے ادا کرے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرے گا اور جنت کے دروازوں تک بحفاظت رہنمائی کرے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 86

سنن ابن ماجہ نمبر 2141 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مال اس وقت تک برا نہیں ہے جب تک کہ اس کے پاس تقویٰ ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ اچھی صحت دولت سے بہتر ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خوش رہنا ایک نعمت ہے۔

جو مسلمان تقویٰ کا مالک ہے وہ ہمیشہ اپنا مال صحیح طریقے سے خرچ کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ تو ان کے لیے یہ دونوں جہانوں میں رحمت بن جائے گا۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ صحیح طریقے سے خرچ کرنا صدقہ سے بالاتر ہے اور اس میں ہر قسم کے جائز مفید خرچ شامل ہیں جو کہ زیادتی، فضول خرچی یا اسراف سے مبرا ہیں، جیسے کہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

تقویٰ صرف اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28:

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

یہ علم اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ایک مسلمان یہ سمجھے کہ اپنی دولت اور اپنی دیگر دنیاوی نعمتوں کو صحیح طریقے سے کیسے استعمال کرنا ہے۔ وہ سمجھیں گے کہ ان نعمتوں کا صحیح

استعمال دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث ہے جبکہ ان کا غلط استعمال دونوں جہانوں میں
:تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "
"زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اگرچہ اس قسم کی دولت ایک بڑی نعمت ہے لیکن اچھی صحت جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور مخلوق
کے لیے اپنے تمام عملی فرائض کو آزادانہ طور پر پورا کرنا ایک بڑی نعمت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ
امیر لوگ صحت مند رہنے اور بیماری سے بچنے کے لیے اپنی دولت خوشی خوشی خرچ کرتے ہیں۔
لہذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کرتے ہوئے، اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں
سے اجتناب اور نفلی اعمال مثلاً مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے ذریعے اپنی صحت سے فائدہ
اٹھانا چاہیے۔ رضاکارانہ روزے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب وہ اپنی اچھی صحت کھو بیٹھیں
اور پچھتاوا رہ جائیں۔

آخر میں، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خوش مزاجی جیسی مثبت خصوصیات کو اپنائیں،
کیونکہ یہ نہ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے، بلکہ اس دوران مختلف
مشکلات اور آزمائشوں سے نمٹنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ ان کی زندگی جو شخص مثبت سوچ اپناتا
ہے وہ ان اوقات میں زیادہ آسانی سے صبر کرتا ہے۔ جبکہ جو لوگ عمومی منفی اور مایوس کن
ذہنیت اختیار کرتے ہیں وہ مشکل کے وقت زیادہ آسانی سے بے صبری اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو
جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو مثبت ذہنیت کو برقرار رکھنے کے لیے ان ان گنت نعمتوں کا باقاعدگی
سے جائزہ لینا چاہیے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، انہیں اسلامی علم حاصل کرنا اور
اس پر عمل کرنا چاہیے، کیونکہ یہ انہیں اس حقیقت کو سمجھنے کی ترغیب دے گا کہ اللہ تعالیٰ
صرف وہی فیصلہ کرتا ہے جو لوگوں کے لیے بہتر ہے، چاہے یہ ان پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ،
آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند
ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 87

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں اس دنیا کے ان گنت لوگوں اور ان گنت مختلف راستوں پر غور کر رہا تھا جن پر وہ سفر کر رہے ہیں۔ یہ بذات خود اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ، اربوں لوگ ہیں پھر بھی کوئی دو لوگ زندگی میں بالکل ایک ہی راستے پر نہیں چلتے۔ ان علامات کو سمجھنے سے ایمان مضبوط ہوتا ہے لیکن اس باب میں کچھ اور بات کی جائے گی۔

جب بھی کوئی مسلمان اپنے آپ کو کسی حلال راستے پر پاتا ہے تو اسے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا سچا شکر بجا لانا چاہیے کہ اس نے ان نعمتوں کو استعمال کیا جو اس نے انہیں اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر دی ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو یہ خیال کرتے ہوئے کبھی بھی دوسروں کو حقیر نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس کا راستہ کسی نہ کسی طرح دوسروں کے راستے سے افضل ہے خاص کر ان لوگوں کے جو حلال راستے پر ہیں۔ یہ صرف غرور کی طرف لے جاتا ہے جو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 266 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس کے بجائے انہیں پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی یا دوسروں کی زندگی کے آخری انجام سے بے خبر ہیں۔ غیر قانونی راستے پر چلنے والا شخص آسانی سے سچے دل سے توبہ کر سکتا ہے اور موت سے پہلے نجات پا سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ حلال راستے پر چلنے والوں کے معاملے میں ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر شخص کو ان کے لیے بہترین راستہ دیا گیا ہے جو دوسروں کے بہترین راستے سے مختلف ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزار سکتا ہے اور دوسرا مسلمان اپنا زیادہ تر وقت حلال دنیاوی کاموں میں گزار سکتا ہے، جیسے کہ کوئی پیشہ۔ پہلا مسلمان دوسرے سے بہتر نہیں کیونکہ ہر شخص ان کے لیے بہترین راستے پر ہے۔ اگر وہ جگہوں کو تبدیل کرتے ہیں تو یہ زیادہ تر ممکنہ طور پر انہیں تباہی کی طرف لے جائے گا۔ مثال کے طور پر، اگر وہ مسجد میں وقت گزارنے والے کو تبدیل کر دیں تو وہ غرور اختیار کر سکتا ہے اور اس طرح تباہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان کے لیے بہتر ہے کہ وہ حلال دنیاوی چیزوں میں مشغول رہیں۔ دوسری طرف، دوسرا مسلمان

جو اب اپنا زیادہ تر وقت مادی دنیا کے لیے وقف کرتا ہے، وہ اس میں گم ہو کر حرام کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ اس لیے اس مسلمان کے لیے بہتر ہوگا کہ وہ اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزارے۔

اس لیے مسلمانوں کو کبھی بھی حسد نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ایک دوسرے کو حقیر دیکھنا چاہیے کیونکہ جب تک یہ راستہ حلال ہے ہر شخص ان کے لیے بہترین راستے پر ہے۔ یہ رویہ ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے عاجزی اور بابمی محبت کا باعث بنے گا اور جامع ترمذی نمبر 2510 میں موجود ایک حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے مخلصانہ محبت کرنا ایک ایسی صفت ہے جو جنت تک لے جاتی ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خود کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں دوسروں کے لیے خوش ہونا چاہیے جو حلال راستے پر چل رہے ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 88

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان جن طاقتور ہتھیاروں کا استعمال کرتا ہے ان میں سے ایک اس دنیا کے کسی عنصر کو خوبصورت بنانا ہے تاکہ ایک ایسی فتناسی پیدا ہو جو دلکش نظر آئے۔ باب 16 النحل، آیت 63

اللہ کی قسم ہم نے تم سے پہلے کی امتوں میں بھی رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کے اعمال کو ”ان کے لیے خوشنما بنا دیا۔“

جب کوئی شخص دوسروں کا مشاہدہ کرتا ہے تو شیطان اس لمحے کی تصویر کھینچتا ہے اور اسے اس طرح مزین کرتا ہے کہ وہ شخص اپنے ذہن میں اس سے ایک پوری خیالی دنیا بنا لیتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص ایک ایسے خاندان کا مشاہدہ کرے گا جس نے چھٹی کے دوران سیلفی لی تھی اور اس ایک لمحے کو اس شخص نے سیاق و سباق سے ہٹ کر لیا ہے تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو جائے، جس میں اس کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اسے خوش کرنے والا مثال کے طور پر، وہ اپنی چھٹی کے دن خاندان اور خوشی کے لمحات سے حسد کر سکتے ہیں۔ حسد ہمیشہ دیگر منفی خصلتوں کا باعث بنتا ہے جیسے کہ تلخی۔ یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اچھی چیزوں کو حقیر سمجھنے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ ایسا سلوک کرنے والا کبھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ خوبصورتی کا عمل انہیں اس طرز زندگی کو اپنانے کی کوشش کرنے کی ترغیب بھی دے سکتا ہے جو ان کے تصور میں بنایا گیا ہے۔ یہ اکثر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ انہیں اپنی ضرورتوں سے بڑھ کر مادی دنیا کے لیے کوشش کرنے کا سبب بنتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے غفلت برتنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ ہمیشہ تناؤ اور یہاں تک کہ گناہوں کی طرف جاتا ہے۔ یہ بدلے میں، قیامت کے دن کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا، جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ اس پر

یہ صرف کچھ مثالیں ہیں کہ جب کوئی شیطان کی چال میں پڑ جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے وہ کسی دوسرے شخص کی زندگی کے ایک لمحے کو دیکھ رہے ہیں، وہ ان مشکلات اور دباؤ کو کبھی نہیں سمجھ سکتے جن کا وہ سامنا کر رہے ہیں۔ وہ کسی صورت حال کا محض ایک چھوٹا، تنگ اور بیرونی پہلو دیکھتے ہیں جو اکثر گمراہ کن ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، سیلفی لینے والے خاندان کو اپنی چھٹیوں اور ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے سے نفرت ہو سکتی ہے اور صرف اس تصویر کے لیے مسکراتے ہیں جو انہوں نے لی ہے۔ ایک تصویر خاندانی زندگی کی مشکلات کو ظاہر نہیں کرتی۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو وہ دیتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہے، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

لہذا انہیں چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر توجہ دیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں کیونکہ دونوں جہانوں میں ان کی سلامتی اور کامیابی اسی میں مضمر ہے۔ یہ کسی دوسرے کی زندگی کے ایک لمحے سے شیطان کی طرف سے گھڑ کر تخیل کی پیروی میں جھوٹ نہیں ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 89

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین واضح طور پر ان لوگوں کے بہترین گروہ کے طور پر کھڑے ہیں جو اب تک موجود ہیں، انبیاء علیہم السلام کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔ ایک چیز جس نے انہیں عظیم بنایا وہ ان کے اعلیٰ مقاصد اور خواہشات تھیں۔ ہر چیز میں انہوں نے کیا اور کہا کہ انہوں نے ہمیشہ مادی دنیا کے لئے مقصد کے بجائے آخرت کا مقصد کیا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ان کی کثرت عبادت کو ختم کر دے اور صرف ان کے روزمرہ کے کاموں کا مشاہدہ کرے تو وہ واضح طور پر لوگوں کا ایک گروہ دیکھیں گے جو آخرت پر واقعی ایمان رکھتے تھے، کیونکہ ان کی روزمرہ کی زیادہ تر کوششیں آخرت کے لیے وقف تھیں، جیسا کہ وہ ہمیشہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے تھے جو وہ حاصل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کیا گیا اور ان کو فضول اور گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنے سے گریز کیا۔ دوسری طرف، اگر کوئی ایک جدید مسلمان کی روزمرہ کی زندگی سے فرض نمازوں کو نکال دیتا ہے تو وہ ان کو اپنے روزمرہ کے کاموں کے لحاظ سے غیر مسلم سے ممتاز نہیں کر سکے گا۔ یہ صرف ان کی پست خواہشات اور مقاصد کی وجہ سے ہے۔ یعنی ان کی کاوشوں کی اکثریت اس مادی دنیا کے لیے وقف ہے، بالکل غیر مسلم کی طرح۔ کسی کو یہ سمجھ کر اپنے آپ کو بیوقوف نہیں بنانا چاہئے کہ وہ وہی کام کر رہے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کاروبار میں حصہ لیا اور خاندانوں کی پرورش کی لیکن جس طرح انہوں نے یہ کام کیا وہ مکمل طور پر اسلام کی تعلیمات سے جڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کمایا اور خرچ کیا اور ہر ایسی چیز سے اجتناب کیا جو انہیں آخرت میں فائدہ نہ پہنچائے۔ کتنے مسلمان دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے شادی کر لی لیکن انہوں نے مکمل طور پر اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر شریک حیات کا انتخاب کیا اور اپنی خواہشات کے بجائے اسلام کی تعلیمات کے مطابق شریک حیات کے حقوق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ کتنے مسلمان دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بچوں کو قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی تعلیم دے کر ان کی پرورش کی اور انہیں دنیا پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دینے کا درس دیا۔ وہ نعمتیں ان طریقوں سے عطا کی گئیں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے تھیں۔ جبکہ آج کل اکثر مسلمان والدین اپنے بچوں کو صرف قرآن پاک کو سمجھے اور اس پر عمل کیے بغیر تلاوت کرنے کا طریقہ سکھاتے ہیں اور انہیں بہت ساری دولت کمانے اور بہت سی جائیدادیں خریدنے میں کامیاب ہونے کی ترغیب دینے میں پوری کوشش کرتے ہیں۔

جدید مسلمان صحابہ کرام کے اعمال کی نقل کرتے ہیں، اللہ ان سے راضی ہے، لیکن چونکہ ان کے مقاصد اور خواہشات مادی دنیا پر مرکوز ہیں، وہ صحابہ کرام سے بہت الگ ہیں، اللہ ان سے راضی ہے۔

انسان کو اپنی زندگی اس طرح گزارنی چاہیے کہ ان کی روزمرہ کی سرگرمیوں کو دیکھنے والے پر یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ آخرت پر واقعی یقین رکھتے ہیں، کیونکہ ان کے مقاصد اور خواہشات سب آخرت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا سلوک صرف پانچوں فرض نمازوں میں نہیں ہو سکتا جس میں دن کے ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت لگتا ہے، بلکہ ہر عمل اور قول میں یہ رویہ ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی رویہ تھا اور ان کی عظمت کا ایک سبب ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 90

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اس دنیا کے اہم فریبوں میں سے ایک اور شیطان کا ہتھیار یہ ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو یہ باور کرائے کہ وہ دوسروں سے مختلف ہیں اور اس لیے ان لوگوں کی اکثریت کی قسمت میں شریک نہیں ہوں گے جنہوں نے ایک مخصوص طرز زندگی اور راستہ اختیار کیا تھا۔ مثال کے طور پر، بہت سے لوگ جو امیر اور مشہور نہیں ہیں، وہ مشہور شخصیات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ذہنی عارضوں میں ڈوب جاتی ہیں، جیسے کہ بے چینی، تناؤ اور مادہ کی لت، ان کے طرز زندگی کے نتیجے میں، اور وہ جھوٹا یقین رکھتے ہیں کہ اگر انہیں شہرت ملی اور خوش قسمتی سے ان کا نتیجہ کسی نہ کسی طرح مختلف ہوگا۔ کتنے مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر انہیں اس دنیا کے ارب پتیوں کی طرح بے شمار دولت دی جائے تو وہ دنیا سے غربت مٹادیں گے؟ یہاں تک کہ قرآن پاک میں بھی اس خاص رویے کا ذکر آیا ہے۔ باب 9 توبہ آیات 75-76:

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔ اس کا فضل تھا کہ وہ اس سے "کنجوس ہوئے اور انکار کرتے ہوئے منہ پھیر لیا۔"

ایک اور عام مثال یہ ہے کہ جب کوئی کسی برے کردار والے شخص کو شادی کے لیے چنتا ہے، حالانکہ ان کے رشتہ دار اور دوست انہیں اس کے خلاف خبردار کرتے ہیں۔ لیکن وہ بے وقوفانہ طور پر یقین رکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی اکثریت کے برعکس جنہوں نے کسی برے کردار سے شادی کی اور اس کے نتیجے میں نقصان اٹھانا پڑا، وہ اس انجام کو پورا نہیں کریں گے اور اس کے بجائے کسی نہ کسی طرح اپنے شریک حیات کی اصلاح کر لیں تاکہ وہ ایک نمونہ مسلمان اور شہری بن جائیں۔

ایک آخری عام مثال، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اگرچہ اسلام مسلمانوں کو صرف وہی حلال مال کمانے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کی ترغیب دیتا ہے جو انہیں اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس سے زیادہ کمانے والے لوگوں کی اکثریت صرف لالچی یا لالچی ہوتی ہے۔ فضول خرچی اور اسراف، پھر بھی بہت سے مسلمان اکثریت کے نتائج کو نظر انداز کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مختلف ہوں گے اور اپنی ضرورت سے زیادہ دولت صرف اللہ کی رضا کے لیے خرچ کریں گے۔ سربلند اگر یہ سچ ہوتا تو وہ دنیا میں غریب نہ ہوتے۔

سچ تو یہ ہے کہ اگرچہ لوگ مختلف خصوصیات کے مالک ہوتے ہیں، پھر بھی لوگ لوگ ہیں۔ اگر لوگوں کی اکثریت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنے میں ناکام ہو جائے تو ایک خاص طریقہ زندگی کو اختیار کرتے ہوئے، زیادہ تر صورتوں میں ان کی پیروی کرنے والا بھی ناکام ہو جاتا ہے۔

ایک مسلمان کو زندگی میں صحیح انتخاب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ادراک کو استعمال کرنا چاہیے۔ انہیں دوسروں کی طرف سے کیے گئے انتخاب اور اس کے نتائج کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے جیسا ہی راستہ چنیں گے تو وہ خود کسی نہ کسی طرح مختلف نتائج کا سامنا کریں گے۔ کسی کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ وہ خاص اور دوسرے لوگوں کی اکثریت سے مختلف ہیں۔ یہ رویہ کسی کو اپنے ادراک کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے روکتا ہے اور اس وجہ سے تباہ کن نتیجہ نکل سکتا ہے۔ عقلمند شخص وہ راستہ چنتا ہے جہاں سے گزرنے والوں کی اکثریت دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ یہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا راستہ ہے۔ باقی تمام راستوں سے گریز کرنا چاہیے، یہاں تک کہ اگر کسی کو یقین ہو کہ وہ اسے محفوظ طریقے سے عبور کر سکتے ہیں، کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ایک فریب اور چال کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 91

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ سب سے طاقتور نشانیوں میں سے ایک جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مخلوق پر اس کی اعلیٰ قدرت اور اختیار کی نشاندہی کرتی ہے، اس کا تجربہ زیادہ تر لوگوں کو ہوتا ہے، خواہ ان کا ایمان یا فقدان ہو۔ جب کسی شخص کو کوئی حقیقی مشکل درپیش ہوتی ہے، جسے اس کے پاس موجود ذرائع سے حل نہیں کیا جا سکتا، تو وہ اکثر ایک معبود، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ وہ متعدد معبودوں سے بھی اپیل نہیں کرتے کیونکہ ان کی روح مایوسی کے وقت انہیں ایسا کرنے سے روکتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو اکثر فلموں اور ٹیلی ویژن شوز میں دکھائی جاتی ہے، جہاں ایک کردار، جو ایک خدا کو بھی نہیں مانتا، اپنی ضرورت کے وقت ایک خدا سے اپیل کرتا ہے۔ فلم پروڈیوسروں نے جتنی سختی سے مذہب کو چھوٹا کرنے کی کوشش کی ہے، یہ حقیقت اب بھی فلم انڈسٹری میں اکثر دکھائی جاتی ہے۔

مایوسی کے وقت ایک خدا، اللہ، بلند، کو پکارنے کی یہ فطری خواہش انسان کی روح سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ روح جو کبھی اللہ تعالیٰ کی صحبت میں تھی اور اس کی ربوبیت، وحدانیت اور ہر چیز پر مکمل کنٹرول اور قدرت کی گواہی دیتی تھی۔ باب 7 الاعراف، آیت 172

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور "ان کو ان کی ذات پر گواہ کر کے کہا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا: ہاں، ہمارے پاس... "ہے۔ گواہی دی۔"

ان لمحات کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی واضح نشانی ہے۔ یہ توجہ انہیں اس پر ایمان لانے کی ترغیب دے گی، اگر وہ پہلے سے نہیں مانتے، اور یہ انہیں حوصلہ افزائی کرے گا کہ وہ خلوص دل سے اس کی اطاعت کریں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں پسند کی ہیں، کیونکہ اسی میں امن اور ایک کامیاب نتیجہ

مضمّر ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کی کسی کی روح گواہی دیتی ہے، خاص طور پر مشکلات کے وقت۔
باب 10 یونس، آیت 22

وہی ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم جہازوں میں ہوتے ہو اور وہ ان کے ساتھ چلتے ہیں ایک اچھی ہوا چلتی ہے اور وہ اس میں خوش ہوتے ہیں تو ایک طوفانی آندھی آتی ہے اور ہر جگہ سے موجیں ان پر آتی ہیں لپیٹ میں آنے کی امید رکھتے ہیں، وہ اللہ سے دین میں خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو ہم یقیناً شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔

اور باب 41 فصیلات، آیت 53

ہم انہیں اپنی نشانیاں افق پر اور ان کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ "حق ہے"

ایمان کو مضبوط کرنا - 92

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جدید دنیا میں بہت سے مسلمانوں کے قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ذہنی سکون حاصل کرنے سے منہ موڑنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ جھوٹا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات ان کے جدید دباؤ، مشکلات اور مسائل کو پورا نہیں کرتی ہیں۔ وہ غلط طور پر یہ مانتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات صرف میٹھے اور دیہات کے رہنے والوں کے لیے ہی پورا کرتی ہیں جو ایک پرانے دور میں رہ رہے تھے۔ نتیجے کے طور پر، وہ صرف اسلامی تعلیمات سے اسلام کی رسومات اور طریقوں کو لیتے ہیں لیکن روزمرہ کی زندگی کی نصیحتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات میں پائی جاتی ہے۔ یہ ایک احمقانہ ذہنیت ہے کیونکہ انسان چاہے کسی بھی دور سے تعلق رکھتا ہو انسان پھر بھی انسان ہے۔ مطلب، اہداف، امیدیں، امنگیں، خوف، پریشانیاں اور تناؤ جو لوگوں کو نسلوں سے درپیش ہیں وہ ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی نے ترقی کی ہے لیکن انسانوں کا جوہر اور فطرت ہمیشہ ایک جیسی رہی ہے۔ انسان ایک مختلف نوع میں تیار نہیں ہوئے ہیں تاکہ ان کے جذبات، احساسات، خواہشات، مقاصد اور خواہشات ان لوگوں سے بالکل مختلف ہوں جو پہلے کی نسلوں میں آئے تھے۔ جس طرح پرانی نسلوں میں شہرت، قسمت، اختیار، خاندان، دوست اور کیریئر حاصل کرنے کی خواہش تھی، اسی طرح جدید دور کے لوگ بھی کرتے ہیں۔

چونکہ اسلام کی تعلیمات انسانوں کے جوہر اور فطرت کو نشانہ بناتی ہیں اس لیے یہ لازوال ہے اور قیامت تک تمام انسانوں پر لاگو ہوتی ہے۔ اس کا اطلاق صرف اس صورت میں ختم ہو جائے گا جب انسان ایک مختلف نوع میں تیار ہو جائیں، جو ہونے والی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ اسلام کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، جو انسانوں کا خالق ہے، یہ نصیحت درست ہے اور انسان کی ذہنی اور جسمانی ساخت کے ہر پہلو کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کوئی بھی تحقیق انسان کے تمام پہلوؤں کو پوری طرح ظاہر نہیں کر سکتی۔ جس طرح ایک موجد اپنی ایجاد کے سلسلے میں مشورہ لینے کے لیے بہترین شخص ہے،

اسی طرح انسان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی کے لیے مشورہ لینے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی بہترین ہے۔ آخر میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں پر قابو رکھتا ہے، جذبات کا مرکز، اسی کا اختیار ہے کہ انسان اس دنیا اور آخرت میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے یا نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

"اور یہ کہ وہی ہے جو ہنساتا ہے اور روتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ اس کے ذکر اور اطاعت سے دونوں جہانوں میں اچھی ذہنی اور جسمانی صحت مضمحل ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے، اسے ذہنی سکون نہیں ملے گا، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی چیزوں کا مالک ہو۔ باب 20 طہ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک انسان انسان رہے گا، اسلام کی لازوال تعلیمات ان پر ہمیشہ لاگو ہوں گی، خواہ وہ کسی بھی عمر کا ہو۔ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں، صرف وہی انہیں ذہنی اور جسمانی تندرستی کا حل دے سکتا ہے۔ اسے کسی اور جگہ تلاش کرنے سے دماغی اور جسمانی صحت خراب ہو گی، جو سوشل میڈیا اور خبروں کا مشاہدہ کرنے سے ظاہر ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 93

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اس دن اور دور میں مسلمانوں کو جن مشکل حقیقتوں کا سامنا ہے، ان میں سے ایک دوسرے مسلمانوں کے طرز عمل کی وجہ سے اسلام میں شکوک و شبہات ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہر قوم نے سامنا کیا ہے اور اسی لیے قرآن پاک میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب 11 بود، آیت 110

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی لیکن وہ اختلاف میں آگئی۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف " سے ایک بات پہلے نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

جب علمائے کرام اور مذہبی لوگوں نے دولت اور اختیار جیسی دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے آسمانی تعلیمات کا غلط استعمال کیا تو ان کے برے رویے کو دیکھ کر عام لوگ ایمان سے دور ہو گئے۔ اسی حقیقت نے مسلمانوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ وہ ایسے مذہبی لوگوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو جان بوجھ کر الہی تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہیں اور اس طرح اسلام کی صحیح تعلیمات کو نافذ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ مسلم اقوام خواتین کو تعلیم حاصل کرنے سے روکتی ہیں، حالانکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ، نمبر 224 میں موجود حدیث ہے۔ ایک اور وسیع مثال، جب مذہبی شخصیات اپنا تمام وقت، توانائی اور کوششیں دوسرے مسلمانوں کی توبین، تنقید اور بدنامی میں صرف کرتی ہیں۔ جب عام لوگ اس قسم کے رویے کا مشاہدہ کرتے ہیں تو وہ اسلام سے دور ہو جاتے ہیں، خواہ وہ ظاہری طور پر ظاہر نہ ہوں۔

سب سے پہلے تمام مسلمانوں کو اسلام کی صحیح نمائندگی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اسلام کے سفیر کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کریں تاکہ دنیا کو اسلام کا حقیقی چہرہ دکھایا جاسکے۔ اس کی جڑ

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نیک نیت رکھنا اور صحیح اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے جس کی جڑیں قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں موجود ہیں۔

دوسری بات یہ کہ یہ حقیقت موجود ہونے کے باوجود کسی مسلمان کو دوسروں کے رویے کی وجہ سے اسلام سے روگردانی کرنے میں کوئی عار نہیں۔ اس کے بجائے انہیں اسلام کا صحیح علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ خود تصدیق کر سکیں کہ اسلام کیا سکھاتا ہے۔ ایسا کرنے میں ناکام ہونے میں کوئی عذر نہیں ہے، کیونکہ صحیح اسلامی علم وسیع پیمانے پر دستیاب ہے اور عام لوگوں کے لیے قابل رسائی ہے۔ صرف اس طریقہ کے ذریعے ہی کسی بھی ممکنہ شکوک کو دور کیا جا سکتا ہے جو دوسرے مسلمانوں کے غلط رویے کو دیکھنے سے پیدا ہو سکتے ہیں اور ان شکوک کو مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کو متاثر ہونے سے روک سکتے ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 94

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی سوشل میڈیا پر نظر ڈالتا ہے تو ظاہر ہے کہ مسلمان فریاد کرنے والوں کی قوم بن چکے ہیں۔ ایسی لاتعداد پوسٹس اور ویڈیوز دیکھی جا سکتی ہیں جن میں اسلامی تعلیمات کے اندر دعائیں ملتی ہیں۔ گو کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اسلام میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن بہت سے لوگوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے کہ دعاؤں کے مؤثر ہونے کے لیے ان کو مخلصانہ اعمال کے ساتھ جوڑنا چاہیے۔ قرآن پاک میں دعائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات ہمیشہ مخلصانہ اعمال کے ساتھ ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر، باب 2 البقرہ، آیات 127-129:

اور اس وقت کا ذکر کریں جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب اور ہمیں اپنا مسلمان بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک مسلمان امت بنا۔ اور ہمیں ہماری عبادتیں دکھا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے رب اور ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیات پڑھے اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور "ان کو پاک کرے۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔"

انبیاء ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام جب یہ دعا کرتے تھے تو عملی طور پر اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کر رہے تھے۔ یعنی ان کی دعا میں خلوص نیت کے ساتھ نیک اعمال بھی شامل تھے۔

ایک اور مثال باب 27 عن نمل، آیات 18-19 ہے:

یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ کہ تمہیں سلیمان اور اس کے سپاہیوں کے ہاتھوں کچل نہ جائے اور وہ اس کی خبر نہ بھی رکھتے ہوں۔ اور کہا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں اور وہ نیکی کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تجھے منظور ہے۔ اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔

ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے آپ کو عطا کی گئی تھیں اس دعا کو پورا کیا۔ اس نے صرف دعا ہی نہیں کی اور اسے اعمال کے ساتھ جوڑنے میں ناکام رہا۔

اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے جو اوقات تجویز کیے گئے ہیں، ان کا جسمانی اعمال سے گہرا تعلق ہے۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی نمبر 3499 میں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ دعا کے یہ دونوں اوقات جسمانی اعمال سے جڑے ہوئے ہیں: فرض نمازیں اور رات کی رضاکارانہ نماز۔

بہت سی احادیث ایسی ہیں جن میں بعض ایسے اعمال سے تنبیہ کی گئی ہے جو دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی نمبر 2989 میں موجود حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ حرام کمانے اور کھانے والے کی دعا کبھی قبول نہیں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ بعض کاموں کے لیے دعا کرنا فضول ہے۔ مثال کے طور پر وہ شخص جو جہنم سے حفاظت کی دعا کرتا ہے لیکن مسلسل ایسے گناہ کرتا ہے جو جہنم میں لے جاتے ہیں۔ یا وہ شخص جو جنت کی دعا کرتا ہے پھر بھی وہ اعمال صالحہ قائم کرنے میں ناکام رہتا ہے جو جنت کی طرف لے جاتے ہیں جیسے کہ فرض نماز۔

مزید برآں، اسلام واضح کرتا ہے کہ کوئی شخص کامیابی کے لیے کوشش کے بغیر صرف دعا نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ لڑائی کے دوران احتیاط کریں، وہ انہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ کامیابی کے لیے صرف اس سے دعا کریں۔ باب 4 النساء، آیت 71

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، احتیاط کرو اور (یا تو) گروہ بنا کر نکلو یا سب اکٹھے نکلو۔"

یہاں تک کہ جب ایک شادی شدہ جوڑے کو مسائل درپیش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ وہ اس سے دعا کریں۔ اس کے بجائے وہ ان پر زور دیتا ہے کہ وہ مسائل کو حل کرنے کے لیے عملی اقدامات کریں۔ باب 4 النساء، آیت 35

اور اگر تم دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث اس کی قوم سے اور ایک ثالث اس کی قوم سے بھیج دو، اگر وہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا، بے شک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے۔

یہاں تک کہ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی دعا بھی نماز کے ہر چکر کے دوران فعال طور پر پڑھی جاتی ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مؤثر ہونے کے لیے دعاؤں کو مخلصانہ اعمال کے ساتھ جوڑا جانا چاہیے۔ باب 1 الفاتحہ، آیات 5-7

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا " راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان لوگوں کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔"

اس بحث سے اب تک یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعا بذات خود کارآمد نہیں ہوتی جب تک کہ اسے خلوص نیت سے نہ ملایا جائے۔ یہ بات اس وقت واضح ہوتی ہے جب کوئی شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل اور طرز عمل کو دیکھتا ہے۔

لہذا دعاؤں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ان کی حمایت خلوص اور صالح عمل سے کرنی چاہیے۔ اگر کسی کو کوئی مشکل درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان وسائل کو استعمال کرے جو اسے دیے گئے ہیں تاکہ اس مسئلے کو عملی طور پر حل کیا جاسکے، جیسے کہ رشتہ داروں کے درمیان مشکلات، اور پھر اس کے لیے دعا کریں۔ ایک کے بغیر دوسرا اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ بیمار کو چاہیے کہ طبی مشورہ لے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوا کھائے اور شفاء کی دعا بھی کرے۔ جو شخص اولاد کی خواہش رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ پہلے شادی کرے اور اپنے شریک حیات سے بچہ پیدا کرنے کی کوشش کرے اور پھر اس کے ہونے کی دعا کرے۔ جو شخص اپنا امتحان پاس کرنا چاہتا ہے اسے پڑھنا چاہیے اور پھر کامیابی کے لیے دعا کرنا چاہیے۔ مشکل میں پڑنے والے لوگوں کی عملی طور پر ان کے وسائل کے مطابق مدد کرنی چاہیے، جیسے کہ مالی امداد، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیے۔ اللہ عزوجل کی مخلصانہ اطاعت پر عمل پیرا ہونا چاہیے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے جو اس کی خوشنودی کے لیے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں، پھر دونوں جہانوں کی بھلائی کے لیے دعا کریں۔

بدقسمتی سے دعا کرنے والوں کی ایک سست قوم بننا جو اپنی دعاؤں کو خلوص اور صالح عمل سے جوڑ نہیں پاتے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ پوری ملت اسلامیہ اور انفرادی مسلمانوں کا ایمان ڈرامائی طور پر کمزور ہوتا چلا گیا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 95

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ باب 57 الحديد، آیت 16

کیا وہ وقت نہیں آیا جو ایمان لے آئے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور جو حق نازل ہوا ہے اس " کے لیے عاجزی اختیار کریں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی اور ایک طویل مدت۔ "ان کے اوپر سے گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا، اہل کتاب نے اپنے عقیدے کو خالی رسومات کا ایک گچھا سمجھا، جیسا کہ کوئی ثقافتی طریقوں کو پورا کرتا ہے۔ عقیدے کو ایک ثقافتی مشق کی طرح برتاؤ کرنے کا مسئلہ یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ ثقافتی طریقوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک باپ کو اکثر دیکھا جائے گا جو اپنی ثقافت اور ورثے کے مطابق لباس پہنتا ہے لیکن ان کا بچہ مختلف ثقافت کے مطابق لباس پہنتا ہے۔ لہذا جیسے جیسے اہل کتاب کا وقت گزرتا گیا، آخرکار انہوں نے اپنے عقیدے پر عمل کرنا چھوڑ دیا، کیونکہ وہ ان کے لیے خالی عمل کے سوا کچھ نہیں تھے، اور ان کا ایمان محض ایک خالی خول بن گیا تھا جس سے لوگ ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے، لیکن اپنے مذہب پر عمل کرنے میں ناکام رہے۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب آج کوئی ایسے لوگوں کو دیکھتا ہے جو بعض مذاہب کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کی تعلیمات پر بالکل عمل نہیں کرتے۔ ایک زمانے میں ان کے مذہبی ادارے ہمیشہ متعلمین اور عبادت گزاروں سے بھرے رہتے تھے، اب وہ خالی ہیں۔

بدقسمتی سے مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے جنہوں نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کو چند خالی رسومات کے طور پر دیکھا جنہیں آخر کار آنے والی نسلوں نے چھوڑ دیا۔

مسلمانوں کی پہلی نسل اسلام کے لیے وقف تھی اور اس لیے یہ ان کے لیے زندگی کا ایک طریقہ تھا، نہ کہ صرف رسومات اور رسومات۔ انہوں نے اپنے آپ کو قرآن پاک سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھا اور اسی لیے اسلام نے ان کے ہر قول و فعل اور ان کی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا، جیسے کہ ان کی ذاتی، سماجی، مالی اور کام کی زندگی۔ ان کے نزدیک اسلام ان کے خون سے گھل مل گیا تھا اور ان کے روزمرہ کے کاموں سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ طرز عمل کو ترک کیا جا سکتا ہے، جب کہ جو چیز زندگی کا ایک طریقہ ہے وہ نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر، کوئی شوق ترک کر سکتا ہے کیونکہ وہ اسے کرنا پسند نہیں کرتا ہے لیکن وہ طویل مدت تک کھانا یا سانس لینے والی آکسیجن نہیں چھوڑ سکتا، کیونکہ مؤخر الذکر زندگی کے لیے ایک طریقہ اور ذریعہ ہے جبکہ پہلا صرف ایک مشق ہے۔

صالح پیشروؤں کا یہ رویہ، زیادہ تر معاملات میں، اسی طرح ترک کر دیا گیا ہے، جس طرح دوسرے مذاہب کے لوگوں نے اپنے عقیدے کی تعلیمات کو ترک کر دیا تھا، جیسا کہ اب اسلام کو ایک ایسے عادات و رسومات کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس کا کسی کے روزمرہ پر کوئی حقیقی اثر نہیں ہوتا۔ سرگرمیاں یا طرز عمل۔ یہی وجہ ہے کہ مساجد جو پانچ وقت کی نمازوں کے دوران ہمیشہ بھری رہتی تھیں، اب عملی طور پر خالی ہیں۔ صرف جمعے کی نماز کا رواج باقی ہے، لیکن اگر حالات ایسے ہی رہے تو آنے والی نسلیں اسے ترک کر دیں گی۔

اس کے علاوہ، دوسروں کی اندھی تقلید کافی اچھی نہیں ہے، کیونکہ یہ کسی کو اس بات کی تعریف کرنے سے روکتا ہے کہ اسلام ایک طرز زندگی ہے اور اس کے بجائے انہیں اور ان پر عمل کرنے والوں کو، جیسے کہ آنے والی نسلوں کو قائل کرتا ہے کہ اسلام صرف چند خالی رسومات ہے اور روایات، جنہیں ترک کیا جا سکتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے ثقافتی طریقوں کو ترک کیا جا سکتا ہے۔

اس نتیجہ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام کوئی عادات کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک طرز زندگی ہے جو مسلمان کے ہر لمحے کو متاثر کرتا ہے۔ یہ سمجھ صرف اس

وقت آتی ہے جب کوئی شخص قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان کی زندگی کا ہر پہلو اسلام سے جڑا ہوا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کا استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 96

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ دنیا بھر میں بے گناہوں پر بڑے پیمانے پر ظلم و ستم کے اس دور میں ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اور اسلامی قوانین کے اندر برائی پر اعتراض کرے۔ بہت سے مسلمان خاص طور پر سوشل میڈیا پر قرآن پاک کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا حوالہ دے کر یہ اہم فریضہ سرانجام دیتے ہیں جن میں ظالموں کو دی جانے والی دھمکیوں کا ذکر ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ آیات اور روایات تمام لوگوں پر لاگو ہوتی ہیں، بشمول خود بھی۔ جب کوئی لوگوں پر بڑے پیمانے پر جبر کا مشاہدہ کرتا ہے، جیسے کہ اجتماعی قتل، تو ایک مسلمان کے لیے یہ آسان ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی نافرمانی، اور دوسروں کے حقوق پر ہونے والے اپنے جبر کو دوسروں کی طرف سے کیے جانے والے اجتماعی جبر سے تشبیہ دے کر حقیر سمجھے۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان جو اپنی شریک حیات کے ساتھ مسلسل بدتمیزی سے پیش آتا ہے وہ خبروں میں لوگوں پر بڑے پیمانے پر ہونے والے ظلم کو دیکھ کر اس ظلم کو حقیر سمجھے گا۔ اس کے بعد وہ قرآن مجید کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو اچھالنے پر اکتفا کرتے ہیں، جو ان لوگوں کو ظالموں سے ڈراتے ہیں جن کا وہ خبروں میں مشاہدہ کرتے ہیں لیکن ان اسلامی تعلیمات کو اپنے اوپر اور اپنے طرز عمل پر لاگو کرنا بھول جاتے ہیں۔ اگرچہ ظلم کی کچھ اقسام دوسروں سے بدتر ہیں، لیکن کوئی بھی کم نہیں، ظلم اب بھی ظلم ہے، اور اس کی تمام صورتیں ظالم کے لیے تاریکی کا باعث بنتی ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 2447 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو اپنی طاقت کے مطابق اور اسلامی قانون کے حدود میں برائی پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نافرمانی اور جبر کے ان کاموں کو فراموش نہ کریں جو ان کے ذریعے ہونے والے اجتماعی جبر سے ان کا موازنہ کرتے ہوئے انہیں حقیر سمجھ کر کرتے ہیں۔ دوسرے برائی پر اعتراض کرتے رہنا چاہیے بلکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے اعمال کا بھی مسلسل جائزہ لینا چاہیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی یا لوگوں پر ظلم کرنے کے ذریعے ہونے والے ظلم کے کسی بھی پہلو کو دور کرے۔ دوسری صورت میں، وہ اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ ان ظالموں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن پر انہوں نے اعتراض کیا تھا، زمین پر اپنی زندگی کے دوران۔ باب 14 ابراہیم، آیت 42:

اور یہ ہرگز نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے، وہ انہیں صرف اس دن کے "لیے مؤخر کرتا ہے جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

ایمان کو مضبوط کرنا - 97

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ہر مسلمان، خواہ اس کے ایمان کی مضبوطی کتنی بھی ہو، قیامت کی حقیقت پر یقین رکھتا ہے، کیونکہ یہ ایمان کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے۔ لیکن قیامت میں کسی کے یقین کی طاقت مسلمانوں کے درمیان مختلف ہوتی ہے۔ اگرچہ کسی کے ایمان کی صحیح سطح کا اندازہ لگانا انسان کی استطاعت سے باہر ہے، کیونکہ یہ ایک پوشیدہ معاملہ ہے، پھر بھی کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو کسی کے یقین کی مضبوطی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مسلمان ہدایت کے دو ذرائع: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کتنا یا کم وقف ہے۔ یوم جزا پر جتنا زیادہ اعتقاد ہوگا، وہ عملی طور پر اُس کے لیے اتنا ہی زیادہ تیاری کرے گا۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی شخص ہدایت کے دو ذرائع کو سیکھے اور ان پر عمل کرے، جس کے نتیجے میں وہ یہ دکھاتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کیسے کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ لہذا جس کا یقین قیامت پر جتنا زیادہ مضبوط ہوگا، وہ ہدایت کے دو ذرائع پر اتنا ہی زیادہ عمل کرے گا اور جس کا ایمان کمزور ہوگا، وہ ہدایت کے دو ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قیامت پر یقین نہیں رکھتا وہ ہدایت کے دو ذرائع سے پریشان نہیں ہوگا، کیونکہ انہیں کسی ایسی چیز کے لیے تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے جس پر وہ یقین نہیں رکھتے۔ جزا کا دن۔ اگر وہ ہدایت کے دو ذرائع کو مشکل سے سیکھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے دن پر شاید ہی یقین رکھتے ہیں، چاہے وہ کوئی اور دعویٰ کریں۔ ہر مسلمان کو باقاعدگی سے یہ خود تشخیص کرنا چاہیے تاکہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ اپنے آپ کو یہ یقین دلانے کے لیے بے وقوف نہ بنائیں کہ وہ قیامت پر پختہ یقین رکھتے ہیں، حالانکہ عملی طور پر دیکھا جائے تو وہ اس پر شاید ہی یقین رکھتے ہوں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 98

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کی مضبوطی کا باقاعدگی سے جائزہ لیں اور اس کا اندازہ لگائیں تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ زندگی میں صحیح سمت میں جا رہے ہیں اور قدم بہ قدم خود کو بہتر کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ پانچوں فرض نمازوں کے درمیان ان کی حالت کا مشاہدہ کیا جائے۔ اگرچہ پنجگانہ فرض نمازیں پڑھنا ایک بہترین آغاز ہے لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقین بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔ پانچوں فرض نمازوں کے درمیان ان کی حالت کو دیکھنا چاہیے۔ انہیں اپنے مقاصد، خواہشات، امیدوں اور خوف کا اندازہ لگانا چاہیے تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ آیا وہ صحیح طریقے سے زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اس بات پر اثر انداز ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ انسان اپنے مقاصد، خواہشات، امیدوں اور خوف کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آخرت کی تیاری پر مرکوز کرے گا، اتنا ہی زیادہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کرے گا جو اسے اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اگر کسی کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کر رہے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں وہ باطل یا گناہ ہیں، تو وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں اور اپنے دن کی اکثریت کے لیے اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں، چاہے وہ دعا کرتے ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنے گا۔ باب 20 طہ، آیت 124

"اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

ایک مسلمان کو اپنے ایمان کی مضبوطی کو سب سے پہلے کم سے کم کر کے ان نعمتوں کا استعمال کرنا چاہیے جو اسے گناہ کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔ پھر انہیں ان نعمتوں کو فضول طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انہیں ہر نعمت کا اندازہ لگانا چاہیے اور اس نمونے کو اس وقت تک لاگو کرنا چاہیے جب تک کہ وہ یہ نہ جان لیں کہ وہ ان تمام نعمتوں کو استعمال کر رہے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور کامیابی کا راستہ ہے، کیونکہ دلوں کا حاکم اس مسلمان کو دنیا یا آخرت میں تاریک اور تنگ زندگی میں مبتلا نہیں ہونے دے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 99

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ تمام لوگوں کی زندگیوں میں سوشل میڈیا کی بڑھتی ہوئی موجودگی اور جس آسانی سے کوئی دوسروں کے ساتھ مل سکتا ہے، مسلمانوں کے لیے مفید خود عکاسی کے ایک اہم پہلو کو سمجھنا ضروری ہے۔ کسی صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے خود غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس سے نمٹنے کے طریقے کے بارے میں صحیح اور اچھا فیصلہ کیا جا سکے۔ یہ دنیوی اور دینی دونوں معاملات میں درست ہے۔ یہ خود کی عکاسی صرف اس وقت ممکن ہے جب کوئی اندر کی طرف مڑتا ہے اور وقتی طور پر بیرونی مواصلات سے کٹ جاتا ہے، جیسے دوسروں سے بات کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص جس صورتحال کا سامنا کر رہا ہے وہ کبھی بھی دوسرے شخص کو پوری طرح سے نہیں سمجھا جا سکتا، چاہے وہ ایک دوسرے کو کتنا ہی اچھی طرح جانتے ہوں۔ جیسا کہ ہر ایک شخص کا سامنا مختلف جذبات اور احساسات پیدا کرتا ہے جو دوسرے کے ذریعہ تجربہ نہیں کیا جاسکتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ ایک جیسی صورتحال کا تجربہ کرتے ہیں، کیونکہ ہر شخص مختلف ہے اور اس وجہ سے حالات کو دوسروں سے مختلف طریقے سے دیکھتا ہے اور ردعمل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگوں سے مشورہ لینا صرف الجھن اور زندگی میں غلط انتخاب کرنے کا باعث بنتا ہے۔

لہذا اگرچہ دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں ماہرانہ مشورہ لینے کی سفارش کی جاتی ہے، لیکن پھر بھی اپنی ضرورت، کردار اور صلاحیت کے مطابق صحیح فیصلہ کرنے کے لیے حالات پر خود غور کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، خود عکاسی کے ساتھ ملٹی ٹاسک کرنا ممکن نہیں ہے، بالکل اسی طرح جیسے ایک طالب علم صحیح طریقے سے مطالعہ نہیں کر سکتا اور بیک وقت سوشل میڈیا پر سرفنگ نہیں کر سکتا۔ لیکن جو شخص مسلسل اجتماعیت میں ڈوبا رہتا ہے، خواہ وہ کچھ سن رہا ہو اور دیکھ رہا ہو، کسی سے بات کر رہا ہو یا ٹیکسٹ کر رہا ہو، وہ ان حالات کے حوالے سے کبھی بھی صحیح فیصلہ نہیں کرے گا جن کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ وہ ان پر صحیح معنوں میں خود غور کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ اس قدر خراب ہو گیا ہے کہ زیادہ تر لوگ دوسروں کے ساتھ میل جول کیے بغیر بس سٹاپ تک پیدل بھی نہیں جا سکتے۔

یہ خود کی عکاسی تمام چھوٹے مذہبی اور دنیاوی معاملات میں اہم ہے، جیسے کام کے مسائل، اور زندگی میں سمت اور مقصد کے احساس کے حوالے سے اہم ہے۔ جو شخص ضرورت سے زیادہ سوشلائز کرتا ہے، اس طرح وہ اپنے آپ پر غور کرنے کے لیے باقاعدگی سے وقت نکالنے میں ناکام رہتا ہے، وہ ایک بے مقصد اور بے مقصد زندگی گزارے گا جس میں وہ اپنی اچھی امنگوں، امیدوں اور مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نہ کوئی مقصد رکھتے ہیں اور نہ ہی کوشش کرتے ہیں۔

ایک مسلمان کو خود غور و فکر کے لیے وقت نکالنا چاہیے تاکہ وہ باقاعدگی سے اپنے مقصد، جس راستے پر چل رہے ہیں اور کیا وہ صحیح سمت میں جا رہے ہیں اس پر سوال کریں۔ اسی کے ذریعے سے وہ دنیاوی اور مذہبی حالات کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے اور ان سے مناسب طریقے سے نمٹ سکتا ہے اور اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ وہ زندگی کی صحیح سمت میں گامزن ہیں، تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی حاصل ہو۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 100

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ زیادہ تر مسلمانوں کے لیے، یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت، جنت کی طرف لے جاتی ہے، ایمان کی چھلانگ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تصور ان کے ذہنوں میں چھوٹی عمر سے ہی داخل ہو چکا ہے اور اسے قبول کرنا بھی بالکل واضح ہے۔ ایمان کی اصل چھلانگ دراصل یہ یقین کرنے میں شامل ہے کہ جو شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جن کا تذکرہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں موجود ہے۔ اس دنیا میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اور باب 13 الرعد، آیت 28

“بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔”

اس حقیقت کو قبول کرنا مشکل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ ظاہری طور پر منطق سے متصادم نظر آتی ہے۔ منطق یہ بتاتی ہے کہ انسان کو سکون اور خوشی تب ہی ملے گی جب وہ اپنی خواہشات کو پورا کرے۔ اس کے علاوہ، جب لوگ سوشل میڈیا، ثقافت، فیشن اور دوسرے لوگوں کی اکثریت کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو وہ سب اپنی خواہشات کی تکمیل کے ذریعے امن اور خوشی حاصل کرنے کی

طرف اشارہ کرتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ شیطان بھی اس بات سے انکار نہیں کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت جنت کی طرف لے جاتی ہے لیکن وہ مسلمانوں کو ان کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنے سے ڈراتا ہے، بنیادی فرائض سے ہٹ کر، انہیں یہ باور کراتا ہے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا اس دنیا میں ایک دکھی زندگی کا تجربہ کرے گا۔

یہ تمام وجوہ اور مزید چیزیں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنی نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتی ہیں، کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ اپنی خواہشات کو ترک کر دینا انہیں خوش رہنے اور ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا۔ اس کے بجائے، لوگ لاشعوری طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں امن عطا کرتا ہے تو وہ مزید حاصل کرنے کے لیے اپنی نعمتوں کا صحیح استعمال کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سکون حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال نہ کرے جو اسے دی گئی ہیں پہلے اس کی رضا کے لیے۔ یہ ایک شخص کو غیر فعال کرنے کا باعث بنتا ہے جس سے وہ صحیح طریقے سے کام کرنے سے روکتا ہے اور دماغ اور جسم کا سکون حاصل کرتا ہے۔

اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا مطالعہ، سیکھنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، جو انہیں ایمان کی اس چھلانگ لگانے کی ترغیب دے گا تاکہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط کر سکیں۔ دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون حاصل کریں۔ مثال کے طور پر، جب کوئی یقین کے ساتھ یقین رکھتا ہے کہ دلوں کا حاکم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے، تو وہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی دنیا کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہے تو کوئی دنیاوی خواہش ذہنی سکون کا باعث نہیں بن سکتی۔ جب تک کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے درمیان امن و سلامتی حاصل ہوتی ہے، ان کو ذہنی سکون حاصل کرنے سے کوئی مشکل نہیں روک سکتی۔ باب 21 انبیاء، آیات 68-69

انہوں نے کہا کہ اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی حمایت کرو اگر تم عمل کرنا چاہتے ہو۔ ہم نے فرمایا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 101

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قیامت کے لیے عملی طور پر تیاری کی قیمت پر مسلمان اپنی دنیاوی خواہشات کے حصول کے لیے جس قدر کوشش کرتے ہیں ان میں سے ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کا اس دنیا میں اپنی خواہشات کو حاصل کرنے سے محروم ہوجانے کا خوف ہے۔ یہ خوف ایک انتہائی طاقتور ہتھیار ہے جسے شیطان ایک مسلمان کو آخرت کی تیاری سے ہٹانے کے لیے استعمال کرتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ اس نتیجے سے بچنے کے لیے، ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ داخلی طور پر اسلام پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی تعلیمات پر فعال طور پر عمل کرتے ہیں، انہیں کبھی بھی اس چیز سے محروم نہیں ہونا پڑے گا جس کی وہ امید کرتے تھے۔ یہ اس لیے ہے کہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے سچے دل سے کوشش کرتا ہے، اس سے آخرت میں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ لہذا جو کچھ وہ اس دنیا میں چاہیں اور حاصل کرنے میں کھو جانے کا اندیشہ رکھتے ہوں، وہ جنت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ اس چیز سے لطف اندوز ہو سکیں گے جو وہ مستقل طور پر چاہتے تھے اور اس کی بہترین شکل میں۔ جب کہ اگر وہ اس دنیا میں اپنی خواہش کے مطابق حاصل کر بھی لیں تو یہ کبھی مستقل یا کامل نہیں ہو گا۔ پس درحقیقت ایک مسلمان کے لیے کسی چیز سے محروم ہونے کی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ وہ یا تو وہ چیز حاصل کر لے گا جس کی وہ اس دنیا میں خواہش کرے گا یا پھر آخرت میں۔ اس لیے اگر وہ اسے دنیا میں حاصل نہیں کر پاتے ہیں تو آخرت میں حاصل کرنے میں تھوڑی ہی تاخیر ہو گی۔ انسان کو صرف اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کی زندگی کتنی تیزی سے گزری ہے یہ سمجھنے کے لیے کہ: آخرت صرف ایک لمحے کی دوری پر ہے۔ باب 10 یونس، آیت 45

"اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا، گویا وہ [دنیا میں] دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔"

اس اہم حقیقت کو یاد رکھنا کہ ایک مخلص مسلمان کے لیے ہر نیک خواہش جلد یا بدیر پوری ہو جائے گی، انہیں اپنی آخرت کی تیاری کے نقصان پر اس کی تکمیل کے لیے ضرورت سے زیادہ پیچھے ہٹنے سے روکے گی۔ ایک مخلص مسلمان کے لیے کوئی نقصان نہیں ہے، صرف تاخیر ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 102

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اسلام لوگوں کو ان کی زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں پیش آنے والی ہر چیز کو ذہن میں رکھنے کی تعلیم دیتا ہے، کیونکہ کوئی ان سے قیمتی سبق سیکھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، کسی بیمار کی گواہی دینا ایک مسلمان کے لیے ایک طاقتور یاد دہانی ہے کہ وہ اپنی صحت سے محروم ہونے سے پہلے اس سے فائدہ اٹھائے۔ اسی طرح ایک مسلمان کو ان کی تقریر اور دوسروں کی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ کوئی ان سے اہم سبق سیکھ سکتا ہے۔ لوگ اکثر زبان کے پھسلنے کا تجربہ کرتے ہیں جس کے ذریعے وہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو ان کی باطنی حالت کو اچھی طرح سے ظاہر کر سکتی ہے چاہے وہ ان سے اور دوسروں سے پوشیدہ ہو۔ مثال کے طور پر، کسی کے لیے خاندان کی اہمیت کے بارے میں بات کرتے وقت، وہ اچھی طرح سے کہہ سکتے ہیں کہ کسی شخص کے لیے سب سے اہم چیز اس کا خاندان ہونا چاہیے۔ لیکن جب کوئی صحیح طور پر ان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مسلمان میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ ہے، تو مقرر جلد ہی اپنے بیان کو واپس لے لیتا ہے یا جواب دیتا ہے کہ ان کا یہی مطلب تھا، حالانکہ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا۔ زبان کے ان پھسلنے لمحات میں، خواہ یہ اپنے آپ کو پیش آئے یا دوسروں کو، جو کچھ کہا گیا ہے اس پر گہرائی سے غور کرنا چاہیے اور اپنے عقیدے اور اعمال کا اندازہ لگانا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ وہ صحیح راستے پر ہیں اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہتے ہیں۔ خود کو دھوکہ دینے سے بچیں، یہاں تک کہ لاشعوری طور پر بھی۔

اسی طرح جب دوسرے لوگ کسی چیز کا مذاق اڑاتے ہیں تو اکثر ان کے مذاق میں سچائی کی ایک تہہ سرایت کر جاتی ہے۔ مطلب، ان کے ایک حصے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں، ایک خاص حد تک۔ کسی کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ وہ اپنی نفسیات اور رویے کے بارے میں گہری سچائیاں سیکھ سکتے ہیں، جن کی نگرانی ہمیشہ ضروری ہوتی ہے اور اگر ضروری ہو تو اسے ایڈجسٹ کرنا بھی ضروری ہے تاکہ یہ قرآن پاک کی تعلیمات اور روایات کے مطابق ہو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 103

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ درحقیقت، اس دنیا میں صرف دو ہی معیار ہیں جن پر انسان جی سکتا ہے۔ صحیح معیار ہر چیز کے خالق اور پالنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ ان معیارات پر قرآن مجید اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بحث کی گئی ہے۔ دوسرا معیار وہ ہے جسے دنیا سوشل میڈیا، ثقافت اور فیشن کے ذریعے وقف کرتی ہے۔ یہ معیار چست ہے اور وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے اور جو ان پر عمل کرتا ہے وہ چست ذہنی اور جسمانی حالت اختیار کر لیتا ہے۔ جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ لامحالہ دنیا کے مقرر کردہ معیار کی پیروی کرے گا۔ اس کی طرف لے جانے والے بڑے مسائل میں سے ایک نارملائزیشن سے متاثر ہونا ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب کوئی خاص رویہ، رویہ یا عقیدہ لوگوں کے لیے قابل قبول ہو جاتا ہے جیسا کہ وسیع تر سماج نے اسے قبول کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے۔ یہ ایک خطرناک راستہ بن سکتا ہے کیونکہ یہ گناہوں اور گمراہی کی طرف جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غیبت معاشرے میں معمول بن گئی، جیسا کہ یہ معاشرے میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، بہت سے مسلمان اس بڑے گناہ میں ملوث ہوتے ہیں اور رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر کوئی ایسا کرتا ہے، جب بھی انہیں اس کے خلاف تنبیہ کی جاتی ہے۔ اسی طرح بہت سے مسلمان یہ غلط سمجھتے ہیں کہ اسلام پر اندرونی طور پر ایمان لانا کافی ہے خواہ وہ اس کی تعلیمات پر عمل نہ کریں۔ جیسا کہ معاشرے میں یہ رویہ معمول بن گیا ہے، مسلمان اس حقیقت کو استعمال کرتے ہیں کہ بہت سے دوسرے اس طرز عمل کو ان کے اس منحرف طرز عمل کو اپنانے کا جواز فراہم کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ معاشرے میں معمول کو گناہوں کے جواز کے طور پر استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ اگر ہر کوئی ایک مخصوص گناہ کرتا ہے، تو وہ ان سب کو اس کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا، چاہے اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ ان سب کو سزا دیتا ہے۔

معاشرے میں نارملائزیشن سے منفی طور پر متاثر ہونے سے صرف اسی صورت میں بچا جا سکتا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا انتخاب کرے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں۔ اس سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

:اور باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اگر کوئی اس معیار سے روگردانی کرتا ہے تو وہ لامحالہ دنیا کے مقرر کردہ معیار زندگی کی پیروی کرے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کو بھول جائے گا اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ یہ صرف اس دنیا میں مشکل زندگی کا باعث بنتا ہے اور جس چیز کو معاشرے میں معمول سمجھا جاتا تھا اس پر عمل کرنے کا عذر قیامت کے دن بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے " قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ) فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 104

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کیا نتائج بھگتنے پڑیں گے، یعنی جہنم میں داخل ہوں گے، اور ان میں سے بہت سے لوگ جہنم اور اس کی ہولناکیوں کی تفصیلات جانتے ہیں، پھر بھی وہ نافرمانی سے باز نہیں آتے۔ اللہ عزوجل۔ اسی طرح، اگرچہ انہیں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے نتائج کے بارے میں کچھ علم ہے، جیسے کہ دنیا میں سکون قلب اور آخرت میں جنت، لیکن ان کا علم اکثر ان کو خلوص نیت سے اس کی اطاعت کی ترغیب دینے کے لیے کافی نہیں ہوتا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا جو اس کو خوش کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس رویہ کی ایک بڑی وجہ ایمان کی کمزوری ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ جب کسی کو خوفناک تصویر یا ویڈیو دکھائی جاتی ہے، جیسے کوبرا کسی پر حملہ کرتا ہے، اگرچہ وہ شخص کچھ خوف محسوس کرتا ہے، جیسا کہ وہ اس خوفناک صورتحال میں ہونے کا تصور کرتے ہیں، لیکن یہ رویہ ان کے رویے کو تبدیل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر خوفناک تصویر یا ویڈیو دیکھنے کے بعد وہ خوف سے بھاگتے نہیں۔ جبکہ، اگر کسی شخص کو براہ راست کسی خوفناک چیز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ کوبرا کا سامنا کرنا، تو یہ اس کے اندر پہلے منظر کے مقابلے میں زیادہ خوف پیدا کرے گا اور وہ اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کے لیے کام کرنے کی ترغیب دے گا، جیسے بھاگنا۔ منظر ایک خوبصورت واقعہ کا تجربہ کرنے کے مقابلے میں ایک خوبصورت تصویر/ویڈیو کے مشاہدے پر بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ واقعہ کا مشاہدہ کرنا ہمیشہ اس شخص پر صرف دیکھنے سے زیادہ عملی اثر کا باعث بنے گا۔ کمزور اور مضبوط ایمان میں یہی فرق ہے۔ کمزور ایمان والا جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے نتائج کے بارے میں سوچتا یا سنتا ہے تو خوف محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے نتائج کے بارے میں سوچ کر اور سن کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ لیکن یہ خوف اور خوشی ان کے عملی رویے کو متاثر کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہ کسی خوفناک یا خوبصورت چیز کی تصویر/ویڈیو دیکھنے کے مترادف ہے۔ دوسری طرف، مضبوط ایمان رکھنے والے کو باطنی بصارت سے نوازا جاتا ہے تاکہ وہ جسمانی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اطاعت کے نتائج کا مشاہدہ کر سکے۔ یہ باطنی وژن اس قدر طاقتور ہے کہ یہ ان پر عملی طور پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس لیے انہیں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس باطنی نظر کا ذکر کیا گیا ہے۔

انسان کو مضبوط ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس باطنی نظر کو اپنانا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ بہتر ہو۔ یہ قرآن پاک کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم اور عمل کے بغیر، کوئی شخص اس باطنی بصیرت کے بغیر زندہ رہے گا اور اس کے کمزور ایمان کے نتیجے میں، خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا نافرمانی کے نتائج کی کوئی یاد دہانی ان کے طرز عمل پر بہت کم یا کوئی اثر نہیں ڈالے گی۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 105

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مشکل کے آغاز سے ہی صبر کا مظاہرہ کرنے میں ناکام ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ جب وہ زندگی کی بڑی تصویر پر توجہ کھو دیتے ہیں۔ ہر ایک شخص کو جس صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ پورے جیگس پزل کے مقابلے میں صرف ایک جیگس پیس کی طرح ہے۔ لیکن جب کوئی اس واحد ٹکڑے پر پوری طرح توجہ مرکوز کرتا ہے، جو اکثر ایک مشکل کی نمائندگی کرتا ہے، تو وہ پوری جیگس پہیلی پر توجہ کھو دیتے ہیں اور اس کے نتیجے میں، مشکل اس سے کہیں زیادہ سنگین دکھائی دیتی ہے جو حقیقت میں ہے اور اس کے منفی نتائج حقیقت سے کہیں زیادہ سنگین معلوم ہوتے ہیں۔ یہ صبر کا مظاہرہ کرنے سے روکتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے تقریر یا عمل کے ذریعے صورتحال کے بارے میں شکایت کرنے سے گریز کرنا شامل ہے۔ اس نتیجہ سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پر مسلسل توجہ مرکوز رکھی جائے۔ اس سے انہیں یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ ان کا مسئلہ یا مشکل اتنی بڑی بات نہیں ہے، کیونکہ دنیا کی کوئی مشکل قیامت کی مشکلات سے موازنہ نہیں کرتی۔ نہ ہی زمینی مشکلات کے منفی نتائج قیامت کے دن سے زیادہ شدید ہیں۔ یاد رہے کہ یہ وہ دن ہے جب سورج کو مخلوق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا اور ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق پسینہ بہائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس دن وہی رشتہ دار جن پر زور دیا جائے گا اور اسے خوش کرنے کی شدید کوشش کی جائے گی وہ ان سے بھاگ جائیں گے۔ باب 80 اباسہ، آیات 33-37

لیکن جب بہرا کرنے والا دھماکا آئے گا۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے، "اور اس کی بیوی اور اس کے بچوں سے بھاگ جائے گا۔ ہر آدمی کے لیے، وہ دن اس کے لیے کافی ہوگا۔"

جس دن جہنم کو دیکھنے کے بعد کوئی اپنے اعمال پر غور کرے گا۔ باب 89 الفجر، آیت 23

"اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کے لیے کیا فائدہ ہوگا؟"

جب کوئی اس دن پر توجہ مرکوز کرے گا تو ان کی دنیاوی پریشانی اور مشکل کوئی بڑی بات نہیں لگے گی۔ یہ رویہ انہیں مشکل کے آغاز سے ہی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے اور اس کا اندازہ لگانے اور مناسب طریقے سے نمٹنے میں مدد دے گا جس سے ان کے تناؤ کو کم کیا جائے۔

اس کے علاوہ، یوم حشر پر توجہ مرکوز رکھنے سے یہ بھی یقینی ہو جائے گا کہ وہ کسی بھی چیز سے منہ موڑ لیں، نظر انداز کر دیں اور اس کو حقیر سمجھیں جو قیامت کے دن اہم نہ لگے، جس میں ان کی زندگی کے دوران آنے والی مشکلات اور تناؤ شامل ہیں۔ اس کے بجائے، وہ ان چیزوں پر توجہ مرکوز کریں گے جو قیامت کے دن متعلقہ ہوں گی، جیسے مشکلات کے وقت صبر کا مظاہرہ کرنا۔ باب 39 از زمر، آیت 10

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔..."

شاید یہ صحیح رویہ اس وجہ کا حصہ تھا کہ فرعون کے جادوگر جو ایمان لانے کے بعد فرعون کی طرف سے دی گئی جسمانی اذیتوں کی دھمکیوں سے ہچکچاتے یا باز نہیں آتے تھے کیونکہ ان کی توجہ قیامت پر مرکوز تھی۔ باب 26 اشعرا، آیات 49-50

[فرعون نے [کہا، "تم نے ان (یعنی موسیٰ (کو میری اجازت سے پہلے ہی مان لیا۔ بے شک وہ تمہارا "لیڈر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے مگر تم جان لینے والے ہو۔ میں یقیناً تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف

سمتوں سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو ضرور سولی پر چڑھا دوں گا۔“ انہوں نے کہا ”کوئی حرج
”نہیں۔ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 106

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی شخص اسلام کی تعلیمات اور دوسروں کی زندگی کا مشاہدہ کرتا ہے، تو وہ واضح طور پر دیکھ سکتا ہے کہ لوگ تین طریقوں سے ہر نعمت کو استعمال کر سکتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے، اور ہر انتخاب کے نتائج۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو گناہ کے طریقوں سے استعمال کریں۔ یہ دونوں جہانوں میں ممکنہ سزا کا باعث بنے گا۔ اس دنیا میں ان کی نعمتیں ان کے لیے لعنت اور ان کی مشکلات اور مصائب کا سبب بنیں گی۔ مثلاً جو اپنے بچے کی پرورش ناجائز پر کرتا ہے، اسے معلوم ہوگا کہ اس کا بچہ اس کے لیے مصیبت اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

"اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کے استعمال کا دوسرا طریقہ ان طریقوں سے ہے جنہیں اسلام نے باطل سمجھا ہے۔ اس میں برکات کو ایسے طریقوں سے استعمال کرنا شامل ہے جو گناہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے نتیجے میں کوئی اچھا کام ہوتا ہے۔ اس طرح کا برتاؤ لوگوں کے لیے آخرت میں بڑی پشیمانی کا باعث ہوگا، خاص طور پر جب وہ ان لوگوں کو ملنے والے انعام کا مشاہدہ کریں جنہوں نے اپنی نعمتوں کا صحیح استعمال کیا۔ مزید برآں، کسی کی برکات کو فضول طریقوں سے استعمال کرنا ان کے حق میں قیامت کے ترازو کو اچھالنے سے روک سکتا ہے۔ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا بے فائدہ استعمال کرنا بھی اس دنیا میں تناؤ اور اضطراب کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو اپنا وقت فضول طریقوں سے استعمال کرتا ہے، اسے اکثر زیادہ تناؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ دلائل، ان لوگوں کے مقابلے میں جو اپنا وقت فضول طریقوں سے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اپنی ضرورت سے زیادہ دولت کی تلاش میں رہتے ہیں وہ اکثر ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ دباؤ ڈالتے ہیں جو صرف اپنی ضروریات کے مطابق تلاش کرتے اور استعمال کرتے ہیں۔

انسان کو جو دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں اسے استعمال کرنے کا آخری طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو۔ یہ درحقیقت اس کا شکر ادا کرنا ہے اور اس وجہ سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔
باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

مزید برآں، اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے اور اسی وجہ سے دماغ اور جسم کو سکون ملتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

جس نے اس طرح کا برتاؤ کیا اس نے ان کی تخلیق کا مقصد پورا کر دیا اس لیے وہ دونوں جہانوں میں اچھی، بامقصد اور بامقصد زندگی گزارے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

آخر میں، یہاں تک کہ جب اس شخص کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اسے صبر کے ساتھ جواب دینے اور مزید برکات اور اجر حاصل کرنے کے لئے صحیح رہنمائی ملے گی۔ وہ انسٹھیزیا کے تحت مریض کی طرح ہوں گے جو علاج کے درد کو محسوس نہیں کرتا ہے جو ان کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ یعنی انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے لیکن ان کا دل ہمیشہ سکون میں رہے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، یہ تین طریقے اور نتائج ہیں جو ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کر سکتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان کو کس طریقہ پر عمل کرنا چاہیے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 107

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگ اکثر ان چیزوں کو الجھا دیتے ہیں جن پر ان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا اور ان چیزوں کے ساتھ ان کا کنٹرول ہوتا ہے اور وہ اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس الجھن کے نتیجے میں وہ صحیح ذہنیت اور طرز عمل کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ذہنی سکون حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اس کے بجائے، ان کی الجھنوں کی وجہ سے وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اختیار کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت کم وقت میں ایک انتہائی موڈ سے دوسرے موڈ میں جھول جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں ذہنی عارضے جیسے تناؤ، اضطراب اور ڈپریشن کا سامنا ہوتا ہے۔

اس نتیجے سے بچنے کے لیے کچھ چیزوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ کسی کی زندگی میں دو عناصر ہوتے ہیں۔ پہلی وہ چیزیں ہیں جو ظاہری ہیں اور ان پر قابو نہیں ہے جیسے بیمار پڑنا۔ یہ چیزیں تقدیر اور رضائے الہی سے جڑی ہوئی ہیں اور ان کو ٹالا یا ٹالا نہیں جا سکتا۔ دوسرا عنصر اندرونی ہے اور کسی کے رویے سے جڑا ہوا ہے۔ اس عنصر پر ایک شخص مکمل کنٹرول رکھتا ہے اور وہی ہے جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔

الجھن اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی یہ سمجھنے میں ناکام رہتا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل پر کنٹرول رکھتے ہیں اور اس کے ذمہ دار ہیں، اور اس کے نتیجے میں وہ ایک متوازن ذہنی کیفیت کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ضرورت سے زیادہ خوش معنی، پرجوش، آسانی کے وقت اور ضرورت سے زیادہ اداس، معنی، غم، مشکلات کے وقت۔ اس کے بجائے، وہ اپنے رویے پر قابو پانے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے یہ ان کے قابو سے باہر ہے اور تقدیر کا حصہ ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ بیرونی حالات کا سامنا کرتے ہیں۔ اپنے آپ پر قابو پانے میں ناکامی کے نتیجے میں وہ معمولی باتوں پر خوش ہو جاتے ہیں اور معمولی اور معمولی باتوں پر انتہائی پریشان ہو جاتے ہیں۔ جب بھی وہ اپنے انتہائی رویے سے صحت یاب ہوتے ہیں تو وہ صرف اپنے کندھے اچکاتے ہیں اور تبصرہ کرتے ہیں کہ زندگی ایسی ہے اور یہی ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ وقت کے ساتھ اپنے رویے میں بہتری نہیں لاتے، اور نہ ہی

اپنے تجربات سے سیکھتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے رویے کی ذمہ داری نہیں لیتے اور اس کے بجائے اسے ان چیزوں کے ساتھ رکھ دیتے ہیں جن پر ان کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ یہ ایک ناقابل یقین حد تک بدتمیزی اور احمقانہ رویہ ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے برے رویے اور رویے کے لیے اللہ تعالیٰ کو، جو تقدیر کا فیصلہ کرنے والا ہے، کو مورد الزام ٹھہراتا ہے، حالانکہ ان کا طرز عمل مکمل طور پر ان کے قابو میں ہے۔

جب کوئی یہ رویہ اختیار کرے گا تو اسے یقین ہو جائے گا کہ ایک انتہائی مزاج سے دوسرے مزاج میں جھولنا اس دنیا کا ایک معمول ہے اور اسی طرح زندگی گزارنی تھی۔ یہ ایک متوازن مسلمان کی زندگی کے مقابلے میں ذہنی طور پر غیر مستحکم شخص کے طرز زندگی کے زیادہ قریب ہے، ایک ایسا توازن جس کا اسلام سکھاتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو الجھنے سے گریز کرنا چاہیے کہ جس چیز پر ان کا اختیار نہیں ہے، جس پر ان کا مکمل اختیار ہے، یعنی ان کے رویے اور رویے پر۔ ان دونوں میں فرق کرتے ہوئے، ایک مسلمان اپنے تجربات سے سیکھ سکتا ہے اور سیکھ سکتا ہے اور اسلامی علم کی مدد سے، وہ ایک متوازن ذہنی حالت اختیار کرے گا جس کے تحت وہ شدید مزاج سے بچیں گے۔ یہ اس دنیا میں امن اور دماغ کی طرف جاتا ہے۔ باب 57 الحديد، آیات 22-23

زمین پر یا تمہارے درمیان کوئی آفت نہیں آتی مگر یہ کہ وہ ایک رجسٹر میں ہے، اس سے پہلے کہ "ہم اسے وجود میں لائیں - بے شک یہ اللہ کے لیے آسان ہے، تاکہ تم اس چیز سے مایوس نہ ہو جاؤ... جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جس چیز پر تم خوش نہیں ہو رہے ہو، اس نے تمہیں دیا ہے"

ایمان کو مضبوط کرنا - 108

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے اسلام پر ثابت قدم رہنے اور اسلام میں ضد اختیار کرنے میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ ظاہری طور پر ایک جیسے دکھائی دے سکتے ہیں لیکن وہ بہت مختلف ہیں۔ ایمان کی ضد اندھی تقلید اور اسلامی علوم کو سیکھنے اور اس پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اسلام میں اندھی تقلید کو ناپسند کیا گیا ہے، کیونکہ لوگوں کو اعلیٰ ذہنی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے اور اس لیے انہیں چوپایوں کی طرح کام نہیں کرنا چاہیے، جو اندھی تقلید کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کو صحابہ کرام کی پیروی کرنی چاہیے، اللہ ان سے راضی ہے، جنہوں نے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ باب 12: یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے۔ میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور میری پیروی"

"...کرنے والے"

لہذا ایمان کی ضد مضبوط ایمان کا باعث نہیں بنتی۔ یہ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر ثابت قدم رہنے سے روکتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور مقدس روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک ضدی مسلمان بعض صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکتا ہے لیکن بالآخر دوسروں میں اس کی اطاعت کرنے میں ناکام رہے گا، کیونکہ ان کے پاس اس کو حاصل کرنے کے لیے درکار مضبوط ایمان نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، ایمان کی ضد انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بہتر کرنے سے روکتی ہے، کیونکہ وہ بہتر نہیں ہوں گے، اگر اس کا مطلب ان کی عادات سے متصادم ہے۔ جب کہ اسلام میں ثابت قدمی ہر ایک کو جب بھی کچھ نیا سیکھتا ہے اپنے طرز عمل کو بدلنے اور بہتر کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

مثال کے طور پر، ضدی مسلمان مسجد میں اپنی نفلی نماز پڑھنا جاری رکھے گا، اس کے بعد بھی کہ انہیں بتایا گیا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ثابت شدہ روایت ہے، کہ گھر میں اپنی نفلی نماز پڑھنا۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت ادا کی جانے والی دو رکعتوں کے علاوہ۔ اس کی تصدیق بہت سی احادیث سے ہوئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری، نمبر 6113 میں موجود ہے۔ ایک ضدی مسلمان ان طریقوں پر بھی مضبوطی سے قائم رہے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں سے نہیں ہیں۔ چاہے اس کی روایات پر عمل کرتے ہوئے قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

دوسری طرف ایمان پر ثابت قدمی، اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں جڑی ہوئی ہے۔ یہ رویہ کسی کو اپنے رویے میں مسلسل تبدیلی اور بہتری لانے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ مضبوط ایمان کی طرف لے جاتا ہے، جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لیے مخلصانہ طور پر فرمانبردار رہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو یہ رویہ اختیار کرنا چاہیے اگر وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ باب 46: الاحقاف، آیت 13:

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ راہ راست پر رہے، ان پر نہ کوئی خوف ”
“ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 109

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو سچے دل سے اس کی اطاعت کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے ان کو عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جو لوگ مسلسل اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہ گمراہی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، کیونکہ مسلسل نافرمانی روحانی قلب اور اعمال کی خرابی کا باعث بنتی ہے۔

یہ ایک ایسے شخص کی طرح ہے جسے جج نے غیر قانونی طریقے سے برتاؤ نہ کرنے کی تنبیہ کی ہے لیکن جب وہ شخص اس رویے پر قائم رہتا ہے تو جج اسے جیل میں بند کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا انہوں نے صرف اپنے آپ پر ظلم کیا۔

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ چونکہ گمراہی میں ترک ہونا ایک روحانی چیز ہے اور اس لیے بنی نوع انسان کے لیے پوشیدہ ہے، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ بعض لوگ اس مقام تک پہنچ چکے ہیں۔ اس کے بجائے انہیں تمام لوگوں کے بارے میں مثبت سوچنا چاہیے اور اس لیے ان کے عقیدے اور طرز عمل کی اصلاح میں خلوص نیت سے عملی طور پر ان کی مدد کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اُس نے انہیں نیکی اور بدی میں فرق کرنے کا علم اور طاقت بخشی اور یہاں تک کہ اُن میں نیکی کو پسند کرنے اور بُرائی کو ناپسند کرنے اور اُن سے بچنے کا فطری رجحان بھی دیا۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2389 میں موجود ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خیر و شر میں سے انتخاب کرنے

کی آزادی بھی دی ہے۔ یہ انتخاب کسی شخص کی فطری عقلی صلاحیتوں کو بڑھانے یا کم کرنے میں کردار ادا کرتا ہے۔ باب 91 الشمس، آیت 9-10

وہ کامیاب ہوا جس نے اسے پاک کیا [روحانی دل - عقل کی سب سے بڑی صلاحیت]۔ اور وہ ناکام " ہوا جس نے اسے [بدعنوانی کے ساتھ] ڈالا۔

جب کوئی شخص نیکی کے راستے کا انتخاب کرتا ہے تو اس کی فطری صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں مزید مدد کرتا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 69

“اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔”

لیکن اگر کوئی اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور برائی کا راستہ اختیار کرے تو رفتہ رفتہ اس کے روحانی دل تاریکی میں ڈوب جائیں گے اور اس میں کوئی بھلائی باقی نہیں رہے گی۔ جامع ترمذی نمبر 3334 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص توبہ نہ کرے تو زیر بحث اصل آیت نافذ العمل ہو جاتی ہے۔ یہ شخص برائیوں میں اس قدر مگن ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی برائی ذہنیت اور اعمال میں خوشی ملتی ہے۔ وہ کسی بھی اچھی چیز سے قطعی نفرت کرتے ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 110

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قرآن پاک میں ایسی بے شمار صفات ہیں جو اسے کسی بھی دنیوی کتاب سے ممتاز کرتی ہیں۔ قرآن کریم کا یہ پہلو اتنا شدید ہے کہ اس کی بے شمار زندگیوں میں وضاحت یا بحث بھی نہیں کی جا سکتی۔ لیکن ان میں سے چند ایک خوبیوں کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔ سب سے پہلے، قرآن پاک میں، اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات (صرف انسانوں کو نہیں) کو ایک کھلا چیلنج دیا ہے اور نہ صرف ان لوگوں کے لیے جو اس الہی وحی کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے بلکہ تمام مخلوقات کے لیے ایک چیلنج دیا ہے۔ وقت کے اختتام۔ چیلنج یہ ہے کہ اگر لوگ یہ مانتے ہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی نہیں ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ ایک ایسا باب تیار کریں جو قرآن پاک کے کسی باب کا مقابلہ کر سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 23

اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو اس جیسا ایک "باب لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔"

پوری کرہ ارض پر کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو اس قسم کا کھلا چیلنج دے سکتی ہو۔ لیکن 1400 سال پہلے قرآن کریم نے پوری کائنات کو یہ چیلنج دیا تھا اور آج تک یہ چیلنج نہ غیر مسلم جیتے ہیں اور نہ ہی انشاء اللہ کبھی مل سکے گا۔

قرآن کریم کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس نے مستقبل کے واقعات کے نتائج کو بیان کیا ہے۔ لیکن ان بیانات کے بارے میں زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے نتائج اس وقت ناممکن نظر آتے تھے۔ مثال کے طور پر باب 48 الفتح، آیت 28

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ دین حق کو تمام مذاہب پر غالب کر دے ” اور اللہ گواہ کافی ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مکہ کا پورا شہر اسلام تھا چنانچہ جب اہل مکہ نے یہ آیت سنی تو بدقسمتی سے ان کے لیے یہ مان لیا کہ اسلام بہت کمزور ہے اس لیے زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گا اور یقینی طور پر مکہ کی سرحدوں سے باہر نہیں پھیل سکے گا۔ پوری دنیا اکیلے لیکن چند ہی سالوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا کر دیا۔

اس کی ایک اور مثال کس طرح قرآن پاک نے مستقبل کے واقعہ کی پیشین گوئی کی جو اس وقت ناقابل تصور تھا باب 30 اروم، آیات 2-5 میں پایا جاتا ہے

رومیوں کو مغلوب کیا گیا ہے۔ اس پاس کی زمین میں اور ان کے زیر تسلط ہونے کے بعد وہ " عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند سالوں میں۔ حکم صرف اللہ کا ہے پہلے اور بعد میں۔ اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب اور رحم کرنے والا " ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیات ایسے وقت میں نازل ہوئیں جب رومی (عیسائی) (فارسیوں) آگ پرستوں (کے ساتھ جنگ میں تھے۔ اس جنگ کی تصدیق کئی مستند تاریخی کتب سے ہوئی ہے۔ اس خاص وقت میں فارسی جنگ جیتنے کے راستے پر تھے۔ ایک موقع پر روم خود فارسیوں سے گھرا ہوا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رومی بالآخر فتح یاب ہو کر حکومت کریں گے۔ مکہ کے غیر مسلم جو خود بت پرست تھے انہوں نے فارسیوں کی حمایت کی اور اکثریت سے اتفاق کیا کہ رومیوں کا جیتنا ناممکن ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کی طرح ان آیات کو درست ثابت کیا اور رومیوں کو فتح کی اجازت دی۔

ایک آخری مثال جو دنیا کے سائنسدانوں کو دلکش ہے، باب 21 الانبیاء، آیت 33 میں نظر آتی ہے

اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہا " ہے۔

صدیوں سے سائنس دان ان نظریات پر لڑتے رہے ہیں کہ نظام شمسی کو کس طرح ترتیب دیا گیا ہے جیسے کہ آیا سورج ساکن رہتا ہے اور زمین گرد گھومتی ہے یا اس کے برعکس۔ صرف نسبتاً حال ہی میں تمام مختلف عقائد اور پس منظر سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہر اعتراض؛ سورج، چاند اور زمین سب اپنے اپنے محور پر گھومتے ہیں اور ایک مقررہ مدار میں ایک دوسرے کے گرد گھومتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے 1400 سال پہلے اس کا اعلان کر دیا تھا۔ قرآن پاک کی سائنس سے متعلق تمام آیات کو آج سائنسدان آہستہ آہستہ ثابت کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے جو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ قرآن پاک ایک اور واحد سچے خدا، اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں، جس نے اس کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کو پیدا کیا ہے، کیونکہ صرف ایک خالق ہی اپنی تخلیقات کی صحیح معنوں میں وضاحت کر سکتا ہے۔

اگرچہ قرآن کریم کے بہت سے احکام لوگوں کو سمجھ نہیں آتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ غلط ہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات جن کی حکمت انسان پر مخفی تھی وہ اس وقت ظاہر ہوئیں جب معاشرہ ترقی کی ایک خاص منزل پر پہنچ گیا۔ چونکہ پورا قرآن حکیم اور ہدایت کی کتاب ہے اس کو قبول کرنا چاہیے خواہ کوئی اس کے احکام کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ یہ صورت حال بالکل ایسے بچے جیسی ہے جو نزلہ زکام میں مبتلا ہو اور آئس کریم کا خواہش مند ہو لیکن اس کے والدین اسے نہیں دیتے۔ بچہ پیچھے کی حکمت کو سمجھے بغیر روتا رہے گا لیکن جو علم رکھتے ہیں وہ والدین کی بات سے اتفاق کریں گے اگرچہ ظاہری طور پر ایسا لگتا ہے جیسے والدین کا فیصلہ بچے پر ظلم کر رہا ہے۔

جب قرآن پاک کا مطالعہ کیا جائے گا تو یہ احساس ہوگا کہ اس میں واضح اور لطیف معانی دونوں کے ذریعے برتری کے مختلف درجات موجود ہیں جن پر یہ بحث کرتا ہے۔ باب 11 بود، آیت 1

[یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات کو مکمل کیا گیا ہے اور پھر اس کی طرف سے تفصیل کے ساتھ...] "پیش کیا گیا ہے جو حکمت اور باخبر ہے۔"

اس میں تاثرات بے مثال ہیں اور اس کے معنی سیدھے سادے انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی آیات انتہائی فصیح ہیں اور کوئی دوسرا متن اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ قرآن کریم نے پچھلی امتوں کے قصے بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ میں تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ اس نے ہر قسم کی بھلائی کا حکم دیا اور ہر قسم کی برائی سے منع کیا، وہ جو ایک فرد کو متاثر کرتی ہیں اور جو پورے معاشرے کو متاثر کرتی ہیں تاکہ گھروں اور معاشرے میں امن و سلامتی پھیل جائے۔ قرآن مجید نظموں اور کہانیوں کے برعکس مبالغہ آرائی، جھوٹ یا جھوٹ سے پاک ہے۔ قرآن پاک کی تمام آیات خواہ چھوٹی ہوں یا لمبی، فائدہ مند ہیں۔ یہاں تک کہ جب قرآن پاک میں ایک ہی کہانی کو دہرایا جائے تو اس سے مختلف اہم اسباق سیکھے جا سکتے ہیں۔ دوسری تمام کتابوں کے برعکس قرآن پاک بار بار پڑھنے سے بور نہیں ہوتا اور حق کا متلاشی اس کے مطالعہ سے کبھی تنگ نہیں ہوتا۔ قرآن پاک نہ صرف تنبیہات اور وعدے فراہم کرتا ہے بلکہ ان کی تائید غیر متزلزل اور واضح دلائل سے کرتا ہے۔ جب قرآن پاک کسی بھی چیز پر بحث کرتا ہے جو تجربی معلوم ہو، جیسے صبر کو اپنانا، تو یہ ہمیشہ اس پر عمل کرنے کا ایک آسان اور عملی طریقہ فراہم کرتا ہے۔ یہ ایک سادہ لیکن گہرے طریقے سے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے اور ابدی آخرت کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی کے خواہشمند کے لیے سیدھا راستہ واضح اور دلکش بنا دیتا ہے۔ اس کے اندر موجود علم لازوال ہے اور اس کا اطلاق ہر معاشرے اور دور میں کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہر جذباتی، معاشی اور جسمانی مشکل کے لیے شفا ہے جب اسے صحیح طریقے سے سمجھا جائے اور اس کا اطلاق کیا جائے۔ یہ ہر ایک فرد یا پورے معاشرے کو درپیش ہر مسئلے کا علاج ہے۔ صرف تاریخ کے اوراق پلٹنے کی ضرورت ہے تاکہ ان معاشروں کا مشاہدہ کیا جا سکے جنہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات کو صحیح طریقے سے نافذ کیا تاکہ اس کے تمام محیط فوائد کو سمجھ سکے۔ صدیاں گزر گئیں ابھی تک قرآن پاک میں ایک حرف بھی ایسا نہیں آیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ تاریخ کی کوئی اور کتاب اس معیار کی حامل نہیں ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اور لازوال معجزہ ہے جو اس کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے۔ لیکن اس سے صرف وہی فائدہ اٹھائے گا جو حق کی تلاش کرتا ہے جبکہ اپنی خواہشات کے متلاشیوں کو صرف سننا اور پیروی کرنا مشکل ہوتا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ "ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔"

ایمان کو مضبوط کرنا - 111

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ وحی الہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے بالکل ٹھیک الفاظ ہیں جن کی نمائندگی قرآن پاک میں کی گئی ہے۔ دوسرا وہ الہام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا ہے۔ اسے حدیث یا روایت کہتے ہیں، جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خواہش سے نہیں فرمایا۔ باب 53 عن نجم، آیت 3

”نہ ہی وہ [اپنی] جھکاؤ سے بات کرتا ہے۔“

قرآن پاک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث/روایات کے بغیر صحیح طور پر نہیں سمجھا جا سکتا، جیسا کہ حدیث آیات کو ان کے صحیح تناظر میں بیان کرتی ہے جیسے کہ وہ کیوں نازل ہوئیں، وہ کس طرف اشارہ کر رہی ہیں وغیرہ۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

:اور باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”
”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

:اور باب 4 النساء آیت 59

”اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔“

:اور باب 4 النساء آیت 80

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ کی اطاعت کی۔“

احادیث کی ضرورت کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک ہر چیز کی وضاحت نہیں کرتا اس لیے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہے۔ مثال کے طور پر اسلام کے تین ارکان: واجب صدقہ، حج اور فرض نماز۔ فرض نماز جو کہ اسلام کا مرکزی رکن ہے، قرآن کریم میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنے کا طریقہ قرآن کریم میں بالکل بھی بیان نہیں کیا گیا ہے۔ اوقات مبہم طور پر بتائے گئے ہیں لیکن تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔

واجب صدقات کی صحیح مقدار قرآن کریم میں واضح نہیں ہے، صرف وہی جماعتیں ہیں جو اس کے حقدار ہیں۔ لیکن پھر بھی مختلف گروہوں کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

قرآن پاک میں حج کے صرف چند حصوں کا بہت اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ہر مقام پر سرگرمیوں کی قطعی ترتیب یا کیا کرنا ہے اس کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے بغیر اسلام کے پانچ میں سے تین ستون صحیح طور پر مکمل نہیں ہو سکتے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو محفوظ رکھا ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9

”یقیناً ہم نے نصیحت کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

اس آیت میں لفظ قرآن کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے بجائے، یاد دہانی کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں وحی الہی کی دونوں قسمیں شامل ہیں: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

جن لوگوں نے قرآن پاک کو اگلی نسلوں تک پہنچایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، وہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو منتقل کیا۔ اگر کوئی ایک کو رد کرتا ہے تو دوسرے پر شک پیدا کرتا ہے۔

آخر میں جن لوگوں نے اسلام کو سب سے بہتر سمجھا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور انہوں نے واضح کر دیا کہ قرآن کریم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے بغیر صحیح طور پر نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ ان روایات کے بغیر قرآن کریم کی آیات کو ان کے صحیح سیاق و سباق سے ہٹا کر غلط تشریح کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات ہیں جو آیات کو واضح کرتی ہیں تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ ان کا اصل مطلب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کا عملی نمونہ ہیں۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 112

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں نے اکثر اللہ تعالیٰ کو ان دنیاوی حکمرانوں جیسا تصور کیا ہے جو اپنے عالی شان محلات میں آرام کی زندگی گزارتے ہیں۔ ایسے حکمران عموماً اپنی رعایا سے بہت دور ہوتے ہیں۔ تمام اغراض و مقاصد کے لیے وہ اپنے مضامین کی براہ راست رسائی سے باہر ہیں۔ ان کی رعایا کے لیے ان تک پہنچنے کا واحد راستہ منتخب اور پسندیدہ درباریوں کے ذریعے ہے۔ اور یہاں تک کہ اگر کوئی رعایا کسی درباری کے ذریعے اپنی درخواستیں پہنچانے میں کامیاب ہوجاتی ہے تو یہ حکمران اکثر اس طرح کی درخواستوں کا براہ راست جواب دینے کے لئے بہت مغرور ہوتے ہیں۔ یہ ایک درباری کے کام کا ایک پہلو ہے - ایک حکمران کو اس کی رعایا کی درخواستیں پہنچانا اور رعایا کو حاکم کا جواب بھی پہنچانا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا تصور اکثر ایسے دنیاوی حکمرانوں کی صورت میں ہوتا تھا بہت سے لوگ اس غلط عقیدہ کا شکار ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ عام انسانوں کی پہنچ سے بالاتر ہے۔ یہ عقیدہ مزید پھیل گیا کیونکہ بہت سے شریر لوگوں نے اس خیال کو پھیلانا فائدہ مند سمجھا۔ اس کی وجہ سے عام لوگوں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ سے صرف طاقتور ٹالٹوں اور سفارشیوں کے ذریعے ہی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک شخص کی دعا اللہ تک پہنچنے اور اس کی طرف سے قبول کرنے کا واحد طریقہ ان مقدس ہستیوں میں سے کسی ایک کے ذریعے اس کے پاس جانا تھا۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ ان مذہبی ہستیوں کو تحفے دیے جائیں جنہیں قیاس کے مطابق کسی شخص کی دعا اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ باب 11 بود، آیت 61

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا - اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اسی میں آباد کیا پس تم اس سے "بخشش مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو بے شک میرا رب بہت قریب ہے جوابدہ۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اس جاہلانہ نظام کی جڑ پر ضرب لگائی۔ یہ اس نے دو حقیقتوں پر زور دے کر حاصل کیا: یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بہت قریب ہے اور یہ کہ وہ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اس طرح، اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کی تردید کی: کہ وہ بہت دور ہے، انسانوں سے دور ہے اور اگر وہ براہ راست اس سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو وہ ان کی دعاؤں کا جواب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ، بے شک، ماوراء ہے اور اس کے باوجود وہ ہر شخص کے بہت قریب ہے۔ ہر کوئی اسے اپنے پاس ہی پائے گا۔ ہر کوئی اپنے دل کی باطنی خواہشات اس سے سرگوشی کر سکتا ہے۔ ہر کوئی اپنی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور، علانیہ اور نجی، زبانی یا خفیہ طور پر پڑھ سکتا ہے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی دعاؤں کا براہ راست جواب دیتا ہے۔ روحانی رہنمائوں کا مقصد اپنے طلباء کو اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ سکھانا ہے اور اس کی وجہ سے وہ عزت کے مستحق ہیں۔ لیکن ان کا کردار یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے طالب علموں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کھڑے ہو جائیں، یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اس تک پہنچنے اور اس کی توجہ حاصل کرنے کا واحد راستہ ان سے گزرنا ہے۔ یہ رویہ قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے بالکل خلاف ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 113

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ فرض نمازیں جو کہ اسلام کا مرکزی رکن ہیں چند حرکات سے بڑھ کر ہیں۔ وہ درحقیقت یوم جزا کی نمائندہ ہیں۔ نماز کی ہر پوزیشن قیامت کے دن ایک مخصوص حالت کی عکاسی کرتی ہے۔ نماز کے دوران سیدھا کھڑا ہونا یہ ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کر رہے ہوں گے تو وہ کیسے کھڑے ہوں گے۔ باب 83 المطفین، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ایک زبردست دن کے لیے جس دن بنی نوع " انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیدھا ہے، وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتا ہے جو اس کی رضامندی کے لیے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لوگوں کے ساتھ سیدھے ہیں، ان کے ساتھ ایسے سلوک کرنے سے جو وہ خود چاہتے ہیں کہ لوگوں سے سلوک کیا جائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا آسان پائیں گے۔

نماز میں رکوع اس بات کو یقینی بنائے گا کہ قیامت کے دن کسی شخص کو ان لوگوں میں سے ایک کے طور پر لیبل نہیں کیا جائے گا جنہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران رکوع نہیں کیا تھا جب انہیں رکوع کا حکم دیا گیا تھا۔ باب 77 المرسلات، آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس رکوع میں ہر حالت اور لمحے کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے باطنی، زبانی اور عملی سر تسلیم خم کرنا شامل ہے۔ جو اس طرز عمل میں ناکام رہے اس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے میں ناکامی کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔

بیٹھنے کا مقام یہ ہے کہ لوگ کس طرح انتہائی خوف کے عالم میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیکیں گے۔ باب 45 الجنہ، آیت 28

اور تم ہر قوم کو [خوف سے] گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے۔ ہر قوم کو اس کے نامہ اعمال میں " بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو اس دنیا میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے آگے گھٹنے ٹیکتا ہے وہ قیامت کے دن اپنے گھٹنے ٹیکنے کو آسان پائے گا۔

آخر کار وہ لوگ جو اس دنیا میں، نماز میں اور اپنی عملی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے میں ناکام رہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے انہیں دی گئی ہیں، وہ سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ، قیامت کے دن۔ باب 68 القلم، آیات 42-43:

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

صحیح بخاری نمبر 4919 کی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ جو لوگ دکھاوے کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ قیامت کے دن سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ان کی پیٹھ بہت سخت ہو جائے گی۔

جب کوئی ان سب باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے دعا کرتا ہے، تو وہ اپنے روزمرہ کے کاموں میں اس نیت سے لوٹتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت کریں، ان کو جو دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے استعمال کریں، تاکہ انہیں سکون حاصل ہو۔ دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں اور کامیابی کے ساتھ قیامت کی مشکلات پر قابو پانا۔ باب 16: النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

آخر میں، دن میں پھیلی ہوئی پانچ فرض نمازیں، اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ جب بھی کوئی قیامت کو بھول جائے، تو اگلی نماز انہیں اس کی یاد دلائے گی اور اس کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے کی اہمیت۔

جب کوئی ان چیزوں کو، اور اس سے زیادہ، سیاق و سباق میں لے، تو نماز کا مطلب دن میں چند بار حرکت کے چند کاموں کو مکمل کرنے سے کہیں زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 114

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ وقت کے ساتھ مسلمانوں کے ایمان کے کمزور ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو کیسے سمجھتے ہیں۔ صالح پیش رو یہ سمجھتے تھے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کسی کی زندگی کے ہر پہلو، ہر صورت حال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہر نعمت کو براہ راست متاثر کرتا ہے۔ لہذا انہوں نے اس ضابطہ اخلاق کو قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات سے سیکھا اور اس پر عمل کیا۔ اس کے نتیجے میں، انہوں نے آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کیا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے اسلام کو چند روزانہ، ہفتہ وار اور سالانہ عبادات اور عبادات کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔ اس نے انہیں ہر اس صورتحال سے نمٹنے کی ترغیب دی جس کا سامنا کرنا پڑا اور ہر نعمت جو انہیں ثقافت، فیشن اور معاشرے کے مقرر کردہ معیارات کے مطابق عطا کی گئی۔ اس کی وجہ سے انہوں نے قرآن پاک کو ایک خوشگوار راگ تک پہنچا دیا جسے سمجھنے یا اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور انہوں نے اسے اس چیز تک کم کر دیا جو دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے پڑھی جاتی ہے، جیسے کہ میاں بیوی اور بچے۔ اس رویے نے انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب بھی دی جو انہیں دی گئی تھیں۔ نتیجتاً ان کا ایمان ایک خالی خول کے سوا کچھ نہیں بن گیا، جو عبادات سے مزین ہے لیکن ان کی زندگیوں پر کوئی عملی اثر نہیں ڈالتا۔ یہ رویہ ایک اہم وجہ ہے کہ مسلمان، جو اسلام کے بنیادی فرائض کو پورا کرتے ہیں، ابھی تک ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

اگر یہی رویہ برقرار رہا تو جس طرح سابقہ قوموں نے آخر کار اپنی چند عبادات کو ترک کر دیا، جیسا کہ وہ خالی عبادات کے سوا کچھ نہیں تھے، اسی طرح مسلم قوم بھی۔ پھر وہ خود کو غیر عملی مسلمان کہیں گے۔ یہ صرف دونوں جہانوں میں مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ) فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھ کر اس پر عمل کر کے اس رویہ اور نتائج سے بچیں، تاکہ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں صحیح طرز عمل اور ضابطہ حیات اپنا سکیں۔ اس کے ذریعے ہی انسان کو دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسم کا سکون ملے گا۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

“بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔”

ایمان کو مضبوط کرنا - 115

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی ذہنیت میں پڑنے سے گریز کریں جو اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت کرنے سے روکتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس ذہنیت میں اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے موازنہ کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان سے بدتر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ذہنیت صرف اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے بڑے گناہوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اپنی نافرمانی کو حقیر سمجھے۔ یہ رویہ سستی کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے، کیونکہ جب وہ دوسروں کے گناہوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور مخلوق کے ساتھ اپنے رویے کو بہتر بنانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ وہ یقین کریں گے کہ وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں، حالانکہ وہ بمشکل اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تنہیں اسلام کے بنیادی فرائض کو پورا کر رہے ہیں، کیونکہ وہ مسلسل ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو ان سے بدتر دکھائی دیتے ہیں۔ کسی کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ قیامت کے دن کسی کا فیصلہ دوسرے لوگوں کے ساتھ موازنہ پر مبنی نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن تمام لوگوں کے لیے معیار قرآن مجید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات ہیں۔ یعنی ہر شخص کے اعمال کا موازنہ ان ذرائع ہدایت سے کیا جائے گا، دوسرے لوگوں کے اعمال سے نہیں۔ چنانچہ ایک چور قیامت کے دن یہ دعویٰ کر کے سزا سے نہیں بچ سکے گا کہ اس نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا، جیسے بہت سے قاتل جو قیامت کے دن موجود ہوں گے۔ جس طرح قیامت کا معیار ہدایت کے دو ذرائع ہیں اسی طرح اس دنیا میں معیار بھی ہدایت کے یہ دو ذرائع ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تشبیہ دینے کے احمقانہ رویہ سے گریز کرے جو ان سے بدتر دکھائی دیتے ہیں اور ان کے اعمال کا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے موازنہ کرنے کی بجائے خود کو درست کرنے کے لیے دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کی خواہش رکھتے ہیں، کیونکہ اپنے آپ کو بدتر لوگوں سے موازنہ کرنے سے وہ بہتر محسوس کر سکتے ہیں لیکن یہ صرف اس دنیا میں مشکلات اور مشکل احتساب اور ممکنہ سزا کا باعث بنے گا۔ اس کے بعد باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ

میں دیکھ رہا تھا؟ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 116

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بعض مسلمانوں نے سست روی اختیار کی ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں کوشش کرنے سے پرہیز کرنا ہے، جس میں یہ شامل ہے کہ اس نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کو اس کی خوشنودی کے طریقوں سے استعمال کیا جائے، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس پر، اور اس کے بجائے دوسروں پر بھروسہ کریں کہ وہ زندہ رہتے ہوئے اور مرنے کے بعد ان کے لیے دعا کریں۔ یہ ان لوگوں کا رویہ نہیں تھا جو اسلام کو کسی اور سے بہتر سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے کسی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی طرف سے دعا مانگ کر سستی نہیں کی۔ انہوں نے اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں سخت جدوجہد کی اور پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی طرف سے دعا کرنے کی درخواست کی۔ اگر کسی نیک بزرگ کی دعا ہی کافی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان: سب کچھ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربان نہ کرتے۔ باب 9 توبہ آیت 99

لیکن بدویوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ "خرچ کرتے ہیں اسے قرب الہی اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں، بلاشبہ یہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، اللہ قبول کرے گا۔ ان کو اپنی رحمت کے لیے بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

یہاں تک کہ اگر کوئی دوسروں سے پوچھے، جو پرہیزگار نظر آتے ہیں ان کی طرف سے دعا کریں، تب تک یہ ان کو فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے خلوص نیت سے کوشش نہ کریں۔ اس سست روی کو اپنانے سے دعا کے تصور کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اسلام کے کسی بھی پہلو کا مذاق اڑانا اچھے نتائج کا باعث نہیں بنے گا۔

جس طرح ایک عاقل انسان کسی کی دعا سے دنیاوی کامیابی کی امید نہیں رکھتا، مثلاً امتحان میں کامیاب ہونا، عملی کوشش کیے بغیر، نہ ہی وہ دینی برکات حاصل کر سکے گا، جیسے دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون، بغیر کوشش کے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، چاہے ہر شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف سے دعا کرے۔ باب 53 عن نجم، آیت 39

"اور یہ کہ انسان کے لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔"

ایمان کو مضبوط کرنا - 117

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ کھلے فتنوں کے اس دور میں جن سے مسلمانوں پر مسلسل بمباری کی جاتی ہے، بعض اکثر یہ کہتے ہیں کہ ان سے بچنے کی کلید دور ہوجانا ہے، جیسے کہ اسلامی قوم میں منتقل ہونا، یا خود کو اور اپنے خاندان کو الگ تھلگ کرنا، جیسے کہ گھریلو تعلیم۔ اگرچہ یہ ممکنہ حل برے نہیں ہیں، کیونکہ یہ دنیا کے فتنوں اور فتنوں سے بچنے میں ایک حد تک مدد کرسکتے ہیں، لیکن یہ بنیادی حل نہیں ہیں۔ فرار کی قسم کی ذہنیت کو اپنانے میں مسئلہ یہ ہے کہ جب تک کوئی اپنے خاندان کے ساتھ الگ تھلگ غار میں نہ جائے اور کبھی ابھرے نہ ہو، ان فتنوں اور فتنوں سے مسلسل بچنا ممکن نہیں ہے۔ جلد یا بدیر، ایک مسلمان کو کسی نہ کسی شکل و صورت میں ان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر، اس میں کوئی شک نہیں کہ واحد صنف کے اسکول مکس اسکولوں کے مقابلے اپنے نتائج میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، پھر بھی ایک دن ضرور آئے گا جب ایک طالب علم اپنی زندگی کے دوران مخالف صنف کا سامنا کرے گا۔ سوشل میڈیا کے اس دن اور دور میں کسی کو شیطانی فتنوں اور فتنوں میں پڑنے کے لیے اپنا خواب گاہ چھوڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی خاندان کسی اسلامی ملک میں چلا جائے، جسے آج کل تلاش کرنا ناممکن نظر آتا ہے، پھر بھی انہیں ان فتنوں اور فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا، کیونکہ ہر ملک اور شہر کی اپنی اپنی نوعیت ہوتی ہے۔ کیا حاجی اور مسافر کو وہ ظلم اور ناانصافی نظر نہیں آتی جو مکہ اور مدینہ میں بھی ہوتی ہے؟

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب زیادہ روایتی ممالک سے آنے والے مسلمان مغرب کا سفر کرتے ہیں تو وہ اکثر ان مسلمانوں کے مقابلے میں گناہوں کے فتنوں اور فتنوں میں گہرے ہوتے ہیں جو مغرب میں پیدا ہوئے اور پرورش پائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر ملکی مسلمان، جو زیادہ محدود اور روایتی زندگی گزار رہے ہیں، جب مغرب میں داخل ہوتے ہیں، تو فتنے اور فتنے ان پر طوفانی لہر کی طرح ٹکراتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ ان میں پیدا ہونے اور پرورش پانے والوں کی نسبت آسانی سے پھسل جاتے ہیں۔ فتنوں اور آزمائشوں۔ اس لیے فرار کی قسم کی ذہنیت کو اپنانا آج کے دور اور دور میں عملی نہیں ہے۔

ان فتنوں اور فتنوں پر کامیابی کے ساتھ قابو پانے کی بنیادی کلید، جیسا کہ اسلام نے اشارہ کیا ہے، اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے مضبوط ایمان کو اپنانا اور آنے والی نسلوں کو اس رویہ کی تعلیم دینا ہے۔ مضبوط ایمان اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ایک مسلمان تمام فتنوں اور فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ثابت قدم رہے، چاہے وہ کہیں بھی کیوں نہ ہو، ان نعمتوں کا استعمال جاری رکھ کر جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

یہ تعلیم نوجوان مسلمانوں کو اسلام میں پائی جانے والی ممنوعات کے پیچھے کی حکمتیں سکھائے گی۔ فرار کی قسم کی ذہنیت کو اپنانے سے یہ تعلیم نہیں ملے گی، یہ صرف ان فتنوں اور فتنوں تک رسائی سے کچھ پابندیاں فراہم کرے گی۔ ایک مجرم کی طرح جو عارضی طور پر جیل میں بند ہے۔ مجرم کی رہائی کے وقت، وہ اپنی جرم کی زندگی میں واپس آجائیں گے جب تک کہ وہ اس کے خلاف تعلیم حاصل نہیں کر لیتے۔ اسی طرح، ایک نوجوان مسلمان میں فطری خواہشات ہوں گی جو ان دنیاوی فتنوں اور فتنوں سے بھڑکتی ہیں، اور اس تعلیم کے بغیر وہ غالباً ناکام ہوں گے، جب ان کا امتحان ہو گا۔

جب کسی شخص کو محض اس کے پیچھے حکمتوں کے بغیر کسی ممانعت کے بارے میں بتایا جاتا ہے، تو وہ ممانعت پر عمل کرنے کا امکان کم ہوتا ہے اور اس میں دھوکہ دہی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ حرمت کے پس پردہ حکمتوں کو جاننے والا اس پر عمل کرنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر، جسے شراب کے منفی پہلوؤں کا علم ہو، جیسے کہ کسی کی جسمانی اور ذہنی صحت کو پہنچنے والے نقصان، اس کا جرائم، جھگڑوں، لڑائیوں اور حملوں سے مضبوط تعلق ہے، اس کا لوگوں پر مالی اثر اور دیگر منفی نتائج ہیں۔ نشے کا عادی بننا، جیسے کسی کے رشتے اور زندگی کو تباہ کرنا، اس سے دور رہنے کا امکان اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جو ممانعت کو جانتا ہے لیکن پیچھے کی حکمتوں کو نہیں جانتا یہ

آخر میں، ایک مسلمان کو عملی اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ وہ اور ان کا خاندان فتنوں اور شیطانی فتنوں سے بچ سکیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے حصول کے لیے بنیادی قدم تعلیم ہے۔ قرآن پاک کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنا اور

اس پر عمل کرنا، تاکہ کوئی شخص اسلام کی ممانعتوں سے بچنے کے پیچھے کی حکمتوں کو سمجھے اور اپنے ایمان کو مضبوط کرے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری جاری رکھیں گے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ باب 15 الحجر، آیات 39-40

[ابلیس] نے کہا: "اے میرے رب، کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین پر ان کے " لیے [معصیت] کو خوشنما بناؤں گا، اور میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان کے، تیرے مخلص "بندوں کے۔"

ایمان کو مضبوط کرنا - 118

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اس دنیا میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے کے لیے لوگوں کی جدوجہد کی ایک اہم وجہ دنیاوی چیزوں کی قدر کا غلط اندازہ لگانا ہے، کیونکہ ان کی اچھی اور بری، کامیابی اور ناکامی کی تعریف غلط ہے۔ ایک کاروباری مالک دیوالیہ ہو جائے گا اگر وہ اپنے خرید و فروخت کے سامان کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح جو شخص دنیاوی چیزوں کی قدر و قیمت کا غلط اندازہ لگاتا ہے وہ اپنی کوششوں کو غلط جگہ دیتا ہے اور چیزوں کو غلط ترجیح دیتا ہے جس سے وہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ زیادہ تر لوگ کامیابی اور ناکامی، اچھے اور برے کی تعریف ثقافت، فیشن اور سوشل میڈیا کی طرف سے دی گئی تعریفوں کی بنیاد پر کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ چیزوں کی قدر کا غلط تعین کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ان معیارات کے مطابق، بہت سی جائیدادوں کا ہونا اچھی بات ہے جبکہ چند دنیوی اثاثوں کا ہونا ایک بری چیز ہے، حالانکہ یہ بالکل درست نہیں ہے۔ وہ لوگ جن کے پاس بہت سی دنیاوی چیزیں ہیں، جیسے کہ جائیدادیں، اکثر دنیا میں سب سے زیادہ تناؤ اور پریشانی میں مبتلا لوگ ہوتے ہیں۔ اس کی ایک بہترین مثال فرعون ہے، جو اب تک کے سب سے امیر اور بااثر آدمیوں میں سے ایک ہے، اس کے برعکس جس کے پاس بہت سی دنیاوی چیزیں نہیں تھیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ یہ جاننے کے لیے کسی ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون کس کو دیا گیا تھا۔

چیزوں کا غلط اندازہ لگانا ثقافت، فیشن اور سوشل میڈیا کو اپنی زندگی چلانے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر کوئی غلط شخص کو اپنی گاڑی کی ڈرائیور سیٹ پر بیٹھنے دیتا ہے، تو وہ انہیں صحیح منزل تک نہیں لے جائے گا: دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون۔ نتیجے کے طور پر، ایک مسلمان اپنے ایمان کو پچھلی سیٹ یا گاڑی کے بوٹ میں بھی رکھتا ہے، اور صرف اپنی چند عبادتوں اور عبادات کے دوران اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

لیکن اگر کوئی دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون چاہتا ہے، تو اسے صحیح ڈرائیور کا انتخاب کرنا چاہیے تاکہ وہ صحیح منزل تک پہنچ سکے: دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون۔

صحیح ڈرائیور اسلام ہے۔ جب انسان اسلام کی دی گئی کامیابی اور ناکامی، اچھے اور برے کی تعریفوں کے مطابق زندگی گزارے گا، تو وہ دنیاوی چیزوں کی اصل قدر کا صحیح اندازہ کرے گا اور اس لیے اپنی کوششوں کو صحیح جگہ پر رکھے گا اور ان وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا، جو انہیں دیے گئے ہیں، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں۔ اللہ تعالیٰ جو دلوں کا کنٹرول ہے جو کہ سکون کا گھر ہے پھر انہیں دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون عطا فرمائے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 119

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ شیطان بے شمار مختلف طریقوں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے پھندوں کے بارے میں جاننا کسی شخص کو ان سے بچنے میں مدد دے سکتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 6

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، لہذا اسے دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنی جماعت کو دوزخ کے "ساتھیوں میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔"

اس کا سب سے بڑا مقصد ان کی موت، قبر اور ان کے آخری فیصلے کو یاد کرنے سے باز رکھنا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ موت کو یاد رکھنا انسان کو اس کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو موت کو کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب دی، کیونکہ یہ لذتوں کو ختم کرنے والی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4258 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لہذا شیطان موت کو یاد کرنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے ان کی کبھی نہ ختم ہونے والی دنیاوی مصروفیات کی یاد دلاتا ہے تاکہ وہ اس کے لیے مناسب تیاری نہ کر سکے۔

اگر کسی کو ان کی موت یاد آتی ہے، تو وہ اسے دوسرے لوگوں کے نقطہ نظر سے اس کے بارے میں سوچنے کی طرف موڑ دیتا ہے۔ مطلب، ایک شخص اپنی موت کے دوسرے لوگوں، جیسے کہ ان کے بچوں پر اثرات کے بارے میں سوچے گا۔ اگرچہ اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر کرنا کوئی بری بات نہیں ہے، تاہم ایک مسلمان کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ان کے بچوں کا رازق اور پالنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ وہ اس عمل کے لیے صرف والدین کو استعمال کرتا ہے اور وہ آسانی

سے والدین کی جگہ کسی اور ذرائع سے لے سکتا ہے۔ دوسرے، موت کے بارے میں دوسرے لوگوں کے نقطہ نظر سے سوچنا، انسان کی توجہ اپنی موت کی تیاری سے ہٹا دیتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اس دنیا میں مزید محنت کرنے کی ترغیب دی جائے گی تاکہ وہ اپنے زیر کفالت افراد کے لیے مزید دولت اور جائیدادیں جمع کر سکیں، اس خوف سے کہ اگر وہ مر جائیں تو انہیں غریب اور محتاج چھوڑ دیا جائے۔ یہ ایک بار پھر عملی طور پر اپنی موت کی تیاری سے ان کی توجہ ہٹاتا ہے۔ کسی کو نوٹ کرنا چاہیے، اپنے بچوں کے لیے معقول طریقے سے دولت بچانے اور اس سے زیادہ خرچ کرنے میں بڑا فرق ہے، جو کہ زیادہ تر مسلمان کرتے ہیں۔

انسان کو شیطان کے قائم کردہ ان خلفشار کو پیچھے دھکیلنا چاہیے اور اس کے بجائے اپنے نقطہ نظر سے ان کی موت پر صحیح معنوں میں غور کرنا چاہیے، تاکہ وہ عملی طور پر اس کے لیے تیاری کریں، اپنی تنہا اور اندھیری قبر، جہاں ان کے تمام رشتہ دار، دوست اور دنیاوی اموال ترک کر دیں۔ انہیں، اور ان کے آخری فیصلے کے لیے، جب وہ اکیلے اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کریں گے۔ باب 80 اباسہ، آیات 34-37

جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اس کی بیوی اور اس کے بچوں "سے بھاگے گا، ہر آدمی کے لیے، اس دن اس کے لیے کافی معاملہ ہوگا۔"

شاید اس عکاسی کے ذریعے انسان شیطان کے اس خاص جال سے بچ جائے اور وجود کے ان ناگزیر مراحل کے لیے عملی طور پر تیاری کرے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 120

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ دنیا بھر میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کتنے لوگ جیسے کہ سیاست دان اسلام اور اس کے مختلف پہلوؤں پر تنقید کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے سے اور غیر مسلموں کو اسے قبول کرنے سے باز رکھا جائے۔ اس معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ ان کا مسئلہ اسلام یا اس کے کسی حصے سے نہیں ہے، جیسا کہ عورتوں اور مردوں کے لباس کوڈ سے۔ اسلام کے ساتھ ان کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ محض رسوم و رواج کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کسی کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتا ہے، جیسے کہ اس کی ذاتی، سماجی، مالی، خاندانی اور کام کی زندگی۔ لیکن چونکہ یہ لوگ اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں، جانوروں کی زندگی، نہ کہ کوئی اعلیٰ اخلاقی ضابطہ، اس لیے ان کو مسلمانوں کو اسلام کے وضع کردہ ضابطہ اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے، جیسا کہ عمل کرنے والے مسلمان انہیں ایسا دکھاتے ہیں۔ جانوروں کے علاوہ کچھ بھی نہیں، جو صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے جیتے ہیں۔ اپنے حیوانی رویے پر پردہ ڈالنے کے لیے، وہ اسلام کی وکالت کے ضابطہ اخلاق میں سوراخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ تھوڑی سی عقل رکھنے والا بھی ان کی ناقص کوشش کو سیدھا دیکھتا ہے، کیونکہ اسلام ایک منطقی، بے عیب اور سیدھا طرز زندگی ہے۔ مثال کے طور پر، یہ لوگ اکثر اس ڈریس کوڈ پر تنقید کرتے ہیں جس پر اسلام خواتین کو عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اگرچہ لاتعداد خواتین، خاص طور پر مغرب میں رہنے والی، اپنی مرضی سے اسلام کے مقرر کردہ معیار کے مطابق لباس پہننا چاہتی ہیں، پھر بھی یہ لوگ اصرار کرتے ہیں کہ انہیں اسلامی لباس کے ضابطے کی پابندی کرنی چاہیے، کیونکہ یہ خواتین پر ظلم کرتا ہے۔ عقل رکھنے والا کوئی بھی شخص واضح طور پر دیکھ سکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق لباس پہننے کی خواہش رکھنے والی مسلمان عورت کو روکنا اپنے آپ میں ظلم ہے۔ چنانچہ وہ ایک مظلوم پر مزید ظلم کر کے اسے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ان خواتین کی برین واشنگ کی گئی ہے، جو کہ انتہائی توہین آمیز ہے، کیونکہ وہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ خواتین کمزور ذہن کی ہیں۔ آخر میں، یہ عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کو اسلامی لباس کے ضابطے سے کیسے کوئی مسئلہ ہے پھر بھی انہیں کسی دوسرے لباس کوڈ پر کوئی اعتراض یا اعتراض نہیں ہے۔ کوئی ادارہ، بڑا کاروبار یا ادارہ ایسا نہیں ہے جس کا لباس کوڈ نہ ہو، جیسے کہ تعلیمی ادارے، ہسپتال، فوج، پولیس فورس، ریٹیل سیکٹر، کاروبار اور یہاں تک کہ سیاسی عمارتیں، جن پر اسلام پر تنقید کرنے والے یہ سیاست دان کام کرتے ہیں۔ وہ ان تمام جگہوں کے ڈریس کوڈ پر کبھی تنقید نہیں کرتے، جو دنیا کی اکثریت کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ صرف اسلام اور اس کے مختلف پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو حیوانات کے نشان سے بچا سکیں، کیونکہ وہ صرف اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہیں نہ کہ اعلیٰ ضابطہ اخلاق کے تحت۔

کسی مسلمان کو ایسے لوگوں سے کبھی بے وقوف نہیں بننا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے اپنے ایمان کو مضبوط کریں تاکہ وہ احمقانہ تنقید کے باوجود اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت پر قائم رہیں۔ اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 121

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں اس کی کوششوں کے مطابق ملے گا۔ مثال کے طور پر، جو طالب علم اتنی محنت سے نہیں پڑھتا وہ اپنے امتحانات میں کامیاب ہو سکتا ہے، پھر بھی وہ شاید اتنی دنیاوی کامیابی حاصل نہیں کر پائے گا، جیسے کہ ایک اچھی نوکری، جس طالب علم نے زیادہ محنت کی اور اس وجہ سے بہتر گریڈ حاصل کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی کوششوں کے مطابق جزا دیتا ہے، نہ کہ صرف زبانی اعلان ایمان اور نیک نیت۔ مثال کے طور پر، آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے والوں کو بیان کرتے ہوئے، درج ذیل آیت میں پہلی نعمت جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ جنت میں اعلیٰ مقام یا بڑے محلات نہیں ہے، بلکہ آرام ہے۔ باب 56 الواقعہ، آیات 88-89:

"اور اگر وہ مقربوں میں سے ہوتا تو [اس کے لیے] راحت اور فضل اور لذت کا باغ ہے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں انہیں ہر چیز سے پہلے آرام ملتا ہے کیونکہ وہ اس دنیا میں اس کی اطاعت میں تھک جاتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

اس لیے جس طرح عام طور پر اس دنیا میں اپنی کوشش کے مطابق دنیاوی کامیابی حاصل ہوتی ہے، اسی طرح وہ دنیا اور آخرت میں بھی اپنی کوششوں اور ارادوں کے مطابق روحانی کامیابی حاصل کریں گے۔ لہذا ہر مسلمان کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ دنیا اور آخرت میں کتنی روحانی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں کوشش کرتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 122

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ان اہم چیزوں میں سے ایک جو مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت کرنے سے روکتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کی خوشنودی کے لیے قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ ان پر کیا غیر فعال اور فعال تنقید اور تضحیک کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، یا کمزور ایمان رکھنے والے مسلمانوں کی طرف سے۔ یہ دونوں گروہ ان عقیدت مند مسلمانوں کی عقیدت اور فرمانبرداری کو حقیر سمجھتے ہیں جو ان نعمتوں کو استعمال کرنے کا انتخاب کرتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، بجائے اس کے کہ ان کو اپنے لیے راضی کرنے کے طریقوں میں استعمال کریں۔ وہ اپنی خواہشات پر قابو پاتے ہیں اور اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے کے بجائے اسلام کے وضع کردہ ضابطہ اخلاق پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کی قدر نہیں سمجھتے جس میں دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسم کا سکون شامل ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ متقی مسلمان دیوانے ہیں اور ان کے اس رویے کے نتیجے میں وہ دنیا کی آسائشوں سے محروم ہو رہے ہیں۔ ان کی مثال دو لوگوں کی سی ہے جنہیں ایک ایسا کھانا پیش کیا جاتا ہے جو لذیذ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان میں سے صرف ایک کو، جو بصیرت رکھتا ہے، اسے احساس ہوتا ہے کہ کھانا زہریلا ہے۔ وہ دوسرے کو تنبیہ کرتے ہیں کہ وہ زہر آلود کھانا نہ کھائے لیکن دنیاوی چیزوں کی محبت میں مدہوش ہونے کی وجہ سے وہ اس نصیحت کو نظر انداز کر کے کھانا کھاتے ہیں جبکہ مشیر کو لذیذ کھانے سے لطف اندوز نہ ہونے پر احمق سمجھتے ہیں۔

جو شخص یہ بصیرت حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عملاً اطاعت سے باز آجائے گا، جب وہ غیر فعال یا فعال طور پر دوسروں پر تنقید کرتے ہیں۔

ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون صرف اطاعت میں مضمر ہے۔ اللہ عزوجل۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جبکہ اس کی نافرمانی، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنا دونوں جہانوں میں مصیبت ہی کا باعث بنتا ہے۔ دنیاوی خواہشات اور ہوس میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

دوم، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ بصیرت حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اسے اس سچائی پر قائل کرے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اسلام کی تعلیمات کو سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے اور جب وہ دوسروں کے انتخاب کے نتائج کا مشاہدہ کرتا ہے، جیسے کہ دنیاوی آسائشوں میں ڈوبنے والے اکثر پریشانی، تناؤ، ذہنی دباؤ اور خودکشی کے رجحانات کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ بصیرت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔ باب 2 البقرہ، آیت 212:

کافروں کے لیے دنیا کی زندگی مزین کر دی گئی ہے، اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، لیکن "جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ قیامت کے دن ان کے اوپر ہوں گے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب "رزق دیتا ہے۔"

ایمان کو مضبوط کرنا - 123

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایمان کا ایک حصہ، جو اپنے آپ میں ایک امتحان ہے، یہ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں، ان طریقوں سے اس کی رضامندی، جیسا کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم، ان کو ٹھوس فوائد حاصل کرنے کی ضمانت نہیں ہے، جیسے کہ مال میں واضح اضافہ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت سے وابستہ فوائد اکثر کسی کے روحانی دل میں زیادہ لطیف اور تجربہ کار ہوتے ہیں، جیسے:

ذہنی سکون حاصل کرنا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

کمزور ایمان رکھنے والا اکثر اللہ تعالیٰ سے ٹھوس فائدے مانگتا ہے، جیسے اچھی صحت، اچھا گھر اور اچھا پیشہ۔ جیسا کہ اسلام ان چیزوں کی ضمانت نہیں دیتا، شیطان اکثر لوگوں کو مکمل طور پر ایمان سے یا کم از کم ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے باز رکھتا ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ایک امتحان ہے جس میں ایک مسلمان کو مضبوط ایمان حاصل کر کے کامیابی سے گزرنا چاہیے۔ اس میں اسلامی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دونوں جہانوں میں حاصل ہونے والے ان گنت فوائد کا یقین ہو جائے۔

اس کے علاوہ، کسی کو ہمیشہ یہ سمجھ کر اپنی عقل کا استعمال کرنا چاہیے کہ حقیقی فائدہ اکثر ٹھوس نہیں ہوتا، جیسے کہ کسی کی ذہنی صحت اور تندرستی میں مثبت تبدیلی۔ ایک شخص جس کے قدموں میں دنیا ہے وہ اس غیر محسوس فائدے کے لیے خوشی خوشی اسے ترک کر دے گا۔ لہذا ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے ٹھوس فوائد حاصل کرنے کے لیے بیوقوف نہیں بنایا جانا چاہیے، کیونکہ ان

کی ضمانت نہیں دی گئی ہے۔ ایسا کرنا کسی کو اس کی فرمانبرداری سے مزید دور دھکیل سکتا ہے، جب کسی کو مطلوبہ فائدہ نہیں ملتا۔ اس سے دونوں جہانوں میں نقصان ہوتا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11:

اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی " ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اس نے "دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 124

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قرآن پاک میں دو قسم کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں جو اسلام کی حقانیت کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ایک قسم کی نشانیاں قرآن کریم کی آیات ہیں اور دوسری قسم کی نشانیاں مخلوق کے اندر پائی جاتی ہیں۔ ہر شخص سے گزارش ہے کہ وہ ان دونوں قسم کی نشانوں پر غور کرے تاکہ اپنے لیے اسلام کی سچائی کا اندازہ لگا سکے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی کائنات کے اندر ایک سے زیادہ کامل نظاموں پر غور کرتا ہے، جیسے زمین کا سورج سے کامل فاصلہ، سمندروں کی کامل کثافت، جو بحری جہازوں کو ان پر چلنے اور سمندری زندگی کو اپنے اندر پھلنے پھولنے دیتی ہے، پانی کا چکر، اور بہت کچھ، وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا نتیجہ نکالیں گے۔ یہ تمام نشانیاں، جب پہچانی جاتی ہیں، اسلام کے مختلف پہلوؤں، جیسے اللہ کی وحدانیت، بلندی، قیامت وغیرہ پر کسی کے ایمان کو مضبوط کرتی ہیں۔

اکثر، کائنات کے اندر یہ نشانیاں سائنس کے تعاون سے ہوتی ہیں، جو ان پر کسی کے یقین کو مزید مضبوط کرتی ہیں۔ اگرچہ اسلام کو سائنس کے ذریعے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن جب ایسا ہوتا ہے تو کوئی بھی تعریف کر سکتا ہے۔

مثال کے طور پر، سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ جب کوئی ستارہ اپنی زندگی کے اختتام کو پہنچتا ہے تو وہ پھیلتا ہے اور سرخ ہو جاتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن جو کہ کائنات کا خاتمہ ہے، آسمان کا رنگ سرخی مائل نظر آئے گا، جو سورج کا رنگ سرخ ہونے کی صورت میں ہو گا۔ باب 55 الرحمن، آیت 37:

"جب آسمان پھٹ جائے اور سرخی مائل ہو جائے، جیسے سرخ رنگ کا۔"

اس کے علاوہ قیامت کے دن سورج کو تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 2864 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ سورج کی یہ حرکت اس وقت ہو سکتی ہے جب وہ اپنی عمر کے آخر میں سائز میں پھیل جائے۔

سائنسدانوں نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔ کوئی تصور کر سکتا ہے کہ جب کوئی چیز مسلسل پھیلتی رہے گی اور بالآخر اپنے ٹوٹنے کے مقام پر پہنچ جائے گی تو وہ چیز پھٹ جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ مختلف سمتوں میں بکھر جائے گا۔ قرآن مجید میں کائنات کے خاتمے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ باب 82 الانفطار، آیات 1-2:

"جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے گر کر بکھر جائیں گے۔"

یہ حیرت انگیز ہے کہ سائنس نے 1400 سال پہلے نازل ہونے والی اسلام کی تعلیمات پر کیسے اتفاق کیا ہے۔

ایک مسلمان کو دونوں قسم کی نشانیوں پر دھیان دینا چاہیے تاکہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر قائم رہیں گے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ اس سے دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ان نشانیوں کو نظر انداز کرنا ایمان کی کمزوری اور عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا باعث بنتا ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 105

”آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ گزرتے ہیں اور ان سے غافل ہیں۔“

اس سے دونوں جہانوں میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

ایمان کو مضبوط کرنا - 125

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں اس دنیا میں مسلمانوں کی مختلف اقسام اور ان کے طرز عمل پر غور کر رہا تھا۔ اس فکر کے مطابق مسلمانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا گروہ سب سے بہتر اور مسلمانوں پر مشتمل ہے جو اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں اور اس طرح اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرتے ہیں۔ وہ مادی دنیا سے صرف اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے لیتے ہیں اور اپنی باقی کوشش علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط کر سکیں اور دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں۔ ظاہری طور پر وہ گویا اس دنیا کی زندگی سے لطف اندوز نہیں ہوتے لیکن درحقیقت اس میں انہیں دوسری قسم کے مسلمانوں سے زیادہ سکون ملتا ہے۔ قیامت کے دن ان کا حساب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آسان ہو گا۔

دوسرا گروہ ان مسلمانوں پر مشتمل ہے جو اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں اور جو کچھ بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات ہیں، وہ اسلامی علم حاصل کرنے یا اس پر عمل کرنے میں زیادہ محنت کیے بغیر سامنے آتے ہیں۔ وہ اپنی کوششوں کی اکثریت اس دنیا کی حلال لذتوں کو حاصل کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقف کرتے ہیں۔ جب وہ حرام سے اجتناب کرتے ہیں تو امید کی جاتی ہے کہ وہ اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کی بخشش حاصل کر لیں گے۔ لیکن جب وہ مادی دنیا میں شامل ہو گئے تو ان کا احتساب طویل ہو جائے گا۔ اور جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6536 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جس کے اعمال کی چھان بین ہوگی اسے سزا دی جائے گی۔ دنیا میں لطف اندوز ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو زیادہ دیر تک کھڑے رہنا عذاب کی ایک شکل ہے۔

مسلمانوں کا آخری گروہ بدترین قسم کا ہے کیونکہ وہ بہترین گروہ کی طرح اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف نہیں کرتے بلکہ دوسرے گروہ کی طرح مادی دنیا کی حلال لذتوں سے بھی لطف اندوز نہیں ہوتے۔ یہ لوگ اپنی جائز خواہشات کو پورا کیے بغیر حاصل ہونے والی دنیاوی چیزوں کو جمع کر لیتے ہیں۔ یہ رویہ انہیں دوسرے دو گروہوں کے درمیان کھڑا کر دیتا ہے، یعنی وہ دنیا کی حلال

چیزوں سے لطف اندوز نہیں ہوں گے اور نہ ہی روز قیامت ان کو حاصل ہونے والی دنیاوی چیزوں کا حساب دینا آسان ہو گا۔

اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حتمی گروہ میں شامل نہ ہوں کیونکہ یہ واضح نقصان ہے۔ ایک مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ بہترین گروہ سے تعلق رکھتا ہو لیکن اگر وہ واقعی اس کا انتظام نہیں کر سکتا تو کم از کم اپنے فرض کو ادا کرتے ہوئے دوسرے گروہ میں شامل ہو جائے، دنیا کی صرف حلال لذتوں سے لطف اندوز ہو اور اللہ کی بخشش اور رحمت کی امید رکھے۔ اعلیٰ

ایمان کو مضبوط کرنا - 126

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا مشاہدہ کرے گا تو وہ واضح طور پر دیکھے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر قدم پر آزمائے گئے حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین مخلوق تھے۔ لہذا، آزمائش اور مشکل ایک لعنت یا بدحال زندگی کی علامت نہیں ہے۔ یہ درحقیقت ایک شخص کے لیے چمکنے کا باب 39 از زمر، آیت 10 ایک موقع ہے اور بہت زیادہ انعام جمع کرتا ہے۔

مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔

جب بھی انہیں آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اسے ذہن میں رکھنا چاہیے تاکہ وہ صبر اور شکر گزار رہیں، جیسا کہ اس نے کیا تھا۔

مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلسل مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا کرنے کے باوجود ہر مرحلے میں آپ کے دل کو سکون ملا۔ یہ سکون اس لیے حاصل ہوا کہ اس نے جو نعمتیں عطا کی تھیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کیا۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جو اس کی تقلید میں ناکام رہتا ہے اسے تاریک اور گھٹن والی زندگی کے سوا کچھ نہیں ملے گا، چاہے ان کے قدموں میں دنیا ہی کیوں نہ ہو۔ باب 20 طہ، آیت 124

لیکن جو میری نصیحت سے روگردانی کرے گا یقیناً اس کی زندگی بدحالی ہوگی۔“

اس لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنا ذہنی سکون حاصل کرنے اور دکھی زندگی کے درمیان فرق ہے، خواہ کسی کو مشکلات یا آسانی کے وقت کا سامنا ہو۔

اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے وقف کر دی۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں، جو آپ کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیمات پر ثابت قدم رہے۔ تمام مسلمان آخرت میں اس کی صحبت کے خواہاں ہیں لیکن وہ اسے صرف اس صورت میں حاصل کریں گے جب وہ اس کے راستے پر چلیں گے۔ ایک شخص اپنے ساتھی کے ساتھ ختم نہیں ہوگا جس نے ایک مخصوص راستے پر سفر کیا تھا اگر وہ مختلف راستے پر چلتے ہیں۔ اسی طرح اگر مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور راستے پر چلیں گے تو آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔ یہ ان کی بابرکت زندگی اور تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے کسی نے بھی محض اپنے قول سے عقیدہ کا اعلان نہیں کیا اور عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے گریز کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ رویہ

انہیں آخرت میں آپ کے ساتھ شامل ہونے سے روک دے گا۔ درحقیقت یہ دوسری قوموں کا رویہ تھا جو اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ تو کرتی ہیں لیکن عملی طور پر ان کی پیروی میں ناکام رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آخرت میں اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔

نیز جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیات مبارکہ کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک ہی راستہ ہے جس سے کوئی شخص بامعنی اور قیمتی ہو سکتا ہے۔ اور بامقصد وجود ان کی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے سے ہے۔ باب 51 ذریات، آیت 56

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔“

یہ صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اس کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جن کی وضاحت قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے ہوتی ہے۔ محض جسمانی اعمال سے اس کی تائید کیے بغیر محض زبانی طور پر ایمان کا اعلان کرنا اس گلدان کی طرح ہے جو ظاہری طور پر خوبصورت نظر آتا ہے لیکن اندر سے کھوکھلا ہے۔ یہ اس زندگی میں بامعنی وجود کا باعث نہیں بنے گا، چاہے وہ آخرت میں جنت میں ہی کیوں نہ جائے۔ اس کا اشارہ التیرانی، المعجم الکبیر، حدیث 182، جلد 20 میں موجود ایک حدیث سے ملتا ہے، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جنت میں انسان کو صرف وہی چیز پچھتائے گی جو زمین پر اپنی زندگی کے دوران وہ اوقات ہیں جب اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا۔ ، عالی۔ یعنی اپنی زندگی کے اوقات میں انہوں نے جو نعمتیں عطا کی تھیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے تخلیق کا مقصد پورا نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان، جو صرف بنیادی فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں، پھر بھی اپنی زندگی میں ایک خلاء محسوس کرتے ہیں، ایک ایسا خلاء جسے مکمل طور پر اور عملی طور پر اپنے مقصد کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی چیز پوری نہیں کر سکتی۔

اس کے علاوہ، عام طور پر، لوگ خوش ہو جاتے ہیں جب وہ دنیاوی چیزیں، جیسے دوسروں سے مال و دولت کے وارث ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے وراثت کے لیے مال نہیں چھوڑا۔ آپ نے بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح علم کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 223 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا اگر مسلمان اس کے حقیقی وارث بننا چاہتے ہیں تو انہیں اس وراثت میں سے حصہ لینا چاہیے۔

آخر میں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اس بات کا بہترین نمونہ ہے کہ کس طرح ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے لیے اپنے فرائض کو پورا کرنا چاہیے۔ وہ قرآن کریم کی عملی نمائندگی ہے۔

لہذا مسلمانوں کو اپنے فرائض کی صحیح ادائیگی کے لیے ان کی بابرکت زندگی کا مطالعہ اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت ” کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

اور باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ” تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

:اور باب 4 النساء آیت 80

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

:اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

ایمان کو مضبوط کرنا - 127

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بے شمار اسباق جو مسلمان کی دینی اور دنیاوی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں قرآن پاک سے سیکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن پہلی بات یہ ہے کہ اس کا فائدہ صرف وہی ہوگا جو اس کے تینوں پہلوؤں کو اخلاص کے ساتھ پورا کرے۔ پہلا پہلو خلوص کے ساتھ اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھنا ہے۔ دوسرا پہلو اسے سمجھنا ہے۔ اور آخری پہلو یہ ہے کہ اس کی تعلیمات پر خلوص دل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق عمل کیا جائے۔

قرآن کریم کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو سمجھنا اور اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرنا، یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنا۔

ایک غیر مسلم کے حوالے سے جب کوئی اس مقصد کو پہچاننے میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ یہ نہیں سمجھ پاتا کہ وہ اس زمین پر کیوں بنائے گئے اور کیوں رکھے گئے۔ اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں چیزوں اور لوگوں کو غلط طریقے سے ترجیح دیں گے۔ وہ ان چیزوں کو اہمیت دیں گے جو اتنی اہم نہیں ہیں۔ وہ اپنی زندگی ان چیزوں کے لیے وقف کر دیں گے، جو بڑی تصویر کے لحاظ سے بے معنی ہیں۔ ان کا کھانا پینا، خوشی اور غم انہی چیزوں کے گرد گھومے گا۔ بعض اس قدر نچلی سطح پر پہنچ جائیں گے کہ دوسرے غیر مسلم بھی یہ اعلان کریں گے کہ ان کی زندگی بے مقصد ہے اور ان کا کوئی حقیقی مقصد یا معنی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے لوگ اپنی زندگی اور اپنی کوششیں ڈرامے، تفریح، کھیل، جانوروں، پودوں اور اپنے کیریئر کے لیے وقف کرتے ہیں۔ اگرچہ کسی کی کوششوں کو قانونی کیریئر کے لیے وقف کرنا ایک اچھی چیز ہے لیکن اسے زندگی میں کبھی بھی کسی کا حتمی مقصد نہیں بننا چاہیے۔ اس قسم کا شخص اپنا مقصد پورا نہیں کرے گا اور اس کے بجائے بے مقصد اور خالی زندگی گزارے گا۔ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں جو انہیں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے سے روکتی ہیں۔ یہ ایک اہم وجہ ہے کہ جن لوگوں نے بہت زیادہ دنیاوی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ افسردہ اور خودکشی کر لیتے ہیں۔ جو اپنی زندگی کو قیمتی اور بامعنی سمجھتا ہے وہ کبھی خودکشی پر غور نہیں کرے گا۔ یہ غور و

فکر اپنے آپ میں اس بات کا ثبوت ہے کہ اس قسم کے لوگوں کی زندگی بے مقصد ہوتی ہے، خواہ انہیں دنیاوی کامیابیاں ہی کیوں نہ ملیں، جیسا کہ انہوں نے اپنی تخلیق کے مقصد کو نہ سمجھا اور نہ ہی اسے پورا کیا۔ باب 59 الحشر، آیت 19

اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں اپنے آپ کو بھلا دیا۔ یہی "لوگ نافرمان ہیں۔"

اور باب 20 طہ، آیت 124

لیکن جو میری یاد سے منہ موڑے گا یقیناً اس کی زندگی تنگ ہوگی۔"

ان مسلمانوں کے حوالے سے جو صرف اسلام کے بنیادی فریضہ کو پورا کرتے ہیں اور قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطالعہ اور اس پر عمل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ اپنے مقصد کو صحیح معنوں میں سمجھنے میں ناکام رہیں گے۔ اس زمین پر تخلیق اور ان کا مقصد، کیونکہ یہ بنیادی واجبات کے ذریعے نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کے نتیجے میں وہ دن کے ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کے لیے وقف کریں گے، کیونکہ واجبات کو پورا ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ یہاں تک کہ یہ، زیادہ تر معاملات میں، دوسروں جیسے ان کے خاندان کی اندھی تقلید پر مبنی ہے۔ وہ صحیح معنوں میں نہیں سمجھ پائیں گے کہ وہ علم کی کمی اور ایمان کی کمزوری کی وجہ سے یہ فرائض کیوں ادا کرتے ہیں۔

قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے بغیر ان کی توجہ صرف اور صرف اس دنیا پر ہوگی اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے کیونکہ انہیں اس دنیا کے سوا کچھ نظر

نہیں آتا۔ پھر اس لحاظ سے ان میں اور غیر مسلموں میں زیادہ فرق نہیں ہے کیونکہ ان کی تمنائیں، امیدیں، خوف، تمنائیں، اغراض و مقاصد ایک ہی ہوں گے۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی اس قسم کے مسلمانوں اور ان کے فرائض کے درمیان ان کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ درحقیقت جب انہوں نے اپنے فرض کو پورا کیا اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا تو امید ہے کہ انہیں جنت ملے گی۔ لیکن اس رویہ، معنی، کو سمجھنے اور اپنے مقصد کے لیے کام کرنے میں ناکام رہنے کی وجہ سے، وہ اس دنیا میں کبھی بھی حقیقی سکون نہیں پا سکیں گے کیونکہ وہ اپنی دنیوی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کر پائیں گے، چاہے وہ ان کو حلال طریقوں سے استعمال کریں۔ ساری توجہ صرف اور صرف اس دنیا اور اس کی لذتوں پر ہے کیونکہ انہیں اس دنیا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ باب 20 طہ، آیت 124

لیکن جو میری یاد سے منہ موڑے گا یقیناً اس کی زندگی تنگ ہوگی۔“

اس یاد میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب انسان اپنے مقصد اور دنیوی نعمتوں کے مقصد کو سمجھے جو اسے عطا کی گئی ہے۔

اس طرز عمل میں کوتاہی ہی اس کی بنیادی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان جو اپنے فرض کو پورا کرتے ہیں وہ اکثر ذہنی پریشانیوں جیسے ڈپریشن کی شکایت کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو صحیح طریقے سے یاد نہیں کیا جس سے دونوں جہانوں میں امن قائم ہوتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

یہاں تک کہ اگر یہ مسلمان جنت میں ہی کیوں نہ جائیں، اپنے رویے کی وجہ سے وہ اس بات سے بالکل ہی بھول گئے کہ انہیں اس زمین پر کیوں رکھا گیا ہے۔ ان کی مثال ان طلباء کی ہے جنہیں ان کے استاد نے فرضی امتحان دیا ہے۔ کچھ طلبہ اس کی تیاری کے لیے تندہی سے کام کرتے ہیں، جب کہ دیگر طلبہ اسے سنجیدگی سے نہیں لیتے اور بمشکل اس پر نظر ثانی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر دونوں قسم کے طلباء امتحان پاس کر لیتے ہیں تو استاد صرف ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو اس کے لیے تیاری کرتے ہیں، کیونکہ وہ اکیلے ہی فرضی امتحان کے مقصد کو سمجھ چکے ہیں۔ اس کا مقصد طلبہ کو صحیح ذہن میں رکھنا تھا تاکہ وہ اپنے حقیقی امتحانات سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں۔ جو لوگ اپنے فرضی امتحانات کی تیاری میں ناکام رہے وہ شاید پاس ہو گئے ہوں گے لیکن وہ فرضی امتحان کے نقطہ اور مقصد سے پوری طرح محروم رہ گئے ہیں۔ یہ ان مسلمانوں کی مثال ہے جو اس زمین پر رہنے کے مقصد کو نہیں سمجھتے لیکن دوسروں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ خوبصورتی سے سجے ہوئے گلدان کی طرح ہیں جو اندر سے کھوکھلا ہے۔ اپنی پست دنیاوی خواہشات کی وجہ سے وہ اس عظیم مقام اور مقصد کو حاصل نہیں کر پاتے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا۔ باب 95 ٹن میں، آیات 4-6

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین قد و قامت پر پیدا کیا ہے۔ پھر ہم اسے پست سے نیچے کی طرف لوٹا " ...دیتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

یہ انہیں اس دنیا میں امن حاصل کرنے سے روکتا ہے، کیونکہ جو شخص کم تر خواہشات رکھتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی اور غیر اہم چیزوں پر دباؤ ڈالتا ہے۔ وہ اپنی زیادہ تر کوششیں دنیاوی فائدے کے لیے وقف کر دیں گے، جس کا انہیں نہ دنیا میں فائدہ ہو گا اور نہ ہی آخرت میں۔ باب 18 الکہف، آیات 103-104:

کہہ دو، کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے " بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیاوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کام میں اچھا کر رہے ہیں۔

ان لوگوں کے احترام میں جو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا مطالعہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں ایک خاص ادراک عطا کیا جائے گا جس میں دنیا اور اس میں ان کے وجود کو دیکھنا ہے۔ یہ خیال انہیں اپنی تخلیق کا مقصد اور اس زمین پر اپنے مقصد کو دیکھنے کی اجازت دے گا۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنا۔ یہ ادراک انہیں سمجھائے گا کہ یہ دنیا اور اس کی نعمتیں صرف ایک ذریعہ ہیں جس سے وہ محفوظ طریقے سے آخرت تک پہنچ سکتے ہیں۔ یعنی دنیا اور اس میں موجود چیزیں اپنے آپ میں ختم نہیں ہیں۔ یہ انہیں ہر اس نعمت کا استعمال کرنے کی ترغیب دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی صرف اسی میں مضمر ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جو کوئی نیکی کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "سے نوازیں گے۔"

وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے ترجیح دیں گے۔ وہ اس چیز کو اہمیت دیں گے جو قیمتی ہے اور جس چیز کو نظر انداز کیا جانا چاہئے اسے نظر انداز کریں گے۔ ان کی مثال ایک لائبریرین کی ہے جو اپنی کتابوں کی عظیم لائبریری کو صحیح ترتیب سے ترتیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی کی کتاب بغیر کسی دباؤ کے آسانی سے تلاش کر سکیں۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی میں چیزوں اور لوگوں کو صحیح طور پر ترجیح نہ دینے والا لائبریرین کی طرح ہے جو اپنی کتابوں کے بڑے ذخیرے کو بے ترتیب ترتیب سے ترتیب دیتا ہے۔ نتیجتاً ایک کتاب تلاش کرنا ان کے لیے ایک ڈراؤنا خواب اور تناؤ کا باعث بن جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی تمام کتابوں کو غلط جگہ دی تھی۔ اسی طرح جو شخص دنیاوی نعمتوں جیسے کہ مال و دولت اور لوگوں کو جو عطا کی گئی ہیں ان کو ضائع کر دے اسے ان سے تناؤ کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ یہ وہ ہے جو اس زمین پر ان کی تخلیق اور ان کے مقصد کو نہیں سمجھتا۔ یہ وہ ہے جس کو آخرت کا ادراک نہیں ہے، خواہ وہ بنیادی واجبات کو پورا کرے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن پاک ایک شخص کو جو ادراک عطا کرتا ہے وہ اسے سمجھائے گا کہ وہ تمام دنیاوی نعمتیں جو اسے عطا کی گئی ہیں وہ اپنے آپ میں ختم ہونے کا ذریعہ نہیں ہیں۔ لہذا، وہ اس دنیا میں جو کچھ حاصل کرتے ہیں، کھوتے ہیں یا حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اس سے وہ کبھی بھی بری طرح متاثر نہیں ہوں گے، کیونکہ تمام چیزیں صرف ایک ذریعہ ہیں۔ ذرائع اہم نہیں ہیں، صرف اختتام ہے۔ ان لوگوں کے برعکس جو قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے صحیح ادراک کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں، وہ ان چیزوں سے پریشان نہیں ہوں گے جو انہیں اس دنیا میں حاصل نہیں ہوتیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ بھی انہیں اس دنیا میں نہیں ملے گا وہ انہیں آخرت میں کامل اور مستقل طور پر دیا جائے گا۔ یہ تصور انہیں دنیا کا اس طرح مشاہدہ کرنے کی اجازت دے گا کہ گویا یہ آخرت کے نہ ختم ہونے والے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 4108 کی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لہذا، اگر وہ قطرہ کھو دیں تو انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوگی کیونکہ وہ لفظی طور پر ایک سمندر کے کنارے کھڑے ہیں، یعنی آخرت۔ باب: النساء آیت 77

کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔“

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس قسم کے لوگ دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بلکہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اس طرح دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

درحقیقت اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں جڑا یہی تصور ہے جس نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس کرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں، جیسا کہ انہوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیوں پیدا کیا اور اس کی تکمیل کے لیے سخت محنت کی۔ عظیم صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصدیق کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہ سب سے افضل تھے کیونکہ وہ مادی دنیا سے کسی دوسرے سے زیادہ لاتعلق تھے اور آخرت کے زیادہ خواہشمند تھے۔ کوئی اور اس پر امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، ہلیۃ الاولیاء والطبقات الاصفیہ، روایت 278 میں بحث کی گئی ہے۔

اس ادراک اور ادراک سے ان کی زندگی مکمل، بامقصد اور بامعنی بن گئی۔ ان کے ادراک سے ان کی آرزوئیں آسمانوں کو چھو گئیں اور اس کے نتیجے میں وہ عظیم بن گئے جیسا کہ انہوں نے اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھا اور اس کی تکمیل کی کوشش کی۔ باب 6 الانعام، آیت 162

”کہہ دو بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“

جبکہ جن کی نظریں اس پست دنیا تک محدود تھیں وہ سب کچھ حاصل کر کے بھی پست ہو گئے۔ باب یونس، آیت 24 10

دنوی زندگی کی مثال اس بارش کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے برسایا جسے زمین کے پودے جذب کر لیتے ہیں، جن کو انسان اور مویشی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین اپنی زینت اختیار کر لے۔ مزین کیا جاتا ہے اور اس کے لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں، اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو آتا ہے، اور ہم اسے کھیتی کی طرح بنا دیتے ہیں، جیسے وہ کل نہیں پھلی تھی۔ اسی طرح ہم غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا یہی ادراک اور سمجھنا اس شخص کو عطا کرتا ہے جو ان کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔ جو اس سے محروم

رہتا ہے وہ اپنی تخلیق کے مقصد اور اس زمین پر ہونے کے مقصد کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے، خواہ وہ آخرت میں جنت حاصل کر لے۔

اوپر جن تین قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کا خلاصہ قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ باب 56:
الواقعه، آیات 1-11

جب واقعہ ہوتا ہے... اور آپ تین قسم کے ہو جاتے ہیں۔ پھر اصحابِ حق، اصحابِ حق کیا ہیں؟ اور "بائیں بازو کے ساتھی - بائیں بازو کے ساتھی کیا ہیں؟ اور پیش رو، پیش رو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو [اللہ کے] نزدیک لائے گئے ہیں۔

آخر میں یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کا خلاصہ باب 1 فاتحہ میں ہے۔ اور باب 1 الفاتحہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے نعمتیں عطا کی ہیں۔ جو شخص ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے گا وہ دونوں جہانوں میں امن و کامیابی حاصل کرے گا۔ جبکہ ان کا غلط استعمال کرنے والا غضب الہی حاصل کرے گا اور آخر کار دونوں جہانوں میں ہار جائے گا۔ جب کوئی اسلامی تعلیمات کے ذریعے صحیح تصور کو اپناتا ہے تو یہ سبق واضح ہو جاتا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیات 6-7

ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا "جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

لہذا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس ادراک اور فہم کو اپناتے ہوئے پیشواؤں کو پکڑنے کی کوشش کریں کیونکہ اس دنیا میں وقت محدود ہے اور رخصتی کی دعوت ہے۔ ہاتھ میں باب 10 یونس، آیت 45

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا باقی نہیں رہے تھے۔“

اور باب 3 علی عمران، آیت 185

ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہیں تمہارا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا۔ پس " جس کو آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا اس نے [اپنی خواہش] کو حاصل کر لیا۔ اور دنیا کی زندگی دھوکے کے مزے کے سوا کیا ہے۔

مادی دنیا - 1

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مادی دنیا جس سے کسی کو لاتعلقی اختیار کرنی چاہیے دراصل اس کی خواہشات سے مراد ہے۔ یہ مادی دنیا کا حوالہ نہیں دیتا، جیسے پہاڑ۔ اس کی نشاندہی باب 3 علی عمران، آیت 14 سے ہوتی ہے

لوگوں کے لیے مزین ہے اس چیز کی محبت جس کی وہ خواہش کرتے ہیں - عورتوں اور بیٹوں کی، " سونے اور چاندی کے ڈھیروں سے، عمدہ نشان والے گھوڑے، اور مویشی اور کھیتی والی زمین۔ یہ دنیوی زندگی کا مزہ ہے، لیکن اللہ کے پاس بہترین واپسی [یعنی جنت] ہے۔

یہ چیزیں لوگوں کی خواہشات سے جڑی ہوتی ہیں اور ان سے انسان آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاتا ہے۔ جب کوئی اپنی خواہشات سے پرہیز کرتا ہے تو وہ درحقیقت مادی دنیا سے الگ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان جس کے پاس دنیاوی چیزیں نہیں ہیں وہ اس کی باطنی خواہش اور اس سے محبت کی وجہ سے پھر بھی دنیا دار سمجھا جا سکتا ہے۔ جبکہ ایک مسلمان جس کے پاس دنیاوی چیزیں ہیں، جیسا کہ بعض صالح پیشروؤں کی طرح، وہ مادی دنیا سے لاتعلقی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے ذہن، دل اور اعمال کی خواہش نہیں رکھتے اور ان پر قبضہ کرتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ ابدی آخرت میں جھوٹ کی خواہش رکھتے ہیں۔

پرہیزگاری کا پہلا درجہ ناجائز اور فضول خواہشات سے منہ موڑنا ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا سے نہیں ہے۔ یہ شخص آخرت پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے میں مصروف رہتا ہے۔ وہ ان چیزوں اور لوگوں سے منہ موڑ لیتے ہیں جو انہیں اس اہم کام کو پورا کرنے سے روکتے ہیں۔

پربیز کا اگلا مرحلہ وہ ہے جب انسان اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مادی دنیا سے صرف وہی چیزیں لیتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اپنا وقت ان چیزوں میں نہیں لگاتے جن سے انہیں اگلے جہان میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ صحیح بخاری نمبر 6416 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ نصیحت ہے، آپ نے ایک مسلمان کو اس مادی دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کی نصیحت کی۔ دونوں قسم کے لوگ مادی دنیا سے صرف وہی لیں گے جس کی انہیں ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی منزل یعنی آخرت تک بحفاظت پہنچ سکیں۔ ایک مسلمان یہ سمجھ کر حاصل کر سکتا ہے کہ ان کی موت اور آخرت کی روانگی کتنی قریب ہے۔ موت نہ صرف انسان پر کسی بھی وقت آ سکتی ہے بلکہ اگر کوئی لمبی عمر بھی گزارے تو ایسا لگتا ہے جیسے ایک لمحے میں گزر گیا۔ اس حقیقت کا ادراک کر کے انسان ابدی آخرت کی خاطر لمحہ بہ لمحہ قربان کر دیتا ہے۔ اس مادی دنیا میں لمبی عمر کی امید کو مختصر کرنا انہیں اعمال صالحہ کرنے، اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے اور آخرت کی تیاری کو ہر چیز پر ترجیح دینے کی ترغیب دے گا۔ جو شخص لمبی عمر کی امید رکھتا ہے وہ اس کے برعکس رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دے گا۔

جو واقعی مادی دنیا میں پربیزگار ہے وہ نہ اس پر الزام لگاتا ہے اور نہ اس کی تعریف کرتا ہے۔ جب وہ اسے حاصل کرتے ہیں تو وہ خوش نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں جب وہ ان کے پاس سے گزر جاتا ہے۔ اس متقی مسلمان کا ذہن ابدی آخرت پر اتنا مرکوز ہے کہ چھوٹی مادی دنیا کو لالچ سے دیکھ سکے۔

پربیز کئی مختلف سطحوں پر مشتمل ہے۔ بعض مسلمان اپنے دلوں کو ہر فضول اور فضول مشغلہ سے آزاد کرنے کے لیے پربیز کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر پوری توجہ مرکوز کر میں موجود سنن ابن ماجہ نمبر 257 سکیں اور لوگوں کے تنہیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں۔ حدیث کے مطابق ایسا سلوک کرنے والا یہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دنیوی امور کی دیکھ بھال کے لیے کافی ہو گا۔ لیکن جس کو صرف دنیاوی چیزوں کی فکر ہے وہ ان کے وسیلے پر رہ جائے گا اور اسے تباہی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جو شخص اس مادی دنیا کی زیادتی جیسے مال کی زیادتی کے پیچھے پڑے گا وہ یہ پائے گا کہ اس کا کم سے کم اثر ان پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے غافل ہو جاتا ہے۔ یہ اب بھی سچ ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مادی دنیا کے اضافی پہلوؤں کے حصول میں کوئی گناہ نہ کرے۔

کچھ لوگ قیامت کے دن اپنے احتساب کو ہلکا کرنے کے لیے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ جس کے پاس جتنی زیادہ چیزیں ہوں گی ان کا احتساب کیا جائے گا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ جس کے اعمال کی جانچ پڑتال کرے گا اسے قیامت کے دن سزا دی جائے گی۔ صحیح بخاری نمبر 6536 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس کا احتساب جتنا ہلکا ہو گا اتنا ہی کم ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6444 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ دنیا میں جس کے پاس بہت کچھ ہے وہ قیامت کے دن بہت کم نیکی کے مالک ہوں گے سوائے وقف کرنے والوں کے۔ ان کا مال و دولت ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، لیکن یہ تعداد میں تھوڑے ہیں۔ یہ لمبا احتساب یہی وجہ ہے کہ ہر شخص خواہ امیر ہو یا غریب، قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ انہیں زمین پر ان کی زندگی کے دوران صرف ان کا روزانہ کا رزق دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4140 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

کچھ مسلمان اس مادی دنیا کی زیادتی سے جنت کی خواہش سے پرہیز کرتے ہیں جو اس مادی دنیا کی لذتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

کچھ لوگ جہنم کے خوف سے مادی دنیا کی زیادتی سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ بجا طور پر اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جتنا زیادہ اس مادی دنیا کی زیادتی میں مبتلا ہوتا ہے وہ اتنا ہی ناجائز کے قریب ہوتا ہے جو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود ایک حدیث میں اس کی سنن ابن تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمبر 4215 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ مسلمان۔ اس وقت تک پرہیزگار ماجہ نہیں بنیں گے جب تک کہ کسی ایسی چیز سے پرہیز نہ کریں جو گناہ نہیں ہے اس خوف سے کہ وہ گناہ کا باعث بن جائے۔

پرہیزگاری کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو کچھ چاہتا ہے اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہے جس کا تذکرہ پورے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں

موجود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مادی دنیا کی زیادتی سے پرہیز کرنا، یہ جانتے ہوئے کہ ان کا رب مادی دنیا کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مادی دنیا کی زیادتی کی مذمت کی ہے اور اس کی قدر کو حقیر قرار دیا ہے۔ یہ نیک بندے شرمندہ تھے کہ ان کا رب انہیں کسی ایسی چیز کی طرف مائل دیکھے جو اسے ناپسند ہے۔ یہ سب سے بڑے بندے ہیں کیونکہ یہ صرف اپنے رب کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں دنیا کی حلال آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کے خزانوں کی پیشکش کے باوجود غربت کا انتخاب کیا۔ صحیح بخاری نمبر 6590 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انتخاب اس لیے کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی چاہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مادی دنیا کو ناپسند فرمایا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی محبت میں اسے رد فرمایا۔ ایک سچا بندہ کس طرح اس سے محبت کر سکتا ہے جو ان کے رب کو ناپسند ہے؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غربت کا انتخاب کر کے غریبوں کے لیے مثال قائم کی اور امیروں کو اپنے قول و فعل سے زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا۔ وہ آسانی سے متبادل کا انتخاب کر سکتا تھا اور عملی طور پر امیروں کو دکھا سکتا تھا کہ دنیا کے خزانوں کو لے کر زندگی کیسے گزاری جائے اور وہ اپنے قول و فعل سے غریبوں کو صحیح زندگی گزارنے کا طریقہ سکھا سکتا تھا۔ لیکن اس نے غربت کا انتخاب ایک خاص وجہ سے کیا جو اس کے رب العالمین کی بندگی سے باہر تھی۔ اس پرہیز کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اپنایا۔ مثال کے طور پر، اسلام کے پہلے صحیح ہدایت یافتہ خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ایک بار جب انہیں شہد کے ساتھ میٹھا پانی پلایا گیا تو رو پڑے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ میں نے ایک بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ ایک غیر مرئی چیز کو دھکیل رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتایا کہ اس کے پاس مادی دنیا آگئی ہے اور آپ نے اسے حکم دیا کہ اسے تنہا چھوڑ دو۔ مادی دنیا نے جواب دیا کہ وہ مادی دنیا سے بھاگ گیا ہے لیکن اس کے بعد والے ایسا نہیں کریں گے۔ اس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کو شہد سے میٹھا دیکھ کر رو پڑے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ مادی دنیا انہیں گمراہ کرنے کے لیے آئی ہے۔ یہ واقعہ امام اشفہانی کی کتاب ہلیات الاولیاء نمبر 47 میں درج ہے۔

درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لذت حاصل کرنے کے لیے نہ کبھی کھایا اور نہ لباس پہنا بلکہ مادی دنیا سے صرف وہی لیا جو ان کی ضرورت تھی اور آخرت کی تیاری پر توجہ دی۔ جب

مادی دنیا ان کے قدموں پر رکھ دی گئی تو وہ اس خوف میں مبتلا تھے کہ شاید ان کا اجر انہیں آخرت کے بجائے اس دنیا میں مل گیا ہے۔

جو بھی واقعی پرہیزگار ہے وہ ان کے نقش قدم پر چلے گا۔ مسلمانوں کو اس مادی دنیا کی غیر ضروری آسائشوں میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو بیوقوف نہیں بنانا چاہیے جب کہ یہ دعویٰ کریں کہ ان کا دل اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہے۔ اگر کسی کا دل پاک ہوتا ہے تو یہ اس کے اعضاء اور اس کے اعمال میں ظاہر ہوتا ہے جس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 4094 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ جس کا دل اللہ تعالیٰ سے لگا ہوا ہے وہ اس سے پہلے صالحین کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ انہیں مادی دنیا کی ضرورت ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنا اور مادی دنیا کی زیادتی سے منہ موڑنا۔ آخرت کی تیاری کے لیے کوشش کرتے ہوئے یہ حقیقی پرہیزگاری ہے۔

مادی دنیا - 2

صحیح بخاری نمبر 6416 میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کی نصیحت کی۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نصیحت کرتے تھے کہ جب آدمی شام کو پہنچے تو صبح کے زندہ ہونے کی امید نہ رکھے۔ اور اگر وہ صبح کو پہنچ جائیں تو شام کو زندہ ہونے کی امید نہ رکھیں۔ اور یہ کہ ایک مسلمان کو بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور موت سے پہلے اپنی زندگی کا اچھا استعمال کرنا چاہیے۔

یہ حدیث مسلمانوں کو لمبی زندگی کی امیدیں محدود رکھنے کا درس دیتی ہے۔ لمبی زندگی کی امیدیں آخرت کی تیاری میں ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے کیونکہ یہ انسان کو اپنی پوری کوشش مادی دنیا کے لیے وقف کرنے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ان کے پاس آخرت کی تیاری کے لیے کافی وقت ہے۔

ایک مسلمان کو اس عارضی دنیا کو اپنا مستقل گھر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں کسی ایسے شخص کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اسے چھوڑنے والا ہے، کبھی واپس نہ آنے والا ہے۔ اس سے انسان کو ترغیب ملے گی کہ وہ اپنی کوششوں کی اکثریت کو اپنی آخری منزل یعنی آخرت کی تیاری میں وقف کر دے اور مادی دنیا کے حصول میں اپنی کوششوں کو محدود کر دے جو ان کی ضرورت اور ذمہ داریوں سے باہر ہے۔ اس تصور پر پورے قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بحث ہوئی ہے، مثال کے طور پر باب 40 غافر، آیت 39

”یہ دنیوی زندگی تو محض [عارضی / لطف اندوزی ہے، اور درحقیقت آخرت - یہی [مستقل / ٹھکانے] کا گھر ہے۔“

زیر بحث مرکزی حدیث سے ملتی جلتی حدیث جو جامع ترمذی نمبر 2377 میں موجود ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا میں اپنے آپ کو ایک سوار کے طور پر بیان فرمایا جو سایہ میں تھوڑا سا آرام کرتا ہے۔ ایک درخت اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کی دنیاوی نوعیت کو ظاہر کرنے کے لیے اس کا موازنہ سایہ سے کیا جو کہ سب جانتے ہیں کہ ظاہری طور پر مستقل ہونے کے باوجود زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔ کچھ لوگوں کو مادی دنیا اس طرح ظاہر ہو سکتی ہے۔ وہ ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسے دنیا ہمیشہ باقی رہے گی جبکہ حقیقت میں یہ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ اس حدیث میں سوار کا ذکر ہے نہ کہ پیدل چلنے والے کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوار پیدل سفر کرنے والے کے مقابلے میں نمایاں طور پر کم آرام کرے گا۔ اس سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا اس دنیا میں قیام بہت مختصر ہے۔ یہ سب بالکل واضح ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی زندگی ایک جھلک میں گزر گئی۔ تو درحقیقت: چاہے بڑھاپے کو پہنچے یا نہ پہنچے، زندگی بس ایک لمحہ ہے۔ باب 10 یونس، آیت 45

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔“

درحقیقت مادی دنیا ایک پل کی مانند ہے جسے عبور کرنا ہے نہ کہ مستقل گھر کے طور پر۔ جس طرح کوئی شخص بس اسٹیشن کو اپنا گھر نہیں سمجھتا یہ جانتے ہوئے کہ اس کا قیام صرف تھوڑی دیر کے لیے ہوگا اسی طرح دنیا آخرت تک پہنچنے سے پہلے ایک مختصر پڑاؤ ہے۔

جب کوئی زندگی بھر کی چھٹیوں میں ایک بار جاتا ہے، تو زیادہ تر معاملات میں، وہ لگژری گھریلو اشیاء، جیسے کہ ایک وسیع اسکرین ٹیلی ویژن پر اپنے اخراجات کو محدود کر دیتے ہیں، اور اس کے بجائے ان کا ہوٹل جو بھی خدمات پیش کرتا ہے اس کے ساتھ کام کرتا ہے۔ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں جیسے وہ سمجھتے ہیں کہ ہوٹل میں ان کا قیام مختصر ہو گا اور جلد ہی وہ چلے جائیں گے، کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ یہ ذہنیت انہیں چھٹیوں کی منزل کو اپنے مستقل گھر کے طور پر لینے سے روکتی ہے۔ اسی طرح لوگوں کو زمین پر ایک مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا جو یقینی طور پر اسے اپنا مستقل ٹھکانہ بنانا نہیں تھا۔ اس کے بجائے انہیں اس سے رزق لینے کے لیے بھیجا گیا تاکہ وہ اپنے مستقل گھر یعنی آخرت تک بحفاظت پہنچ سکیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو خوش کرنے کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔

جب بھی کوئی شخص سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب سے پہلے وہ سامان حاصل کرتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے تاکہ سفر کو آرام دہ اور کامیاب بنایا جاسکے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ آخرت کا بہترین سامان تقویٰ ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 197

”بے شک بہترین رزق اللہ سے ڈرنا ہے۔“

یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ دنیا سے آخرت تک کا سفر مکمل کرنے کے لیے دوسرے رزق جیسے خوراک کی ضرورت ہے۔ لیکن جس رزق کو ترجیح دی جائے وہ تقویٰ ہے کیونکہ یہ واحد رزق ہے جو کسی کو دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ یہ دنیا اور آخرت میں امن کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

چونکہ مادی دنیا کسی شخص کا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے لہذا ان کو چاہیے کہ زیر بحث مرکزی حدیث پر عمل کریں اور یا تو اجنبی یا مسافر کی طرح زندگی گزاریں۔

اجنبی ہونے کی پہلی حالت وہ ہے جو اپنے دل و دماغ کو اپنے عارضی گھر سے نہیں لگاتا۔ ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ کافی سامان اکٹھا کریں تاکہ وہ اپنے مستقل گھر یعنی آخرت میں بحفاظت واپس لوٹ سکیں۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو کام کے ویزے پر کسی بیرونی ملک میں رہتا ہے۔ ان کے کام کی جگہ ان کا گھر نہیں ہے۔ صرف پیسہ کمانے کی جگہ تاکہ وہ اس کے ساتھ اپنے وطن واپس لوٹ سکیں۔ یہ شخص کبھی بھی اجنبی ملک کو اپنا گھر نہیں سمجھے گا۔ اس کے بجائے، وہ صرف ضروری چیزوں پر خرچ کریں گے اور اپنی دولت کو بچانے پر توجہ دیں گے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت واپس اپنے حقیقی اور مستقل گھر میں لے جائیں۔ اگر اس شخص نے اپنی ساری یا زیادہ تر دولت بیرون ملک خرچ کر دی اور خالی ہاتھ اپنے وطن واپس آ گیا تو بلاشبہ ان کے رشتہ داروں کے نزدیک وہ قابل ملامت تصور کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ورک ویزا پر کسی دوسرے ملک میں رہنے کے اپنے مشن اور مقصد میں ناکام رہے ہیں۔ اسی طرح ایک مسلمان کو اپنی کوششوں کا زیادہ تر حصہ رزق کے حصول میں وقف کر دینا چاہیے تاکہ وہ آخرت کی طرف لے جائیں۔ انہیں مادی دنیا کی آسائشوں کے لیے دوسروں کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں ابدی آخرت کے حصول کے لیے اپنے مشن پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ اگر وہ اپنے عارضی گھر کو سنوارنے میں بہت زیادہ محنت کریں گے تو وہ آخرت میں بغیر تیاری اور خالی ہاتھ داخل ہوں گے اور اس لیے اپنے اس مشن میں ناکام ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں سونپا ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے ساتھ ایماندار ہونا چاہیے اور اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ دن کے کتنے گھنٹے مادی دنیا اور آخرت کی تیاری کے لیے وقف کرتے ہیں۔ یہ خود غور و فکر انہیں دکھائے گا کہ ان کی ذہنیت صحیح ہے یا نہیں اور آخرت پر ان کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔ باب 87 العلأ، آیات 16-17

"لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جب کہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کی طرف اس وقت بھیجا گیا جب وہ سب سے ذلیل تھے اور ان کی اکثریت گناہوں کی زندگی گزار رہی تھی جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہو گئے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں واضح دلائل کے ساتھ راہ حق کی طرف بلایا۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اس کے واضح پیغام کو قبول کیا اور اس کی پیروی کی۔ اس نے ان سے وعدہ کیا کہ اسلام بہت سی قوموں کو فتح کرے گا اور مسلمانوں کو بہت زیادہ دولت حاصل ہوگی۔ لیکن اس نے انہیں متنبہ کیا کہ وہ مادی دنیا کی آسائشوں میں مشغول نہ ہوں۔ اس تنبیہ کی ایک مثال سنن ابن ماجہ نمبر 3997 میں موجود ایک حدیث میں مذکور ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ مادی دنیا کی غیر ضروری آسائشوں کے لیے مقابلہ کرنا انسانوں کو تباہ کر دے گا۔ اس لیے انہوں نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بنیادی ضروریات پر قناعت کریں اور آخرت کی تیاری پر توجہ دیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے جو وعدہ کیا تھا وہ سب پورا ہوا۔ جب دنیا مسلمانوں کے لیے کھول دی گئی تو ان کی اکثریت مقابلہ بازی، جمع، ذخیرہ اندوزی اور مادی دنیا کی زیادتی سے لطف اندوز ہونے میں مصروف ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے آخرت کی تیاری کو صحیح طریقے سے ترک کر دیا جیسا کہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ صرف چند لوگوں نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اور اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مادی دنیا سے صرف وہی لیا اور اپنی زیادہ تر کوششیں ابدی آخرت کی تیاری میں وقف کر دیں۔ یہ چھوٹی سی جماعت، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور نیک پیشرو، آخرت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جڑے ہوئے تھے، جیسا کہ انہوں نے عملی طور پر آپ کی نصیحت اور نقش قدم پر عمل کیا۔ دوسری طرف، اکثریت اپنی غفلت میں مادی دنیا کا پیچھا کرتی رہی یہاں تک کہ موت نے انہیں بغیر تیاری کے پکڑ لیا۔

دوسری ذہنیت جو مسلمانوں کو اختیار کرنی چاہیے جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں نصیحت کی گئی ہے وہ مسافر کی ہے۔ یہ شخص اس مادی دنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھتا بلکہ اپنے حقیقی گھر یعنی آخرت کی طرف سفر کرتا ہے۔ یہ ذہنیت ایک بیک پیکر جیسی ہے جو مختلف شہروں میں سو سکتا ہے لیکن انہیں کبھی اپنا گھر نہیں سمجھتا۔ وہ اپنے ساتھ صرف وہی سامان لے جاتے ہیں جو وہ معنی، لوازم لے سکتے ہیں۔ اس میں وہ چیزیں شامل ہیں جن کی انہیں زندہ رہنے کے لیے ضرورت ہے اور یہ انہیں اپنی منزل تک محفوظ طریقے سے پہنچنے میں مدد کرے گی۔ ایک بیک پیکر کبھی بھی غیر ضروری اشیاء کو پیک نہیں کرے گا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چیزیں ان کے لئے صرف ایک بوجھ ہوں گی۔ نہ ہی وہ اپنے سفر کو محفوظ طریقے سے مکمل کرنے کے لیے درکار ضروری

سامان پیک کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اسی طرح ایک ذہین مسلمان صرف اس مادی دنیا سے اعمال اور قول کے حوالے سے اعمال جمع کرتا ہے جو اسے آخرت تک پہنچنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ وہ ان تمام افعال و کلام سے منہ موڑ لیں گے جو ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بوجھ بن جائیں گے۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 4104 میں موجود ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنانے کی تلقین کی۔

بے شک ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اس کو اس کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور جو کچھ اس پر ہے ہم اسے ایک بنجر زمین بنا دیں گے۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ دن اور رات صرف مختصر مراحل ہیں جن میں لوگ سفر کرتے ہیں، مرحلہ وار، آخرت تک پہنچنے تک۔ لہذا انہیں چاہیے کہ ہر مرحلہ کو اعمال صالحہ کی صورت میں آگے کا رزق بھیج کر استعمال کریں۔ انہیں مسلسل یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ان کا سفر بہت جلد ختم ہونے والا ہے اور وہ آخرت تک پہنچ جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر سفر لمبا لگتا ہے تو یہ بالآخر ایک لمحے کی طرح محسوس ہوگا لہذا اسے ختم ہونے سے پہلے اسے اطاعت کا لمحہ بنانا چاہئے : جب کہ وہ تیار نہیں ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 45

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔“

ہر سانس کے ساتھ دنیا کو پیچھے چھوڑ کر آخرت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اگر چہ بظاہر کوئی حرکت نہیں کرتا لیکن حقیقت میں دن اور رات ان کی آمدورفت کا کام کرتے ہیں جو انہیں تیزی سے بغیر توقف کے، اگلی دنیا میں لے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، جلد ہی ایک دن آئے گا جب وہ اس کی طرف لوٹیں گے۔ جب وہ واپس آئیں گے تو انہیں پوچھ گچھ کے لیے روک دیا جائے گا۔ اس لیے انہیں اس تفتیش کے لیے کچھ اچھی تیاری کرنی چاہیے۔ انہیں اس دنیا میں جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرتے ہوئے تیاری کرنی چاہیے۔ لیکن اگر وہ غافل رہیں اور تیاری کرنے میں ناکام رہیں تو ان سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو باقی ہے اس کے لیے ان سے کارروائی کی جائے گی۔

صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحت کی طرف چلتے ہیں جس کا ذکر زیر بحث مرکزی حدیث میں ہے۔ اس کا پہلا حصہ اس دنیا میں لمبی زندگی کی امید کو مختصر کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو یہ نہیں ماننا چاہیے کہ ان کا اس دنیا میں قیام طویل ہے، کیونکہ وہ کسی بھی وقت انتقال کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کئی سال تک زندہ رہتا ہے، تب بھی ایسا لگتا ہے کہ زندگی ایک جھٹکے سے گزری ہے۔ یہی بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہی ہے کہ اگر وہ شام کو پہنچ جائیں تو صبح کو زندہ ہونے کا یقین نہ کریں۔ یہ ذہنیت دنیاوی ذمہ داریوں کو نبھانے اور آخرت کی تیاری کے لیے مادی دنیا سے صرف اس چیز کو لینے کی بنیادی وجہ ہے۔ جب کہ لمبی عمر کی امید رکھنا اس کے مخالف معنی کی اصل وجہ ہے، اس سے انسان کو اعمال صالحہ اور گناہوں سے اجتناب کر کے آخرت کی تیاری میں تاخیر ہوتی ہے اور اس میں قیام پر یقین رکھتے ہوئے مادی دنیا کو جمع کرنے اور جمع کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ یہ بہت طویل ہو جائے گا

اس کے علاوہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی مسلمانوں کو بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اپنی اچھی صحت کا صحیح استعمال کرنے کی تلقین کی۔ بدقسمتی سے اکثر لوگ اچھی صحت کی قدر صرف اس کے کھونے کے بعد کرتے ہیں، جس کی تنبیہ صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔ اچھی صحت سے استفادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنی جسمانی اور ذہنی طاقت کو اطاعت میں استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے پرہیز کرنے سے قبل اس کے کہ وہ اس وقت تک پہنچ جائیں جب وہ نیکیاں کرنا چاہیں گے لیکن مزید نہیں کر سکتے۔ وہ خراب صحت کی وجہ سے جو ان کی اچھی صحت کا صحیح استعمال کرے گا اسے ان اعمال کا اجر دیا جائے گا جو انہوں نے اپنی اچھی صحت کے دوران کیے تھے، یہاں تک کہ جب وہ بیماری کا سامنا کریں اور وہ انہیں مزید نہ کرسکیں۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 2996 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جبکہ جو شخص اپنی صحت کا صحیح استعمال نہیں 2996

کرتا وہ بیمار ہونے پر اس ممکنہ اجر سے محروم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت ان کے پاس پشیمانی کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی نصیحت کا آخری حصہ یہ ہے کہ انسان کو موت سے پہلے اپنی زندگی کا اچھا استعمال کرنا چاہیے۔ اس میں ان تمام چیزوں کا استعمال شامل ہے جو اعمال صالحہ کی طرف لے جاتی ہیں، جیسے کہ مال، اور ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا جو نیک کاموں سے روکتی ہیں، جیسے کہ غیر ضروری مصروفیات۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں اس سے پہلے کہ وہ ان ذمہ داریوں میں مشغول ہو جائیں جو فطری طور پر وقت گزرنے کے ساتھ ہوتی ہیں، جیسے کہ شادی۔ اور اپنی مالی ذمہ داریوں میں اضافے سے پہلے اپنی دولت کا خوب استعمال کریں۔ کامیابی کے لیے وقت کا صحیح استعمال ضروری ہے کیونکہ یہ ایک عجیب دنیاوی نعمت ہے جو باقی تمام نعمتوں کے برعکس اس کے جانے کے بعد کبھی واپس نہیں آتی۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی سرگرمیوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے وقت کا استعمال کرنا چاہیے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ اپنی تمام ذمہ داریوں، فرائض اور ضروریات کو پورا کرے گا اور اس کے پاس متوازن طریقے سے حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ہوگا۔

جیسا کہ جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2403 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تمام لوگوں کو موت کے وقت ندامت ہوگی۔ نیکی کرنے والے پچھتائیں گے کہ انہوں نے مرنے سے پہلے مزید نیکیاں نہیں کیں۔ گنہگار شخص پچھتائے گا کہ اس نے اپنی موت سے پہلے سچے دل سے توبہ نہیں کی۔ اس دنیا میں لوگوں کو اکثر دوسرا موقع دیا جاتا ہے مثال کے طور پر، ڈرائیونگ ٹیسٹ کو دوبارہ کرنا، لیکن ایک شخص کے مرنے کے بعد کوئی کام نہیں ہوتا۔ پشیمانی ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ اس کے بجائے، یہ صرف ان کے درد اور تکلیف میں اضافہ کرے گا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کرنے کے لیے جو وقت دیا گیا ہے اسے استعمال کریں، اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا لمحہ پورا کریں۔ کاموں کو کل تک موخر کرنے کی ذہنیت کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ اکثر معاملات میں یہ کل کبھی نہیں آتا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ آج پر توجہ مرکوز کرے اور اس لیے وہ کام کرے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جیسا کہ کل اس دنیا میں آ سکتا ہے لیکن وہ اس کی گواہی کے لیے زندہ نہ ہوں۔

مادی دنیا - 3

سنن ابن ماجہ نمبر 2142 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مسلمان کو دنیاوی چیزوں کی تلاش میں اعتدال پسند ہونا چاہیے کیونکہ جو کچھ ان کا مقدر ہے وہ ضرور پہنچے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں کو مادی دنیا کو مکمل طور پر ترک کرنے کی ترغیب نہیں دیتا، کیونکہ یہ ایک پل ہے جو انسان کو آخرت سے جوڑتا ہے۔ اس پل کو عبور کیے بغیر کوئی آخرت تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اس کے بجائے اسلام مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اسراف، فضول خرچی اور اسراف سے گریز کرتے ہوئے اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اس دنیا سے لے جائیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے آخرت کی تیاری میں اپنی کوششیں وقف کر دیں۔ اس کی ممانعتوں اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جو چیزیں اس دنیا میں حاصل ہوں گی، جیسے کہ ان کا رزق، اللہ تعالیٰ کے آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ہی ان کے لیے تقسیم ہو چکا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

چونکہ ایک شخص کا رزق ضامن ہے اور اس کی کوششوں سے قطع نظر اس میں اضافہ یا کمی نہیں ہو سکتی، اس لیے اسے اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ زیادہ کے لیے کوشش صرف تناؤ کا باعث بنے گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق حاصل نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ، یہ ضرورت سے زیادہ کوشش ان کی توجہ آخرت کی عملی تیاری سے ہٹا دے گی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ان کے لیے مزید تناؤ پیدا ہوگا۔ جبکہ بنیادی حدیث پر عمل کرنا اور رزق کے لیے اعتدال کے ساتھ کوشش کرنا اس بات کو یقینی

بنائے گا کہ وہ کم سے کم تناؤ کے ساتھ اپنا حصہ وصول کریں، وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور آخرت کے لیے مناسب تیاری کریں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

مادی دنیا - 4

جامع ترمذی نمبر 2380 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متوازن غذا کی اہمیت بتائی ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ اپنے پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیں۔ پہلا حصہ کھانے کے لیے، دوسرا حصہ پینے کے لیے اور آخری حصہ سانس لینے کے لیے خالی چھوڑ دینا چاہیے۔

یہ ڈائنٹ پلان اس وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب کوئی کھانا پیٹ بھرنے سے پہلے کھانا بند کر دے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل تھا۔

اگر لوگ اس نصیحت پر عمل کریں تو وہ جسمانی اور ذہنی دونوں بیماریوں سے محفوظ رہیں گے۔ درحقیقت بہت سے باشعور لوگوں کے مطابق بیماری کی ایک بڑی وجہ بدبھومی ہے۔

روحانی قلب کے حوالے سے تھوڑی سی خوراک نرم دل، عاجزی نفس اور خواہشات اور غصہ کی کمزوری کا باعث بنتی ہے۔ پیٹ بھرنے سے سستی پیدا ہوتی ہے جو عبادت اور دوسرے اعمال صالحہ کو روکتی ہے۔ یہ نیند کو آمادہ کرتا ہے جس کی وجہ سے کوئی رضاکارانہ اور حتیٰ کہ فرض رات کی نمازوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ عکاسی کو روکتا ہے جو کسی کے اعمال کا اندازہ لگانے کی کلید ہے اور اس لیے اس کے کردار کو بہتر سے بدلنا ہے۔ پیٹ بھرنے والا غریب کو بھول جاتا ہے اور اس لیے ان کی مدد کرنے کا امکان کم ہوتا ہے۔ یہ تمام منفی اثرات سخت روحانی دل کی طرف لے جاتے ہیں۔ سخت روحانی دل رکھنے والا قیامت کے دن محفوظ نہیں رہے گا۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس دل کے ساتھ ” آتا ہے۔

جس کو صرف اپنے پیٹ کی فکر ہوتی ہے وہ زیادہ اہم چیزوں سے ہٹ جاتا ہے جیسے دینی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا۔ وہ مختلف قسم کے کھانے حاصل کرنے، تیار کرنے اور کھانے میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ اس میں ان کے وقت، توانائی اور پیسے کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ رویہ کسی کو سادہ غذا کھانے سے بھی روکتا ہے، جن کی تیاری میں آسان اور کم وقت لگتا ہے اور خریدنے میں سستی ہوتی ہے۔ کھانے میں اسراف بھی انسان کو دوسری چیزوں میں اسراف کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جیسے کہ کپڑے اور مکان۔ یہ رویہ بدلے میں کسی کو اپنے اسراف طرز زندگی کو پورا کرنے کے لیے زیادہ دولت کمانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ انہیں اسلامی علم کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے مزید مشغول کرتا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ یہ ان کے اسراف طرز زندگی کو پورا کرنے کے لیے انہیں غیر قانونی کی طرف بھی ترغیب دے سکتا ہے۔

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہو گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2478 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ متوازن غذا حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ ان منفی اثرات سے بچیں جو بلاشبہ دنیا اور آخرت دونوں میں ان کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

مادی دنیا - 5

جامع ترمذی نمبر 2465 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص آخرت کی تیاری کو مادی دنیا کی کوشش پر ترجیح دے گا اسے فناقت ملے گی، اس کے معاملات درست ہو جائیں گے۔ اور وہ آسانی سے اپنی قسمت کا رزق حاصل کریں گے۔

اس نصف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے حوالے سے اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا، جیسے کہ اس مادی دنیا کی زیادتی سے بچتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو حلال طریقے سے مہیا کرنا، اسے فناقت ملے گی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی لالچی ہوئے بغیر اور زیادہ دنیوی چیزیں حاصل کرنے کے لیے سرگرم کوشش کے بغیر اپنے پاس موجود چیزوں سے خوش ہوتا ہے۔ درحقیقت، جو شخص اپنے پاس موجود چیزوں پر راضی ہے وہ واقعی امیر ہے، خواہ اس کے پاس دولت کم ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کسی بھی چیز کی آزادی انسان کو اس کے حوالے سے امیر بناتی ہے۔

اس کے علاوہ، یہ رویہ کسی بھی دنیوی مسائل سے آرام سے نمٹنے کی اجازت دے گا جو اس کی زندگی کے دوران پیدا ہوسکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادی دنیا کے ساتھ جتنا کم رابطہ کرے گا اور آخرت پر توجہ مرکوز کرے گا، دنیا کے مسائل اتنے ہی کم ہوں گے۔ انسان کو جتنے کم دنیوی مسائل کا سامنا ہوگا اس کی زندگی اتنی ہی آرام دہ ہوگی۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس ایک گھر ہے اس کے پاس اس کے حوالے سے کم مسائل ہوں گے، جیسے ٹوٹا ہوا ککر، دس مکان رکھنے والے کے مقابلے میں۔ آخر کار، یہ شخص آسانی سے اور خوشگوار طریقے سے اپنا حلال رزق حاصل کر لے گا۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں ایسا فضل ڈال دے گا کہ اس سے ان کی تمام ذمہ داریاں اور ضروریات پوری ہوں گی، ان کو اور ان کے زیر کفالت افراد کو تسکین ملے گی۔

آخرت کی تیاری کو ترجیح دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اس انداز میں عمل اور بات کرے جس سے آخرت میں فائدہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اس میں فضول خرچی یا اسراف کیے بغیر اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے حلال رزق کے لیے کوشش کرنا شامل ہے۔ کوئی بھی ایسی سرگرمی جس سے آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو اسے کم کرنا چاہیے۔ جتنا زیادہ اس طریقے سے برتاؤ کرے گا اتنا ہی زیادہ اطمینان اسے نصیب ہوگا اور ان کی روزمرہ کی سرگرمیاں اتنی ہی آسان ہوتی جائیں گی۔ اس کے علاوہ، وہ آخرت کے لیے بھی مناسب طریقے سے تیاری کریں گے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ اس لیے وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

لیکن جیسا کہ اس حدیث کے دوسرے نصف میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص مادی دنیا کی کوشش کو آخرت کی تیاری پر ترجیح دیتا ہے، اپنے فرائض سے غفلت برتتا ہے یا اس مادی دنیا کی غیر ضروری اور زیادتی کے لیے کوشش کرتا ہے، وہ اپنی ضرورت یعنی حرص کو پائے گا۔ کیونکہ دنیاوی چیزیں کبھی مطمئن نہیں ہوتیں۔ یہ، تعریف کے مطابق، انہیں غریب بنا دیتا ہے چاہے ان کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ یہ لوگ دن بھر ایک دنیاوی مسئلے سے دوسرے مسئلے میں جائیں گے اور قناعت حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے کیونکہ انہوں نے بہت سے دنیاوی دروازے کھول رکھے ہیں۔ اور انہیں ان کا مقدر دیا ہوا رزق مشکل سے ملے گا اور یہ انہیں اطمینان نہیں دے گا اور نہ ہی ان کے لالچ کو بھرنے کے لیے کافی ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ انہیں حرام کی طرف دھکیل سکتا ہے جس سے دونوں جہانوں میں زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ آخر کار، اپنے رویے کی وجہ سے، وہ آخرت کے لیے مناسب تیاری نہیں کریں گے۔ اس لیے یہ شخص دونوں جہانوں میں تنائو اور بے اطمینانی حاصل کرتا ہے۔

مادی دنیا - 6

سنن ابن ماجہ نمبر 3997 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی کہ وہ مسلمان قوم کے لیے غربت سے نہیں ڈرتے۔ اس کے بجائے، وہ ڈرتا تھا کہ دنیاوی نعمتیں ان کے لیے آسان اور بہت زیادہ ہو جائیں گی۔ اس سے وہ اس کا مقابلہ کریں گے اور اس کے نتیجے میں یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا، جیسا کہ اسی مقابلے نے پچھلی امتوں کو تباہ کیا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس کا اطلاق صرف دولت پر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ تنبیہ لوگوں کی دنیاوی خواہشات کے ان تمام پہلوؤں پر لاگو ہوتی ہے جن میں شہرت، دولت، اختیار اور کسی کی زندگی کے سماجی پہلوؤں جیسے خاندان، دوست اور کیرئیر کی خواہش شامل ہو سکتی ہے۔ جب بھی کوئی ان چیزوں کو اپنی ضروریات سے بالاتر کر کے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، چاہے وہ حلال ہی کیوں نہ ہوں، تو یہ اس کو عملی طور پر آخرت کی تیاری سے غافل کر دے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ ان کو برے کردار کی طرف لے جائے گا، جیسے فضول خرچی اور اسراف، اور ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے انہیں گناہوں کی طرف بھی لے جا سکتا ہے۔ ان کو حاصل کرنے میں ناکامی بے صبری اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نافرمانی کے دیگر اعمال کا باعث بن سکتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ دنیاوی نعمتوں کے حصول کے لیے مقابلہ کرنا ان میں دیگر منفی خصوصیات کو اپنانے کی طرف لے جائے گا، جیسے کہ حسد، کینہ اور دشمنی، جو کہ تفرقہ، کدورت اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی کا باعث بنتی ہے۔ یہ مقابلہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث بنتا ہے، خواہ اس دنیا میں کسی شخص پر یہ بات واضح نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ ان دنیاوی خواہشات نے بہت سے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کیونکہ وہ آدھی رات کو خوشی سے اٹھتے ہیں تاکہ دنیاوی نعمتیں حاصل کریں، مثلاً مال، یا چھٹی پر جائیں لیکن جب پیشکش کرنے کا مشورہ دیا جائے تو وہ ایسا کرنے میں ناکام رہیں گے۔ نفلی رات کی نماز یا جماعت کے ساتھ مسجد میں صبح کی فرض نماز میں شرکت کریں۔

ان چیزوں کو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ یہ حلال ہوں اور کسی شخص کی ضروریات اور اس کے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ضروری ہوں۔ لیکن جب کوئی شخص اس سے آگے بڑھ جاتا ہے تو وہ اپنی آخرت کے نقصان میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی پامالی ہو سکتی ہے۔ انسان جتنا زیادہ اپنی دنیوی خواہشات کی پیروی کرے گا وہ آخرت کی تیاری میں اتنی ہی کم کوشش کرے گا، کیونکہ ایک شخص یا تو ان نعمتوں کو استعمال کر سکتا ہے جو اسے اللہ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں یا پھر اپنی خواہشات کے مطابق۔ یہ اس تباہی کا باعث بنے گا جس کی بحث مرکزی حدیث میں کی گئی ہے۔ ایسی تباہی جو دنیا میں تناؤ اور پریشانی سے شروع ہوتی ہے اور آخرت میں سخت مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

مادی دنیا - 7

جامع ترمذی نمبر 2377 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ مجھے اس مادی دنیا کی زیادتی کی کوئی فکر نہیں اور اس دنیا میں اس کی مثال ایک سوار کی ہے، ایک درخت کے سائے میں ایک مختصر آرام اور پھر آگے بڑھ کر اسے پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔

درحقیقت ہر شخص ایک مسافر ہے جو اس دنیا میں بہت ہی محدود وقت کے لیے ٹھہرتا ہے اس کے مقابلے میں جہاں سے وہ معنویت، روحوں کی دنیا اور جس طرف جا رہے ہیں، جو کہ ابدی آخرت ہے۔ درحقیقت اس کے مقابلے میں یہ دنیا بس اسٹاپ پر انتظار کرنے کی طرح ہے۔ اس حدیث میں اس دنیا کو سایہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سایہ زیادہ دیر تک نہیں رہتا اور لوگوں کے نوٹس لینے کے بغیر جلدی ختم ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح انسان کے دن اور راتیں گزر جاتی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر سرائے یا ہوٹل کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ ٹھوس ڈھانچے ہیں جو مستقل ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ایک دھندلا سایہ اس مادی دنیا کو بہتر طور پر بیان کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بوڑھا ہو، وہ ہمیشہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی زندگی ایک لمحے کی طرح چمکتی اور محسوس ہوتی ہے۔ باب 79 نزیات، آیت 46

جس دن وہ (قیامت کا دن) دیکھیں گے، ایسا ہو گا کہ گویا وہ (دنیا میں) (ایک دوپہر یا صبح کے سوا) ”باقی نہیں رہے تھے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوار کو اشارہ فرمایا نہ کہ پیدل چلنے والا، کیونکہ پیدل چلنے والا درخت کے سائے میں سوار سے زیادہ آرام کرتا ہے۔ یہ مزید بتاتا ہے کہ لوگ اس دنیا میں کتنے محدود وقت گزارتے ہیں۔

سایہ میں آرام کرنا اس بات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے کہ مادی دنیا کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اپنی ضرورت کے سامان کو حاصل کیا جائے، بالکل اسی طرح جس طرح سوار اپنی ضرورت کا سامان لیتا ہے، یعنی آرام۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممنوعات سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کرتے ہوئے اس دنیا سے فوراً رخصت ہونے کی تیاری کرے۔ اس پر ہو اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کریں گے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جیسا کہ مرکزی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں کی فکر نہیں کرتے تھے، اسی طرح ایک مسلمان کو بھی یہ رویہ اپنانا چاہیے، کیونکہ جتنا زیادہ انسان اپنی توانائی اور وقت اس کے لیے وقف کرتا ہے۔ دنیا کی غیر ضروری چیزوں کو حاصل کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لیے جتنا کم وقت اور توانائی انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنا پڑے گی۔ یہ خلفشار دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کے سوا کچھ نہیں لے گا۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

واضح رہے کہ اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ انسان کو آخرت کی تیاری کے لیے مادی دنیا کو استعمال کرنا چاہیے۔ سوار آرام کرتا ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی محنت اور وقت کو غیر ضروری کاموں میں صرف کرنے کے بجائے آخرت میں فائدہ مند چیزیں جمع کریں جو انہیں قیامت کے دن خالی ہاتھ چھوڑے گی۔ باب الفجر، آیات 23-24 89

اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کو یاد کیسے آئے گا؟ وہ کہے گا، " کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔

مادی دنیا - 8

سنن ابن ماجہ نمبر 4102 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان اس مادی دنیا کی زیادتی سے بچتا ہے جو اس کی ضروریات اور ذمہ داریوں سے باہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اس دنیا میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات اسلام کی تعلیمات کے مطابق پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور ان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کریں۔ مادی دنیا کی کوئی بھی چیز جو ان چیزوں میں کسی کی مدد کرتی ہے وہ حقیقت میں دنیاوی چیز نہیں ہے۔ اس لیے ان سے اجتناب ضروری نہیں۔ لیکن ان چیزوں سے بچنا چاہیے جو ان فرائض کی انجام دہی میں یا تو رکاوٹ بنتی ہیں یا روکتی ہیں۔ جب کوئی اس رویہ پر قائم رہے گا تو وہ صرف ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

اس طرح ایک مسلمان دنیا کو اپنے ہاتھ میں رکھ سکتا ہے دل میں نہیں۔ اس طرح ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرتا ہے، کیونکہ یہ رویہ انہیں اس کی اطاعت میں جدوجہد کرنے پر مجبور کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو راغب کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

مادی دنیا - 9

جامع ترمذی نمبر 2346 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص صبح اٹھتا ہے وہ خطرے سے محفوظ، تندرست اور دن بھر کا کھانا کھاتا ہے، گویا دنیا ہے۔ ان کے لیے جمع ہوئے

اس دن اور دور میں جہاں دنیا بھر میں بہت سے لوگ غیر محفوظ ممالک میں زندگی بسر کر رہے ہیں، ایک مسلمان جسے حفاظت کی نعمت ملی ہے، اسے چاہیے کہ اپنی آزادی کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس سے پرہیز کرتے ہوئے اس سے استفادہ کرے۔ ممنوعات اور تقدیر کا مقابلہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا۔ مثال کے طور پر، انہیں باجماعت نمازوں اور علم کے مذہبی اجتماعات کے لیے مساجد کے سفر سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے عقیدے سے بالاتر ہو کر اس احساس تحفظ کو دوسروں تک پہنچائیں تاکہ پورا معاشرہ خطرے سے محفوظ رہے۔ درحقیقت سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو کسی شخص اور اس کے مال سے دور نہ رکھے۔ سیدھے الفاظ میں، ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ سلوک کریں۔

ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے، کیونکہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کی اکثر صحیح معنوں میں تعریف کی جاتی ہے جب تک کہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، انہیں اس کی تائید

اس وقت ملے گی جب وہ اپنی صحت سے محروم ہوجائیں گے۔ مثال کے طور پر، بیمار ہونے والے کو وہی اعمال صالحہ کرنے کا ثواب ملے گا جو وہ صحت مند ہونے کے وقت کرتے تھے، چاہے وہ اپنی بیماری کی وجہ سے انہیں مزید نہ کریں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ اپنی اچھی صحت سے استفادہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں یہ تائید حاصل ہونے کا امکان نہیں ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اپنی صحت سے استفادہ کرنے میں اسراف اور فضول خرچی سے گریز کرتے ہوئے اس مادی دنیا میں اپنی ضروریات اور ان کے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔

کسی شخص کی بڑی پریشانیوں میں سے ایک ان کا رزق ہے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمین آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کی گئی تھی۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ روزانہ رزق حاصل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے دوسرے فرائض میں مشغول ہو اور بغیر کسی زور کے کل کے لیے منصوبہ بنائے، کیونکہ ان کا رزق یقینی ہے۔

آخر میں، اہم حدیث بھی سادہ طرز زندگی کو اپنانے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ اس سے دماغ اور جسم کا سکون ہوتا ہے۔ مادی دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں کے لیے جتنا زیادہ کوشش کرے گا، اتنا ہی زیادہ دباؤ ڈالے گا۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس ایک مکان ہے اس کے پاس دو مکانات کے مالک کے مقابلے میں کم دباؤ اور معاملات سے نمٹنے کے لیے مسائل ہوں گے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4118 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

مادی دنیا - 10

صحیح بخاری نمبر 2886 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال اور عمدہ لباس کے غلاموں پر تنقید کی۔ یہ لوگ جب یہ چیزیں حاصل کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور نہ ملنے پر ناراض ہوجاتے ہیں۔

حقیقت میں، یہ تمام غیر ضروری دنیاوی چیزوں پر لاگو ہوتا ہے۔ یہ تنقید ان لوگوں کی طرف نہیں ہے جو مادی دنیا میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک حصہ ہے۔ لیکن اس کا حکم ان لوگوں کی طرف ہے جو یا تو مال حاصل کرنے کے لیے حرام کا پیچھا کرتے ہیں اور اپنی خواہشات اور دوسروں کی خواہشات کی تسکین کے لیے حلال اور غیر ضروری دنیاوی چیزوں کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ یہ طرز عمل انہیں اللہ تعالیٰ کی صحیح طریقے سے اطاعت کرنے سے روکتا ہے۔ اس اطاعت میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ یہ انہیں ان دنیاوی نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اس کے علاوہ یہ تنقید ان لوگوں کے لیے ہے جو اس وقت بے صبر ہوتے ہیں جب وہ اس دنیا میں اپنی غیر ضروری خواہشات کو حاصل نہیں کر پاتے۔ یہ رویہ ایک مسلمان کو کنارے پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا سبب بن سکتا ہے۔ یعنی جب وہ اپنی خواہشات کو حاصل کرتے ہیں تو اس کی اطاعت کرتے ہیں لیکن جب وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو وہ غصے سے اس کی اطاعت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

قرآن کریم نے یہ رویہ اختیار کرنے والے کے لیے دونوں جہانوں میں سخت نقصان سے خبردار کیا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11

اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی " ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا "اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔

مسلمانوں کو اس کے بجائے صبر کرنا اور اپنے پاس موجود چیزوں پر قناعت کرنا سیکھنا چاہیے کیونکہ صحیح مسلم نمبر 2420 میں موجود حدیث کے مطابق یہی حقیقی دولت ہے۔ دولت جبکہ مطمئن شخص لالچی نہیں ہوتا، یعنی ضرورت مند، اور یہ انہیں امیر بنا دیتا ہے، خواہ اس کے پاس اس دنیا کا تھوڑا سا بھی ہو۔ ایک مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو وہ عطا کرتا ہے جو ان کے لیے بہتر ہے نہ کہ ان کی خواہشات کے مطابق، کیونکہ یہ اکثر صورتوں میں ان کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ باب 42 اششورہ، آیت 27

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین پر ظلم کرتے۔ لیکن وہ جس "مقدار میں چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔

مادی دنیا - 11

صحیح بخاری نمبر 6439 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ اگر کسی کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ دوسری خواہش کرے گا اور اس کا پیٹ مٹی کے سوا کچھ نہیں بھرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔

یہ حدیث بہت زیادہ دنیاوی خواہشات رکھنے سے خبردار کرتی ہے۔ ان کے ساتھ مسئلہ، خواہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہوں، یہ ہے کہ صرف ایک خواہش کو پورا کرنے سے اور زیادہ ہوتا ہے۔ ایک دروازہ دس دوسرے کی طرف جاتا ہے۔ اور یہ کبھی ختم نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی اس طرز عمل سے توبہ نہ کرے یا جب وہ مر جائے اور ان کی قبر کی مٹی ان کا پیٹ بھر جائے۔ حلال دنیاوی خواہشات بھی ناجائز خواہشات کا باعث بن سکتی ہیں، جیسا کہ بہت سے لوگ جنہوں نے حرام کو ختم کیا وہ حلال خواہشات میں مبتلا ہونے سے شروع ہوئے۔ انسان کی جتنی زیادہ خواہشات ہوتی ہیں وہ اتنا ہی زیادہ محتاج ہوتا جاتا ہے جو کہ غریب ہونے کا دوسرا نام ہے۔ یہ غربت کبھی ختم نہیں ہوتی، خواہ وہ کتنا ہی حاصل کر لے یا کتنی ہی خواہشات پوری کرے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فقیر کی ضروری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت دی ہے، لیکن بادشاہوں کی خواہشات ادھوری رہ جاتی ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ اس دنیا میں اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اسراف، فضول خرچی اور اسراف کے بغیر کوشش کرے۔ اور اس حقیقی غربت سے بچنے کے لیے انہیں اپنی دنیاوی خواہشات کو کم کرنا چاہیے اور اس کے بجائے دلوں اور جذبات کے قابو کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے سکون و راحت حاصل کرنا چاہیے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں۔ اس کو خوش کرنے کے طریقے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ جو لوگ اپنی حلال یا ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کے جنون میں مبتلا ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں کبھی سکون نہیں ملتا، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی چیزوں کے مالک ہوں۔ درحقیقت جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں وہ ذہنی سکون سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں اور پریشانی، تناؤ اور ڈپریشن کے قریب ترین ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ منشیات اور شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ باب طہ، آیت 20 124

"اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

مادی دنیا - 12

سنن ابن ماجہ نمبر 4108 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مادی دنیا آخرت کے مقابلے میں سمندر کے مقابلے میں پانی کے قطرے کی طرح ہے۔

درحقیقت یہ تشبیہ اس لیے دی گئی تھی کہ لوگ یہ سمجھ سکیں کہ مادی دنیا آخرت کے مقابلے میں کتنی چھوٹی ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ مادی دنیا عارضی ہے اور آخرت ابدی ہے۔ یعنی محدود کا لامحدود سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ مادی دنیا کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: شہرت، قسمت، اختیار اور کسی کی سماجی زندگی، جیسے ان کا خاندان اور دوست۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کو کوئی بھی دنیاوی نعمت حاصل ہو جو ان گروہوں میں آتی ہے، وہ ہمیشہ نامکمل، عارضی ہوگی اور موت انسان کو نعمتوں سے کاٹ دے گی۔ دوسری طرف آخرت کی نعمتیں پائیدار اور کامل ہیں۔ تو اس لحاظ سے مادی دنیا ایک نہ ختم ہونے والے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، ایک شخص کو اس دنیا میں طویل زندگی کا تجربہ کرنے کی ضمانت نہیں ہے، کیونکہ موت کا وقت نامعلوم ہے۔ جبکہ ہر ایک کو موت کا تجربہ کرنے اور آخرت تک پہنچنے کی ضمانت ہے۔ پس آخرت کے لیے کوشش کرنے پر جس تک پہنچنے کی ضمانت دی گئی ہے، ایک دن کے لیے جدو جہد کو ترجیح دینا بے وقوفی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی دنیا کو چھوڑ دے کیونکہ یہ ایک پل ہے جسے آخرت تک پہنچنے کے لیے عبور کرنا ضروری ہے۔ اس کے بجائے ایک مسلمان کو چاہیے کہ اس مادی دنیا سے اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق بغیر فضول خرچی اور اسراف کے پورا کرے۔ اور پھر اپنی بقیہ کوششیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے

ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے ابدی آخرت کی تیاری میں وقف کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایک ذہین انسان نہ ختم ہونے والے سمندر پر پانی کے ایک قطرے کو ترجیح نہیں دے گا اور ایک ذہین مسلمان دنیاوی مادی دنیا کو ابدی آخرت پر ترجیح نہیں دے گا۔

مادی دنیا - 13

سنن ابن ماجہ نمبر 4118 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

اسلام مسلمانوں کو اپنی تمام دولت اور جائز خواہشات کو ترک کرنے کا درس نہیں دیتا بلکہ اس کی بجائے یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں مثلاً ان کے کھانے، لباس، مکان اور کاروبار میں سادہ طرز زندگی اپنائیں، تاکہ یہ انہیں فارغ وقت فراہم کرے۔ آخرت کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا شامل ہے۔ اس سادہ زندگی میں اس دنیا میں کوشش کرنا بھی شامل ہے تاکہ کسی کی ضرورتوں اور ان کے محتاجوں کی ضرورتوں کو بغیر زیادتی، فضول خرچی اور اسراف کے پورا کیا جا سکے۔ ایک سادہ زندگی پر جتنا زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا استعمال کرنا اتنا ہی آسان ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جتنی سادہ زندگی گزاریں گے، وہ دنیاوی چیزوں پر اتنا ہی کم دباؤ ڈالیں گے اور اس لیے وہ آخرت کے لیے اتنا ہی زیادہ کوشش کر سکیں گے، جس سے ذہنی، جسم اور روح کا سکون حاصل ہو گا۔ لیکن ایک شخص کی زندگی جتنی زیادہ پیچیدہ ہوگی، وہ اتنا ہی زیادہ دباؤ ڈالے گا، مشکلات کا سامنا کرے گا اور اپنی آخرت کے لیے کم

کوشش کرے گا، کیونکہ دنیاوی چیزوں سے اس کی مصروفیات کبھی ختم ہوتی نظر نہیں آئیں گی۔ یہ رویہ انہیں ذہنی، جسم اور روح کا سکون حاصل کرنے سے روک دے گا۔

سادگی دنیا میں آسودگی کی زندگی اور قیامت کے دن سیدھا حساب کتاب کا باعث بنتی ہے۔ جب کہ ایک پیچیدہ اور عیش و عشرت کی زندگی صرف ایک دباؤ والی زندگی اور قیامت کے دن سخت اور مشکل حساب کتاب کا باعث بنے گی۔ جتنا سخت احتساب ہو گا، اتنی ہی زیادہ سزا ملے گی۔ صحیح بخاری نمبر 103 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مادی دنیا - 14

صحیح بخاری نمبر 6501 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو دنیاوی چیزیں سماجی حیثیت میں بلند ہوتی ہیں وہ آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے پست ہو جاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان مادی دنیا سے بچیں اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کو دنیاوی تعلیم اور حلال پیشہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہ غیر قانونی دولت سے بچنے میں مدد کرتا ہے اور اس سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوتا ہے، جیسے کہ ان کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنا۔ اس فرض کو بیان کرنے کی ایک مثال سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث میں درج ہے۔

اصل حدیث کا مفہوم ہے کہ انسان دنیاوی کامیابی کو اپنی اولین ترجیح نہ بنائے بلکہ اپنی زیادہ تر کوششیں آخرت کی تیاری کے لیے وقف کرے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کو کتنی ہی دنیاوی کامیابی مل جائے، آخر کار وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دھندلاہٹ یا تو اس وقت ہو گا جب کوئی زندہ ہو گا یا جب وہ مر جائیں گے تو ان کی کامیابی ان سے الگ ہو جائے گی۔ جامع ترمذی نمبر 2379 میں ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لاتعداد لوگوں نے سلطنتیں بنائیں اور 2379 دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں لیکن سب ختم ہو گئے۔ کتنے لوگوں نے ابھی تک اپنے ناموں کو آسمانی کھردروں پر پلستر کرایا ہے، تھوڑی دیر بعد ان کے نام ہٹا دیے گئے اور وہ بھول گئے؟

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مصیبت کے بعد کسی شخص کو کامیابی نہیں دی جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ناکامی کا سامنا کرنے پر ہمت نہ ہاریں۔ کلید یہ ہے کہ آخرت کی کامیابی کو دنیا پر ترجیح دی جائے اور مادی دنیا کی

نعمتوں اور کامیابیوں کو استعمال کر کے آخرت کی کامیابی حاصل کی جائے۔ حلال دنیاوی کامیابی کے لیے کوشش کر کے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ فضول خرچی اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تنہیں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض ادا کریں۔ اور انہیں اپنی دنیاوی کامیابیوں کو آخرت میں ان کی مدد کے لیے استعمال کرنا چاہیے، جیسے کہ اپنی زائد دولت کو عطیہ کرنا۔ اگر ان کی دنیاوی کامیابی شہرت ہے یا سیاسی، تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنا اثر و رسوخ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے استعمال کریں، کیونکہ اس سے ان کی آخرت میں مدد ہوگی۔ اس طرح کوئی اپنی دنیاوی کامیابی کو اپنی آخرت کے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ جس کا مقصد صرف اس دنیا میں فائدہ اٹھانا ہے وہ آخرت میں فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ لیکن جس کا مقصد آخرت میں اپنے آپ کو فائدہ پہنچانا ہے، جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اسے دونوں جہانوں میں امن و کامیابی کی صورت میں فائدہ پہنچے گا۔ یہ واحد طریقہ ہے جس سے کوئی اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی کامیابی سے اس سے پہلے اور اس کے ناگزیر طور پر ختم ہونے کے بعد مستفید ہوتے رہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

مادی دنیا - 15

جامع ترمذی نمبر 2347 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اس کا حقیقی دوست وہ ہے جس میں درج ذیل خصوصیات ہوں۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں اور صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو اسراف، فضول خرچی اور اسراف سے بچتے ہیں۔ یہ رویہ اس وقت اختیار کیا جا سکتا ہے جب وہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

دوسری خصوصیت جو مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی قسم کی شہرت یا سماجی عزت حاصل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود حدیث کے مطابق یہ خواہش ایک مسلمان کے ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ تباہ کن ہے جس سے دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ کو تباہ کرتے ہیں۔ کسی شخص کی شہرت اور رتبے کی خواہش اس کے ایمان کے لیے دولت کی خواہش سے زیادہ تباہ کن ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنی محبوب دولت کو شہرت اور وقار کے حصول پر خرچ کرے گا۔

مادی دنیا سے لطف اندوز ہونے پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دیتا ہے۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 6723 میں موجود ایک حدیث میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص معاشرے میں قیادت جیسے مقام 6723 کی تلاش میں ہے اسے خود اس سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا لیکن جو بغیر مانگے اسے حاصل کرے گا اس کی مدد اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اعلیٰ، اس کے فرمانبردار رہنے میں۔ صحیح بخاری کی ایک اور حدیث نمبر 7148 میں متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگ مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں گے لیکن یہ ان کے لیے قیامت کے دن بڑی پشیمانی ہوگی۔

یہ ایک خطرناک خواہش ہے کیونکہ یہ انسان کو اس کو حاصل کرنے کے لیے شدید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے اور پھر اسے برقرار رکھنے کے لیے مزید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے خواہ یہ ظلم اور دیگر گناہوں کی ترغیب دے۔

رتبہ کی خواہش کی بدترین قسم وہ ہے جب کوئی اسے مذہب کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2654 میں حدیث ہے کہ یہ شخص جہنم میں جائے گا۔

شہرت کا حصول بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنے کی بجائے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس شخص سے کہا جائے گا کہ وہ قیامت کے دن اپنے اعمال کا بدلہ ان لوگوں سے حاصل کرے جن کے لیے اس نے عمل کیا، جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

شہرت کی تلاش ہر کسی کو خوش کرنے کے لیے منفی خصوصیات کو اپنانے کا سبب بھی بنتی ہے، جیسے کہ دو چہروں والا ہونا۔ یہ بہت سے گناہوں کا باعث بنتا ہے اور یہ شخص بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلے عام رسوا ہو گا۔ جن لوگوں کو وہ خوش کرنا چاہتے ہیں وہ ان پر تنقید اور نفرت کریں گے، چاہے وہ ان سے یہ بات چھپائیں۔

صحیح حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ ان کی موت جلدی آتی ہے، ان کے سوگوار کم ہوتے ہیں اور جو وراثت وہ چھوڑ جاتے ہیں وہ کم ہے۔

ان کی موت اچانک آجاتی ہے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جلدی سے لے جایا جائے تاکہ انہیں سست اور طویل موت کی مشکلات سے بچایا جا سکے۔

ان کے ماتم کرنے والے کم ہیں، کیونکہ انہوں نے سماجی عزت کی تلاش سے گریز کیا اور گمنام رہنے کو ترجیح دی، کیونکہ وہ دوسروں کے سامنے اپنے نیک اعمال ظاہر کرنے سے ڈرتے تھے۔ لیکن ان کے پاس جو چند سوگوار ہیں وہ بہت سے امیروں اور مشہور لوگوں سے کہیں بہتر ہیں۔ ان کے چند سوگوار اپنے غم میں مخلص ہوتے ہیں اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں جب کہ بہت سے امیروں اور مشہور لوگوں کے ماتم کرنے والے اس طرح کا برتاؤ نہیں کرتے۔

انہوں نے جو وراثت چھوڑی ہے وہ بہت کم ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی نعمتوں کی اکثریت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کر کے آخرت کی طرف منتقل کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ بھی انہوں نے چھوڑا ہے وہ دوسروں کے ہاتھ میں آجائے گا جو نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے جبکہ وہ، میت، اس کے حصول کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کسی شخص کا اہل و عیال اس کی قبر پر 2379 چھوڑ دیتے ہیں اور تنہا قبر میں اس کے اعمال ہی اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اعمال صالحہ حاصل کرنے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور ان کا غلط استعمال کرتے ہوئے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ وراثت کے طور پر بہت کم چھوڑ جاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے ساتھ آخرت کے لیے بہت کچھ لے جاتے ہیں تاکہ اپنی ضرورت کے وقت خود کو سہارا دے سکیں۔ باب 59 الحشر، آیت 18

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو۔ اور ہر نفس کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا "پیش کیا ہے۔"

آخر میں، وہ اپنے پیچھے بہت سی دنیاوی چیزیں نہیں چھوڑ سکتے، جیسے کہ مال اور جائیداد، لیکن وہ اپنے پیچھے نیکی کا ایک بہت بڑا ورثہ چھوڑ جاتے ہیں، جیسے جاری صدقہ اور مفید علم، جو ان کے مرنے کے بعد بھی انہیں فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

آخر میں، جو لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، انہیں اس زبانی دعوے کی عمل سے تائید کرنی چاہیے۔ عمل کے بغیر دعوے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ان میں سے ایک دلیل ان خصلتوں کو اپنانا ہے جو اس کی دوستی کا باعث بنتی ہیں۔ جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی کرے گا اسے آخرت میں اس کی صحبت نصیب ہوگی۔ باب 4 النساء آیت 69:

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء، " ثابت قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے۔

مادی دنیا - 16

صحیح بخاری نمبر 6514 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ دو چیزیں میت کو اس کی قبر پر چھوڑ دیتی ہیں اور اس کے پاس صرف ایک چیز باقی رہتی ہے۔ ان کو چھوڑنے والی دو چیزیں ان کا اہل و عیال اور مال ہیں اور ان کے پاس صرف ان کے اعمال باقی رہ جاتے ہیں۔

پوری تاریخ میں لوگوں نے ہمیشہ اپنی زیادہ تر کوششیں دولت اور خوش حال خاندان کے حصول پر مرکوز کی ہیں۔ حالانکہ اسلام ان چیزوں سے منع نہیں کرتا، جیسا کہ کسی کی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی کے لیے ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اسلام صرف مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے کہ وہ ان چیزوں کے لیے ان کی ضرورت سے زیادہ کوشش کریں اور ان صورتوں میں جب یہ چیزیں کسی کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتی ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔

اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے ضروری دولت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایسا خاندان حاصل کرنا چاہیے جو انہیں آخرت کی تیاری کے لیے ترغیب دے۔ جب اس طرح سے استعمال کیا جائے تو یہ دونوں اچھے کام سمجھے جاتے ہیں۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6373 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ اس ذہین شخص کی نشانی ہے جو اس چیز کو ترجیح دیتا ہے جو اس کی ضرورت کے وقت صبر اور مدد کرے یعنی نیک اعمال۔ دوسری طرف، جو اپنے مال اور رشتہ داروں کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکنے کی اجازت دیتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، انہیں قرآن پاک میں خسارے میں جانے والا قرار دیا گیا ہے۔ باب 63 المنافقون، آیت 9

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔ " اور جو ایسا کرے گا وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

کچھ لوگ غلط طور پر یہ مان سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں، جیسا کہ اس نے انہیں بڑی دولت اور خاندان سے نوازا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر کے ان کی الجھنوں کو دور کر دیا کہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور قریب وہی ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ باب: سبأ، آیت 37 34

اور تمہارا مال یا تمہاری اولاد تمہیں ہمارے مقام سے قریب نہیں کرتی بلکہ وہ ہے جو ایمان لائے " اور نیک عمل کیا۔"

قرآن پاک کے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو متنبہ کیا ہے کہ ان کے مال اور رشتہ دار ان کو آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتے جب تک کہ وہ صحیح دل کے ساتھ آخرت تک نہ پہنچیں۔ باب: 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس سچے دل کے "ساتھ آتا ہے۔"

صحیح دل کی تعریف طویل ہے لیکن سادہ الفاظ میں یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو خلوص نیت سے پورا نہ کریں، اس کی ممانعتوں سے باز نہ آئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا نہ کریں۔ اس پر درود ہو۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ مثبت خصوصیات کو اپناتے ہیں اور منفی خصوصیات کو ختم کرتے

ہیں۔ اچھے اخلاق کا حامل شخص اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے انہیں دی گئی ہیں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ ایک مضبوط روحانی دل اور جسم کا مالک ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، کسی کا مال آخرت میں صرف اسی صورت میں فائدہ مند ہو سکتا ہے جب وہ اسے جاری خیراتی منصوبوں پر خرچ کر کے آگے بھیج دیں۔ اس کی تصدیق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود ایک حدیث سے کی ہے۔ یہی حدیث بنی نوع انسان کو بتاتی ہے کہ نیک اولاد اپنے فوت شدہ والدین کی مغفرت کی دعا بھی قبول کی جائے گی۔ بدقسمتی سے، اس دن اور دور میں بہت سے بچے اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرنے کے لیے اپنی وراثت کی تلاش میں اتنے مصروف ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک صالح بچہ جو اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرتا ہے اس کی پرورش اس وقت تک ممکن نہیں جب تک والدین اپنی زندگی میں خود نیک اعمال انجام نہ دیں یعنی مثال کے طور پر رہنمائی نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ وہ اعمال صالحہ سے پرہیز کریں اور یہ امید رکھیں کہ ان کے اس سے نکل جانے کے بعد دوسرے ان کے لیے دعا کریں گے۔ دنیا انسان کو زندہ رہتے ہوئے نیک اعمال کی کوشش کرنی چاہیے اور پھر امید ہے کہ دوسرے ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے دعا کریں گے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آخرت کے لیے جو مال بھیجے گا وہی ان کو فائدہ دے گا۔ اس میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خرچ کرنا شامل ہے، جیسے کہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی پر خرچ کرنا، جیسے کہ اپنے بچوں کی تعلیم۔ تمام مال جو فضول یا گناہ کے کاموں پر خرچ ہوتا ہے وہ مالک کے لیے تنائو کا باعث بن جاتا ہے اور دونوں جہانوں میں ان کی سزا کا باعث بن سکتا ہے۔ لالچ کی وجہ سے صدقہ فطر کو روکنے والوں کو عبرتناک سزاؤں سے ڈرایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جو شخص اس سنگین گناہ کا مرتکب ہو گا قیامت کے دن اس کا سامنا ایک بہت بڑا زہریلا سانپ ہوگا جو اس کے گرد لپیٹے گا اور اسے مسلسل کاٹے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ دیا ہے اسے روکے رکھنے والے یہ خیال " نہ کریں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ ان کے لیے بدتر ہے۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے دن وہ "...گھیر لیا جائے گا جو انہوں نے روک رکھا تھا

سنن ابوداؤد نمبر 1658 میں ایک حدیث ہے جس میں تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کے دن جو سونا اور چاندی ہے اسے جہنم کے شعلوں میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کے جسموں کو داغ دیا جائے گا، اگر اس نے واجب صدقہ نہ کیا۔ اس پر صدقہ واجب ہے۔

مزید برآں، میت کی طرف سے چھوڑی گئی دولت دوسروں کے لیے چھوڑ دی جائے گی، جب کہ میت اسے جمع کرنے کا ذمہ دار ہے۔ غور طلب ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر مال کسی ایسے شخص کے لیے چھوڑ دے جو اس کے پاس رکھنے کے قابل نہ ہو اور اس طرح اس کا غلط استعمال کرے تو اس کے لیے بھی میت کو ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر کوئی اپنے پیچھے مال کسی ایسے شخص کے لیے چھوڑ جائے جو اسے صحیح طریقے سے خرچ کرتا ہے تو میت کو قیامت کے دن اس وقت بہت زیادہ پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا جب وہ اسے صحیح طریقے سے خرچ کرنے والے کو ملنے والے اجر عظیم کو دیکھیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 7420 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ انسان اپنے مال کو صرف تین طریقوں سے استعمال کر سکتا ہے۔ پہلا وہ مال ہے جو ان کے کھانے پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسرا مال وہ ہے جو ان کے کپڑوں پر خرچ کیا گیا اور آخری مال وہ ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کیا۔ باقی تمام دولت دوسرے لوگوں کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے جب کہ اس کو جمع کرنے کا ذمہ دار میت کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

مال جمع کرنا اور غلط طریقے سے مال خرچ کرنا انسان کو مادی دنیا سے محبت کرنے اور آخرت کو ناپسند کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنے پیارے مال کو پیچھے چھوڑنے کو ناپسند کرتا

ہے، جو اس کے مرنے کے بعد واقع ہوگا۔ جو آخرت کو ناپسند کرتا ہے وہ اس کے لیے مناسب تیاری نہیں کرتا۔ یعنی وہ ان نعمتوں کو استعمال نہیں کریں گے جو ان کو عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی سچا تقویٰ اختیار کرنا چاہتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ باب 3 علی عمران، آیت 92

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔“

حقیقت میں، دولت ایک عجیب ساتھی ہے کیونکہ یہ صرف کسی کو فائدہ پہنچاتا ہے جب وہ اسے چھوڑ دیتا ہے، مطلب، جب اسے صحیح طریقے سے خرچ کیا جاتا ہے

ایک شخص کو احمق کہا جائے گا اگر وہ بغیر کسی شرائط کے طویل سفر پر نکلے۔ اسی طرح جو اپنے مال کو آخرت کے طویل سفر کے لیے سامان کی صورت میں آگے نہیں بھیجتا وہ بھی بے وقوف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موت کے وقت انسان کو سب سے بڑا دکھ وہ ہوتا ہے جب اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنی محنت کی کمائی پیچھے چھوڑ کر خالی ہاتھ آخرت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ ایک مسلمان کو ہر حال میں اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔

نیک اعمال انجام دینا ہی انسان کی قبر کی تیاری کا واحد ذریعہ ہے کیونکہ وہاں سکون کی کوئی دوسری چیز نہیں ملے گی۔ درحقیقت یہ آخرت میں اپنے ابدی گھر کی تیاری کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس تیاری کو دنیاوی مادی دنیا کی تیاری پر ترجیح دینی چاہیے۔

ایک شخص کو احمق کہا جائے گا اگر اس کے پاس دو گھر ہوں اور وہ اپنی زیادہ تر کوششیں گھر کو خوبصورت بنانے میں صرف کرے جس میں وہ کم وقت صرف کرے، اسی طرح اگر کوئی مسلمان اس دنیا میں اپنے وقتی گھر کو خوبصورت بنانے میں زیادہ وقت اور محنت صرف کرے۔ آخرت کا ابدی گھر، وہ بھی بے وقوف ہیں۔ بعض کا یہ رویہ ہے، حالانکہ وہ تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ ان کا اس دنیا میں قیام مختصر اور نامعلوم مدت کے لیے ہے، جب کہ آخرت میں ان کا قیام ابدی ہے۔ یہ رویہ ایمان کے یقین کی کمی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس لیے جو بھی اس ذہنیت کا حامل ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کی تلاش اور اس پر عمل کرے تاکہ اس کے ایمان کے یقین کو مضبوط کیا جاسکے اس سے پہلے کہ وہ تمام بھلائیوں سے محروم آخرت تک پہنچ جائے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے ساتھ، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ان کی قبر کی تیاری کرتا ہے، وہ اس کی قبر کو پاتا ہے۔ کہ ان کی نیکیاں انہیں سکون فراہم کرتی ہیں جبکہ ان کے جمع کردہ گناہ ان کے اندھیرے قبر میں قیام کو مزید بدتر بنا دیتے ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق کمزوری کا وقت آنے سے پہلے ہی نیک عمل کرے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اصل حدیث میں بیان کی گئی حقیقت کو پہچانے اور اس لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کرے، قبل اس کے کہ وہ اس وقت تک پہنچ جائے جب عمل صالح کے لیے ان کی مزید مہلت دینے کی درخواست رد کر دی جائے۔ باب 63 المنافقون، آیات 10-11

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے کہ اے میرے رب کاش تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے تو میں صدقہ کر

دوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں "لیکن اللہ کسی جان کو اس کا وقت آنے پر کبھی تاخیر نہیں... کرے گا

انہیں اب اپنے اعمال پر غور کرنا چاہئے تاکہ وہ گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر لیں اور نیک اعمال کرنے کی کوشش کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں غور و فکر کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ باب 89 الفجر، آیت 23

"اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کے لیے کیا فائدہ ہوگا؟"

ہر ایک ان لوگوں پر غور کرے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کی ضرورت کے وقت ان کو تسلی دینے کے لئے زیادہ نیک اعمال انجام دینے میں ان کی نابلہی ہے۔ اس وقت کے آنے سے پہلے جلدی کرو اور ناگزیر کی تیاری کرو۔ باب 15 الحجر، آیت 99

”اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں یقین آجائے۔“

مادی دنیا - 17

جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ مال و دولت کی خواہش ایمان کے لیے دو بھوکے بھیڑیوں کی ہلاکت سے زیادہ تباہ کن ہے۔
بھیڑوں کا ایک ریوڑ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہی کسی مسلمان کا ایمان محفوظ رہے اگر وہ اس دنیا میں دولت اور شہرت کی تمنا کرے جس طرح دو بھوکے بھیڑیوں سے شاید ہی کوئی بھیڑ بچ سکے۔ لہذا اس عظیم مثال میں دنیا میں زیادہ دولت اور سماجی حیثیت کے بعد حرص کی برائی کے خلاف سخت تنبیہ ہے۔

دولت کی طلب کی پہلی قسم وہ ہے جب کسی کو دولت سے شدید محبت ہو اور وہ اسے حلال ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح کا برتاؤ کسی عقلمند کی نشانی نہیں ہے کیونکہ ایک مسلمان کو پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ ان کا رزق ان کے لیے ضامن ہے اور یہ تقسیم کبھی نہیں بدل سکتی۔ درحقیقت خلقت کا رزق زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مختص کیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ شخص بلاشبہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں میں کوتاہی کرے گا کیونکہ وہ دولت کے حصول میں بہت زیادہ مشغول ہے۔ جو جسم دولت کے حصول میں بہت زیادہ مصروف ہو وہ آخرت کے لیے کبھی بھی مناسب تیاری نہیں کر سکے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ درحقیقت یہ شخص زیادہ دولت کے حصول کے لیے اتنی محنت کرے گا کہ اسے لطف اندوز ہونے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے، وہ اس دنیا سے چلے جائیں گے اور اسے دوسرے لوگوں کے لئے لطف اندوز کرنے کے لئے چھوڑ دیں گے، اگرچہ وہ اس کے لئے جوابدہ ہوں گے۔ یہ شخص حلال طریقے سے دولت حاصل کر سکتا ہے لیکن پھر بھی اسے ذہنی سکون نہیں ملے گا کیونکہ وہ جتنا بھی حاصل کر لیں وہ صرف اور کی خواہش کرے گا۔ یہ شخص محتاج ہے اور اس لیے حقیقی مفلس ہے خواہ اس کے پاس بہت زیادہ مال ہو۔ چونکہ زیادہ دولت حاصل کرنے کی کوشش میں زیادہ دنیاوی دروازے کھولنا اور مصروفیات شامل ہیں، وہ جتنا زیادہ اپنی دولت بڑھانے کی کوشش کریں گے، اتنا ہی کم ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کریں گے۔ اور جتنا زیادہ وہ

ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں ان کی قسمت کے حصول میں دی گئی ہیں۔ صرف وہی جو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

ایک ہی خواہش جو فائدہ مند ہے وہ ہے حقیقی دولت جمع کرنے کی خواہش، یعنی اعمال صالحہ تاکہ واپسی کے دن کی تیاری ہو۔

دوسری قسم کی دولت کی طلب پہلی قسم کی طرح ہے لیکن اس کے علاوہ یہ قسم کے لوگ ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کے حقوق مثلاً صدقہ فطر ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس کے خلاف تنبیہ فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح مسلم نمبر 6576 میں موجود ایک حدیث میں آپ نے تنبیہ کی کہ اس روپے نے پچھلی امتوں کو تباہ کر دیا کیونکہ انہوں نے حرام چیزوں کو حلال کیا، دوسروں کے حقوق کو روکا اور مال کی زیادتی کی خاطر دوسروں کو قتل کیا۔ یہ شخص اس دولت کے لیے کوشش کرتا ہے جس کا وہ حقدار نہیں ہے جس سے بے شمار کبیرہ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ جب کوئی یہ رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ شدید لالچی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود ایک حدیث میں لالچی شخص اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ درحقیقت سنن نسائی نمبر 3114 میں پائی جانے والی ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ ایک سچے مسلمان کے دل میں شدید لالچ اور سچا ایمان کبھی جمع نہیں ہوگا۔

اگر کوئی مسلمان اس قسم کی حرص کو اپنائے تو اس کا شدید خطرہ ان پڑھ مسلمان پر بھی واضح ہے۔ یہ ان کے ایمان کو تباہ کر دے گا یہاں تک کہ سوائے تھوڑے کے کچھ باقی نہ رہے گا۔ جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کسی کے ایمان کی یہ تباہی دو بھوکے بھیڑیوں کی تباہی سے زیادہ شدید ہے جنہیں بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ مسلمان اپنی موت کے وقت اپنے پاس موجود تھوڑے سے ایمان کو کھونے کا خطرہ رکھتا ہے، جو کہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

ایک شخص کی شہرت اور رتبے کی خواہش اس کے ایمان کے لیے زیادہ دولت کی خواہش سے زیادہ تباہ کن ہے۔ ایک شخص اکثر اپنی محبوب دولت کو شہرت اور سماجی حیثیت کے حصول پر خرچ کرتا ہے۔

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص مقام و شہرت حاصل کر کے صحیح راستے پر قائم رہے جس کے تحت وہ مادی دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 6723 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص معاشرے میں لیڈر شپ جیسے مقام کا خواہاں ہے اسے خود اس سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا لیکن اگر کوئی اسے مانگے بغیر حاصل کرے گا تو اس کی مدد کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ، اس کی فرمانبرداری میں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایسے شخص کا تقرر نہیں کرتے تھے جو کسی منصب پر فائز ہونے کی درخواست کرتا ہو یا اس کی خواہش بھی ظاہر کرتا ہو۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6923 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ صحیح بخاری نمبر 7148 میں موجود ایک اور حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگ مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں گے لیکن قیامت کے دن ان کے لیے یہ بڑی پشیمانی ہوگی۔ یہ ایک خطرناک خواہش ہے کیونکہ یہ انسان کو اس کو حاصل کرنے کے لیے شدید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے اور پھر اس کو برقرار رکھنے کے لیے مزید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے، خواہ یہ ظلم اور دیگر گناہوں کا ارتکاب کرے۔

رتبہ کی خواہش کی بدترین قسم وہ ہے جب کوئی اسے مذہب کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2654 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ شخص جہنم میں جائے گا۔

لہذا ایک مسلمان کے لیے زیادہ مال و دولت اور اعلیٰ سماجی رتبے کی خواہش سے بچنا زیادہ محفوظ ہے کیونکہ یہ دو چیزیں ہیں جو ان کے ایمان کی تباہی کا باعث بنتی ہیں اور آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے سے غافل ہوتی ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے طریقوں سے عطا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

مادی دنیا - 18

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ کچھ مسلمان اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کسی کے ایمان اور مادی دنیا کو ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ملا کر چلنے کی ضرورت ہے بغیر کسی شخص کے دونوں میں انتہا درجے کی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس بیان کو دنیا کی حلال آسائشوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ان میں سے اکثر اس کو نہ تو سمجھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ قول صحیح ہے لیکن اس کا اطلاق ان دنیوی اور دینی معاملات پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ مثال کے طور پر جسم کو صحت مند رکھنے کے لیے کبھی کبھار ورزش کرنا جو کہ ایک شخص کو دیا جانے والا اعتماد ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے سے غافل ہو کر، اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کر کے دنیا کی حلال لذتوں سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، خواہ وہ معیاری واجبات کو پورا کرے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود حدیث کے مطابق علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے

اس کے علاوہ، ہاتھ میں ہاتھ ملا کر چلنا یہ تجویز کرے گا کہ ہر چیز کے لیے یکساں توجہ، کوشش اور وقت وقف کیا جائے۔ کتنے مسلمان ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مادی دنیا اور آخرت کی تیاری کے لیے یکساں محنت، توانائی اور وقت صرف کرتے ہیں؟ اگر وہ نہیں کرتے، اور زیادہ تر نہیں کرتے، تو وہ اس بیان کو کس طرح پورا کر رہے ہیں؟

ایک مسلمان کو اپنے آپ کو بیوقوف نہیں بنانا چاہئے کیونکہ زمین پر اس کا وقت محدود ہے اور جب وہ اس سے چلے جائیں گے تو انہیں دوسرا موقع نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ کم از کم یکساں وقت، محنت اور توانائی دونوں مادی دنیا اور آخرت کی تیاری کے لیے وقف کر کے اس قول کو پورا کرنے کی دیانتداری سے کوشش کریں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کچھ لوگ یہ استدلال کریں گے کہ عارضی ٹھکانہ اور ابدی ٹھکانہ کو برابر سمجھنا عقلمندی نہیں ہے۔

مادی دنیا - 19

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک متوازن زندگی کو برقرار رکھنے کی اہمیت پر غور کر رہا تھا جس کے تحت ایک مسلمان اس دنیا میں اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے، آخرت کے لیے مناسب تیاری کرتا ہے اور کبھی کبھار حلال لذت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک بہترین طریقہ ہے جس کو پورا کرنا بہت مشکل ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک تنگ رسی پر چلنا جس کے ذریعے انسان آسانی سے دونوں انتہاؤں میں سے کسی ایک میں گر سکتا ہے۔ ایک طرف وہ ہوتا ہے جب کوئی مادی دنیا پر بہت زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے جو اسے آخرت کی صحیح تیاری میں کوشش کرنے سے روکتا ہے۔ دوسرا پہلو وہ ہے جہاں انسان آخرت کی تیاری میں بہت کوشش کرتا ہے لیکن جدوجہد کرتا ہے اور اپنے دنیوی فرائض کی ادائیگی میں بھی ناکام رہتا ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اگرچہ ایک کامل توازن بہترین ہے، آخرت کی طرف مائل ہونا اس مادی دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ جیسا کہ آخرت کو پسند کرنے والے کو یہ دنیا مشکل ہو سکتی ہے لیکن آخرت میں ابدی کامیابی حاصل کرنے کے زیادہ امکانات ہیں۔ دوسری طرف جو دنیا کی طرف زیادہ جھکتا ہے وہ اس میں کامیاب ہو سکتا ہے لیکن آخرت میں اس کے ناکام ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں مادی دنیا کی طرف مائل ہونے کے مقابلے میں آخرت کی طرف مائل ہونا زیادہ محفوظ راستہ ہے۔ لہذا اگر کوئی مسلمان کامل توازن تلاش کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، جو کہ اکثریت کرتی ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ پر مہربان ہو اور آخرت کی طرف زیادہ مائل ہو تاکہ وہ عارضی دنیاوی کامیابی کے بجائے ابدی کامیابی حاصل کر سکے۔

باب 87 العلا، آیات 16-17

”لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔“

مادی دنیا - 20

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اپنا مال کھونے سے ڈرنا معمول کے رویے کا حصہ ہے۔ درحقیقت، عام طور پر یہ کہتے ہوئے کہ جس کے پاس جتنا زیادہ مال ہوگا اتنا ہی وہ انہیں کھونے سے ڈرے گا اور جتنا کم اس کے پاس ہوگا وہ اتنا ہی کم ڈرے گا۔ یہ بالکل اُس شخص کی طرح ہے جو آدھی رات کو بہت سی قیمتی چیزیں جیسے کہ ایک مہنگا فون اور ٹیبلیٹ اپنے پاس رکھتے ہوئے باہر نکلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شخص کو اپنے مال کے کھونے کا زیادہ خوف اس شخص کے مقابلے میں ہوگا جو آدھی رات کو اپنے گھر سے کوئی قیمتی چیز نہ لے کر نکلے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس دنیاوی اور ابدی آخرت کے حوالے سے اس کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔ جس کے پاس دنیا کی بہت سی چیزیں ہوں جو اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں، جیسے کہ اس نے زیادہ مال جمع کر رکھا ہے، وہ ہمیشہ اس دنیا سے جانے کا خوف رکھتا ہے موت کے ذریعے اور دنیا کی پریشانیاں اس کے مقابلے میں جس کے پاس دنیا کی کم چیزیں ہیں۔ یہ خوف ان چیزوں کا مقصد ہی ختم کر دیتا ہے جو ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنا ہے۔ درحقیقت، دماغ اور جسم کا سکون حاصل کرنا ہی اس مادی دنیا میں لوگوں کی کوششوں کی وجہ ہے۔ لیکن اس خوف کو دور کرنے کے لیے ایک مسلمان کو جسمانی طور پر خالی ہاتھ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں صرف روحانی طور پر اپنے مال سے الگ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی اس مادی دنیا سے صرف اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے لے جاتا ہے اور پھر اپنی باقی دنیاوی نعمتوں کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کر کے آخرت کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ان کے پاس ان کے سامان کے بجائے وہ واقعی اپنے مال کے مالک ہیں۔ اس سے ان کے مال کے کھونے کا خوف بھی دور ہو جائے گا کیونکہ وہ پہلے ہی انہیں محفوظ رکھنے کے لیے آخرت کے لیے بھیج چکے ہیں۔ اس سے وہ اس دنیا اور آخرت میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کر سکیں گے۔

مادی دنیا - 21

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک واقعہ جو امام اصفہانی کی کتاب ہلیات الاولیاء نمبر 510 میں درج ہے کہ عظیم صحابی ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا ہاتھ ایک امیر اور طاقتور شخص سے نکاح میں دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ اس نے ایسا صرف اس لیے کیا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اس کی بیٹی اس دنیا کی زیادتیوں اور آسائشوں میں گم ہو جائے گی جس سے بلاشبہ اس کے ایمان کو نقصان پہنچے گا۔

یہ عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نے اس کے برعکس ذہنیت کیسے اختیار کی ہے۔ اور اکثر امیر اور بااثر لوگوں کے ساتھ تعلقات میں شامل ہونے کے لیے تلاش کرتے ہیں۔ وہ اکثر اپنے ایمان کی مضبوطی کے بارے میں کم فکر مند ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے خاندانوں سے رابطہ قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں جس کی خاص طور پر صحیح مسلم نمبر 3635 میں موجود حدیث میں نصیحت کی گئی ہے۔ اپنے رشتہ دار کی مالی مدد نہیں کر سکتے لیکن ساتھ ہی ساتھ انہیں اپنے رشتہ دار کے لیے مناسب شریک حیات تلاش کرنے کے لیے دولت اور سماجی حیثیت کو اپنا واحد معیار نہیں بنانا چاہیے۔

یہ واقعہ ہر حال اور حالات میں ایمان پر غور کرتے ہوئے ہمیشہ دوسروں کے لیے بھلائی تلاش کرنے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو صرف ایسے حالات میں آنا چاہیے جب وہ پختہ یقین رکھتا ہو کہ اس کے ذریعے اس کا ایمان مضبوط ہو گا یا کم از کم اس کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر انہیں شبہ ہو کہ ایسا ہو سکتا ہے تو انہیں ہر قیمت پر اس سے بچنا چاہئے کیونکہ تمام دنیاوی چیزیں آتی جاتی رہتی ہیں لیکن ایمان کی قوت وہ چیز ہے جو آخرت میں ان کی آخری اور دائمی منزل کا تعین کرتی ہے اس لئے اس کی ہمیشہ حفاظت کرنی چاہئے۔

مادی دنیا - 22

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو صرف ایک دل دیا ہے۔ اس لیے اس کے اندر دو متضاد چیزیں بیک وقت نہیں رہ سکتیں جس طرح آگ اور برف ایک برتن میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یہ اسی طرح ہے کہ کس طرح مشرق کی طرف جانے والا مسافر لامحالہ مغرب سے مزید دور چلا جائے گا۔ اسی طرح آخرت اور مادی دنیا دو متضاد ہیں۔ اس لیے وہ ایک ہی وقت میں کسی ایک شخص کے دل میں نہیں رہ سکتے۔ مادی دنیا سے جتنی زیادہ محبت اور عملی طور پر کوشش کرے گا وہ آخرت کے لیے اتنی ہی کم محبت اور عملی طور پر کوشش کرے گا۔ یہ ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں خود کو بیوقوف نہیں بنانا چاہئے کہ یہ ممکن ہے۔ دونوں کبھی ایک دل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ایک ہمیشہ دوسرے پر غالب آئے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی یہ مانتا ہے کہ وہ اس مادی دنیا کی حلال زیادتی میں ملوث ہو سکتا ہے تو اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سب سے پہلے یہ ان کی آخرت کی تیاری سے توجہ ہٹا دے گا۔ دوم، یہ ان کو حرام سے اتنا قریب کر دے گا کیونکہ حلال چیزوں میں ملوث ہونا عموماً حرام کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ اس ذہنیت سے بچنے والا اپنے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باب: الا علی، آیات 16-17 87

"لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جب کہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔"

مادی دنیا - 23

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگر کسی شخص کو کسی ملک کو عبور کرنا ہو اور اسے چننے کے لیے مختلف راستے پیش کیے جائیں، جیسے کہ خطرناک جنگل یا پہاڑ کے اوپر سے یا زیر زمین غار سے گزرنا ہو تو ایک ذہین انسان یقیناً آسان اور آسان راستہ کا انتخاب کرے گا۔ اس سے وہ دماغ اور جسم کا سکون حاصل کرتے ہوئے اپنی منزل تک بحفاظت پہنچ سکیں گے۔ صرف ایک احمق ہی ایک مشکل اور خطرناک راستے کا انتخاب کرے گا، جو خود پر غیر ضروری بوجھ ڈالے گا۔

درحقیقت ہر شخص اس دنیا کے سفر پر ہے اور اس کی منزل آخرت ہے۔ اس لیے ایک ذہین مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس دنیا کے راستے کا انتخاب کرے جو آخرت تک پہنچنے کے لیے آسان اور سیدھا ہو۔ یہ راستہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے اور اس مادی دنیا سے صرف اور صرف تکمیل کے لیے لے جانے پر مشتمل ہے۔ ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات فضول خرچی یا اسراف کے بغیر۔ اس سے وہ ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرتے ہوئے بحفاظت آخرت تک پہنچ سکیں گے۔ لیکن جتنا زیادہ انسان اس مادی دنیا کی زیادتی میں مبتلا ہو جائے گا اور غیر ضروری طور پر اپنے آپ کو لوگوں اور ان کی خواہشات کے لیے وقف کر دے گا اس کا سفر اتنا ہی مشکل ہوتا جائے گا۔ یہ رویہ انہیں صرف ذہنی اور جسمانی سکون سے محروم کر دے گا اور ان کے محفوظ طریقے سے آخرت تک پہنچنے کے امکانات کو کم کر دے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ زندگی ایک سفر ہے لہذا انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ پر مہربانی کریں اور آخرت میں محفوظ طریقے سے پہنچنے کے لیے آسان اور آسان راستے کا انتخاب کریں جس سے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل ہو۔

مادی دنیا - 24

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حسد نے بہت سے مسلمانوں کو متاثر کیا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2510 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر، یہ مسلمانوں کو بھلائی کی حمایت کرنے کے اہم فریضے کو پورا کرنے سے روکتا ہے، قطع نظر اس کے کہ یہ کام کون کرتا ہے کیونکہ غیرت مند شخص دوسروں کی مدد کرنے کی خواہش نہیں رکھتا کیونکہ انہیں یقین ہے کہ معاشرے میں دوسرے شخص کا درجہ ان کے اپنے سے بڑھ جائے گا۔

ایک مسلمان کو اپنے کردار سے حسد کو دور کرنے کے لیے قدم اٹھانا چاہیے۔ ایک چیز جو اس مقصد میں مدد کر سکتی ہے وہ ہے اس پر قناعت کرنا جو انسان کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی خواہشات کے مطابق نہیں دیتا کیونکہ یہ ان کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ وہ اس کے بجائے وہ دیتا ہے جو ہر شخص کے ایمان کے لیے بہترین ہے۔ اس کو سمجھنا دوسروں کے پاس موجود حسد کو ختم کر سکتا ہے۔ کتنے مسلمانوں نے ایسی دولت حاصل کی جس سے ان کا ایمان ٹوٹ گیا؟ اور کتنے مسلمانوں کو قیامت کے دن معاف کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر سے امتحان لیا؟ باب 2
البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

دوسری بات سمجھنے کی یہ ہے کہ چونکہ یہ مادی دنیا محدود ہے اس کے اندر موجود چیزوں پر حسد کرنا آسان ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان آخرت کا ارادہ رکھتا ہے اور اسے مادی دنیا کی زیادتی پر ترجیح دیتا ہے تو یہ ان سے حسد دور کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ آخرت کی نعمتیں لامحدود ہیں اس لیے حسد کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ درحقیقت گھومنے پھرنے کی بہت سی نعمتیں ہیں، وہ کبھی ختم

نہیں ہوں گی۔ لیکن دنیا میں پائی جانے والی محدود چیزوں کا جتنا زیادہ مقصد اور خواہش کرے گا وہ اتنا ہی زیادہ غیرت مند ہوگا۔

مادی دنیا - 25

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں مادی دنیا کے بارے میں سوچ رہا تھا اور زیادہ تر لوگ اس کے لیے جتنی محنت کرتے ہیں اس کے مقابلے میں کسی کے مذہب کے لیے کی گئی کوششوں کے مقابلے میں۔ اگر کوئی مادی دنیا کا مشاہدہ کرے، جیسا کہ فلم انڈسٹری، تو اسے معلوم ہوگا کہ اس سے وابستہ لوگ کامیابی کے حصول کے لیے بہت زیادہ محنت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، لوگ نہ صرف ایک فلم بنانے میں ان گنت گھنٹے اور لاکھوں پاؤنڈ خرچ کرتے ہیں بلکہ اس کی تکمیل کے بعد وہ اس کی تشہیر میں مزید محنت اور پیسہ لگاتے ہیں۔ مشہور شخصیات میٹنگ یا انٹرویو کی خاطر پوری دنیا کا سفر کرتی ہیں جو صرف اپنے کام کی تشہیر کے لیے ایک گھنٹے سے بھی کم وقت کا ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے، یہ بالکل واضح ہے کہ اکثر مسلمان اپنے مذہبی امور میں اس کوشش کا ایک حصہ بھی وقف نہیں کرتے ہیں، جیسے کہ اپنے ایمان کو مضبوط کرنے یا اسلام کی تبلیغ میں۔ سوشل میڈیا دنیاوی چیزوں سے بھرا ہوا ہے جس کے لیے لوگوں نے بہت زیادہ وقت اور پیسہ وقف کر رکھا ہے جس کا مشاہدہ کرنے والے ہر شخص کے لیے عیاں ہے۔ جبکہ سوشل میڈیا پر اسلامی تعلیم کے لیے وقف کردہ رقم اور کوشش اس کا ایک حصہ ہے۔ اسلام مسلمانوں کو دنیا کو مکمل طور پر ترک کرنے کی تعلیم نہیں دیتا جیسا کہ کسی کے حلال رزق کو جمع کرنے کے لیے ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان ایمانداری کے ساتھ اپنی زندگی اور روزمرہ کے کاموں کا جائزہ لے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ ان کی محنت، مال اور وقت کی اکثریت مادی دنیا کے لیے وقف ہے۔ ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے جو اپنا زیادہ تر وقت اسلام اور آخرت کی تیاری میں لگاتا ہو۔ اگر لوگ دنیاوی چیزوں جیسے فلمیں بنانے میں اتنی محنت اور پیسہ وقف کر سکتے ہیں، حالانکہ یہ دنیاوی چیزیں ہیں مسلمانوں کو ابدی آخرت کے لیے اس سے بھی زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ یہ دنیا دار لوگ اپنے دنیاوی منصوبوں کے لیے بہت زیادہ محنت کرتے ہیں اور اسی لیے کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ اگر مسلمان دنیا اور آخرت میں حقیقی کامیابی چاہتے ہیں تو انہیں بھی آخرت کی تیاری میں وقت اور توانائی صرف کرنی چاہیے۔ یہ یقین کرنا سراسر بے وقوفی ہے کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کم سے کم کوشش کر کے یا کوئی کوشش نہ کر کے دنیا اور آخرت کی نعمتیں حاصل کر سکتا ہے، جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے پرہیز اور سامنا کرنا شامل ہے۔ صبر کے ساتھ تقدیر۔ اگر دنیاوی کامیابی بغیر محنت کے حاصل نہیں ہو سکتی تو مسلمان

کیسے یقین کر سکتا ہے کہ وہ بغیر محنت کے دینی کامیابی حاصل کر لے گا؟ باب 87 العلا، آیات 16-17:

"لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جب کہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔"

مادی دنیا - 26

کہ لوگ اس یہ سمجھیں کو ضروری ہے۔ میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ مادی دنیا میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو بھی اس دنیا میں حاصل کرنا ممکن نہیں کیونکہ اسے مادی دنیا میں نہیں رکھا گیا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اگرچہ یہ حقیقت بہت سے لوگوں کو نظر انداز کر دیتی ہے، یہ بالکل واضح ہے کہ اس مادی دنیا میں انسان جتنا زیادہ کوشش کرتا ہے، اس کے لیے مادی دنیا کے اتنے ہی دروازے کھلتے ہیں۔ ایک دنیاوی کام کو پورا کرنے سے دس دوسرے کام ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص ایک مصروفیت سے دوسرے مشغلے میں چلا جاتا ہے جس کا کوئی انجام نظر نہیں آتا جب تک کہ وہ اس دنیا سے رخصت نہ ہو جائے۔ اس دنیا میں سکون حاصل کرنے کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس مسلمان کو اللہ عزوجل کی طرف سے ذہنی سکون ملے گا۔ لیکن پھر بھی یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حقیقی ذہنی سکون صرف آخرت میں ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کی زندگی خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو خواہ وہ اس مقام پر پہنچ جائے جہاں ان پر کوئی دنیوی یا دینی ذمہ داریاں نہ ہوں کیوں کہ اس نے ان سب کو برطرف کر دیا ہے اور اس کے بعد بھی ان کے پاس کوئی اور چیز نہیں ہے موت کی حقیقت، قبر اور قیامت کا دن انہیں حقیقی دیرپا امن حاصل کرنے سے روک دے گا۔ لہذا ایک مسلمان کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ زندگی سے نمٹنے کے دوران صبر کرنے میں مدد کرتا ہے اور اس سے کیا حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک مسلمان کو آخرت کی تیاری کے لیے کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ پناہ کے باغات حاصل کر کے حقیقی پائیدار امن حاصل کر سکے۔ ایک ابدی آرام گاہ۔

مادی دنیا - 27

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ ان کے پاس موجود ہر نعمت جیسے مال یا اولاد، ان کے ہاتھ میں ہونی چاہیے نہ کہ ان کے دل میں۔ اس کے حصول کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کیا جائے نہ کہ اپنی خواہش کے مطابق۔ مثال کے طور پر کوشش کرنی چاہیے کہ اپنا مال صرف ان چیزوں پر خرچ کرے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے، جیسے کہ انسان کی اپنی ضروریات اور اس کے محتاجوں کی ضرورتوں پر، جب کہ فضول خرچی اور اسراف سے پرہیز کیا جائے۔ یہ رویہ نعمت کے معنی سے وابستہ ہونے سے روکے گا، یہ یقینی بنائے گا کہ برکت ان کے دل کی بجائے ان کے ہاتھ میں رہے گی۔ یہ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ایک اہم تصور ہے کیونکہ یہ کسی کو نعمت سے زیادہ وابستہ ہونے سے روکتا ہے۔ جیسا کہ ہر دنیوی نعمت ختم ہونے والی ہے یہ رویہ انسان کو ضرورت سے زیادہ اداس معنی بننے، غمگین اور افسردہ ہونے سے روکے گا جب یہ آخر کار ہوتا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں نعمت کو ہاتھ میں رکھنا غم کا باعث بن سکتا ہے جب وہ اسے کھو دیتا ہے لیکن یہ اداسی اسلام میں قابل قبول ہے اور بے صبری اور ذہنی عارضے کا باعث نہیں بنتی، جیسا کہ ڈپریشن، جو شدید غم یعنی غم کا باعث بنتا ہے۔

اس کے علاوہ، یہ رویہ کسی کو اس نعمت کا غلط استعمال کرنے سے روکتا ہے جو اکثر اس وقت ہوتی ہے جب وہ ہاتھ کی بجائے کسی کے دل میں ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر غیر ضروری طور پر دولت جمع کرنا اور لالچ سے زیادہ جمع کرنا۔ اس تصور کی طرف باب 57 الحديد، آیت 23 میں اشارہ کیا گیا ہے

تاکہ تم اس چیز پر نا امید نہ ہو جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس پر "فخر نہیں کریں گے۔"

چیزوں کو اپنے دل کی بجائے ہاتھ میں رکھنا یقینی بنائے گا کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ نعمت اللہ تعالیٰ کی ہے، ان کی نہیں۔ یہ ایک بار پھر بے صبری کو روکتا ہے جب کوئی بالآخر اسے کھو دیتا ہے۔ اس کی طرف سورہ البقرہ کی آیت نمبر 156 میں اشارہ کیا گیا ہے

”جو جب ان پر کوئی آفت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔“

لہذا ایک مسلمان کو ہر نعمت کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ ان کے دل کے بجائے ان کے ہاتھ میں رہے جس میں حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔

مادی دنیا - 28

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب لوگ، خواہ ان کے عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، چھٹی پر جاتے ہیں تو وہ صرف اپنی ضرورت کی چیزیں پیک کرتے ہیں اور شاید تھوڑا سا اضافی لیکن وہ اوور پیکنگ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ساتھ جو رقم بھی لے جاتے ہیں وہ اپنے بیرون ملک قیام کے حوالے سے محدود کرتے ہیں۔ جب وہ آتے ہیں تو وہ اکثر ایسے ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں جس میں عام طور پر چند ایکسٹرا کے ساتھ رہنے کی بنیادی ضروریات ہوتی ہیں۔ اگر انہیں یقین ہے کہ وہ مستقبل میں کبھی بھی اسی منزل پر واپس نہیں آئیں گے تو وہ کبھی گھر نہیں خریدیں گے کیونکہ وہ دعویٰ کریں گے کہ ان کا قیام مختصر ہے اور وہ واپس نہیں آئیں گے۔ انہیں چھٹی کے دوران یہ دعویٰ کرتے ہوئے نوکری نہیں ملتی کہ ان کا قیام مختصر ہے لہذا انہیں زیادہ پیسے کمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ شادی نہیں کرتے اور نہ ہی بچوں کا دعویٰ کرتے ہیں کہ چھٹیوں کی منزل ان کا وطن نہیں ہے جہاں وہ شادی کریں گے اور بچے ہوں گے۔ عام طور پر، یہ چھٹی بنانے والوں کا رویہ اور ذہن سازی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ مسلمان واقعی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، یعنی ان کا دنیا میں قیام بھی عارضی ہے جیسا کہ چھٹیوں پر ہوتا ہے، اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کا آخرت میں قیام ہمیشہ کے لیے ہے، لیکن وہ اس کے لیے مناسب تیاری نہیں کرتے۔ اگر انہیں واقعی یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کے پاس کم وقت ہے، اسی طرح چھٹی کی طرح، تو وہ اپنے گھروں پر زیادہ محنت نہیں کریں گے اور اس کے بجائے ایک سادہ گھر پر مطمئن رہیں گے جیسا کہ مسافر جو ایک سادہ ہوٹل سے مطمئن ہے۔ تو حقیقت میں، یہ دنیا مثال کے طور پر ابھی تک چھٹیوں کی منزل کی طرح ہے، مسلمان اسے ایک جیسا نہیں سمجھتے۔ اس کے بجائے، وہ ابدی آخرت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی دنیا کو سنوارنے میں اپنی زیادہ تر کوششیں وقف کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ یقین کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کچھ مسلمان درحقیقت دائمی آخرت پر یقین رکھتے ہیں جب کوئی دیکھتا ہے کہ وہ دنیاوی دنیا کے لیے کتنی کوششیں کرتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممنوعات سے اجتناب کرتے ہوئے اور دنیا کی ضروریات کے حصول اور اس سے استفادہ کرنے پر راضی رہتے ہوئے صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کی کوشش کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآله وسلم نے صحیح بخاری کی حدیث نمبر 6416 میں مسلمانوں کو اس دنیا میں مسافروں کی طرح زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چھٹی کی منزل

مادی دنیا - 29

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک بچے کی مشہور شخصیت کی اچانک موت کی اطلاع دی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ لوگوں کو یقین ہے کہ وہ کسی بھی لمحے مر سکتے ہیں، پھر بھی اکثریت کا برتاؤ ایسا ہے جیسے وہ لمبی زندگی گزاریں گے۔ کچھ لوگ اس مادی دنیا کے لیے اپنی کوششیں اس حد تک وقف کر دیتے ہیں کہ اگر انہیں لمبی عمر بھی مل جائے تو وہ اس دنیا سے زیادہ حاصل کرنے کی خاطر مزید کوشش نہیں کر سکتے۔ بدقسمتی سے، مسلمان آخرت کی تیاری میں اس یقین سے تاخیر کرتے ہیں کہ وہ مستقبل میں ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ اکثر اس تیاری میں تاخیر کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اچانک ان کو بغیر تیاری کے موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس تیاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ چاہے وہ کتنے ہی عرصے تک زندہ رہیں، زندگی ایک دم سے گزر جاتی ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ وہ ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر ابدی آخرت کی تیاری کریں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا کو مکمل طور پر ترک کر دیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ آخرت کی تیاری کو ترجیح دیں، صرف مادی دنیا سے اپنی ضرورت کو لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ یہ رویہ انہیں دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے اور اگلے کے لیے بھی مناسب تیاری کرنے کا موقع دے گا۔ ایک مسلمان آخرت کی تیاری میں صرف اس وجہ سے ناکام ہوتا ہے کہ وہ اس مادی دنیا کی زیادتی کے پیچھے بھاگتا ہے، نہ کہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنے سے، کیونکہ یہ آخرت کی تیاری کا ایک حصہ ہے۔

ایک مسلمان کو صحیح مسلم نمبر 7424 میں موجود حدیث کو یاد رکھنا چاہئے جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں صرف ایک شخص کا عمل اس کے ساتھ ہو گا جب کہ اس نازک لمحے میں

اس کا اہل و عیال انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمان کو اس چیز کو ترجیح دینی چاہیے جو اس کی ضرورت کے وقت ان کی مدد کرے۔

مسلمانوں کو آخرت کی تیاری میں دیر نہیں کرنی چاہیے ورنہ وہ بغیر تیاری کے اچانک موت کا سامنا کر سکتے ہیں کیونکہ موت کسی خاص عمر یا وقت پر نہیں آتی۔ اگر وہ تیاری کرنے میں ناکام رہتے ہیں، تو ان کے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں بچے گا جب کہ پچھتاوا انہیں فائدہ نہیں دے گا۔
باب 89 الفجر، آیات 23-24

اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کو یاد کیسے آئے گا؟ وہ کہے گا، "کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔"

مادی دنیا - 30

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے زندگی کے دباؤ اور ذہنی عارضوں جیسے ڈپریشن سے متاثر ہوئے بغیر ان سے کیسے گزرنا ہے کے بارے میں بتایا۔ ایک چیز جو اس کو حاصل کرنے میں ایک مسلمان کی مدد کر سکتی ہے وہ یہ سمجھنا ہے کہ ان کے پاس موجود ہر دنیوی نعمت صرف ایک ذریعہ ہے جو انہیں آخرت تک محفوظ طریقے سے پہنچنے میں مدد فراہم کرے۔ یہ اپنے آپ میں ایک اختتام نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، دولت ایک ایسا ذریعہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے استعمال کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، ان کی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنا چاہیے۔ یہ اپنے آپ میں کوئی حتمی یا حتمی مقصد نہیں ہے۔

اس سے نہ صرف ایک مسلمان کو آخرت پر توجہ مرکوز رکھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ جب بھی وہ دنیاوی نعمتوں سے محروم ہوتے ہیں تو یہ ان کی مدد کرتا ہے۔ جب ایک مسلمان ہر دنیاوی نعمت جیسے کہ بچہ کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتا ہے تو اس کے ضائع ہونے کا ان پر اتنا نقصان دہ اثر نہیں ہوگا۔ وہ اداس ہو سکتے ہیں، جو کہ ایک قابل قبول جذبہ ہے، لیکن وہ غمگین نہیں ہوں گے، جو بے صبری اور دیگر ذہنی مسائل، جیسے ڈپریشن کا باعث بنتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پختہ یقین رکھتے ہیں کہ جو دنیاوی نعمت ان کے پاس تھی وہ صرف ایک ذریعہ ہے، اس لیے اسے کھونے سے حتمی مقصد یعنی جنت میں نقصان نہیں ہوتا، جس کا نقصان تباہ کن ہے۔ لہذا، اب بھی حتمی مقصد پر توجہ مرکوز رکھنا انہیں غمگین ہونے سے روکے گا۔

اس کے علاوہ، وہ یہ سمجھیں گے کہ جس چیز کو انہوں نے کھویا وہ صرف ایک ذریعہ تھا، اسی طرح وہ پختہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے آخری مقصد تک پہنچنے اور اس کی تکمیل کے لیے دوسرے ذرائع فراہم کیے جائیں گے۔ اس سے وہ غم سے بھی بچیں گے۔ جبکہ جو شخص اپنی دنیوی نعمتوں کو وسیلہ کے بجائے آخری مقصد سمجھتا ہے، وہ اس کے کھو

جانے پر شدید غم کا شکار ہو گا کیونکہ اس کا پورا مقصد اور مقصد ضائع ہو گیا ہے۔ یہ غم ڈپریشن اور دیگر ذہنی مسائل کا باعث بنے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاس موجود ہر نعمت کو آخرت تک محفوظ طریقے سے پہنچنے کا ذریعہ سمجھیں نہ کہ اپنے آپ میں خاتمہ۔ یہ رویہ عملی طور پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ عطا کی گئی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح کوئی بھی چیزوں کو ان کے قبضے میں رکھے بغیر حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح وہ دنیاوی چیزوں کو اپنے ہاتھ میں رکھ سکتے ہیں نہ کہ اپنے روحانی دلوں میں۔

مادی دنیا - 31

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ لوگ کس طرح کامل زندگی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ زیادہ تر لوگوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ بالکل واضح ہے کہ وہ اپنی مادی دنیا کو سنوارنے کے لیے سخت کوشش کرتے ہیں۔ درحقیقت، بہت سے لوگ اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے آگے بڑھتے ہیں تاکہ یہ کامل اور مستقل ہو جائے۔ مثال کے طور پر، لوگ کامل گھر بنانے کی کوشش میں بڑی مقدار میں دولت خرچ کرتے ہیں جبکہ اس امید کے ساتھ کہ یہ برقرار رہے گا۔ کمپنیاں کامل اور لازوال ہونے کی لوگوں کی اس خواہش سے اربوں کماتی ہیں، جیسے کاسمیٹک کمپنیاں۔ کچھ لوگ وقت کو ٹالنے اور کمال حاصل کرنے کی کوشش میں تکلیف دہ آپریشن برداشت کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی روح کے اندر کوئی ایسی چیز ہے جو کمال اور دوام کی خواہش رکھتی ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انسان کتنے ہی وسائل استعمال کرے اور کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے، یہ دونوں چیزیں یعنی کمال اور دوام، اس دنیا میں حاصل نہیں ہوتیں۔ یہ اندرونی خواہش لوگوں کے اندر اس لیے رکھی گئی تھی کہ وہ ایک ایسی جگہ پر جہاں ان کا وجود ہو، یعنی آخرت میں کاملیت اور دوام کے لیے کوشش کریں۔

بدقسمتی سے، کچھ لوگوں نے اس خواہش کو غلط سمجھا اور اسے غلط جگہ دی۔ لہذا مسلمانوں کو یہ غلطی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کرتے ہوئے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اس خواہش کو صحیح جگہ پر رکھنا چاہیے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ تبھی وہ اس خواہش کو پورا کر سکیں گے اور حقیقی کمال اور دوام حاصل کر سکیں گے۔

مادی دنیا - 32

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے چوروں کے ایک گروہ کے بارے میں اطلاع دی جو پولیس کی طرف سے چوری کی گئی جائیداد کو برآمد کرنے کے بعد پکڑے گئے اور جیل بھیج دیا گیا۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ درحقیقت چوروں کے لیے بدتر صورت حال ہے کیونکہ انہیں نہ صرف جیل بھیجا گیا بلکہ وہ رہائی کے بعد چوری کی گئی دولت سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکیں گے۔ مطلب، ان کے پاس کوئی چیز چوری کرنے پر فیصلہ کیا گیا اور جیل کی سزا سنائی گئی۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے، جیسا کہ کوئی یہ بحث کر سکتا ہے کہ اگر چوروں کو سزا دی جاتی اور ان کے پاس جائیداد چوری کرنے کے جرم میں جیل بھیج دیا جاتا تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہوتا، کیونکہ وہ جیل سے رہا ہونے کے بعد اس سے لطف اندوز ہو سکتے تھے۔

مسلمانوں کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ قیامت کے دن ان کے اعمال کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا، دنیاوی اور مذہبی دونوں۔ لیکن بڑا اور اہم فرق یہ ہے کہ ان کے دنیاوی اعمال جیسے کہ غیر ضروری اور زائد مال و جائیداد کا حصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاک میں مل جائے گا۔ باب: الکہف، آیات 7-18

بے شک ہم نے زمین کی چیزوں کو اس کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں سے " کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور جو کچھ اس پر ہے ہم اسے ایک بنجر زمین بنا دیں گے۔

جس طرح ان چوروں کو جن کو جائیداد کی سزا دی گئی تھی وہ اب ان کے پاس نہیں رہے تھے، اسی طرح لوگوں کو ان کے دنیاوی اعمال اور اس مال کے بارے میں سزا دی جائے گی جو ان کے پاس نہیں ہیں۔ کیا کوئی دنیاوی چیزوں پر جہنم میں بھیجے جانے کا تصور کر سکتا ہے، جیسے کہ شہرت اور خوش قسمتی، جو اب ان کے پاس نہیں ہے؟ صرف وہی چیزیں جو قیامت کے دن بھی ان کے قبضے میں ہوں گی اور جو ان کی سب سے بڑی ضرورت کے وقت ان کی مدد کریں گی وہ ان کے مذہبی اعمال ہیں جو ان نعمتوں کو استعمال کرنے کا نتیجہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنی کوششوں کی اکثریت کہاں وقف کرے۔ یا تو دنیاوی چیزوں اور اعمال کی طرف جو اس مادی دنیا کے ساتھ فنا ہو کر خاک ہو جائیں گے جب کہ وہ ان پر حساب کا سامنا کر رہے ہیں یا اپنی کوششوں کا زیادہ تر حصہ دینی کاموں کے لیے وقف کر دیں گے جو انہیں ایک عظیم دن پر صحبت، پناہ اور مدد فراہم کریں گے۔ باب 18 الکہف، آیات 103-104

"کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والوں کے بارے میں بتائیں گے؟"

مادی دنیا - 33

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دنیاوی مسائل سے نمٹنے کے دوران مثبت ذہن رکھنے کی اہمیت کے بارے میں بتایا۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ صحیح ادراک پیدا کریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کر سکیں، جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ اس پر درود ہو۔ اس کے نتیجے میں ایک شخص کو دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسم کا سکون حاصل ہوتا ہے، کیونکہ یہ انسان کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو انہیں اللہ: باب 16 النحل، آیت 97 تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

یہ صحیح ادراک وہی ہے جو نیک پیشرووں کے پاس تھا اور یہی وہ چیز ہے جس نے انہیں مادی دنیا کی اضافی آسائشوں سے بچنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی ترغیب دی۔ یہ ایک اہم خصوصیت ہے اور اسے دنیاوی مثال سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ دو لوگ بہت پیاسے ہیں اور ایک کپ گدلا پانی کے پاس آتے ہیں۔ وہ دونوں اسے پینا چاہتے ہیں اگرچہ وہ پاک نہ ہو اور خواہ اس کا مطلب یہ ہو کہ اس پر جھگڑنا پڑے۔ جیسے جیسے ان کی پیاس بڑھتی جاتی ہے، وہ گندے پانی کے پیالے پر جتنا زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہیں، اس حد تک کہ وہ ہر چیز پر توجہ کھو دیتے ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی اپنی توجہ ہٹا کر صاف پانی کے ایک دریا کو دیکھے جو کچھ ہی فاصلے پر تھا، تو وہ فوراً پانی کے پیالے پر توجہ کھو دیں گے، یہاں تک کہ وہ اب اس کی پرواہ نہیں کریں گے اور نہ ہی اس پر بحث

کریں گے۔ اور اس کے بجائے وہ اپنی پیاس کو صبر سے برداشت کریں گے یہ جانتے ہوئے کہ خالص پانی کا ایک دریا قریب ہے۔ جو شخص دریا سے ناواقف ہے وہ شاید دوسرے شخص کے رویے میں تبدیلی کو دیکھ کر یقین کرے گا کہ وہ پاگل ہے۔ یہی حال اس دنیا میں دو طرح کے لوگوں کا ہے۔ ایک گروہ لالچ سے مادی دنیا پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ دوسرے گروہ نے اپنی توجہ آخرت اور اس کی پاکیزہ اور ابدی نعمتوں پر مرکوز کر دی ہے۔ جب کوئی اپنی توجہ آخرت کی سعادت کی طرف مبذول کر لیتا ہے تو دنیاوی مسائل اتنی بڑی بات نہیں لگتے۔ اس لیے صبر کو اپنانا آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اس دنیا پر اپنی توجہ مرکوز رکھے تو یہ اسے سب کچھ لگنے لگے گا۔ وہ اس کے لیے بحث کریں گے، لڑیں گے، محبت کریں گے اور نفرت کریں گے۔ بالکل اسی طرح جیسے پہلے ذکر کی گئی مثال میں شخص، جو صرف گندے پانی کے پیالے پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔

یہ صحیح ادراک صرف قرآن پاک میں موجود اسلامی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں پایا جاتا ہے۔ باب 41: فصیلات، آیت 53

ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ یہ ”حق ہے۔“

مادی دنیا - 34

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں مختلف خیراتی منصوبوں کے بارے میں بتایا گیا کہ کس طرح لوگوں نے ضرورت مندوں کو خوش کرنے کے لیے اپنی پسند کی چیزوں کو قربان کیا۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ باب 3 علی عمران آیت 92 کی اہمیت کو سمجھیں۔

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو، یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ کوئی شخص سچا مومن نہیں ہو سکتا، یعنی وہ اپنے ایمان میں نقص رکھتا ہے، جب تک کہ وہ اپنی پسند کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ اگرچہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اس آیت کا اطلاق دولت پر ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا مطلب بہت زیادہ ہے۔ اس میں ہر وہ نعمت شامل ہے جسے ایک مسلمان پسند اور پسند کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مسلمان اپنے قیمتی وقت کو ان چیزوں پر صرف کرنے میں خوش ہوتے ہیں جو انہیں خوش کرتی ہیں۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ان فرضی فرائض سے ہٹ کر وقت دینے سے انکار کرتے ہیں جو ایک دن میں بمشکل ایک یا دو گھنٹے لگتے ہیں۔ لاتعداد مسلمان ابھی تک مختلف خوشگوار سرگرمیوں میں اپنی جسمانی طاقت کو وقف کرنے پر خوش ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ اسے ان چیزوں کے لیے وقف کرنے سے انکار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتی ہیں، جیسے کہ رضاکارانہ روزہ۔ عام طور پر لوگ ان چیزوں میں کوشش کرنے میں خوش ہوتے ہیں جن کی وہ خواہش رکھتے ہیں جیسے کہ ضرورت سے زیادہ دولت حاصل کرنا جس کی انہیں ضرورت نہیں ہے، اگرچہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اوور ٹائم کرنا پڑے اور اپنی نیند ترک کرنی پڑے، پھر بھی کتنے لوگ اللہ کی اطاعت میں اس طرح کوشش کرتے ہیں؟ اپنے احکام کو بجا لا کر،

اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے؟ کتنے لوگ اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں؟

یہ عجیب بات ہے کہ مسلمان ابھی تک حلال دنیاوی اور دینی نعمتوں کے خواہاں ہیں، ایک سادہ سی حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کہ وہ یہ چیزیں تب ہی حاصل کریں گے جب وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اس کا شکر ادا کرنا: باب 14 ابراہیم، آیت 7 ہے۔

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔

وہ کیسے کم سے کم چیزیں اس کے لیے وقف کر سکتے ہیں اور پھر بھی اپنے تمام خوابوں کو حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں؟ یہ رویہ واقعی عجیب ہے۔

مادی دنیا - 35

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دنیا بھر میں لوگوں کو درپیش بہت سی مشکلات کے بارے میں بتایا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ دنیاوی تعریفوں کے مطابق کسی صورت حال کو اچھے یا برے کے طور پر متعین نہ کریں۔ مثال کے طور پر، دنیاوی تعریف کے مطابق امیر ہونا اچھا ہے جبکہ غریب ہونا برا ہے۔ اس کے بجائے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اچھے اور برے واقعات اور چیزوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق قرار دیں۔ یعنی ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قریب لے جائے، اس کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرنے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ، اچھا ہے، چاہے یہ دنیاوی نقطہ نظر سے برا معلوم ہو۔ اور جو چیز بندے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دے وہ بری ہے، خواہ وہ اچھی ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام کی تمام تعلیمات میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر قارون ایک انتہائی دولت مند شخص تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں رہتا تھا۔ اس وقت اور اب بہت سے لوگ اس کی دولت کو اچھی چیز سمجھتے ہیں لیکن جیسا کہ اس نے اسے غرور تک پہنچایا، یہ اس کی تباہی کا ذریعہ بن گیا۔ تو اس کے معاملے میں دولت مند ہونا بری بات تھی۔ باب 28 القصص، آیات 79-81۔

پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت کے ساتھ نکلا۔ جو لوگ دنیاوی زندگی کے خواہش مند تھے “انہوں نے کہا کہ کاش ہم بھی ویسا ہی ہوتے جو قارون کو دیا گیا تھا، بیشک وہ بڑے خوش نصیبوں میں سے ہے، لیکن جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے: تم پر افسوس! اللہ کا اجر اس کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اور یہ صبر کے سوا کسی کو نہیں ملتا۔” اور ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، اور اس کے لیے اللہ کے سوا اس کی مدد کرنے والی “کوئی جماعت نہ تھی اور نہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اپنا دفاع کر سکتے تھے۔

دوسری طرف اسلام کے تیسرے صحیح ہدایت یافتہ خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی دولت مند تھے، پھر بھی انہوں نے اپنی دولت کا صحیح استعمال کیا۔ درحقیقت ایک بار کثیر مال عطیہ کرنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا کہ اس دن کے بعد کوئی چیز ان کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 3701 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پس اس کے معاملے میں مال ایک اچھی چیز تھی۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ہر مشکل کا سامنا کرتا ہے، اس کے پیچھے حکمتیں ہوتی ہیں، چاہے وہ ان کا مشاہدہ ہی کیوں نہ کرے۔ اس لیے انہیں دنیاوی نقطہ نظر سے کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی اگر وہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دیتی ہے تو یہ اچھی ہے خواہ بُری لگے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مادی دنیا - 36

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جانوروں کی کفالت کی اطلاع دی۔ سب سے پہلے، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں کو تمام مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت سکھاتا ہے۔ مثال کے طور پر، امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 378 میں موجود ایک حدیث میں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، کیونکہ اس نے ایک پیاسے کتے کو کھانا کھلایا تھا۔ یہ حدیث اس نصیحت کے ساتھ ختم ہوتی ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک کرنا ثواب کا باعث ہے۔ کوئی بھی کم نہیں، دنیا بھر میں انسانیت کی تکلیف کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے چیزوں کو غلط طریقے سے ترجیح دی ہے۔ مثال کے طور پر، کچھ انسانوں سے زیادہ جانوروں کی فلاح و بہبود کے بارے میں فکر مند ہیں۔ جب کوئی جانوروں سے محبت کرنے والوں کے رویے کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ بالکل واضح ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے دنیاوی دنیا کے لیے کوشش کو دائمی آخرت پر ترجیح دی ہے۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ان کے روزمرہ کے معمولات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ غلط کاموں کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرنے پر نفلی اعمال کو ترجیح دیتے ہیں۔

ترجیحات میں یہ تبدیلی صرف اس وقت ہوئی جب مسلمانوں نے اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اس کے بجائے اپنی خواہشات کے مطابق عمل کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر چیز کو صحیح طور پر ترجیح دی اور اس طرح ہر ایک کے حقوق ادا کیے، کیونکہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ اسلام کی تعلیمات اور ترجیحات کی فہرست کے مطابق کام کیا۔ جس نے ان کی زندگیوں کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ بات واضح ہے۔

جس طرح ایک طالب علم جو اپنے امتحانات کے لیے پڑھائی پر تفریح کو ترجیح دیتا ہے اس کے کامیاب ہونے کا امکان نہیں ہے، اسی طرح وہ لوگ جو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو غلط طریقے سے ترجیح دیتے ہیں۔ غلط طریقے سے ترجیح دینے سے انسان اپنی زندگی میں چیزوں اور لوگوں کو غلط جگہ دیتا ہے اور یہ انہیں اپنی کوششوں اور وسائل کو غلط طریقے سے وقف کرنے

کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ سب کسی کی زندگی میں ایک بہت بڑی گڑبڑ کا باعث بنتے ہیں، جو دماغ اور جسم کی حقیقی سکون کو دور کر دیتا ہے۔

بحیثیت مجموعی انسانیت اور بالخصوص مسلمان دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی اور ترقی تب ہی حاصل کر سکیں گے جب وہ چیزوں کو صحیح طور پر ترجیح دیں گے، اس کا اطلاق دنیاوی اور مذہبی دونوں معاملات پر ہوتا ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی شخص اسلام کی تعلیمات کے مطابق عمل کرے۔ ترجیحات کی اس فہرست کو دوبارہ ترتیب دینے سے انسانیت کے لیے مسائل ہی پیدا ہوں گے، جو تاریخ کے اوراق پلٹنے سے بالکل عیاں ہے۔

مادی دنیا - 37

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور شخصیت کی کامیابیوں کی اطلاع دی۔ اس نے ان کی کامیابیوں کو ان کی میراث قرار دیا جو وہ اس دنیا سے جانے کے بعد لوگوں کے لیے استفادہ کے لیے چھوڑیں گے۔

سب سے پہلے، یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیاوی وراثت آتے جاتے ہیں۔ کتنے امیر اور طاقتور لوگوں نے بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے مرنے کے فوراً بعد انہیں توڑ دیا جائے اور انہیں بھلا دیا جائے۔ ان میں سے کچھ وراثت سے پیچھے رہ جانے والی چند نشانیاں صرف لوگوں کو ان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ ایک مثال فرعون کی عظیم سلطنت ہے۔ اسلام نہ صرف مسلمانوں کو نیک اعمال کی صورت میں اپنے آگے آخرت کے لیے برکتیں بھیجنے کا درس دیتا ہے بلکہ یہ انہیں اپنے پیچھے ایک خوبصورت میراث چھوڑنے کا بھی درس دیتا ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ درحقیقت، جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اپنے پیچھے کوئی مفید چیز چھوڑ جائے، جیسے جاری صدقہ، تو انہیں اس کا اجر ملے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 4223 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیک عمل کرنے کی کوشش کرے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں آگے بھیجے، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے پیچھے کوئی اچھی وراثت چھوڑنے کی کوشش کرے جو ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے فائدہ مند ہو۔

بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے مال و جائداد کے بارے میں اس قدر فکر مند ہیں کہ وہ انہیں چھوڑ کر ہی چلے جاتے ہیں جس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ ان کے پاس اپنے لئے میراث بنانے کے لئے کافی وقت ہے، کیونکہ موت کا لمحہ نامعلوم ہے اور اکثر لوگوں پر غیر متوقع طور پر حملہ آور ہوتا ہے۔ آج وہ دن ہے جب ایک مسلمان کو صحیح معنوں میں اس وراثت پر غور کرنا چاہیے جو وہ اپنے پیچھے چھوڑیں گے۔ اگر یہ میراث اچھی اور فائدہ مند ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے کہ اس نے انہیں ایسا کرنے کی توفیق بخشی۔ لیکن اگر کوئی ایسی چیز ہے جو ان کے لیے فائدہ مند نہیں ہے تو انہیں

چاہیے کہ وہ کوئی ایسی چیز تیار کریں جس سے وہ نہ صرف آخرت کی بھلائی کو آگے بھیجیں بلکہ نیکی بھی پیچھے چھوڑ جائیں۔ امید ہے کہ جو اس طرح خیر میں گھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اس لیے ہر مسلمان کو اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے کہ ان کی میراث کیا ہے؟

مادی دنیا - 38

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور شخصیت کی موت اور ان کی دنیاوی کامیابیوں کی اطلاع دی۔ یہ قرآن پاک کی ایک آیت سے مربوط ہے جو باب 16 النحل آیت 96 میں موجود ہے

"تمہارے پاس جو ہے وہ ختم ہو جائے گا، لیکن جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے"

اس مشہور شخصیت کی موت ان بہت سے مشہور لوگوں کی یاد دہانی تھی جو گزر چکے ہیں اور انہیں دنیا بالخصوص میڈیا اتنی جلدی کیسے بھول گیا تھا۔ کچھ مشہور شخصیات کا تذکرہ ان کی زندگی کے دوران ہمیشہ خبروں میں ہوتا تھا لیکن ان کے انتقال کے بعد ان کا تذکرہ شاید اگلے سال میں ایک بار ہوا تھا۔ اس کے علاوہ مادی دنیا میں جو چیزیں بھی انہوں نے حاصل کی تھیں، جیسے کہ شہرت، قسمت، اختیار اور اعلیٰ سماجی رتبہ، وہ سب خالی ہاتھ آخرت کا سفر کرتے ہوئے انتقال کر گئے۔

یہ نیوز آرٹیکل ان بہت سی مشہور شخصیات کی یاد دہانی بھی تھا جو اپنی صنعت میں چوٹی پر پہنچنے کے بعد افسردہ ہو گئے اور یہاں تک کہ خودکشی بھی کر لی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب وہ اپنی حیا، وقار اور اخلاق جیسی بہت سی قربانیاں دے کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاتے ہیں تو انہیں وہ چیز نہیں ملتی جس کی وہ تلاش کر رہے تھے یعنی قناعت اور دائمی خوشی۔ جب وہ اپنی زندگی کا اندازہ لگاتے ہیں تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ اپنے سابقہ اور زیادہ خوشگوار طرز زندگی کی طرف لوٹنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ جو چیزیں انہوں نے قربان کی تھیں وہ اب منتقل ہو چکی ہیں یا ختم ہو چکی ہیں۔ مثال کے طور پر، انہوں نے کسی اچھے شخص سے دوستی منقطع کر لی ہو گی کیونکہ انہوں نے انہیں شہرت کی خاطر اپنی عزت نفس کو قربان نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اب وہ

اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے گھرے ہوئے پاتے ہیں جو صرف مال کی دنیا کی خاطر اپنی صحبت کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ اکثر تنہائی کا باعث بنتا ہے، حالانکہ وہ ایک بڑے گروہ سے گھرے ہوئے باب 20 طہ، ہیں۔ پھر وہ قابو سے باہر ہو جاتے ہیں جو ایک بہت بڑی ذہنی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔
آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

سمجھنے کی اہم بات یہ ہے کہ دنیاوی کامیابی کے حصول میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ یہ حلال ہو۔ لیکن اسلام کی مقرر کردہ حدود کو حاصل کرنے کے لیے ان کو جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں، مثلاً ان کی حیا کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ مادی دنیا پر آخرت کو بھی ترجیح دینی چاہیے یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ بھی دنیاوی چیز اسے ملے گی وہ آخر کار ان کی زندگی میں یا موت کے وقت چھوڑ جائے گی۔ اگر وہ اس کے برعکس رویہ اختیار کریں گے تو وہ بھی اس دنیا کی مشہور شخصیات کی طرح قبر میں خالی ہاتھ چھوڑ جائیں گے اور جن کو انہوں نے پیچھے چھوڑا ہے انہیں بھلا دیا جائے گا۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی حدود میں مادی دنیا سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض ادا کرے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں: باب 16 النحل، آیت 97 سکون ملتا ہے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

مادی دنیا - 39

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک سنن نسائی مشہور ایتھلیٹ کے بارے میں اطلاع دی جس کا ناقابل شکست سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ یہ واقعہ میں موجود حدیث سے مربوط ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نمبر 3618 نصیحت فرمائی کہ ہر دنیاوی چیز جو بلند ہوتی ہے آخر کار اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان مادی دنیا سے بچیں اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کو دنیاوی تعلیم اور حلال پیشہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ غیر قانونی دولت سے بچنے میں مدد دیتی ہے اور اس کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی ضرورت ہے۔ باب: القصص، آیت 28 77

لیکن اس کے ذریعے تلاش کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے، آخرت کا گھر۔ اور [ابھی تک]، دنیا میں " ...سے اپنا حصہ مت بھولنا

اس حدیث کا درحقیقت یہ مطلب ہے کہ دنیاوی کامیابی کو اپنی اولین ترجیح نہیں بنانا چاہیے بلکہ اپنی زیادہ تر کوششیں دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون کے حصول کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی باب گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ النحل، آیت 16 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کو کتنی ہی دنیاوی کامیابی مل جائے، آخر کار وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دھندلاہٹ یا تو اس وقت ہو گا جب کوئی زندہ ہو گا یا جب وہ مر جائیں گے تو ان کی کامیابی ان سے الگ ہو جائے گی۔ لاتعداد لوگوں نے عظیم سلطنتیں تعمیر کیں اور بہت سی دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں، پھر بھی یہ تمام کامیابیاں آخر کار ختم ہو گئیں۔ کتنے لوگوں نے اپنے نام کو آسمانی کھرچوں پر صرف اس لیے پلستر کرایا ہے کہ ان کا نام بٹا دیا جائے اور تھوڑی دیر بعد بھول جائے؟

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مصیبت کے بعد کسی شخص کو کامیابی نہیں دی جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ناکامی کا سامنا کرنے پر دستبردار نہ ہوں۔ کلید یہ ہے کہ مادی دنیا پر آخرت کی کامیابی کو ترجیح دی جائے اور مادی دنیا کی نعمتوں اور کامیابیوں کو استعمال کر کے آخرت کی کامیابی حاصل کی جائے۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو فضول خرچی اور اسراف کے بغیر ادا کرنے کے لیے حلال دنیاوی کامیابی کے لیے کوشش کر کے یہ حاصل کر سکتا ہے۔ انہیں اپنی دنیاوی کامیابیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اضافی دولت خیراتی منصوبوں میں خرچ کر کے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے میں مزید مدد کرنی چاہیے۔ اگر ان کی دنیاوی کامیابی معاشرے پر اثر انداز ہو سکتی ہے تو انہیں اس کا استعمال اس طریقے سے کرنا چاہیے جس سے دوسروں کو فائدہ ہو۔ ایک مسلمان کو اس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے اس سے پہلے کہ اس کی دنیاوی کامیابی ختم ہو جائے اور وہ اسے استعمال کرنے سے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے سے محروم ہو جائے۔

سیدھے الفاظ میں، مادی دنیا میں کامیابی ختم ہو جائے گی لیکن آخرت کی کامیابی باقی رہے گی، اس لیے مسلمانوں کو اپنی کوششیں اسی کے مطابق وقف کرنی چاہیے۔

مادی دنیا - 40

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے معاشرے اور ثقافت کے مثبت اور منفی اثرات کی اطلاع دی۔ صحیح بخاری نمبر 3294 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو بھی راستہ اختیار کیا، شیطان اس کے خوف سے دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔ شیطان کے اس طرح چلنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر اس کا اثر بہت کم تھا۔ شیطان جسمانی طور پر کسی کو گناہ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کے بجائے وہ سرگوشیوں کے ذریعے انہیں ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن ان کے مؤثر ہونے کے لیے، وہ ایک شخص سے کسی قسم کی دنیاوی خواہش کا مالک ہونا چاہتا ہے۔ پھر وہ اپنی سرگوشیوں کے ذریعے اس دنیاوی خواہش کے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے یہاں تک کہ یہ انسان کو اس پر عمل کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور اس طرح گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر شیطان کا اثر کم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے دنیاوی خواہشات کو اپنے دل سے نکال دیا تھا۔ اس کی صرف خواہشات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے سے وابستہ تھیں۔ لہذا اگر مسلمان شیطان کے اثر کو کم کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے دل سے غیر ضروری خواہشات کو نکال دینا چاہیے۔ یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اس مادی دنیا کے اضافی اور غیر ضروری پہلوؤں میں ملوث ہونے سے باز رہے۔ وہ جتنا زیادہ یہ کام کریں گے، یہ دنیاوی خواہشات ان کے دل سے اتنی ہی نکل جائیں گی یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچ جائیں جہاں وہ اپنے تمام کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ شیطان اس شخص سے بھاگ جائے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا ان پر بہت کم اثر پڑے گا۔ لیکن اس مادی دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں میں جتنا زیادہ مشغول ہو گا، اتنی ہی زیادہ دنیاوی خواہشات کے مالک ہوں گے اور اس لیے شیطان ان پر اتنا ہی زیادہ اثر ڈالے گا۔ باب 15 الحجر، آیات 39-40

[ابلیس] نے کہا: اے میرے رب، کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین پر ان کے لیے [نافرمانی] کو خوشنما بناؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا، سوائے ان میں سے تیرے مخلص "بندوں کے۔"

مادی دنیا - 41

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ایک بڑی رکاوٹ لمبی عمر کی جھوٹی امید رکھنا ہے۔ یہ ایک انتہائی قابل ملامت خصوصیت ہے کیونکہ یہ ایک مسلمان کے لیے آخرت کی تیاری پر مادی دنیا کو اکٹھا کرنے کو ترجیح دینے کا بنیادی سبب ہے۔ انسان کو صرف اپنے اوسطاً 24 گھنٹے دن کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے کتنا وقت مادی دنیا کے لیے اور کتنا وقت آخرت کے لیے وقف کرتے ہیں۔ درحقیقت، لمبی زندگی کی جھوٹی امید رکھنا ایک طاقتور ہتھیار ہے جسے شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ جب ایک شخص کو یقین ہوتا ہے کہ وہ طویل عرصے تک زندہ رہیں گے تو وہ آخرت کی تیاری میں تاخیر کرتے ہیں یہ جھوٹا یقین رکھتے ہوئے کہ وہ مستقبل قریب میں اس کی تیاری کر سکتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ مستقبل قریب کبھی نہیں آتا اور ایک شخص آخرت کے لیے مناسب تیاری کیے بغیر ہی مر جاتا ہے۔

مزید برآں، لمبی عمر کی جھوٹی امید مخلصانہ توبہ اور اپنے کردار کو بہتر سے بہتر کرنے میں تاخیر کا باعث بنتی ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس ایسا کرنے کے لیے کافی وقت باقی ہے۔ یہ ایک شخص کو اس مادی دنیا کی چیزوں کو ذخیرہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جیسے کہ دولت، کیونکہ یہ انہیں یقین دلاتی ہے کہ انہیں زمین پر اپنی طویل زندگی کے دوران ان چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ شیطان لوگوں کو یہ سوچنے پر ڈراتا ہے کہ وہ اپنے بڑھاپے کے لیے دولت جمع کر لیں کیونکہ جب وہ جسمانی طور پر کمزور ہو جاتے ہیں تو انہیں کوئی ان کا سہارا نہ ملے اور اس لیے وہ اپنے لیے مزید کام نہ کر سکیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق کا خیال ان کی جھوٹی عمر میں رکھا تھا اسی طرح بڑھاپے میں بھی ان کا رزق عطا فرمائے گا۔ درحقیقت خلقت کا رزق زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مختص کیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص اپنی زندگی کے 40 سال اپنی ریٹائرمنٹ کے لیے کس طرح وقف کر دے گا جو کہ شاذ و نادر ہی 20 سال سے زیادہ عرصہ تک رہتا ہے لیکن اس طرح ابدی کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کے بعد

اسلام مسلمانوں کو یہ نہیں سکھاتا کہ دنیا کے لیے کچھ بھی تیار نہ کریں۔ مستقبل قریب کے لیے بچت کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ آخرت کو ترجیح دی جائے۔ اگرچہ، لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ابھی تک کسی بھی وقت مر سکتے ہیں، کچھ ایسے سلوک کرتے ہیں جیسے وہ اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ اگر انہیں زمین پر ابدی زندگی کا وعدہ دیا جائے تو وہ دن اور رات کی پابندیوں کی وجہ سے زیادہ مادی دنیا کو جمع کرنے کے لئے زیادہ کوشش نہیں کر سکیں گے۔ کتنے لوگ توقع سے پہلے انتقال کر گئے؟ اور کتنے ہیں جنہوں نے اس سے سبق سیکھا اور اپنا رویہ بدل لیا؟

درحقیقت موت کے وقت یا آخرت کے کسی دوسرے مرحلے پر انسان کو جو سب سے بڑا درد محسوس ہوتا ہے وہ آخرت کی تیاری میں تاخیر پر ندامت ہے۔ باب 63 المنافقون، آیات 10-11

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے کہ اے میرے رب کاش تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے تو میں صدقہ کر دوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں "لیکن اللہ کسی جان کو اس کا وقت آنے پر کبھی تاخیر نہیں کرتا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

ایک شخص کو احمق قرار دیا جائے گا اگر وہ اس گھر کے لیے زیادہ وقت اور دولت وقف کر دے جس میں وہ صرف ایک مختصر وقت کے لیے رہنے والا تھا اس گھر کے مقابلے میں جس میں وہ بہت طویل عرصے تک رہنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ یہ دنیاوی دنیا کو ابدی آخرت پر ترجیح دینے کی مثال ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کے لیے کام کریں لیکن جان لیں کہ موت کسی شخص کو اس وقت، حالت یا عمر میں نہیں آتی جو ان کو معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کا آنا یقینی ہے۔ لہذا

اس کی تیاری اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کو اس دنیا میں مستقبل کی تیاری پر ترجیح دینی چاہیے جس کا ہونا یقینی نہیں ہے۔

مادی دنیا - 42

سنن ابو داؤد نمبر 4297 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ عنقریب ایک دن آنے والا ہے جب دوسری قومیں مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گی اور اگرچہ وہ تعداد میں زیادہ ہوں گی۔ دنیا کی طرف سے غیر معمولی سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ دوسری قوموں کے دلوں سے مسلمانوں کا خوف نکال دے گا۔ یہ مسلم قوم کی مادی دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے ہو گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ابھی تعداد میں کم تھے، انہوں نے پوری قوموں پر غالب آ گئے جبکہ آج مسلمان تعداد میں زیادہ ہیں، دنیا میں ان کا کوئی سماجی یا سیاسی اثر و رسوخ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگی اسلام کی تعلیمات کے مطابق بسر کی اور دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے بجائے آخرت کی تیاری کی۔ انہوں نے ان نعمتوں کو استعمال کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔

جبکہ آج اکثر مسلمانوں نے اس کے برعکس ذہنیت اختیار کر لی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تمام گناہوں کی جڑ مادی دنیا کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی گناہ کیا جاتا ہے وہ اس کی محبت اور خواہش سے کیا جاتا ہے۔ مادی دنیا کو چار پہلوؤں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: شہرت، قسمت، اختیار اور کسی کی سماجی زندگی، جیسے ان کے رشتہ دار اور دوست۔ یہ ان چیزوں کے زیادہ حصول میں ہے جو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں، جیسے کہ قسمت کی محبت میں ناجائز دولت کمانا۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ دولت اور اختیار کی محبت ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ تباہ کن ہے کہ اگر دو بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جائے۔ جب بھی لوگ مادی دنیا کے ان پہلوؤں کی زیادتی کے خواہاں ہوتے ہیں تو یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتا ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ختم ہو جاتی ہے جو مصیبت کے سوا کچھ نہیں دیتی۔

اگرچہ بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ مادی دنیا کی ضرورت سے زیادہ چیزوں کا تعاقب کرنا بے ضرر ہے، لیکن یہ وہ چیز ہے جس کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں تنبیہ کی ہے جیسے کہ صحیح بخاری نمبر 3158 میں موجود ہے۔ خبردار کیا کہ وہ مسلمانوں کی غربت سے نہیں ڈرتے۔ اس کو جس چیز کا اندیشہ تھا وہ یہ تھا کہ مسلمان اس مادی دنیا کی زیادتی کے پیچھے لگ جائیں گے، جیسے کہ دولت کی زیادتی، اور اس کی وجہ سے وہ اس پر ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے اور یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ اس حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ گزشتہ امتوں کا طرز عمل تھا۔

چونکہ مادی دنیا محدود ہے یہ ظاہر ہے کہ اگر لوگ اپنی ضروریات سے زیادہ چاہیں تو اس میں مقابلہ کرنا پڑے گا۔ یہ مقابلہ انہیں ان خصوصیات کو اپنانے پر مجبور کرے گا جو ایک سچے مسلمان کے کردار سے متصادم ہوں، جیسے کہ دوسروں کے لیے حسد اور دشمنی۔ وہ ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرنا چھوڑ دیں گے کیونکہ وہ مادی دنیا کو جمع کرنے اور جمع کرنے میں مقابلہ کرنے میں بہت مصروف ہیں۔ اور وہ صحیح بخاری نمبر 6011 کی حدیث میں دی گئی اس نصیحت کی تردید کریں گے جس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح عمل کرنا چاہیے، جب جسم کے کسی حصے کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو باقی جسم درد میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ مقابلہ ایک مسلمان کو دوسروں کے لیے وہی پسند کرنا چھوڑ دے گا جو وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں، جو کہ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود ایک حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے، کیونکہ وہ دنیاوی چیزوں میں اپنے ساتھی مسلمانوں پر سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس مقابلے پر قائم رہنا ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے مادی دنیا کی خاطر محبت، نفرت، دینے اور سب کچھ روکنے کا سبب بنے گا، جو کہ سنن میں موجود حدیث کے مطابق ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ ابوداؤد، نمبر 4681۔ یہ مقابلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آج کے بہت سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ رویہ مسلمانوں کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت سے محروم ہو جائیں گے، جو ان کے دشمنوں کے لیے ان پر غالب آنے کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اگر مسلمان اسلام کی طاقت اور اثر و رسوخ کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس مادی دنیا کو حاصل کرنے، اس سے لطف اندوز ہونے اور ذخیرہ کرنے کی کوشش پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دینی چاہیے۔ یہ انفرادی سطح سے ہونا چاہیے جب تک کہ اس کا اثر پوری قوم پر نہ پڑے۔

مادی دنیا - 43

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ دنیاوی کامیابی کو شہرت، قسمت، اختیار، خاندان، دوستوں اور کیریئر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگرچہ دنیاوی کامیابی کے لیے کوشش کرنا اور حاصل کرنا حرام نہیں ہے، لیکن انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ دنیاوی کامیابی لوگوں کو آزمائش کے طور پر دی جاتی ہے۔ عام طور پر، دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے بعد چار راستے ایسے ہیں جن میں سے کوئی انتخاب کر سکتا ہے جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ آیا وہ امتحان پاس کرتے ہیں یا نہیں۔ پہلا راستہ یہ ہے کہ ایک اچھا کیریئر جیسی دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے بعد، ایک مسلمان اپنے کیریئر میں خود کو کھو دیتا ہے اور اپنے کیریئر میں ترقی کو سب سے زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ وہ پیسہ کمانے کے بارے میں کم پریشان ہیں اور اپنے کیریئر میں آگے بڑھنے پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ اس قسم کے افراد عام ہیں، جس کے تحت وہ خوشی سے کم تنخواہ والے کے لیے زیادہ تنخواہ ترک کر دیتے ہیں صرف اس لیے کہ مؤخر الذکر کے پاس اپنے کیریئر میں ترقی کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ ان کا ارادہ اور کوشش انہیں اس دنیا میں سکون حاصل کرنے اور عملی طور پر قیامت کے دن کی تیاری سے غافل کر دیتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے بعد دوسرا راستہ جس کا انتخاب کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے میں خود کو کھونا، جیسے اپنے کاروبار کو بڑھانا اور مالی مواقع میں سرمایہ کاری کرنا۔ یہ شخص اپنے کیریئر میں آگے بڑھنے اور اپنی دولت خرچ کرنے سے کم پریشان ہوتا ہے لیکن صرف زیادہ دولت کمانے کی فکر کرتا ہے۔ ان کی نیت اور کوشش انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے اور عملی طور پر قیامت کے دن کے لیے تیاری کرنے سے روکتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔

دنیاوی کامیابی ملنے کے بعد تیسرا راستہ وہ اختیار کر سکتا ہے جب کوئی شخص اپنی حاصل کردہ دنیاوی کامیابیوں جیسے دولت یا شہرت سے لطف اندوز ہونے میں مگن ہو جائے۔ انہوں نے دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کی اور اس لیے اس سے لطف اندوز ہونے کا حقدار محسوس کیا۔ یہ لوگ زیادہ دولت کمانے یا اپنے کیریئر میں آگے بڑھنے سے کم پریشان ہوتے ہیں اور اس کے بجائے صرف اپنے آپ سے لطف اندوز ہونے کی فکر کرتے ہیں اور اس وجہ سے تفریح، تفریح اور گیمز جیسے چھٹیوں پر جانا اور پارٹیوں میں شرکت کرنا۔ ان کی نیت اور کوشش انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے اور عملی طور پر قیامت کے دن کے لیے تیاری کرنے سے روکتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔

یہ تین راستے انسان کو دنیاوی کامیابی کے امتحان میں ناکامی کا باعث بنتے ہیں، خواہ وہ حلال پر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ چیزیں دنیا کی کامیابی کی وجہ نہیں تھیں۔

آخری اور صحیح راستہ وہ منتخب کر سکتا ہے جب اسے دنیاوی کامیابی مل جائے تو وہ اس کامیابی کو استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ اس کے ذریعے وہ اپنی دنیاوی کامیابی کا امتحان پاس کرتے ہیں اور ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرتے ہیں۔ وہ ایک آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے اپنی دنیاوی کامیابیوں کو استعمال کرنے کے درمیان ایک اچھا توازن حاصل کرتے ہیں لیکن ضرورت سے زیادہ فضول خرچی اور اسراف سے بچتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی دنیاوی کامیابی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کامیابی اعتدال کے ساتھ اس سے لطف اندوز ہونے میں مضمر ہے تاکہ انسان ذہنی سکون حاصل کرنے اور عملاً روزِ حشر کی تیاری میں مشغول نہ ہو، جس میں دنیا کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھے اور اس پر عمل کرے۔ یہ اس کے لیے ممکن نہیں ہے جو دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے بعد زیر بحث پہلے تین راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے۔

مادی دنیا - 44

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے مسلمان قرآن پاک کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے بچنے کے لیے کلاسیکی بہانے استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بچے کی پرورش میں اپنی مصروفیت کو اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے بچنے کے لیے ایک بہانے کے طور پر استعمال کریں گے۔ ہر وہ چیز جو انسان کو اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے سے روکتی ہو، جو کہ ان کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنا ہو، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن ان کے لیے عذاب اور لعنت۔

سب سے پہلے، ایک مسلمان کو اپنے آپ کے ساتھ ایماندار ہونا چاہیے، کیونکہ اپنے آپ سے جھوٹ بولنا ہی اسے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون سے روکتا ہے۔ اگر کسی مسلمان کے پاس فلمیں اور ٹیلی ویژن شو دیکھنے کا وقت ہے تو اس کے پاس اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا وقت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر دنیاوی چیز جو اسے عطا کی گئی ہے تب ہی وہ نعمت بنتی ہے جب وہ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس پر اس میں اسلامی علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے تئیں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا شامل ہے۔ اگر یہ دنیاوی چیزیں مثلاً میاں بیوی، اولاد یا پیشہ کسی کو اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے روکتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دنیاوی چیزیں ان کے لیے صرف لعنت اور عذاب بن چکی ہیں، جو ان کی سستی کا براہ راست نتیجہ ہے۔ اور برا رویہ

اسلامی علوم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے جو بھی وقت ہو اسے صرف کرنا چاہیے۔
اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ عالم بنیں، لیکن انہیں چاہیے کہ وہ کچھ وقت، جو
بھی وقت حاصل کر سکے، اسلامی علوم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کریں،
تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ اپنے رویے کو آہستہ آہستہ بہتر بنا سکیں۔ جس میں ان نعمتوں
کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔

مادی دنیا - 45

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ چیزوں کی قدر کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے، کسی کو کبھی بھی سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کے خیالات کو قبول نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ اکثر یہ غلط سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، سوشل میڈیا اور ثقافت سکھاتا ہے کہ بہت ساری دولت کا ہونا قیمتی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دولت سے زیادہ ہونا ہی تناؤ کا باعث بنتا ہے، خاص کر جب اس کا غلط استعمال کیا جائے۔

چیزوں کی قدر کو جانچنے کا ایک بہترین طریقہ، جو کہ زیادہ تر معاملات میں اسلام کی تعلیمات سے تعلق رکھتا ہے، یہ دیکھنا ہے کہ کوئی چیز برقرار ہے یا نہیں۔ تمام چیزیں جن کی حقیقی قدر ہوتی ہے، جیسے ذہنی سکون اور اچھے اعمال، برداشت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جس نے ایک نیک کام انجام دیا ہے، جیسے کہ مقدس زیارت کے سال پہلے، وہ اب بھی اس ذہنی سکون کو محسوس کرے گا جب وہ اس کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت سے حاصل ہونے والا ذہنی سکون وہ چیز ہے جو برداشت بھی کرتی ہے، خواہ کسی بھی صورت حال کا سامنا ہو۔ جبکہ جن چیزوں کی حقیقی قدر کم ہوتی ہے وہ کبھی برداشت نہیں کرتی، جیسے تفریح اور تفریح۔ مثال کے طور پر، جب کوئی فلم دیکھنا ختم کر لیتا ہے، تو وہ دیکھنے کے لیے اگلی چیز تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں، کیونکہ فلم کے ختم ہونے کے بعد وہ مزہ ختم ہو جاتا ہے۔ آرام سے چھٹیوں پر جانا بھی ایسا ہی ہے۔ جب کوئی تعطیلات سے واپس آتا ہے، تو وہ اکثر اگلے کی منصوبہ بندی شروع کر دیتے ہیں، کیونکہ چھٹی کے دن جو مزہ انہوں نے محسوس کیا تھا وہ گھر واپس آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ دوست ہونا ایک اور بہترین مثال ہے۔ بہت سے لوگ دوستی کی خاطر بہت کچھ قربان کر دیتے ہیں حالانکہ وہ دوستیاں جن کی جڑیں دنیا میں ہیں وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔ بہترین دوست اجنبی بن جاتے ہیں۔

چیزوں کا مشاہدہ کرنا کہ وہ برداشت کرتے ہیں یا نہیں اس لیے یہ فیصلہ کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کہ کس چیز کی حقیقی قدر ہے اور کیا نہیں۔ اس سے کوئی سیکھ سکتا ہے کہ انہیں اپنی کوششیں: اور وسائل کہاں وقف کرنے چاہئیں۔ باب 16 النحل، آیت 96

"تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا، لیکن جو اللہ کے پاس ہے وہ پائیدار ہے۔"

مادی دنیا - 46

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگر کوئی لوگوں کا مشاہدہ کرے تو وہ واضح طور پر دیکھیں گے کہ ذہنی سکون اور کامیابی شہرت، قسمت، اختیار، خاندان، دوستوں یا کسی کے کیریئر سے نہیں ہوتی۔ یہ واضح ہے، کیونکہ جن لوگوں کے پاس ان چیزوں میں سے سب سے زیادہ ہے وہ کسی اور کے مقابلے میں زیادہ جذباتی اور ذہنی مسائل کا سامنا کرتے ہیں، جیسے کہ بے چینی، ڈپریشن، تناؤ اور خودکشی کے رجحانات اور وہ سب سے زیادہ منشیات اور شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے دلوں کو کنٹرول کرتا ہے جو کہ ذہنی سکون کا مرکز ہے، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ سکون کس کو حاصل ہے۔ اسے حاصل کرنے کی شرط صرف خلوص کے ساتھ اس کی اطاعت ہے، جو نعمتیں اس کی رضامندی کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب: الرعد، آیت 28 13

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور اچھی "زندگی بسر کریں گے۔"

جبکہ اس اطاعت سے روگردانی کرنے والے کو سکون قلب اور دونوں جہانوں میں کامیابی سے روک دیا جائے گا، خواہ اس کے قدموں میں دنیا ہی کیوں نہ ہو۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لیکن اس بحث کا مقصد کچھ اور سمجھنا ہے۔ چونکہ ذہنی سکون اور کامیابی کا تعلق دنیاوی چیزوں سے نہیں ہے جیسے کہ دولت، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اس مادی دنیا کو چھوڑ دے اور وہ مواقع جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے ہیں، جیسے کہ خود کو تعلیم دینے کا موقع۔ اسلام توازن کا مذہب ہے اور اس معاملے میں بھی توازن بہترین ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان جائز مواقع کا استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرنے سے روکے بغیر۔ مثال کے طور پر، کسی کو تعلیم کو ترک نہیں کرنا چاہئے اور ایک اچھی اور حلال ملازمت کے پیچھے لگنا چاہئے کیونکہ امن اور کامیابی ان کے ساتھ نہیں ہے۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ دنیاوی کامیابی بذات خود بری نہیں ہے، یہ بری یا اچھی ہو جاتی ہے اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو نیک اور حلال دنیاوی مواقع عطا کیے گئے ہیں اس سے استفادہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے کیے ہوئے نیک اعمال کی مقدار میں اضافہ کر سکے اور معاشرے میں نیکی پھیلا سکے۔ مثال کے طور پر، جو کوئی اچھی نوکری حاصل کر لے، جیسے کہ ڈاکٹر بننا، اسے چاہیے کہ وہ اپنی تنخواہ اور سماجی اثر و رسوخ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے۔ وہ اپنے کام کی مقدار کو کم کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کی زیادہ تنخواہ ان کے اخراجات اور مالی ذمہ داریوں کو آسانی سے پورا کرتی ہے، تاکہ وہ زیادہ وقت اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کر سکیں اور فائدہ مند منصوبوں میں حصہ لینے کے لیے زیادہ وقت وقف کر سکیں۔ یہ تمام چیزیں نیک اعمال کرنے اور معاشرے میں نیکی پھیلانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ کریں گی۔ یہ سب کام مشکل یا ناممکن ہیں جب کسی کو دنیاوی کامیابی حاصل نہیں ہوتی جو اچھی ملازمت کے ساتھ کسی کو حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان اچھے دنیاوی مواقع سے انکار نہیں کیا جو انہیں پیش کیے گئے تھے، جیسے کہ کسی

شہر کا گورنر ہونا۔ انہوں نے اس دنیاوی کامیابی کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کیا اور اس لیے ان کے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کی۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں مضمر ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی رضا کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اس اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے ان کو ملنے والے اچھے دنیاوی مواقع کا استعمال کریں تاکہ دونوں جہانوں میں ان کی سلامتی اور کامیابی میں اضافہ ہو اور انہیں دنیا کی کامیابی سے منہ نہیں موڑنا چاہیے جب تک کہ وہ حقیقی معنوں میں اپنی سچی اطاعت کو برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ اللہ عزوجل۔

علم - 1

صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص حصول علم کے راستے پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔

یہ دونوں جسمانی راستے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کوئی علم حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے، جیسے کہ لیکچرز اور کلاسز میں شرکت کرنا، اور وہ راستہ جس کے ذریعے کوئی شخص بغیر جسمانی سفر کے علم حاصل کرتا ہے۔ اس میں علم کی تمام اقسام شامل ہیں، جیسے علم کے بارے میں سننا، پڑھنا، مطالعہ کرنا اور لکھنا۔ جنت کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں ہیں جو مسلمان کو اس تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ صرف وہی شخص جنت میں جائے گا جس کے پاس ان کا علم ہو اور ان پر کیسے قابو پایا جائے۔ اس کے علاوہ، یہ آسانی سے سمجھا جاتا ہے کہ کوئی شخص اس دنیا کے کسی شہر تک اس کے محل وقوع اور اس کی طرف جانے والے راستے کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح جنت ان چیزوں کے بارے میں جانے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی، جیسے اس کی طرف جانے والا راستہ۔ مذکورہ علم میں مفید دنیوی علم کے ساتھ ساتھ دینی علم بھی شامل ہے، جیسا کہ سابقہ علم اکثر انسان کو اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں مدد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو شخص حلال کام حاصل کرنے کے لیے مفید دنیوی علم حاصل کرتا ہے، اس کے لیے حرام مال کمانے سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ یہ رویہ انہیں جنت کی طرف سفر میں مدد دے گا۔

اس کے علاوہ جنت کا راستہ صرف وہی لوگ طے کرتے ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ پس تقویٰ کی جڑ دینی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28:

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ایک مسلمان کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہونا چاہیے۔ جو کوئی دنیوی وجہ سے دینی علم حاصل کرتا ہے، جیسے دکھاوے کے لیے، اسے جہنم سے خبردار کیا گیا ہے، اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنے میں ناکام رہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو اپنے علم پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ عمل کے بغیر علم کی کوئی قیمت یا فائدہ نہیں۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس حفاظت کے راستے کا علم ہے لیکن اسے اختیار نہیں کرتا اور اس کے بجائے خطرات سے بھرے علاقے میں رہتا ہے۔ اس لیے علم کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ جب کوئی اپنے علم پر عمل کرتا ہے جس سے تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جب کوئی اپنے علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس قسم سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، درحقیقت یہ ان کے تکبر میں اضافہ کرے گا کہ وہ دوسروں سے برتر ہیں، حالانکہ وہ گدھے کی طرح ہیں جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہیں جو اسے فائدہ نہیں پہنچاتی۔ باب 62 الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا (اپنے علم پر عمل نہیں کیا) (اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔“

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جو مسجد میں قرآن پاک کا مطالعہ اور تلاوت کرنے والے مسلمانوں کے ایک گروہ کو حاصل ہونے والی برکتیں ہیں۔ یعنی ان پر سکون اور رحمت نازل ہوگی، فرشتے انہیں گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر آسمانی فرشتوں سے فرمائے گا۔

یہ قرآن پاک کے سیکھنے اور مطالعہ کرنے کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 5027 میں موجود ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس میں قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔ لوگوں کا یہ گروہ اتنا خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی معاف کر دیتا ہے جو انجانے میں ان میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6408 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ امید ہے کہ جو لوگ اس عمل کو باقاعدگی سے کرتے ہیں ان کو ان کے دن بھر میں پہلے بیان کردہ تحائف یعنی سکون اور رحمت الہی عطا ہو گی۔ جو کوئی یہ نعمتیں حاصل کرے گا وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں سکون اور آسانی پائے گا اور جب وہ کسی مشکل کا سامنا کرے گا تو یہ تحفے اس میں محفوظ طریقے سے ان کی رہنمائی کریں گے۔

امید ہے کہ جس کو اس دنیا میں فرشتوں کی صحبت ملے گی اسے موت کے وقت اور آخرت میں بھی ان کی صحبت ملے گی۔ باب 41 فصیلات، آیت 31

"...ہم [فرشتے] دنیا کی زندگی میں تمہارے ساتھی تھے اور آخرت میں بھی ہیں"

علم - 2

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2645 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو بھلائی دینا چاہتا ہے تو اسے اسلامی علم عطا کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان خواہ اس کے ایمان کی مضبوطی ہو دونوں جہانوں میں بھلائی کا خواہاں ہے۔ اگرچہ بہت سے مسلمان غلط طور پر یہ مانتے ہیں کہ وہ جو بھلائی چاہتے ہیں وہ شہرت، دولت، اختیار، صحبت اور اپنے کیریئر میں مضمر ہے، لیکن یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ حقیقی دیرپا بھلائی اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ غور طلب ہے کہ دینی علم کی ایک شاخ مفید دنیاوی علم ہے جس کے ذریعے انسان اپنی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کرنے کے لیے حلال رزق کماتا ہے۔ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی نشاندہی کر دی ہے کہ بھلائی کہاں ہے پھر بھی یہ شرم کی بات ہے کہ کتنے مسلمان اس کی قدر نہیں کرتے۔ وہ زیادہ تر معاملات میں اپنے واجبات کو پورا کرنے کے لیے کم سے کم اسلامی علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور زیادہ حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اس کے بجائے وہ اپنی کوششیں دنیاوی چیزوں کے لیے وقف کر دیتے ہیں، سچی بھلائی کا یقین وہاں پایا جاتا ہے۔ بہت سے مسلمان اس بات کی تعریف کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ نیک پیشروؤں کو صرف ایک آیت یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیکھنے کے لیے ہفتوں تک سفر کرنا پڑا، جب کہ آج کوئی بھی اپنا گھر چھوڑے بغیر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس کے باوجود، بہت سے لوگ آج کے دور کے مسلمانوں کو دی گئی اس نعمت کو استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت سے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نہ صرف یہ بتا دیا ہے کہ سچی بھلائی کہاں ہے بلکہ اس نیکی کو انگلی کے اشارے پر بھی رکھا ہے۔

ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ اسلامی علم صرف یہ بتاتا ہے کہ عبادات کیسے کی جائیں اور کیا حرام اور حلال ہے۔ درحقیقت یہ لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ کس طرح صحیح رویہ اور طرز عمل اختیار کیا جائے تاکہ وہ ان تمام دنیاوی نعمتوں کو صحیح طریقے

سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں اپنے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائیں اور اس طرح دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور کامیابی حاصل کریں۔ انسانوں کو یہ سکھانے والا صرف وہی ہے جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور جانتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اس لیے دینی علم پر دنیاوی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کو ترجیح دینا عقلمندی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو بتا دیا ہے کہ ایک ابدی دفن خزانہ کہاں ہے جو دونوں جہانوں میں پیش آنے والے تمام مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو یہ بھلائی تبھی ملے گی جب وہ اسے حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی ہوگی۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

علم - 3

صحیح مسلم نمبر 3257 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت زیادہ سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے ماضی کی قومیں تباہ ہو گئیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے وہ کریں اور جس چیز سے انہیں منع کیا گیا ہے اس سے پرہیز کریں۔

مسلمانوں کو اس ذہنیت کو نہیں اپنانا چاہئے کیونکہ جن لوگوں کو بہت زیادہ سوالات کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ اکثر اپنے فرائض کی ادائیگی اور فائدہ مند علم حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ وہ کم اہم اور بعض اوقات غیر متعلقہ معلومات کے بارے میں پوچھنے اور تحقیق کرنے میں بہت زیادہ مصروف رہتے ہیں۔ یہ ذہنیت کسی شخص کو اس قسم کے مسائل پر بحث اور بحث کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں میں یہ رویہ کافی پھیل چکا ہے، کیونکہ وہ اکثر اپنے فرائض کی ادائیگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات پر توجہ دینے کے بجائے، غیر واجب اور کم اہم مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ یعنی ان کو ان کے مکمل آداب اور شرائط کے ساتھ پورا کرنا۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسے موضوعات پر تحقیق اور استفسار کرے جو دنیوی اور دینی دونوں معاملات کے لیے ضروری اور سمجھنے کے لیے ضروری ہیں، ورنہ وہ اس حدیث میں مذکور لوگوں کے نقش قدم پر چلیں گے اور اپنی زندگی کو مزید مشکل میں ڈال دیں گے۔ کسی کے عقیدے کے سلسلے میں، مطابقت کا تعین اس بات سے کیا جاتا ہے کہ آیا کچھ سیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ ہو گا۔ اگر ایسا نہیں ہو گا، تو انہیں اس علم کی تحقیق اور سیکھنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کسی کی دنیوی زندگی کے حوالے سے، مطابقت کا تعین اس فیصلہ سے کیا جاتا ہے کہ آیا کچھ سیکھنے سے کسی کو اپنے دنیاوی فرائض، جیسے کام پر اپنے فرائض کی تکمیل میں مدد ملے گی۔ اگر ایسا نہیں ہو گا، تو انہیں اس علم کی تحقیق اور سیکھنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

آخر میں، اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ بنیادی حدیث میں مذکور ذہنیت سے بچیں، خاص طور پر جب وہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں، کیونکہ کوئی شخص آسانی سے اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسلام کا علمی مطالعہ جس کا ان کی زندگی اور طرز عمل پر کوئی عملی اثر نہیں ہوتا۔ مؤخر الذکر رویہ اس وقت آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے جب کوئی علم کے بارے میں تحقیق اور سیکھنے پر لگا رہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ یہ آسانی سے اس علم کے طور پر پہچانا جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کوئی بات نہیں کی ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں بحث کی ہے۔ رہنمائی کے ان دو ذرائع میں زیر بحث نہ آنے والا تمام مذہبی علم غیر متعلقہ ہے اور اس لیے دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کی طرف رہنمائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہوتی تو ہدایت کے ان دو مصرعوں میں اس پر بحث کی جاتی۔ لہذا، کوئی بھی مذہبی علم جو ہدایت کے دو ذرائع میں جڑا ہوا ہے متعلقہ ہے اور اس پر تحقیق اور عمل کرنا ضروری ہے، باقی تمام دینی علم سے پرہیز کرنا چاہیے۔

علم - 4

سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ جو شخص علمائے کرام کو دکھائے، دوسروں سے بحث کرنے یا اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے دینی علم حاصل کرتا ہے۔ جہنم میں

حالانکہ دنیوی اور دینی دونوں معاملات میں تمام بھلائیوں کی بنیاد علم ہے، لیکن مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ علم سے انہیں فائدہ تب ہی ہوگا جب وہ سب سے پہلے اپنی نیت درست کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ باقی تمام وجوہات صرف اس صورت میں ثواب اور سزا کے نقصان کا باعث بنیں گی جب کوئی مسلمان سچے دل سے توبہ نہ کرے۔

حقیقت میں علم بارش کے پانی کی طرح ہے جو مختلف قسم کے درختوں پر گرتا ہے۔ کچھ درخت اس پانی سے اگتے ہیں تاکہ دوسروں کو فائدہ پہنچے، جیسے پھل کا درخت۔ جبکہ اس پانی سے دوسرے درخت اگتے ہیں اور دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ اگرچہ بارش کا پانی دونوں صورتوں میں ایک جیسا ہے پھر بھی نتائج بہت مختلف ہیں۔ اسی طرح دینی علم بھی لوگوں کے لیے یکساں ہے لیکن اگر کوئی غلط نیت اختیار کرے تو وہ ان کی تباہی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی صحیح نیت اختیار کرے تو یہ ان کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تمام معاملات میں اپنی نیت درست کریں، جیسا کہ اس پر ان کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جہنم میں داخل ہونے والے پہلے لوگوں میں سے ایک ایسا عالم ہوگا جس نے علم صرف دوسروں کو دکھانے کے لیے حاصل کیا ہو۔ صحیح مسلم نمبر 4923 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، اپنے علم پر عمل کے ساتھ اپنی نیک نیت کو جوڑنا چاہیے، کیونکہ عمل کے بغیر علم فائدہ مند علم نہیں ہے، یہ محض معلومات ہے۔ کسی کے علم پر عمل کرنے میں ناکامی ایک ڈاکٹر کی طرح ہے جو لوگوں کے علاج کے لیے اپنے علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اسی طرح وہ نہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور نہ ہی کسی مسلمان کو جو اسلامی علم رکھتا ہے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ درحقیقت اس شخص کو گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے جو علم کی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔ باب 62 الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا (اپنے علم پر عمل نہیں کیا (اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کی ” کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔“

اس کے علاوہ جو شخص بغیر کسی معقول وجہ کے علم کو چھپائے گا اسے قیامت کے دن آگ سے لگا دیا جائے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2649 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مفید علم کو دوسروں تک پہنچائیں۔ یہ محض بے وقوفی ہے کیونکہ یہ عمل صالح میں سے ایک ہے جو مرنے کے بعد بھی مسلمان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 241 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ علم کا ذخیرہ کرنے والوں کو تاریخ بھلا دیتی ہے لیکن جو اسے دوسروں تک پہنچاتے ہیں وہ بنی نوع انسان کے عالم اور استاد کہلانے لگے۔

آخر میں، علم حاصل کرنے کا مقصد بحث میں دوسروں کو شکست دینا نہیں ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سچائی کو مضبوط ثبوت کے ساتھ دوسروں کے سامنے پیش کرے۔ انہیں یہ فرض نہیں سونپا گیا کہ وہ لوگوں کو بحث و مباحثہ کے ذریعے سچائی کو قبول کرنے پر مجبور کریں۔ یہ رویہ ہی لوگوں کو سچائی سے آگے دھکیلتا ہے۔ اس کے بجائے بغیر بحث کیے لوگوں کو سچ سمجھانا چاہیے اور خود اس پر عمل کر کے اس سچائی کو دکھانا چاہیے۔ صالح پیشواؤں کا یہی طرز عمل تھا اور یہ طریقہ دوسروں کو حق کی طرف لانے میں زیادہ کارگر ہے۔

علم - 5

سنن ابن ماجہ نمبر 219 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قرآن پاک کی ایک آیت سیکھنا 100 رکعتیں نفل نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اسلامی علم کا ایک موضوع سیکھنا، خواہ کوئی اس پر عمل نہ بھی کرے، نفلی نماز کے 1000 چکروں سے بہتر ہے۔

کسی آیت کو سیکھنے میں مطالعہ کرنا اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنا۔ اور یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو یہ اجر تبھی ملے گا جب وہ اپنے سیکھے ہوئے علم کے موضوع پر خلوص دل سے عمل کرنے کی کوشش کرے گا اور موقع ملنے پر اسے عملی طور پر نافذ کرے گا۔ صرف اس صورت میں جب کسی کو اپنے اسلامی علم کے موضوع پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا تو وہ 1000 رکعت نماز پڑھنے کا ثواب حاصل کرے گا، چاہے وہ اس پر عمل ہی کیوں نہ کرے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی نیت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور جزا دیتا ہے اور اس لیے موقع ملنے پر صدق دل سے عمل کرنے والوں کو اجر عطا کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں، جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا رضاکارانہ عبادت سے بہت افضل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت عربی زبان نہیں سمجھتی ہے اور اس لیے ان کے طرز عمل اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مثبت انداز میں بہتر کرنے کا امکان کم ہے کیونکہ وہ اس زبان کو نہیں سمجھتے جو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ، علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا کسی کو بہتر کے لیے تبدیل کرنے کی ترغیب دینے کا زیادہ امکان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مسلمان کئی دہائیاں رضاکارانہ عبادات میں گزارتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے ساتھ اپنے رویے میں ذرا بھی بہتری نہیں لاتے۔ اب تک یہ عمل کا بہترین طریقہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، کوئی شخص اپنے روزمرہ کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت نہیں کرسکتا اور نہ ہی بغیر علم کے لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے ادا کرسکتا ہے۔ جاہل انسان بغیر احساس کے گناہ کرے گا کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کن اعمال کو گناہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک جاہل شخص اکثر اعمالِ صالحہ کو اپنی پوری شرائط اور آداب کے ساتھ انجام دینے میں ناکام رہتا ہے، اس لیے اس کی بہت سی عبادتیں ناقص ہو جاتی ہیں۔ جبکہ علم والے نیک اعمال کم کریں گے لیکن وہ ان کو صحیح طریقے سے انجام دیں گے اس طرح جاہل عبادت گزار سے زیادہ ثواب حاصل کریں گے۔

علم - 6

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2520 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش نصیب شخص کی خصوصیات بتائی ہیں۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مفید علم پر عمل کرتے ہیں۔ علم تب ہی فائدہ مند ہوتا ہے جب کوئی اس پر عمل کرے ورنہ یہ وہ چیز ہے جو قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دے گی۔ اپنے علم پر عمل نہ کرنا اور کامیابی کی امید رکھنا اتنا ہی احمقانہ ہے جتنا کہ وہ شخص جس کے پاس اپنی مطلوبہ منزل کا نقشہ ہے لیکن وہ اسے استعمال نہیں کرتا اور پھر بھی اپنی منزل تک پہنچنے کی امید رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے علم کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنا بہت ضروری ہے۔ پہلا یہ کہ اسے معتبر ذریعہ سے حاصل کیا جائے اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس پر خلوص نیت سے عمل کیا جائے۔ ایک مسلمان کو جنت کا راستہ تلاش کرنا چاہیے اور اس تک پہنچنے کے لیے اس سے نیچے کا سفر کرنا چاہیے۔

علم - 7

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2556 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل صفات کے حامل کو بشارت دی ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ خوش نصیب وہ ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرے۔ ایسا کرنا ضروری ہے کیونکہ کسی کے علم کو نظر انداز کرنا اور اس کے خلاف کام کرنا بڑی جہالت کی علامت ہے۔ اس قسم کا علم بالکل بھی فائدہ مند نہیں ہے۔ درحقیقت یہ صرف قیامت کے دن کسی شخص کے خلاف گواہی دے گا۔ علم تب ہی کارآمد ہوتا ہے جب اس پر صحیح طریقے سے عمل کیا جائے، بالکل اسی طرح جیسے نقشہ مطلوبہ منزل تک لے جاتا ہے جب اسے استعمال کیا جائے۔ علم پر عمل کرنے میں ناکامی کسی کو جنت کے راستے سے نیچے نہیں لے جائے گی، یہ انہیں اندھیروں میں ہی چھوڑے گی۔ الجہن اور کھو

علم - 8

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک خاندان کے بزرگ، خاص طور پر والدین، اکثر ایسا بیان استعمال کرتے ہیں جو ان کے خیال میں ان کی صحیح رہنمائی کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی بزرگ بہتر جانتے ہیں۔ سچ پوچھیں تو یہ قول صالح پیشواؤں کے زمانے میں بھی درست تھا کیونکہ اس وقت کے بزرگ نفع بخش علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی رائے اور سوچ کو پس پشت ڈال کر قرآن مجید کی نصیحت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو اپنایا۔ ان کی مخلصانہ کوششوں کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ نے صحیح ہدایت عطا کی۔ باب 29 العنکبوت، آیت 69

”اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔“

لہذا یہ قول ان پر لاگو ہوا اور ان دنوں کے نوجوان اگر ان بزرگوں کی نصیحت پر عمل کریں تو فائدہ ہوا۔ لیکن بدقسمتی سے وقت بدل گیا ہے۔ اس دن اور دور میں بزرگوں کی اکثریت فائدہ مند علم کی تلاش نہیں کرتی اور نہ ہی اس پر عمل کرتی ہے بلکہ اکثریت اپنے ثقافتی طریقوں پر عمل کرتی ہے جن کی زیادہ تر صورتوں میں اسلامی تعلیمات میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ وہ فائدہ مند علم سے بھاگتے ہیں اور ثقافتی طریقوں پر مبنی ان تعلیمات سے بہت مطمئن ہیں۔ اسی جہالت کی وجہ سے اب بزرگ کبھی صحیح اور کبھی غلط ہوتے ہیں۔ لہذا، بزرگوں کے اس بیان کا اطلاق زیادہ نہیں ہوتا۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بزرگوں کو نظر انداز کرے یا ان کی بے عزتی کرے کیونکہ یہ اسلام کی تعلیمات سے بالکل متصادم ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ صحیح فائدہ مند علم حاصل کرنے کی کوشش کریں، اپنے بزرگوں سمیت دوسروں کی نصیحتیں سنیں اور پھر کوئی ایسا انتخاب کریں جس کی طرف اسلام ان کے تمام معاملات میں اشارہ کرتا ہے خواہ وہ دوسروں کی رائے کے خلاف ہو۔ ایک مسلمان کو اپنے بزرگوں کی اندھی

تقلید نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ اکثر صورتوں میں انہیں اسلام کی تعلیمات سے دور کر دیتا ہے۔
باب 6 الانعام، آیت 116

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر کا کہنا مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ ”
”وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان ہی نہیں کرتے۔

دوسروں خصوصاً بزرگوں کا احترام کرتے ہوئے ایسا کرنا ممکن ہے۔ اگر مسلمان ایسا کریں تو
شاید ایک دن آئے جب یہ قول ایک بار پھر سچ ثابت ہو گا ۔

علم - 9

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر اللہ تعالیٰ سے منقطع ہونے کی شکایت کرتے ہیں، حالانکہ وہ مذہبی اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں اور مذہبی لیکچر سنتے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وہ غلط رویہ اختیار کر رکھا ہے جو صالح پیشواؤں کے رویہ سے متصادم ہے۔ وہ حلال تفریح کی تلاش میں ان سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ وہ فائدہ مند علم کی تلاش اور اس پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ ہو، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کر کے، جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث ہو۔ یہ نیک پیشواؤں کا رویہ تھا جو اپنے تمام کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کی قربت کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس بات کا تعین کرنے کا ایک اچھا طریقہ کہ آیا کوئی شخص صحیح رویہ کے ساتھ کام کر رہا ہے سرگرمی میں حصہ لینے کے بعد خود کا اندازہ لگانا ہے۔ اگر انہوں نے مفید علم حاصل کیا ہو یا انہیں مفید علم یاد دلایا جائے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کرنے کی ترغیب دے تو یہ مفید ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یا تو دینی جلسہ یا تقریر میں خرابی ہے یا سننے والے کی نیت میں خرابی ہے۔ کسی بھی طرح سے انہوں نے مذہبی اجتماعات یا لیکچرز کا بنیادی مقصد پورا نہیں کیا۔ ایک مسلمان کو ایسے اجتماعات اور لیکچرز سے پرہیز کرنا چاہیے جو تفریح پر زیادہ توجہ دیتے ہیں جیسے کہ ایسی کہانیاں سنانا جو مجمع کو مسحور کر سکتی ہیں لیکن ان میں کوئی فائدہ مند سبق نہیں ہے۔ صحیح نیت کے ساتھ صحیح اجتماعات میں شرکت سے ہی ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ ورنہ وہ محض تفریح کی محفلوں میں حصہ لے رہے ہیں جس سے نہ ان کی سیرت میں کوئی بہتری آئے گی اور نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور قرب میں اضافہ ہوگا۔

علم - 10

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ان کا دنیاوی علم خواہ ان کے پاس کتنا ہی کیوں نہ ہو ان کی دینی زندگی میں کامیابی کے لیے کافی نہیں ہے۔ اگرچہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق مفید دنیوی علم حاصل کرنا قابل تعریف ہے کیونکہ یہ اپنے اور اپنے زیر کفالت افراد کے لیے حلال رزق حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، لیکن یہ ان کی مذہبی زندگی میں محفوظ طریقے سے رہنمائی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، زیادہ تر معاملات میں، دنیاوی علم کسی کو یہ نہیں سکھائے گا کہ کس طرح کسی مشکل یا امتحان میں محفوظ طریقے سے اس طریقے سے سفر کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں اجر حاصل کر سکے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واجب فرائض اور روایات پر کوئی ایسا مسلمان عمل نہیں کر سکتا جس کے پاس صرف دنیاوی علم ہو۔ درحقیقت دینی علم دونوں جہانوں میں کامیابی کی طرف رہنمائی کرنے کی طاقت رکھتا ہے جبکہ دنیاوی علم صرف اس دنیا میں کسی کی مدد کرے گا۔ دینی علم رکھنے والا اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہے گا جس کے نتیجے میں ایسی برکتیں اور فضل ہوں گے کہ وہ دونوں جہانوں میں کامیابی پائے گا۔ جبکہ دنیوی علم انسان کو ہدایت پر عمل کرنے کے بجائے دین میں اپنا راستہ نکالنے کی ترغیب دے گا، یعنی نیک پیشروؤں کی تعلیمات کے مطابق۔ مذہب اپنا راستہ خود بنانا نہیں ہے بلکہ صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔

بدقسمتی سے دنیاوی علم رکھنے والے بہت سے مسلمان اس اہم نکتے کو نہیں سمجھتے جس کی وجہ سے ان کے دونوں جہانوں میں کامیابی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر وہ دونوں جہانوں میں کامیابی چاہتے ہیں تو دینی اور مفید دنیوی علم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود حدیث کے مطابق مفید علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

علم - 11

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ اسلامی اسکالرز، لیکچرز اور اسلامی تعلیمی مواد کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، لیکن مسلمانوں کی طاقت میں کمی آئی ہے۔ اس کے بہت سے عوامل ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ بہت سے علماء نے دوسروں کو پڑھاتے وقت صحیح نیت نہیں اختیار کی۔ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تعلیم دے کر نیک پیشواؤں کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے دوسرے اسباب مثلاً مقبولیت اور دنیاوی چیزوں کی تعلیم دی۔ مثال کے طور پر، وہ اکثر اجتماعات اور تقریبات کی روشنی میں رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسی نشست سے خوش نہیں ہوتے جو ایک طرف ہو اس کے بجائے وہ مرکزی نشست کی خواہش رکھتے ہیں۔ جب ان کا ارادہ ایسا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تقریروں کے مثبت اثرات کو دور کر دیا اور اس وجہ سے سننے والوں پر ان کا مثبت اثر بہت کم رہا۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ سننے والوں کی نیت درست نہیں ہے۔ وہ لیکچرز میں شرکت کرتے ہیں اللہ کی خاطر نہیں، اور بہتر کے لیے بدلتے ہیں، اس کے بجائے بہت سے لوگ موسیقی کی محفل کی طرح صرف روحانی بلندی کی تلاش میں لیکچرز میں شرکت کرتے ہیں۔ وہ تفریح چاہتے ہیں اصلاح نہیں۔ وہ یہ دعویٰ کر کے اپنے آپ کو خوش کرتے ہیں کہ وہ ابھی تک بہت سی تقریبات اور اجتماعات میں شرکت کر کے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے سخت محنت کر رہے ہیں، اپنے رویے کی وجہ سے ان کے اسباق پر عمل کرنے سے کوئی بہتری نہیں آتی۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ صرف سنا ہی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور کامیابی کے لیے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ کئی دہائیوں سے لیکچرز میں شرکت کرتے ہیں لیکن پھر بھی بہتری کے لیے بالکل نہیں بدلتے۔

آخر کار، بہت سے علماء ان کی تبلیغ پر عمل کرنے میں ناکام رہے۔ مثال کے طور پر، وہ دوسروں کو متحد ہونے کا درس دیتے ہیں لیکن وہ دوسرے علماء سے منقطع ہو جاتے ہیں اور دوسرے علماء اور اداروں کی بھلائی میں مدد کرنے میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ انہیں ڈر ہے کہ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انہیں بھلا دیا جائے گا۔ وہ دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں کہ مادی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کریں، وہ اس میں سب سے زیادہ مگن ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے دلوں میں لاتعلق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو کہ زیادہ تر صورتوں میں درست نہیں ہے، پھر بھی انہوں نے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت سے انحراف کیا ہے جو ظاہری طور پر اس دنیا سے سب سے زیادہ لاتعلق تھے۔ اور اندرونی طور پر .انہیں ایک بات کہنے اور کرنے کی بجائے عملی مثال دکھانی چاہیے تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی تعلیمات بے اثر ہو گئیں۔

علم - 12

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ کس طرح کچھ لوگ اپنے شعبے میں ماہر بننے کے بعد ہی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی حاصل کرنے کے لیے انہیں عالم بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان سے بس اتنی ہی ضرورت ہے کہ وہ اپنی صلاحیت اور صلاحیت کے مطابق اسلام کی سادہ تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایک غیر عالم کے ذریعہ آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان قرآن پاک کی تین آیات کو سمجھ کر اس پر عمل کر سکتا ہے جو ان کی ابدی کامیابی کی طرف رہنمائی کرے گی۔ پہلا باب 65 میں طلاق، آیت 2 ہے

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

اس آیت کے مطابق ایک مسلمان کو اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں صحیح رہنمائی اور کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہوں، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کریں۔ ، السلام علیکم یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں امن۔ باب 16 النحل، آیت 97 اور کامیابی ہوتی ہے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

:اگلی آیت باب 2 البقرہ، آیت 216 میں موجود ہے

شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز لیکن "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ آیت ایک مسلمان کو ان تمام مشکلات پر قابو پانے میں مدد دیتی ہے جن کا وہ اپنی زندگی کے دوران ممکنہ طور پر سامنا کر سکتے ہیں۔ ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ ہر صورت حال کے پیچھے بہت سی مفید حکمتیں ہیں جو فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ کسی کو اپنی زندگی میں بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں جب وہ مانتے تھے کہ کچھ اچھا تھا لیکن اس کا انجام برا ہوا اور اس کے برعکس۔ لہذا انہیں ہر مشکل کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے، شکایت سے گریز کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے، یہ جانتے ہوئے کہ حالات ان کے لیے بہتر ہیں، چاہے وہ ان کے پیچھے موجود حکمتوں کا مشاہدہ نہ کریں۔

:آخری آیت باب 2 البقرہ، آیت 286 میں موجود ہے

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

یہ آیت مسلمانوں کو یاد دلاتی ہے کہ کوئی بھی مشکل یا ذمہ داری جس کو پورا کرنا ضروری ہے وہ برداشت کرنے یا پورا کرنے کی ان کی طاقت سے باہر نہیں ہے۔ یہ فہم ہے صبری کو دور کرتا ہے اور مشکلات کا سامنا کرنے پر مایوسی کو دور کرتا ہے اور سستی پر قابو پانے اور اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے تئیں اپنے فرائض کو پورا کرنے کی طاقت کے ساتھ ابھارتا ہے۔

اسلام سادہ لیکن دور رس اسباق سکھاتا ہے جس کا مسلمانوں کو مطالعہ اور عمل کرنا چاہیے۔ لیکن ان اسباق میں کامیاب نتیجہ حاصل کرنے کے لیے کسی کو عالم بننے کی ضرورت نہیں ہے، بہت سی دنیاوی چیزوں کے برعکس جس میں انسان کو کامیابی حاصل کرنے سے پہلے ماہر بننے کی ضرورت ہوتی ہے۔

علم - 13

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ کس طرح معلومات اور علم کے تبادلے میں گزشتہ برسوں میں خاص طور پر سوشل میڈیا پر اضافہ ہوا ہے۔

اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ مبلغین کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اور معلومات تک رسائی آسان ہو گئی ہے، پھر بھی مسلمانوں کی طاقت کمزور پڑی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے ایسی ذہنیت اختیار کر رکھی ہے جو انہیں اسلامی علوم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے روک رہی ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ صرف اسلامی معلومات کو سننا ہی کامیابی کے لیے کافی ہے۔ یہ شیطان کا جال ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صالح پیشواؤں کے رویہ کے بالکل خلاف ہے۔ انہوں نے نہ صرف دینی علم کو سنا بلکہ جو علم سنا اس پر عمل کر کے اس ارادے کو پورا کیا اور پورا کیا۔ اس طرح عمل نہ کرنے سے مسلمانوں کا ایمان کمزور ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مسلمانوں نے مذہبی اجتماعات اور مذاکروں میں شرکت کرنے میں دہائیاں گزاری ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں کوئی بہتری نہیں آئی ہے۔ اس رویہ کا خطرہ یہ ہے کہ لوگ آخر کار یہ مان کر نیچے گر جائیں گے کہ وہ مذہبی تعلیمات کو سننے یا عمل کرنے کی ضرورت کے بغیر اپنی زبان سے اسلام کا اعلان کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو جہالت کے ساتھ ان کا رہنما بنا کر چھوڑ دیا جائے گا جو انہیں صرف تباہی کی طرف لے جائے گا۔

آخر میں، اسلامی علم کا مقصد لوگوں کو تفریح فراہم کرنا نہیں ہے۔ اس کا مقصد عملاً لوگوں کی اس دنیا کے تمام حالات میں رہنمائی کرنا ہے تاکہ وہ اس دنیا میں ذہنی سکون اور آخرت میں جنت حاصل کر سکیں۔ جو شخص اس علم کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہتا ہے جسے وہ سنتے ہیں وہ یہ صحیح رہنمائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس کے پاس محفوظ جگہ کی سمت ہے لیکن وہ حفاظت کے لیے ان ہدایات پر عملاً عمل کرنے میں ناکام ہے۔ یا اس بیمار مریض کی طرح جسے علاج تجویز کیا جاتا ہے لیکن وہ دوا لینے میں ناکام رہتا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 82 اس رویہ سے بچنا چاہیے۔

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ "

"ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔"

علم - 14

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں بتایا گیا کہ کس طرح ایک مخصوص ملک میں شادی کی شرح وقت کے ساتھ ساتھ کم ہو رہی ہے۔ لوگوں کا دعویٰ تھا کہ وہ شادی کی ذمہ داریاں اٹھانے کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔

اگر کوئی شخص کسی نوکری کی پیشکش کو اس سے منسلک معلومات کو جانے بغیر قبول کرتا ہے، جیسے کہ نوکری کی ذمہ داریاں، ان کی تنخواہ اور پیش کردہ کوئی انشورنس، تو اس شخص کو دوسروں کی طرف سے بالکل پاگل قرار دیا جائے گا۔ ایک ذہین شخص ان اہم تفصیلات کو جانے بغیر کبھی بھی ملازمت کی پیشکش قبول نہیں کرے گا۔ پھر بھی، بہت سے لوگ اپنے ساتھ منسلک ذمہ داریوں کے بارے میں علم کے بغیر کچھ فرائض انجام دینے کے لیے بے چین ہیں۔ مثال کے طور پر، یہ لوگ شادی کرنے کے لیے بے چین ہوتے ہیں، لیکن انہیں شوہر یا بیوی کی ذمہ داریوں اور فرائض اور ہر شریک حیات کے حقوق کے بارے میں بہت کم یا کوئی علم نہیں ہے۔ یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ حالیہ برسوں میں مسلمانوں میں طلاق کی شرح آسمان کو چھو رہی ہے۔ اسی طرح، اس قسم کے لوگ بچے پیدا کرنے کے لیے بے چین ہوتے ہیں، لیکن بچے کی پرورش کی ذمہ داریوں، جیسے والدین اور بچوں کے حقوق کے بارے میں بہت کم یا کوئی علم نہیں رکھتے۔ ایک بار پھر، یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ حالیہ برسوں میں جیلوں میں مسلم نوجوانوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ جوڑوں کے بچے ہوتے ہیں لیکن ان کی صحیح طریقے سے پرورش کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ جب وہ ایسا کرنے کا علم نہیں رکھتے تو وہ کیسے کر سکتے ہیں؟

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ حالات میں قدم رکھنے سے پہلے ان چیزوں کی ذمہ داریوں کو سیکھیں اور سمجھیں جو وہ کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ اس علم کے بغیر، وہ اپنے اور دوسروں کے لیے مصیبت کے سوا کچھ نہیں بنیں گے۔ جس طرح وہ کسی نوکری کی پیشکش کو اس کی ذمہ داریوں کو جانے بغیر قبول نہیں کرتے ہیں، اسی طرح انہیں دوسرے فرائض کو بھی نہیں لینا چاہیے جو دنیاوی کام سے زیادہ مشکل ہوں، جیسے شادی، اس میں شامل ذمہ داریوں کو جانے بغیر۔

علم - 15

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کچھ لوگوں کے بارے میں اطلاع دی جنہوں نے غیر ملک کا سفر کیا اور ایک قانون کو توڑا جس سے وہ اپنے سفر کے دوران لاعلم تھے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مشہور قول جہالت نعمت ہے خاص طور پر مذہبی امور اور آخرت کے حوالے سے درست نہیں ہے۔ بدقسمتی سے، کچھ مسلمان صرف اس وجہ سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ اسلامی اصول نہیں جانتے ہیں کہ وہ اس کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے اس کا جوابدہ نہیں ہوگا۔ یہ جہالت کی بدترین قسموں میں سے ایک ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ کوئی عذر نہیں ہے اور مسلمانوں کو اسلام کی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث میں اس کو تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔ اور اسلام کے بارے میں علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی حکومت اس عذر کو قبول نہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی امید کیسے کی جا سکتی ہے؟ جس طرح کسی ذمہ داری کو قبول کرنے والے شخص سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس سے منسلک قوانین کو جانتا ہے، جیسا کہ لائسنس یافتہ ڈرائیور ہونے کے ناطے، جو شخص اسلام کو اپنے مذہب کے طور پر قبول کرتا ہے وہ اس سے منسلک قوانین کو سیکھنے کا ذمہ دار ہے۔ لہذا مسلمانوں کو جہالت سے بچنا چاہیے کیونکہ اس سے نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہو گا اور نہ آخرت میں ان کا کوئی فائدہ ہو گا۔

باب 6 الانعام، آیت 149

”...کہہ دو، اللہ کے پاس سب سے زیادہ دلیل ہے“

علم - 16

ایک بڑا خلفشار جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتا ہے وہ جہالت ہے۔ یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ یہ ہر گناہ کی اصل ہے کیونکہ جو گناہوں کے نتائج کو صحیح معنوں میں جانتا ہے وہ کبھی بھی گناہ نہیں کرے گا۔ اس سے مراد حقیقی فائدہ مند علم ہے جو وہ علم ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے۔ درحقیقت وہ تمام علم جس پر عمل نہ کیا جائے وہ فائدہ مند علم نہیں ہے۔ اس طرز عمل کی مثال قرآن پاک میں اس گدھے کی طرح بیان کی گئی ہے جو علم کی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے جو اسے فائدہ نہیں پہنچاتی۔ باب 62 الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا۔ (اس گدھے کی مانند ہے جو کتابوں کی ... "کثرتیں اٹھائے ہوئے ہے۔

جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ شاذ و نادر ہی پھسلتا ہے اور جان بوجھ کر گناہ کرتا ہے۔ درحقیقت، جب ایسا ہوتا ہے تو یہ صرف جہالت کے ایک لمحے کی وجہ سے ہوتا ہے جہاں ایک شخص اپنے علم پر عمل کرنا بھول جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ گناہ کرتا ہے۔

نمبر 2322 میں موجود جامع ترمذی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک حدیث میں جاہلیت کی سنگینی پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ مادی دنیا کی ہر چیز ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔ اس ذکر سے جو بھی تعلق ہے، عالم اور طالب علم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مادی دنیا کی تمام نعمتیں جاہل کے لیے لعنت بن جائیں گی کیونکہ وہ ان کا غلط استعمال کر کے گناہوں کا ارتکاب کریں گے۔

درحقیقت جہالت کو انسان کا بدترین دشمن سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ اسے اپنے آپ کو نقصان سے بچانے اور فائدہ حاصل کرنے سے روکتی ہے یہ سب کچھ صرف علم پر عمل کرنے سے ہی

حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جاہل ان سے بے خبر ہو کر گناہ کرتا ہے۔ کوئی گناہ سے کیسے بچ سکتا ہے اگر وہ نہیں جانتا کہ گناہ کیا ہے؟ جہالت انسان کو اپنے فرائض سے غفلت کا باعث بنتی ہے۔ اگر وہ اپنے فرائض سے ناواقف ہوں تو وہ اپنے فرائض کیسے ادا کر سکتا ہے؟

لہذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اتنا علم حاصل کریں کہ وہ اپنے تمام واجبات کو پورا کر میں موجود حدیث سے 224 نمبر سکیں اور گناہوں سے بچ سکیں۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ ہوتی ہے۔

علم - 17

اسلامی علم کو صحیح طریقے سے سننا ہی اس کی تعلیمات پر صحیح طریقے سے عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ سننے اور سننے کے درمیان فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ سننا محض کسی کے دماغ سے آواز کو تسلیم کرنا ہے چاہے وہ شور کا احساس نہ کر سکے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص بہت دور سے کسی کو چیختے ہوئے سن سکتا ہے لیکن وہ یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جبکہ، سننے میں آواز سننا اور اسے سمجھنا شامل ہے تاکہ کسی کا طرز عمل بدل جائے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص دوسرے کو مخصوص زبانی ہدایات دیتا ہے جو ہدایات کو سننے اور سمجھنے کے بعد مناسب جواب دیتا ہے۔

مسلمانوں کو اسلامی علم کو سننے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ ان کے طرز عمل کو مثبت انداز میں متاثر کرے۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان قرآن پاک کے حوالے سے اس پر عمل کرنے میں ناکام رہے ہیں کیونکہ وہ قرآن پاک کی تلاوت سننے میں تو اچھے ہیں لیکن اسے صحیح طریقے سے سننے میں ناکام رہتے ہیں جس میں اس کی تعلیمات کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، صرف اللہ تعالیٰ کا کلام سننا، کامیابی حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، اس کے بجائے اسے سننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

علم - 18

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسے رویے سے گریز کریں جو انہیں ان کے مطالعہ سے فائدہ اٹھانے سے روکتا ہو۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کا خالصتاً علمی رویہ کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے۔ علمی رویہ ان لوگوں میں دیکھا جاتا ہے جو دنیوی علم اور تحقیق کی جستجو کرتے ہیں۔ ان طالب علموں کو جو دنیاوی علم حاصل ہوتا ہے اس سے ان کے زندگی گزارنے اور اللہ تعالیٰ یا مخلوق کے ساتھ تعامل کے طریقے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ خالصتاً ایک علمی مطالعہ ہے جس کا طالب علم کی روزمرہ کی زندگی، رویے اور رویے پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ اسلامی علم کے طلباء میں بھی ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے حاصل کردہ علم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن علم کے پیچھے موجود اسباق اور اخلاق کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس لیے یہ علم ان کے کردار، طرز عمل اور زندگی کو مثبت انداز میں ڈھالنے میں ناکام رہتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ کرتے ہیں، ان نعمتوں کو استعمال کرنا جو اس کو خوش کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ اور ان کا علم انہیں لوگوں کے حقوق کو پورا کرنے کی ترغیب دینے میں ناکام رہتا ہے، جن میں سے سب سے کم یہ ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا کہ کوئی چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔ اسلامی علوم کو خالص علمی انداز میں پہنچانا کسی شخص کے علم میں اضافہ تو کر سکتا ہے لیکن اس سے اس کے کردار کو مثبت انداز میں نہیں ڈھالا جائے گا۔ اس سے ان کے حاصل کردہ علم بے نتیجہ ہو جاتا ہے۔ باب 62 الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا (اپنے علم پر عمل نہیں کیا) (اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔“

یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کا ان کا مقصد اور مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ اپنے رویے کو بہتر بنائیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ صحیح راستے پر نہیں ہیں اور اس لیے صحیح رہنمائی سے دور ہیں۔

علم - 19

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے مسلمانوں کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے علاوہ دیگر ذرائع سے لیے گئے اسلامی علم کو تلاش کرنے، پڑھنے اور سننے کی عادت رکھتے ہیں۔ وہ اس طرح سے برتاؤ کرتے ہیں جیسے وہ کچھ نیا اور مختلف تجربہ کرنا چاہتے ہیں اور اس وجہ سے رہنمائی کے ان دو ذرائع سے حاصل ہونے والی تعلیمات کے ساتھ رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لیکن وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کی کنجی ہدایت کے ان دو ذرائع کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے میں ہے۔ اس کی طرف بہت سی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے، جیسے باب 16 النحل، آیت 89:

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی وضاحت ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ” اور رحمت اور بشارت ہے۔

وضاحت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کی ایک کو دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

بدقسمتی سے بہت سے اسلامی مبلغین نے بھی اپنے سامعین کو خوش کرنے اور خوش کرنے کے لیے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ جو وقت انہیں ہدایت کے دو ذرائع سے براہ راست تبلیغ کرنا چاہئے، جیسے کہ جمعہ کا خطبہ، وہ متبادل ذرائع سے غیر مستند واقعات اور کہانیوں کے لئے وقف کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، متبادل ذرائع سے علم حاصل کرنا غیر تصدیق شدہ اور غلط علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا باعث بن سکتا ہے، کیونکہ دیگر ذرائع سے لی گئی ان میں سے بہت سی

کہانیاں اور واقعات مستند نہیں ہیں اور من گھڑت ہیں۔ اور ان میں سے بہت سی کہانیاں غیر متعلقہ علم اور موضوعات سے متعلق ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا۔ مزید برآں، ان میں سے بہت سی کہانیاں اور واقعات ایسی چیزوں پر مبنی ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، لیکن چونکہ یہ تضادات اکثر باریک ہوتے ہیں، سامعین کی اکثریت انہیں نظر انداز کر دیتی ہے۔ مثال کے طور پر، یہ کہانیاں اکثر اپنے روحانی استاد کی مکمل اور بلا شک و شبہ اطاعت کے موضوع کو آگے بڑھاتی ہیں، حالانکہ یہ وہ چیز نہیں ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کے ساتھ کی تھی، حتیٰ کہ خلفائے راشدین کے دور میں بھی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ درحقیقت ایسے بہت سے مستند اور مشہور واقعات ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہما کے طریقہ کار کو ادب کے ساتھ چیلنج کیا تھا۔ مثال کے طور پر، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احترام کے ساتھ چیلنج کیا، اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب چندہ دینے سے انکار کرنے والے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا فیصلہ کیا۔ واجب صدقہ اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے میں درست تھے لیکن دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی اندھی تقلید نہیں کی۔ اس کے بجائے، انہوں نے احترام کے ساتھ اس کے فیصلے پر اعتراض کیا جب تک کہ اس نے ان پر اپنا فیصلہ واضح نہیں کیا۔ صحیح مسلم نمبر 124 میں موجود حدیث میں اس پر بحث ہوئی ہے۔

مکمل اور بلا شک و شبہ اطاعت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے ہدایت یافتہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ ہدایت کے دو ذرائع سیکھنا اور اس پر عمل کرنا دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث ہے۔ درحقیقت وہ جتنا زیادہ اپنے آپ کو ہدایت کے ان دو ذرائع کے لیے وقف کریں گے، ان کے لیے حکمت اور سمجھ کے اتنے ہی دروازے کھلتے جائیں گے۔ اس لیے غیر معتبر اور غیر مستند ذرائع سے صحیح رہنمائی اور اسلامی علم تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی رویہ تھا اور یہی کامیابی کا واحد راستہ ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 69

جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں، ہم انہیں ضرور اپنے راستے پر چلائیں گے۔ اور یقیناً "اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔"

علم - 20

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ دنیوی یا دینی علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مددگار ہو، اسلام میں قابل تعریف ہے۔ بدقسمتی سے، مسلمانوں کے اندر بہت سی کمیونٹیز اپنے بچوں، خاص طور پر اپنی بیٹیوں کو تعلیم کی طرف ترغیب دینے میں ناکام رہتی ہیں، کیونکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سادگی سے شادی کریں گے، بچے پیدا کریں گے اور گھریلو بیویوں/ماؤں کے طور پر زندگی گزاریں گے۔ اگرچہ عورت کے گھر کی ماں/بیوی بننے میں کوئی حرج نہیں اگر وہ ایک بننا چاہتی ہے، لیکن دنیوی تعلیم کے بہت سے فائدے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ دنیوی تعلیم اہم ہے کیونکہ یہ کردار کی تشکیل اور تشکیل میں مدد کرتی ہے۔ اس کے ذریعے انسان سیکھتا ہے کہ دنیا کیسے کام کرتی ہے اور مختلف حالات اور قسم کے لوگوں سے کیسے نمٹنا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک مسلمان عورت کو ان مختلف حالات سے نمٹنے میں مدد کریں گی جن کا اسے زندگی میں سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ، ایک دنیوی تعلیم جو ایک اچھے کیریئر کا باعث بنتی ہے، ایک مسلمان عورت کو شریک حیات کا انتخاب کرتے وقت زیادہ انتخاب کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ جبکہ، ایک ان پڑھ عورت کو انتخاب کی آزادی ہمیشہ کم ہوگی۔ زیادہ منتخب ہونے کی وجہ سے ایک مسلمان عورت کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مناسب شریک حیات کا انتخاب کرنے کا موقع ملے گا، جو اس کے حقوق کو پورا کرے گا۔

دنیوی تعلیم حاصل کرنے سے دوسرے بھی اس کی زیادہ عزت کرتے ہیں، جیسے کہ اس کا شوہر۔ جس کی زیادہ عزت کی جاتی ہے وہ دوسروں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا پابند ہے۔

آخر کار، پڑھی لکھی مسلمان عورت جس کے پاس کیریئر ہے وہ اپنے شوہر جیسے دیگر تمام لوگوں سے مالی طور پر خود مختار ہو جاتی ہے۔ اس سے دوسرے اس کی زیادہ عزت کریں گے اور اس سے اس کے شوہر کی طرف سے اس کے ساتھ زیادتی کے امکانات کم ہوں گے، کیونکہ بیوی کے شوہر کی طرف سے بدسلوکی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ جب وہ جانتا ہے کہ وہ اس

پر پوری طرح سے منحصر ہے۔ بہت سے معاملات میں، اگر بدسلوکی بہت زیادہ ہوتی ہے، تو ایک ان پڑھ عورت کے اپنے بدسلوکی کرنے والے شوہر سے دور ہونے کا امکان بہت کم ہوتا ہے کیونکہ وہ مکمل طور پر اس پر منحصر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے اس کے والدین نے بھی منہ موڑ دیا ہو، کیونکہ وہ اس کی اور اس کے بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ یہ اکثر مسلم کمیونٹی میں ہوتا ہے۔ جبکہ اگر مسلمان عورت تعلیم یافتہ ہے تو وہ اپنے شوہر کو چھوڑنے اور اپنے کیریئر کے ذریعے اپنا اور اپنے بچوں کا کفالت کرنے کے لیے صحیح مالی حالت میں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر چھوڑ دے، کیونکہ یہ بچکانہ ہے اور اسلام کی تنقید ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی تعلیم عورت کو مالی آزادی دیتی ہے، جو شادی کی مشکلات کا سامنا کرتے وقت بہت ضروری ہے، جیسے کہ طلاق۔

یہ صرف چند وجوہات ہیں کہ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے لیے دنیاوی تعلیم حاصل کریں اور آنے والی نسلوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔

علم - 21

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس ذہنیت پر تنقید کی ہے جو ماضی کی قوموں نے اختیار کی تھی، جسے اب امت مسلمہ نے اپنایا ہے۔ باب 23 المؤمنون، آیت 53

لیکن انہوں نے اپنے مذہب کو اپنے درمیان حصوں [فرقوں] میں تقسیم کر دیا - ہر ایک گروہ، جو "اس کے پاس ہے، خوش ہے۔"

اگر کوئی مسلمان قوم کا مشاہدہ کرے تو بے شمار مکاتب فکر اور فرقوں میں یہ رویہ نظر آئے گا۔ ہر ایک کو پختہ یقین ہے کہ وہ فرشتوں کے ساتھ ہیں اور بہت سے معاملات میں وہ دوسرے فرقوں اور مکاتب فکر کی تنقید اور مذمت کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی اپنی تشریحات اور تفہیم سے مکمل طور پر مطمئن ہیں اور ان کے عقیدہ میں کسی قسم کے شبہات نہیں ہیں۔ بہت سے مختلف مکاتب فکر کا مشاہدہ کرنا عجیب بات ہے لیکن ان سب کو مکمل یقین ہے کہ وہ اکیلے ہی صحیح راستے پر ہیں۔

لوگوں کی طرف سے یہ رویہ اختیار کرنے کی ایک اہم وجہ غلط وفاداری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے جن کی وفاداری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی سے نہیں تھی، ان کے بعد کے لوگوں نے اپنی وفاداری کو آگے بڑھایا۔ ان کا مکتبہ فکر اور ان کے بزرگ سب سے بڑھ کر۔ یہاں تک کہ اگر انہیں ایسا لگتا تھا کہ کسی دوسرے مکتبہ فکر سے لیا گیا اسلامی تصور زیادہ درست معلوم ہوتا ہے، تب بھی انہوں نے اسے مسترد کر دیا اور اس کے بجائے اپنے ہی مکتبہ فکر کی طرف سے پیش کردہ تشریح کی پیروی کی، محض اندھی وفاداری سے۔ جیسا کہ لوگ کامل نہیں ہیں، اسلامی تعلیمات کی ان کی تشریح کبھی بھی مکمل نہیں ہوگی۔ اس لیے کوئی بھی مکتبہ فکر، جو اپنے بزرگوں کی دی ہوئی تشریحات پر انحصار کرتا ہو، مکمل طور پر کامل نہیں ہو سکتا۔ کوئی شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار ہے، وہ اس حقیقت کو پہچان لے گا

اور اس لیے کسی بھی مکتبہ فکر سے اسلامی تعلیمات کی بہترین تشریح کو قبول کرے گا۔ مسلمانوں کو اندھی وفاداری اور اندھی پیروی سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ گمراہی کا باعث بن سکتا ہے اور یہ اسلام کے طریقے سے متصادم ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے۔ میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور میری "..." پیروی کرنے والے

اس کے بجائے، اسلامی علم کی بہترین تشریحات کو قبول کرتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی وفاداری برقرار رکھنی چاہیے، خواہ یہ علم کسی سے بھی ہو۔

عاجزی - 1

جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا تو اس کے درجات بلند ہوں گے۔ ایسا ہوتا ہے کیونکہ عاجزی اللہ کی بندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ عاجزی کا مخالف جو کہ فخر ہے صرف مالک یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ ہر چیز جو لوگوں کے پاس ہے وہ اسی کی طرف سے پیدا اور عطا کی گئی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنا اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان غرور سے بچتا ہے اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنے سے عاجزی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سچی بندگی ہے اور دونوں جہانوں میں حقیقی عظمت کی طرف لے جاتی ہے۔

عاجزی - 2

صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ انہوں نے واضح کیا کہ فخر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص سچائی کو مسترد کرتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔

تکبر رکھنے والے کو نیک اعمال کی کوئی مقدار فائدہ نہیں دے گی۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی شیطان کو دیکھتا ہے اور جب وہ مغرور ہو گیا تو اس کی ان گنت سالوں کی عبادت نے اسے کیسے فائدہ نہیں پہنچایا۔ درحقیقت، مندرجہ ذیل آیت واضح طور پر غرور کو کفر سے جوڑتی ہے، اس لیے ایک مسلمان کو ہر قیمت پر اس بری صفت سے بچنا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 34:

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

مغرور وہ ہے جو حق کو اس وقت رد کرتا ہے جب وہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ان کی طرف سے نہیں آیا تھا اور یہ ان کی خواہشات اور ذہنیت کو چیلنج کرتا ہے۔ مغرور شخص یہ بھی مانتا ہے کہ وہ دوسروں سے برتر ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اپنی اصل حیثیت سے بے خبر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یقین کریں کہ وہ ان چند ناقص اور نامکمل نیکیوں کی وجہ سے عظیم ہیں جو انہوں نے کیے ہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ان کے بہت سے گناہوں کی وجہ سے ناپسند ہیں۔ اس کے علاوہ، دوسروں کو حقیر سمجھنا بے وقوفی ہے کیونکہ کوئی اپنے انجام اور دوسروں کے آخری انجام سے بے خبر ہے۔ یعنی جس شخص کو وہ حقیر سمجھتے ہیں وہ مخلص مسلمان کی حیثیت سے مر سکتا ہے جبکہ وہ کافر کی حالت میں مر سکتا ہے۔

درحقیقت، کسی بھی چیز پر فخر کرنا بے وقوفی ہے۔ یہاں تک کہ نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ الہام، علم اور قوت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ لہذا کسی ایسی چیز پر فخر کرنا جو فطری طور پر اپنی ذات سے تعلق نہیں رکھتی، صریح حماقت ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص جو اس حویلی پر فخر کرتا ہے جس کا وہ مالک بھی نہیں اور نہ ہی رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فخر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق اور پیدائشی مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کو للکارنے والا تکبر کے ساتھ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4090 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر عاجزی اختیار کرے۔ عاجز واقعی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس جو بھی بھلائی ہے اور وہ تمام برائیاں جن سے وہ محفوظ ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی طرف سے نہیں۔ پس عاجزی انسان کے لیے غرور سے زیادہ موزوں ہے۔ کسی شخص کو اس بات پر دھوکہ نہیں دینا چاہئے کہ عاجزی رسوائی کا باعث بنتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عاجز بندوں سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرنے والے کے درجات میں اضافے کی ضمانت دی ہے۔ انسان حق کو قبول کرتا ہے خواہ وہ کسی کی طرف سے آیا ہو کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ وہ دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے رحم و شفقت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور خلوص نیت سے اس کی تائید کرتے ہیں، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم و شفقت کی نظر فرمائے گا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جس طرح وہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

عاجزی - 3

یہ نکتہ باب 25 الفرقان آیت 63 سے مربوط ہے

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آسانی سے چلتے ہیں۔“

یہ سمجھ لیا ہے کہ ان کے پاس جو بھی خوبی ہے وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے بندوں نے اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے۔ اور جس برائی سے وہ بچ گئے وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی۔ جو چیز کسی کی نہیں اس پر فخر کرنا کیا حماقت نہیں؟ بالکل ان کا نہیں مسلمانوں کو اسی طرح جیسے کوئی شخص کسی اسپورٹس کار پر فخر نہیں کرتا جو یہ احساس ہونا چاہیے کہ حقیقت میں کچھ بھی ان کا نہیں ہے۔ یہ رویہ یقینی بناتا ہے کہ انسان ہر وقت عاجز رہے۔ اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے صحیح بخاری نمبر 5673 میں موجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پر مکمل یقین رکھتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ کسی شخص کے اعمال صالحہ انہیں جنت میں نہیں لے جائیں گے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی اس کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لیے کہ ہر عمل صالح اسی وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو انجام دینے کے لیے علم، طاقت، موقع اور الہام عطا فرمائے۔ یہاں تک کہ عمل کی قبولیت بھی پر۔ جب کوئی اس کو ذہن میں رکھتا ہے تو یہ انہیں غرور سے بچاتا کی رحمت اللہ منحصر ہے۔ ہے اور انہیں عاجزی اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ عاجز ہونا کمزوری کی علامت نہیں ہے کیونکہ اسلام نے ضرورت پڑنے پر اپنے دفاع کی ترغیب دی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام مسلمانوں کو کمزوری کے بغیر عاجزی کا درس دیتا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا۔ پس حقیقت میں عاجزی دونوں جہانوں میں عزت کا باعث بنتی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے مخلوق میں سے سب سے زیادہ حلیم پر غور کرنے کی ضرورت ہے، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح طور پر لوگوں کو اس اہم صفت کو اپنانے کا حکم دے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ باب 26 اشعرا، آیت 215:

اور اپنے بازو کو نیچے رکھو [یعنی مہربانی کرو [مومنوں میں سے جو تمہاری پیروی کرتے ہیں۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاجزانہ زندگی گزاری۔ مثال کے طور پر، اس نے خوشی سے گھر میں گھریلو فرائض انجام دیے اور یہ ثابت کیا کہ یہ کام صنفی غیر جانبدار ہیں۔ اس کی تصدیق امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 538 میں ہوتی ہے۔

عاجزی ایک اندرونی خصوصیت ہے جو باہر کی طرف ظاہر ہوتی ہے جیسے کہ چلنے کا طریقہ۔ اس پر ایک اور آیت باب 31 لقمان، آیت 18 میں بحث کی گئی ہے۔

اور لوگوں کی طرف اپنے گال نہ پھیر اور زمین پر اکڑ کر نہ چل۔“

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ جنت ان عاجز بندوں کے لیے ہے جن میں غرور کا کوئی نشان نہیں ہے۔ باب 28 القصص، آیت 83

آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے مقرر کیا ہے جو زمین میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے۔“ اور [بہترین] انجام نیک لوگوں کے لیے ہے۔

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1998 میں موجود ایک حدیث کی تصدیق فرمائی ہے کہ جس کے پاس ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں

ہو گا۔ فخر کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کیونکہ وہ پوری کائنات کا خالق، پالنے والا اور مالک ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، فخر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ دوسروں سے برتر ہیں اور جب سچائی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو اسے مسترد کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس طرف سے آتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کی قبول کرنا ناپسند کرتے ہیں جب وہ سچائی کو کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4092 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

عاجزی - 4

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2556 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل صفات کے حامل کو بشارت دی ہے۔

پہلی خصوصیت عاجزی ہے بغیر کسی کمی کے معنی، کمزوری۔ عاجز اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات پر سرتسلیم خم کرتا ہے، قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، اس طرح اس کی بندگی کا ثبوت دیتا ہے۔ جب سچائی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ اسے آسانی سے قبول کر لیتے ہیں، چاہے وہ ان کی خواہشات کے خلاف ہو اور اس سے قطع نظر کہ اسے کون ان تک پہنچاتا ہے۔ مطلب، وہ سچائی کو یہ سمجھتے ہوئے رد نہیں کرتے کہ وہ بہتر جانتے ہیں۔ وہ دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتے، یہ مانتے ہیں کہ وہ کسی دنیاوی چیز کی وجہ سے جو ان کے پاس ہے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے وہ ان سے برتر ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام دنیاوی نعمتیں جو ان کے پاس ہیں، ان سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے عطا کی ہیں۔ اس لیے ان کے پاس فخر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے علاوہ، وہ سمجھتے ہیں کہ نیک اعمال کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ممکن ہے، کیونکہ نیک کام کرنے کی الہام، موقع، طاقت اور صلاحیت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کے علاوہ، صرف ایک احمق فخر کو اپناتا ہے کیونکہ کسی کو ان کے حتمی نتائج یا دوسروں کے حتمی نتائج کا علم نہیں ہوتا ہے۔ یعنی ان کی موت اس حال میں ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہوں اور کفر کی حالت میں بھی۔ ان سچائیوں کو سمجھنا انسان کو تکبر کے مہلک گناہ سے روک دے گا۔ ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ کمزوری کے بغیر عاجزی کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان ہمیشہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے لیکن ضرورت پڑنے پر اپنا دفاع کرنے اور حق کے لیے کھڑا ہونے سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی اس کی عاجزی ان کے ظاہر ہونے کا سبب بنتی ہے۔ دوسروں کی نظروں میں ذلیل اور بے عزت۔

سی حریت - 1

جامع ترمذی نمبر 661 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ جب کوئی مسلمان حلال کمائی میں سے ایک کھجور جیسی معمولی سی رقم صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حکم دیتا ہے۔ قیامت کے دن ایک بڑے پہاڑ کے برابر ثواب ملے گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس مال سے راضی ہوتا ہے جو حلال طریقے سے حاصل کیا جائے اور اسے حلال طریقے سے استعمال کیا جائے۔ کوئی بھی مال جو ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو وہ کسی بھی نیک عمل کو بگاڑ دے گا جس پر اس کا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے صدقہ یا اس کے ساتھ حج کرنا۔ صحیح مسلم نمبر 2346 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص ناجائز چیز حاصل کرے اور اس سے استفادہ کرے تو اس کی دعا رد ہو جائے گی۔ اگر کسی کی دعا رد ہو جائے تو کوئی دوسرا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسے قبول ہو گا؟

آخر میں، یہ حدیث ہر طرح سے خرچ کرنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جیسے کہ اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جو لوگ صحیح طریقے سے خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیت کے مطابق، ان کے خرچ کے معیار کے مطابق بہت زیادہ اجر دیتا ہے نہ کہ مقدار کے مطابق۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کر کے اپنی نیت درست کر لیں، خواہ وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور اس بات کی فکر نہ کرے کہ وہ کتنا یا کم خرچ کرتا ہے۔ امید ہے کہ جو شخص اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے لامحدود درجہ کے مطابق اجر ملے گا جو کہ سمجھ سے باہر ہے۔ لیکن جو روکے گا وہ اس عظیم اجر سے محروم رہے گا۔

اس کے علاوہ، اہم حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی دیگر جائز دنیاوی نعمتوں کا استعمال کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ جذباتی اور جسمانی طور پر دوسروں کی مدد کرنا۔ جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دوسروں کی بھلائی کے کاموں میں مدد کرتا ہے اور لوگوں سے شکرگزاری یا تعریف کے طلب گار نہیں ہوتا ہے تو اسے بے شمار اجر ملے گا۔

صدقہ - 2

صحیح مسلم نمبر 2336 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ ہر روز دو فرشتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ پہلا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اس کی خاطر خرچ کرنے والے کو معاوضہ دے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے کہ روکنے والے کو ہلاک کر دے۔

اس حدیث کا مقصد سخاوت اور بخل سے بچنے کی ترغیب دینا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنے میں صرف واجب صدقہ ہی شامل نہیں ہے بلکہ اس میں فضول خرچی اور اسراف کے بغیر اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا بھی شامل ہے جیسا کہ اسلام نے اس کا حکم دیا ہے۔ جو کوئی بھی ان عناصر پر خرچ کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دولت تباہ ہو جائے کیونکہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں جو حقیقت میں دولت کو بیکار بنا دیتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنا کبھی بھی مجموعی نقصان کا باعث نہیں بنتا کیونکہ ایک شخص کو کسی نہ کسی طریقے سے معاوضہ دیا جاتا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2029 کی حدیث میں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔ باب 34 سبا، آیت 39:

”...لیکن تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ اس کی تلافی کرے گا“

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک سخی انسان اللہ کے قریب، جنت کے قریب، لوگوں کے قریب اور جہنم سے دور ہے۔ جبکہ کنجوس شخص اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم سے قریب ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

آخر میں، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ حدیث ان تمام نعمتوں پر لاگو ہوتی ہے جو کسی کے پاس ہوتی ہے، جیسے کہ ان کی اچھی صحت، نہ کہ صرف مال۔ پس اگر کوئی ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے وقف کرنے اور استعمال کرنے میں ناکام رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو فرشتے کی دعا ان کے خلاف ہو گی۔ بنیادی حدیث میں جس تباہی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد نعمتوں سے محروم ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس میں دنیاوی نعمت شامل ہے جو دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ یہ ان لوگوں میں آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے جو اپنی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جیسے کہ ان کی دولت۔ جو دولت وہ حاصل کرتے ہیں اور اس امید پر جمع کرتے ہیں کہ یہ ان کے لیے سکون کا ذریعہ بنے گی، وہی ان کے تناؤ اور پریشانی کا باعث بن جاتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایک نعمت کو اسلامی تعلیمات کے مطابق صحیح طریقے سے استعمال کریں تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں زیادہ سے زیادہ حاصل ہو، جو کہ حقیقت میں حقیقی شکرگزاری ہے۔ بصورت دیگر، وہ ہمیشہ کے لیے نعمت سے محروم ہو سکتے ہیں۔

باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

صدقہ - 3

صحیح بخاری نمبر 6444 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ دنیا کے امیر لوگ آخرت میں غریب ہی رہیں گے جب تک کہ وہ اپنی نعمتوں کو صحیح طریقے سے خرچ نہ کریں لیکن یہ لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں۔

اس کا مطلب ہے کہ دولت مندوں کی اکثریت اپنی دولت کو غلط طریقے سے خرچ کرتی ہے۔ یعنی ان چیزوں پر جو یا تو بیہودہ ہیں اور اس وجہ سے ان کا نہ آخرت میں کوئی فائدہ ہے اور نہ دنیا میں کوئی حقیقی فائدہ۔ یا وہ گناہ کی چیزوں پر خرچ کرتے ہیں جو ان کے لیے دونوں جہانوں میں بوجھ بن جائیں گے۔ یا وہ حلال چیزوں پر اس طرح خرچ کرتے ہیں جو اسلام کو ناپسند ہے جیسے فضول خرچی یا اسراف۔ ان وجوہات کی بناء پر امیر قیامت کے دن غریب ہو جائیں گے، کیونکہ انہوں نے اپنی نعمتوں مثلاً اپنی دولت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال نہیں کیا۔ یہ غربت ایک مشکل احتساب، تناؤ، ندامت اور یہاں تک کہ سزا کا باعث بنے گی۔

اس کے علاوہ جو لوگ اپنا مال جمع کرتے ہیں وہ پائیں گے کہ ان کا مال انہیں ان کی قبر پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ آخرت کو خالی ہاتھ مفلس کی طرح پہنچیں گے۔ جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ میت دوسروں کے لیے مال چھوڑ دے گا جب کہ وہ اس کے کمانے اور ذخیرہ کرنے کے لیے جوابدہ ہوں گے۔

آخر کار، جس طرح دولت مند اپنی دولت کمانے، ذخیرہ اندوزی، حفاظت اور بڑھوتری میں مشغول ہوتے ہیں، اسی طرح یہ انہیں اعمال صالحہ کرنے سے بھی غافل کردیتا ہے، یہی وہ چیز ہے جو قیامت کے دن کسی کو امیر بنا دے گی۔ درحقیقت، اس سے محروم ہونے سے وہ غریب ہو جائیں گے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ دولت کو صحیح طریقے سے خرچ کرنا نہ صرف صدقہ کرنا ہے بلکہ اس میں فضول خرچی یا اسراف کے بغیر ان کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا بھی شامل ہے۔

حقیقی امیر وہ ہے جو اپنی نعمتوں مثلاً اپنی دولت کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جیسا کہ اسلام نے بتایا ہے۔ یہ شخص دنیا اور آخرت میں امیر ہوگا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

درحقیقت یہ شخص ان کی برکتیں اپنے ساتھ آخرت تک لے جاتا ہے۔ یہ رویہ انہیں فارغ وقت بھی فراہم کرتا ہے جو انہیں اعمال صالحہ کرنے کی اجازت دیتا ہے جس کے نتیجے میں آخرت میں ان کی دولت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

آخر میں، جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، اس نے اس کا شکر ادا کیا ہے۔ یہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں برکتوں میں اضافے کا باعث بنے گا۔ یہ امیری کی صحیح تعریف ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔

صدقہ - 4

صحیح بخاری نمبر 6806 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سات گروہوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا۔

یہ سایہ ان کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا جس میں سورج کو تخلیق کے دو میل کے اندر اندر لانے کی وجہ سے ناقابل برداشت گرمی بھی شامل ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

ان گروہوں میں ایک شخص بھی شامل ہے جو خفیہ خیرات کرتا ہے۔ اگرچہ عوامی طور پر صدقہ کرنا دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت اور ترغیب دے سکتا ہے، جس سے ثواب بڑھتا ہے اس بات پر کہ کتنے لوگ ان کے اس طرز عمل پر عمل کرتے ہیں جس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے، پھر بھی چھپ کر صدقہ کرنا خطرناک سے بچتا ہے۔ دکھاوے کا گناہ، جو کسی کے عمل کو برباد کر دیتا ہے۔ جب کوئی مسلمان چھپ کر عطیہ کرتا ہے تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ان کے اخلاص کی نشاندہی کرتا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی کہ کتنا صدقہ کرنا چاہیے۔ پس اگر ایک مسلمان اس نصیحت پر عمل کرنے میں ناکام ہو جائے تو اس کے لیے کوئی عذر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی عمل کے معیار کو دیکھتا ہے، کسی شخص کے اخلاص کو، نہ کہ مقدار کو۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ اسلام میں صدقہ صرف مال دینے تک ہی محدود نہیں ہے۔ درحقیقت اس میں تمام نیک اعمال شامل ہیں، جیسے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ صحیح مسلم نمبر 1671

میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب تک ان اعمال صالحہ میں سے کوئی ایک عمل پوشیدہ طور پر کیا جائے جب تک کہ وہ شخص دوسروں کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے امید ہے کہ وہ اس حدیث کو پورا کریں گے اور قیامت کے دن سایہ حاصل کریں گے۔

صدقہ - 5

صحیح بخاری نمبر 1417 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مسلمان کو جہنم سے بچنا چاہیے خواہ نصف کھجور کا صدقہ دے کر۔

یہ حدیث بھی اسلام کی دیگر تعلیمات کی طرح مقدار پر معیار کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہے۔ شیطان اکثر مسلمانوں کو اعمال صالحہ کرنے سے روکتا ہے اور ان کو یہ یقین دلاتا ہے کہ عمل بہت چھوٹا ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر ہے۔ بدقسمتی سے، یہاں تک کہ دوسرے جاہل مسلمان بھی اکثر دوسروں کو بعض صالح اعمال سے یہ کہہ کر حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ وہ معمولی اور غیر ضروری ہیں۔

ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس جال میں نہ پھنسے اور اس کے بجائے چھوٹے یا بڑے تمام نیک اعمال انجام دینے کی کوشش کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ کسی کے معیار کو دیکھتا ہے اور اس کی بنیاد پر لوگوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس خوبی کا ایک پہلو اس کی نیت ہے، یعنی چاہے کوئی اسے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کر رہا ہو، یا کسی اور وجہ سے، جیسے دکھاوے کے۔

ایک مسلمان کو سب سے پہلے اپنے نیک عمل کے معیار کو درست کرنے پر توجہ دینی چاہیے، جیسے کہ اچھی نیت رکھنا، اور پھر اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ نیک کام کا ذریعہ، جیسے صدقہ دینا، جائز ذریعہ سے ہے، جیسا کہ کوئی ایسا عمل جس کی بنیاد ہو۔ ناجائز میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 661 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کے بعد ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق تمام نفلی اعمال بجا لائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال معمول کے ہیں خواہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

اس کے علاوہ، باقاعدگی سے اچھے کام کرنے سے ایک مسلمان کو بہتر طور پر بدلنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے جو کہ نیلے چاند میں ایک بار بڑا کام کرنے کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ رضاکارانہ صدقہ کے سلسلے میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق باقاعدگی سے صدقہ کرے، چاہے وہ ایک پاؤنڈ ہی کیوں نہ ہو، اور اس بات پر پختہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ثواب کے پہاڑ میں بدل دے گا۔ درحقیقت اس کا وعدہ جامع ترمذی نمبر 662 میں موجود حدیث میں کیا گیا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ مقدار سے زیادہ معیار پر توجہ دے اور ہر قسم کے نیک اعمال کو اپنے اسباب اور طاقت کے مطابق باقاعدگی سے انجام دے۔

صدقہ - 6

جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزوں کی نصیحت فرمائی۔ پہلا یہ کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔

اس لیے کہ مسلمان جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے، کسی نعمت جیسے کہ وقت، اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کرتا ہے۔ یہ معاوضہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا جو انہوں نے پہلے استعمال کیا تھا۔ باب 2 البقرہ، آیت 245

”کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے؟“

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے اسے ایسے مالی مواقع عطا کرتا ہے جس سے دولت میں مجموعی طور پر اضافہ ہو۔ اس کے علاوہ، یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو کچھ بھی کسی شخص پر خرچ کرنا مقصود ہے، جو اس کا اصل مال ہے، اس کے طرز عمل یا پوری مخلوق کے طرز عمل سے قطع نظر کبھی بھی نہیں بدل سکتا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ایک شخص کا رزق ان کے لیے مختص کیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ پس درحقیقت صدقہ کرنے سے اس مال کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی جو ان پر خرچ کرنا مقدر ہے، جیسا کہ مال اس کے کھانے پر خرچ ہوتا ہے۔ آخر میں، صدقہ کسی کی دولت کو کم نہیں کرتا، کیونکہ کوئی صرف اپنی دولت کو اپنے آخرت کے کھاتے میں جمع کر رہا ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے دو بینک کھاتوں کے درمیان رقم منتقل کرتا ہے۔ اس لحاظ سے صدقہ کسی کے مال میں کمی نہیں کرتا کیونکہ اصل فائدہ اٹھانے والا خود ہے۔ اس کو یاد رکھنے سے وہ ان لوگوں سے شکر گزاری طلب کرنے سے روکے گا جن کی وہ مدد کرتے ہیں اور یہ فخر کو روک دے گا، جیسا کہ حقیقت میں، جب وہ صدقہ کرتے ہیں تو کسی دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔

صدقہ - 7

صحیح بخاری نمبر 6006 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت کی ہے کہ اگر ایک مسلمان ہر روز روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلی نماز پڑھتا ہے تو اس کے لیے مالی مدد ہو گی۔ بیوہ یا غریب آدمی۔

اس مصروف جدید دنیا میں مسلمان اکثر رضاکارانہ نیک اعمال، جیسے رضاکارانہ روزے یا رضاکارانہ رات کی نماز کے لیے وقت نکالنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ اسلام، ہمیشہ کی طرح، ہر ایک کو، اس کے طرز زندگی سے قطع نظر، اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ دیتا ہے۔ اس صورت میں ایک مسلمان اس عظیم اجر کو حاصل کرنے کے لیے کسی بیوہ یا غریب کی مالی مدد کر سکتا ہے۔ اس دن اور دور میں ضرورت مندوں کی کفالت کرنا اور بھی آسان ہے کیونکہ کسی کو ان کی مدد کے لیے ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ باقاعدگی سے عطیہ کرنے کے لیے کوئی معزز اور قابل اعتماد خیراتی اداروں کا استعمال کر سکتا ہے۔ اور کسی مسلمان کو بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہیے اور اس یقین کے ساتھ کہ ان کی رقم ضرورت مندوں تک نہیں پہنچے گی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیت کے مطابق اجر دے گا، خواہ وہ رقم غریبوں تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کسی معتبر اور قابل اعتماد صدقہ کے ذریعے صحیح نیت یعنی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے صدقہ کرے۔

ضرورت مندوں کی کفالت کرنا مہنگا نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر لوگ اپنے ماہانہ فون بل اور دیگر غیر ضروری لگژری چیزوں پر زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں۔ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ اگر ہر مالی طور پر استطاعت رکھنے والا مسلمان کسی ضرورت مند کی کفالت کرے تو اس سے دنیا میں غربت میں ڈرامائی طور پر کمی آئے گی۔

آخر میں جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ استطاعت رکھنے والے کی حوصلہ افزائی کرے اور اس کے نتیجے میں اسے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

اس لیے اس کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی کہ تمام مسلمان اس آسان اجر کو حاصل کرنے سے محروم رہیں۔

صدقہ - 8

جامع ترمذی نمبر 664 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

اس صدقہ میں واجب اور رضاکارانہ صدقہ دونوں شامل ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ صدقہ کا مثبت اثر ہوتا ہے کیونکہ دولت اکثر لوگوں کے لیے ایک محبوب دنیاوی چیز ہوتی ہے۔ پس جب وہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھوڑ دیتے ہیں، اس کو ضرورت مندوں کو دے کر، اللہ تعالیٰ ان سے اپنے غضب کو، جو ان کی نافرمانی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، کو ٹال دیتا ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہو جاتی ہے، جو اس دنیا میں ان کو آنے والی مشکلات، آزمائشوں اور آزمائشوں سے باحفاظت رہنمائی کرے گی، تاکہ جب وہ اپنی موت کو پہنچیں تو اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر کے مر جائیں۔ اعلیٰ، معنی، ایک سچے مسلمان کے طور پر۔

ایک بری موت ہے جب کوئی اپنے ایمان کے بغیر مر جائے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی کمزور ایمان رکھتا ہو، جو کہ اسلامی علم سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جتنا کوئی اسلامی علم حاصل کرے گا اور اس پر عمل کرے گا اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط ہوتا جائے گا۔ بری موت اس وقت بھی واقع ہو سکتی ہے جب کوئی کبیرہ گناہوں مثلاً فرض نمازوں کو ترک کرنے پر لگا رہتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں کہ یہ شخص آخرت میں کہاں جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1961 کی ایک حدیث میں یہ نصیحت فرمائی کہ سخی اللہ تعالیٰ کے قریب، لوگوں کے قریب، جنت کے قریب اور قریب ہے۔ جہنم سے دور

لہذا ایک مسلمان کو اپنی عادت بنانی چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق باقاعدگی سے صدقہ کرتے رہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ معیار کے معنی کو دیکھتا ہے، نہ کہ مقدار کو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا

کے لیے کھجور کا ایک پھل بھی مسلمان کو پہاڑ سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

آخر میں، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صدقہ میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ لہذا جس کے پاس مال نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ دوسرے طریقوں سے صدقہ کرے، جیسے کہ دوسروں کو اپنا وقت، توانائی اور جذباتی مدد دینا۔ کم از کم کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھے، کیونکہ یہ اپنے آپ کو صدقہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

صدقہ - 9

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 603 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں کھڑا ہوگا۔

یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ حاصل کرنے کے لئے ایک انتہائی اہم نعمت ہے، کیونکہ سورج کو قیامت کے دن تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لوگ گرمیوں کے دن کی گرمی کو برداشت کرنے کے لیے تگ و دو کرتے ہیں، وہ قیامت کی گرمی کو بغیر سایہ کے کیسے برداشت کریں گے؟

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ صدقہ جاریہ دینے کی کوشش کرے خواہ اس کی مقدار کتنی بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ مقدار کو نہیں مانتا، وہ اعمال کا فیصلہ معیار، معنی اور اخلاص کی بنیاد پر کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث اس بات کی تلقین کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال باقاعدہ ہیں خواہ وہ چھوٹے ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ اعمال کا بدلہ دے گا خواہ وہ ایک ایٹم کے برابر ہوں۔ باب 99: زلزال، آیت 7

"پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا"

لہذا، اس سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے باقاعدگی سے صدقہ دینے میں ناکامی کا کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا، اس امید پر کہ وہ ایک مضبوط سایہ حاصل کریں جو انہیں ایک عظیم دن کی شدید گرمی سے محفوظ رکھے۔

آخر میں، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صدقہ میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ لہذا جس کے پاس مال نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ دوسرے طریقوں سے صدقہ کرے، جیسے کہ دوسروں کو اپنا وقت، توانائی اور جذباتی مدد دینا۔ کم از کم کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھے، کیونکہ یہ اپنے آپ کو صدقہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

صدقہ - 10

جامع ترمذی نمبر 1855 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض خصوصیات کی نصیحت فرمائی ہے جو مسلمان کو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔

ان خصلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کو کھانا کھلانا۔ یہ ایک ایسا عظیم عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اجر عظیم کا باعث ہے۔ باب 76 الانسان، آیات 9-11:

ہم تمہیں صرف اللہ کے چہرے [یعنی رضامندی] کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے اجر یا شکر " گزاری نہیں چاہتے، بے شک ہم اپنے رب سے سخت اور سخت دن سے ڈرتے ہیں۔ "تو اللہ ان کو اس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور انہیں چمک اور خوشی عطا کرے گا۔

اس کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کو کھلاتا ہے اسے قیامت کے دن جنت کے پہل کھلائے جائیں گے۔ جامع ترمذی نمبر 2449 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ آخر میں ایک مسلمان کو چاہیے کہ ہر قسم کے صدقات کو باقاعدگی سے اپنے وسائل کے مطابق دینے کی کوشش کرے، چاہے اس کی مقدار کچھ بھی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ معیار کے معنی کا فیصلہ کرتا ہے۔ کسی کا ارادہ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

صدقہ - 11

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2520 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش نصیب شخص کی خصوصیات بتائی ہیں۔

ان خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنی زائد دولت کو خرچ کرنا۔ زائد دولت وہ دولت ہے جو کسی کی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد بغیر فضول خرچی اور اسراف کے باقی رہ جاتی ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ مستقبل قریب کے لیے معقول بچت کرے اور پھر بقیہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرے، جیسے صدقہ۔ وہ اسے فضول یا گناہ کی چیزوں پر خرچ نہ کریں اور نہ ہی اسے ذخیرہ کریں۔ حقیقت میں دولت کا ذخیرہ کرنا اسے بیکار بنا دیتا ہے، کیونکہ یہ عمل اس کی تخلیق کے مقصد سے انکار کرتا ہے۔ دولت جو معاشرے میں گردش کرتی ہے وہ سب کے لیے فائدہ مند ہے جبکہ ذخیرہ اندوزی صرف امیر اور غریب کے درمیان فاصلہ بڑھاتی ہے۔ اور یہ حقیقت میں اس کے مالک کو فائدہ نہیں پہنچاتا، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں اس سے لطف اندوز ہونے میں ناکام رہے لیکن آخرت میں اس کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ مسلمان کو چاہیے کہ یا تو زیادہ مال حاصل کرنے سے بچیں یا کم از کم اسے صحیح طریقے سے استعمال کریں۔ اس کے علاوہ، یہ نصیحت کسی کی تمام نعمتوں پر لاگو ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان کو ان تمام نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں، اور ان کو فضول یا گناہ کی چیزوں پر استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ فضول چیزیں صرف انسان کے قیمتی وسائل کو ضائع کرنے کا باعث بنتی ہیں اور یہ ان کے لیے قیامت کے دن بڑے پشیمان ہوں گے، خاص طور پر جب وہ ان لوگوں کو ملنے والے انعام کا مشاہدہ کریں جنہوں نے ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کیا۔ آخر کار، فضول اور گناہ والی چیزیں دونوں جہانوں میں صرف تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتی ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو بھولنے کا سبب بنتا ہے، کیونکہ اس کو حقیقی طور پر یاد کرنے میں ان نعمتوں کا استعمال شامل ہے جو اس کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

صدقہ - 12

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2556 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل صفات کے حامل کو بشارت دی ہے۔

ان خصوصیات میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بغیر مال خرچ کرنا اور کمزوروں اور محتاجوں کی مدد کرنا ہے۔ اس میں وہ خرچ بھی شامل ہے جس سے دنیا یا آخرت میں حقیقی فائدہ حاصل ہو۔ اس میں کسی کی ضرورتوں اور محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے خرچ کرنا شامل ہے، بغیر اسراف، فضول خرچی کے۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود حدیث کے مطابق اس طرح خرچ کرنا درحقیقت ایک نیک عمل ہے۔ یہ صحیح خرچ ان تمام دنیوی نعمتوں پر محیط ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرنا شامل ہے۔

ضرورت مندوں کی مدد میں ہر قسم کی امداد اور مدد شامل ہے، جیسے مالی، جذباتی اور جسمانی مدد۔ جو اس طرح دوسروں کی مدد کرے گا اسے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوگی۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1930 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جسے حاصل ہو جائے وہ ناکام نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہر چیز پر غالب آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنے اعمال میں ہمیشہ مخلص رہنا چاہیے۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی لوگوں سے شکرگزاری کی امید نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کا مطالبہ کرتا ہے۔ کسی کو بھی دوسروں کی مدد کرنی چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کی مدد کریں۔

صدقہ - 13

صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند آسان اعمال صالحہ کی تلقین فرمائی۔

پہلا نیک عمل یہ ہے کہ کسی کی خاص تجارت میں اس کی وسعت کے مطابق مدد کی جائے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان اپنے پیشے میں کسی کی مزید تعلیم یا اس کے پیشے سے جڑی کوئی فیس ادا کر کے اس کی مدد کر سکتا ہے۔ اس طرح مدد کرنا درحقیقت پورے خاندان کی کفالت کا ایک بہترین طریقہ ہے، کیونکہ ایک ایسے شخص کی مدد کرنا جو کماتا ہے اپنے خاندان کی کفالت کے لیے بالواسطہ طور پر خاندان کی مدد کر رہا ہے، حالانکہ یہ پورے خاندان کی کفالت کرنے سے کہیں زیادہ سستا اور آسان ہے۔ اس کے علاوہ، عطیہ کرنے والے کو ان کی موت کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا، جب تک کہ وہ شخص اپنی تجارت میں کام کرتے ہوئے عطیہ دہندگان کی مدد سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ کسی ایسے شخص کی مدد کرے جس کا کوئی پیشہ نہ ہو۔ اس میں انہیں حلال دولت حاصل کرنے کے لیے بہترین کام کے بارے میں مشورہ دینا، ان کی تعلیم کے لیے ادائیگی کرنا یا کاروباری مالکان کو ان کی خدمات حاصل کرنے کی ترغیب دینا شامل ہے۔ اس میں وہ کچھ بھی شامل ہے جو اس قسم کے افراد کو حلال رزق حاصل کرنے میں مدد کرتا ہے تاکہ وہ اپنی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کر سکیں۔ یہ ایک اہم نیکی ہے کیونکہ جس کے پاس کوئی حلال پیشہ نہیں ہے اس کا زیادہ امکان ہے کہ وہ غیر قانونی ذرائع سے مال حاصل کرے، جیسے کہ جرائم۔ لوگوں کو قانونی پیشہ حاصل کرنے میں مدد کرنا اس لیے معاشرے میں جرائم اور غربت کو کم کرتا ہے۔ اس سے معاشرے کے ہر فرد کو فائدہ ہوتا ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری چیز بیان کی گئی ہے، جس کے تمام مسلمان کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں، وہ اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھنا ہے، کیونکہ یہ اپنے لیے صدقہ

ہے، کیونکہ یہ عذاب سے بچاتا ہے۔ درحقیقت اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھنا ہی ایک سچے مسلمان اور مومن کی تعریف ہے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس میں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا بھی شامل ہے جیسا کہ کوئی چاہتا ہے کہ دوسرے ان کے ساتھ سلوک کریں۔ سیدھے الفاظ میں، جو دوسروں کو امن میں چھوڑے گا اسے امن اور اجر ملے گا۔ جو مسلمان اپنے اسباب کے مطابق دوسروں کو فائدہ پہنچا کر اس طرز عمل میں اضافہ کرتا ہے، خواہ یہ صرف ایک اچھا لفظ ہی کیوں نہ ہو، اس کو اجر کے اوپر اجر ملے گا، اور یہ دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث ہے۔ آخر میں، اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھنا ضروری ہے، کیونکہ قیامت کے دن انصاف قائم ہوگا۔ دوسروں پر ظلم کرنے والے کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں ان لوگوں کے حوالے کرے جن پر انہوں نے ظلم کیا اور اگر ضرورت پڑی تو وہ ان کے گناہوں کو لے لیں گے جن پر انہوں نے ظلم کیا۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

صدقہ - 14

صحیح بخاری نمبر 1427 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کے متعلق کچھ نصیحتیں فرمائیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے فرض اور نفلی صدقات کو اپنی وسعت کے مطابق دینے کی کوشش کرتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو کم دیتا ہے اور اس کے بدلے میں مال جیسی چیزیں دوسروں سے لیتا ہے۔ اس حدیث میں ضرورت مندوں پر تنقید نہیں کی گئی ہے کیونکہ وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے دوسروں سے لینے کے حقدار ہیں۔ لیکن یہ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو دینے کے قابل ہیں لیکن روکتے ہیں اور جن کو ابھی دوسروں سے چیزیں لینے کی ضرورت نہیں ہے، پھر بھی مانگیں اور لیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق دے خواہ اس کی جسامت کچھ بھی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ معیار کے معنی کو دیکھتا ہے، کسی کے اخلاص کو، مقدار کو نہیں۔ ہر ذرہ برابر نیکی لکھی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔ باب 99 زلزال، آیت 7

"پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔"

اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صرف اس صورت میں دوسروں سے چیزیں مانگیں اور لیں جب انہیں واقعی ان کی ضرورت ہو۔ بصورت دیگر، انہیں ضرورت سے زیادہ مانگنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے انسان دوسرے لوگوں پر محتاج ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کھو دیتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق جو وسائل دیے گئے ہیں، مثلاً ان کی جسمانی طاقت کو استعمال کرنا چاہیے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ باب 11 بود، آیت 6

اور زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں ہے کہ اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ اس کے رہنے " کی جگہ اور ذخیرہ کرنے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک کھلی کتاب میں ہے۔

دوسری بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ صدقہ دینے سے پہلے مسلمان کو اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ نہ صرف ایک نیک عمل ہے بلکہ اپنے کفیلوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے حلال طریقوں سے کوشش نہ کرنا بھی گناہ ہے، صحیح مسلم نمبر 2312 میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔

زیر بحث حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جب کوئی شخص اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد فضول خرچی، فضول خرچی اور مالی پریشانی کے بغیر صدقہ کرے۔ اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ وہ اپنی تمام دولت عطیہ نہ کریں بلکہ اپنے وسائل کے مطابق متوازن طریقے سے عطیہ کریں۔ اعمال کا معیار اور مستقل مزاجی اعمال کی مقدار سے زیادہ اہم ہے۔

صدقہ - 15

صحیح مسلم نمبر 2376 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے اس کو اس کے مطابق اجر دیا جائے گا۔ اور اس نے خبردار کیا کہ ذخیرہ اندوزی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو روک دے گا۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ انسان کو صرف حلال مال حاصل کرنا اور خرچ کرنا چاہیے، کیونکہ کوئی بھی نیک عمل جس کی بنیاد حرام پر ہو، اللہ تعالیٰ اسے رد کر دے گا، خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور اس کا استعمال ہے۔

اس کے علاوہ یہ خرچ صرف خیرات کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ اس میں فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا شامل ہے۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود حدیث کے مطابق یہ درحقیقت ایک نیک عمل ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ متوازن طریقے سے خرچ کرے جس سے وہ خود محتاج نہ ہو کر دوسروں کی مدد کرے۔ باب 17 الاسراء، آیت 29

اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے نہ باندھو اور نہ ہی اسے پوری طرح پھیلا دو اور [اس طرح] ”ملامت اور دیوالیہ بن جاؤ۔“

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق باقاعدگی سے صدقہ کرے، چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے معیار کے معنی، ان کے اخلاص کو دیکھتا ہے، نہ کہ عمل کی مقدار کو۔ باقاعدگی کے ساتھ تھوڑا سا صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے، اس سے کہ ایک بار زیادہ صدقہ کیا جائے۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی وسعت کے مطابق دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے لامحدود درجہ کے مطابق اجر دے گا۔ لیکن جو روکے گا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی جواب ملے گا۔ اگر کوئی مسلمان اپنا مال جمع کرتا ہے تو وہ اسے دوسروں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اس کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ اگر وہ اپنی دولت کا غلط استعمال کریں گے تو یہ ان کے لیے دنیا میں لعنت اور بوجھ اور آخرت میں عذاب بن جائے گا۔

آخر میں، اس حدیث کا اطلاق ان تمام دنیاوی نعمتوں پر ہوتا ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ جب کوئی ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ ذہنی سکون، کامیابی اور نعمتوں میں اضافہ پائے گا، جیسا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کو دونوں جہانوں میں برکت، امن اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے دولت مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں صرف ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، خواہ یہ نعمتیں کتنی ہی کم کیوں نہ ہوں۔

صدقہ - 16

سنن ابوداؤد نمبر 2866 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ زندگی میں صدقہ کرنا بستر مرگ پر پہنچنے سے پہلے صدقہ کرنے سے سو گنا افضل ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کیونکہ بہت سے مسلمان احمقانہ طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ یا تو اپنا مال جمع کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے بجائے اپنی خواہشات کے مطابق خرچ کر سکتے ہیں، اور جب وہ بستر مرگ پر پہنچ جائیں گے تو بڑی رقم عطیہ کریں گے۔ دولت کی سب سے پہلے، جیسا کہ اس حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے، ایک مسلمان اس طرح کے برتاؤ سے زیادہ تر اجر سے محروم ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جان چکے ہیں کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور ان کی قیمتی دولت اب ان کے لیے بے وقعت اور بے کار ہو گئی ہے کیونکہ وہ اسے اپنے ساتھ نہیں لے سکتے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بے فائدہ چیز دینا ایک سچے مسلمان کی صفت نہیں ہے۔ درحقیقت یہ حقیقی عقیدہ اور تقویٰ سے متصادم ہے۔ باب 3 علی :عمران، آیت 92

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے ”خرچ نہ کرو۔“

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ حسن سلوک کرے اور ایسے طریقوں سے خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جس میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر خرچ کرنا شامل ہے۔ انہیں اپنے آخری لمحے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ غیر متوقع طور پر آ سکتا ہے اور اس وقت خرچ کرنا ان کے لیے اتنا سود مند نہیں ہو گا۔

صدقہ - 17

سنن ابوداؤد نمبر 2511 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرص سے خبردار کیا ہے۔ یہ صدقہ فطر کو روکنے کا باعث بن سکتا ہے اور یہ دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اپنے واجب صدقات کو صدقہ نہ کرے اسے ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا ہو گا جو قیامت کے دن اسے مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180:

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ دیا ہے اسے روکے رکھنے والے یہ "خیال نہ کریں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ ان کے لیے بدتر ہے۔ ان کی گردنوں میں قیامت... کے دن وہ گھیر لیا جائے گا جو انہوں نے روک رکھا تھا

اگر کسی کا لالچ اسے رضاکارانہ صدقہ دینے سے روکتا ہے تو یہ غیر قانونی نہیں ہو سکتا لیکن یہ انتہائی ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ ایک سچے مومن کی خصوصیت سے متصادم ہے۔ سیدھے الفاظ میں کنجوس شخص اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

لالچ انسان کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی ترغیب دے گا، جیسے کہ اپنے وقت اور مال کو، اس بات کو تسلیم کرنے کے بجائے کہ وہ اپنے آپ کو راضی کرنے کے طریقوں سے کہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا راستہ ان نعمتوں کو استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ برتر، حقیقی مالک اور تمام نعمتوں کا عطا کرنے والا۔

ایک لالچی شخص صرف اپنے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو آسانی سے نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ صرف دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

صدقہ - 18

جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم اعمال بیان فرمائے جن کو انجام دینے کے لیے مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیے۔

ایک بات یہ ہے کہ صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اسی طرح کی حدیث جامع ترمذی نمبر 664 میں ملتی ہے کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور مسلمان کو بری موت سے بچاتا ہے۔ ایک بری موت ہے جب کوئی شخص غیر مسلم کے طور پر اپنا ایمان کھونے کے بعد مر جائے۔ اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1961 کی ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ بخل کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دور، لوگوں سے دور، جنت اور جنت سے دور ہوتا ہے۔ جہنم کے قریب

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نوٹ کریں اور زیادہ سے زیادہ صدقہ دینے کی کوشش کریں۔ جیسا کہ اسلام میں صدقہ بہت سے مختلف جسمانی اعمال کا احاطہ کرتا ہے، جیسے کسی کو محفوظ محسوس کرنے کے لیے اسے دیکھ کر مسکراتا، جس کی نصیحت جامع ترمذی، نمبر 1956 میں موجود حدیث میں ہے، اس لیے کوئی بھی مسلمان اپنے آپ کو کثرت سے صدقہ دینے سے عذر نہیں کرسکتا۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی عمل کے معیار کو اس کی مقدار سے زیادہ دیکھتا ہے، لہذا انسان کو صدقہ کے کاموں پر قائم رہنا چاہیے، خواہ وہ چھوٹے ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ ان اعمال کو پسند کرتا ہے جو باقاعدگی سے ہوں خواہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 6464 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 271:

اگر آپ اپنے خیراتی اخراجات کو ظاہر کرتے ہیں، تو وہ اچھے ہیں؛ لیکن اگر تم ان کو چھپا کر "غریبوں کو دے دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور وہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں دور کر دے گا۔"

صدقہ - 19

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی مصروف زندگی کی وجہ سے وہ رضاکارانہ نیک اعمال انجام دینے یا اسلام کے بارے میں مزید علم حاصل کرنے کا وقت نہیں پاتے۔ اس طرح کے معاملات میں ایک مسلمان کو زیادہ سے زیادہ صدقہ دینے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس عمل صالح میں زیادہ وقت نہیں لگتا اور یہ ایمان کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔ صدقہ کرنے کے بے شمار فضائل ہیں جو قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر سخی اللہ تعالیٰ کے قریب، لوگوں کے قریب، جنت کے قریب اور جہنم سے دور۔ جبکہ کنجوس شخص جہنم کے قریب، اللہ تعالیٰ سے دور، لوگوں سے دور اور جنت سے دور ہوتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، جب تک ایک مسلمان اپنے صدقہ کے ذریعے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے، خواہ وہ دنیاوی چیزوں میں مشغول ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا رہے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 225 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مدد انسان کی زندگی کے ہر پہلو اور دونوں جہانوں میں پھیلے گی۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس صدقہ کو بہت زیادہ دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ باقاعدگی سے اور اپنی وسعت کے مطابق دینے کی کوشش کرنی چاہیے خواہ وہ مقدار میں تھوڑی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ مقدار کو نہیں بلکہ معیار کو دیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ احادیث اور دیگر اس بات کا اعلان نہیں کرتی ہیں کہ صدقہ بھی بہت زیادہ ہونا چاہیے۔

آخر میں، مثالی طور پر ایک مسلمان کو ایمان کی تمام مختلف شاخوں کو پورا کرنے کے لیے وقت نکالنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ مادی دنیا میں بہت زیادہ مشغول ہیں تو انہیں کم از کم اس اہم شاخ کو واجبات کے ساتھ اس امید پر پورا کرنا چاہئے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن نجات عطا فرمائے گا۔

صدقہ - 20

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب ایک مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے، تو اس کے پاس موجود نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صدقہ دینا آسان ہو جاتا ہے۔ جو شخص یہ رویہ اختیار کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہ محض ایک قرض واپس کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا تھا۔ باب 2 البقرہ، آیت 254

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

یہ رویہ کسی کو فخر کے ذریعے اپنے خیراتی کام کو برباد کرنے سے بھی بچاتا ہے۔ فخر ایک شخص کو یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ صدقہ دے کر اللہ، بزرگ اور ضرورت مندوں پر احسان کر رہے ہیں۔ لیکن جس طرح سے کوئی شخص بنک کا قرض بغیر فخر کے واپس کرتا ہے مسلمانوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے صدقہ کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قرض کی ادائیگی کا ایک طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ ضرورت مند اپنا صدقہ لے کر عطیہ کرنے والوں پر احسان کر رہے ہیں۔ ضرورت مند ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اور ان کے بغیر یہ ناممکن ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ ان کی دولت ان کی ذہانت اور قوت سے جمع ہوئی ہے تو اسے سمجھنا چاہیے کہ یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔ لہذا اس قرض کو دولت جیسی نعمتوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جانا چاہیے، ورنہ ان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو دنیا میں شروع ہو کر آخرت تک جاری رہے گا۔

جب کوئی صدقہ کرتا ہے تو اس کا لین دین کسی مسکین سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص نیت سے کاروبار کرتا ہے تو وہ ایک ناقابل تصور نفع کا یقین رکھ سکتا ہے جو اس کو دنیا اور آخرت میں فائدہ دے گا۔ زیر بحث اہم آیات میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 245

”کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے؟“

رزق - 1

صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کے لیے رزق جیسی تمام چیزیں مختص کر دیں۔ اور زمین

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تمام حالات کے حوالے سے دو پہلو ہوتے ہیں، جیسے رزق حاصل کرنا۔ پہلا پہلو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معنی، تقدیر کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ واقع ہو گا اور تخلیق میں کوئی بھی چیز اسے ہونے سے نہیں روک سکتی۔ چونکہ یہ کسی شخص کے ہاتھ سے باہر ہے، اس لیے اس پہلو پر دباؤ ڈالنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ ان کا تقدیر پر کوئی اثر نہیں ہوتا چاہے وہ یا کوئی اور کیا کرے۔ اس کے علاوہ، اس فراہمی میں ایک شخص کو اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے کم از کم ضرورت بھی شامل ہے۔ یعنی جب تک وہ زندہ ہیں انسان کو رزق ملتا رہے گا اور اسے حاصل کرنے اور استعمال کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی، خود بھی نہیں۔

دوسرا پہلو اس کی اپنی کوشش ہے۔ اس پہلو پر ایک شخص کا مکمل اختیار ہے اور اس لیے انہیں اس پہلو پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو انہیں فراہم کیے گئے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ان کی جسمانی طاقت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے وہ صبر جس پر ان کا کوئی اختیار نہیں، روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق۔ اس میں حرام، زیادتی، فضول خرچی اور اسراف سے بچتے ہوئے ان کی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے حلال رزق حاصل کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو کبھی بھی ایسی چیزوں پر دباؤ ڈالنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے جن پر ان کا کوئی کنٹرول یا اثر نہیں ہے۔ اس کے بجائے وہ اپنے پاس موجود ذرائع استعمال کریں اور ان چیزوں پر عمل کریں جن پر ان کا اختیار ہے اسلام کی تعلیمات کے

مطابق۔ ایک مسلمان کو اپنا رزق ان تک پہنچانے کے لیے یا تو سستی اختیار کرتے ہوئے اور تقدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے سخت ذہنیت اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور نہ ہی اپنی کوششوں پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیے۔ میزان یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق حلال مال کمانے کی کوشش کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر بھروسہ کیا جائے کیونکہ یہ بھروسہ بے صبری اور ناجائز ذرائع سے مال کی تلاش کو روک دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے۔

رزق - 2

صحیح بخاری نمبر 2072 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر چیز نہیں کھائی۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے لیے سستی کا شکار نہ ہوں۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان حلال کام کرنے سے منہ موڑ لیتے ہیں، سماجی فوائد حاصل کرتے ہیں اور مساجد میں رہتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے، ان کے رزق کے لیے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھروسہ نہیں ہے۔ یہ صرف سستی ہے جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ دولت حاصل کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ پر حقیقی بھروسہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس کی جسمانی طاقت جیسے ذرائع کا استعمال کیا تاکہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق حلال مال حاصل کر سکیں اور پھر اللہ پر بھروسہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان ذرائع سے انہیں حلال مال مہیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے ذرائع کو استعمال کرنے سے دستبردار ہو جائے کیونکہ اس سے وہ بے کار ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ بے کار چیزوں کو تخلیق نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو مشتبہ یا ناجائز ذرائع سے دولت کمانے سے روکا جائے، جیسا کہ ایک مسلمان کو ان کے رزق پر پختہ یقین رکھنا چاہیے، جس میں دولت بھی شامل ہے، آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کی گئی تھی۔ اور زمین۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ تقسیم کسی بھی حالت میں نہیں ہو سکتی۔ ایک مسلمان 6748 کا فرض ہے کہ اسے حلال ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے جو کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2072 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ ذرائع کو استعمال کرنا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا ایک پہلو ہے، کیونکہ اس نے انہیں اسی مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے سستی نہیں کرنی چاہیے جب کہ ان کے پاس اپنی کوششوں سے حلال مال کمانے کے ذرائع ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فراہم کیے گئے ذرائع ہوں۔

آخر میں، بنیادی حدیث کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بھی کسی کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ دوسروں پر انحصار کرنے سے آزاد ہو جائے، جیسے کہ حکومت یا رشتہ دار۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ ذرائع کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنا

چاہیے اور اس یقین کے ساتھ کہ ان کا مختص کردہ حلال رزق ان تک پہنچ جائے گا۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ اکیلے اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

رزق - 3

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے لیے رزق کا خالق اور مختص کرنے والا ہے جس کی انہیں اپنے جسمانی اور روحانی ڈھانچے کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ درحقیقت صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث کے مطابق تمام مخلوقات کا رزق زمین و آسمان کی تخلیق سے 6748 پچاس ہزار سال پہلے مختص کیا گیا تھا۔

جو شخص اس الہی نام کو سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا کہ وہ ان کو فراہم کرے جیسا کہ اس نے ان کے پیدا ہونے سے پہلے ان کے لیے منصوبہ بنایا تھا۔ وہ اس بھروسہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حلال رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ثابت کریں گے اور ہر اس چیز سے پرہیز کریں گے جو حرام اور مشتبہ ہو۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ لوگوں کو کھانے پینے کی شکل میں جسمانی رزق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلمان کی روح کو بھی رزق کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ رزق اسے مضبوط کرتا ہے اور اسے ابدی نعمتوں کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ رزق اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کی صورت میں ہے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ اس سب کی بنیاد اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ روح کے اس اہم رزق کو حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے جسمانی جسم کے لیے بھی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں دو عناصر کو یاد رکھنا چاہیے۔ کسی کے ضامن رزق کو حاصل کرنے میں غیر قانونی اور غیر ضروری کوششیں نہ کریں۔ اور اس رزق کا غلط استعمال نہ کریں اور اسے ضائع نہ کریں۔

ایک مسلمان کو اس اسم الہی پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے کفیلوں کی کفالت کر کے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ اس میں انہیں تعلیم کے ذریعے جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی فراہمی شامل ہے۔ ایک مسلمان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے لیے غربت سے ڈرے بغیر اپنی استطاعت کے مطابق ضرورت مندوں کے لیے ایسا ہی کرے۔ انہیں سنن ابوداؤد نمبر

میں موجود حدیث کو یاد رکھنا چاہیے، جس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس 4893
مسلمان کی ضرورت پوری کرے گا جو دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

رزق - 4

اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے حد فضل والا ہے اور بغیر کسی معاوضہ اور ظاہری وجہ کے احسانات اور نعمتیں عطا کرتا ہے۔ وہ بغیر مانگے دل کھول کر دیتا ہے۔

جو مسلمان اس الہی نام کو سمجھتا ہے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے فضل اور برکت کی تلاش میں رہے گا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عطا کرنے والا مانگنا پسند کرتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3571 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ جو شخص عطا کرنے والے سے فضل چاہتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اس کی نافرمانی سے حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والی دنیاوی نعمتیں دونوں جہانوں میں اپنے مالک کے لیے بوجھ بن جائیں گی۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ عطا کرنے والے کے احکام پر عمل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اس سے فائدہ مند نعمتیں حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ جب ایک مسلمان صحیح معنوں میں سمجھتا ہے کہ تمام نعمتیں عطا کرنے والے کی طرف سے دی گئی ہیں تو وہ اس کا سچا شکر ادا کریں گے۔ یہ تب ہوتا ہے جب کوئی اپنے پاس موجود تمام نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ اس سے برکتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

ایک مسلمان کو اس اسم الہی پر عمل کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کو دی گئی ہیں۔ جو دوسروں کو دیتا ہے اسے اس سے زیادہ دیا جائے گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ باب 2 البقرہ، آیت 245

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے؟ اور اللہ ہی ہے جو ”
“روکتا ہے اور کثرت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

رزق - 5

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگ اکثر ذہنی اور جسمانی طور پر تھک جانے کی شکایت کرتے ہیں جب ان کی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے حلال رزق کمانے کی بات آتی ہے، جیسے کہ اپنے زیر کفالت افراد کو مہیا کرنا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب تک انسان اس دنیا میں رہتا ہے، اس کے رزق، معنوی، اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے ضروری چیزوں کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ درحقیقت، اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے 50,000 سال پہلے مخلوق کے لیے رزق مختص کیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ باب 11 بود، آیت 6

اور زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں ہے کہ اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ اس کے رہنے "کی جگہ اور ذخیرہ کرنے کی جگہ کو جانتا ہے۔ سب کچھ واضح رجسٹر میں ہے۔"

اس الاٹمنٹ کے ایک پہلو میں کسی کے رزق کو حاصل کرنے کے لیے درکار ذہنی اور جسمانی توانائی شامل ہے۔ لیکن غور کرنے والی اہم بات یہ ہے کہ ضمانت شدہ رزق اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے صرف مطلوبہ کم سے کم ہے، اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ کسی شخص کو اس کم سے کم سے زیادہ ملے گا، اگرچہ زیادہ تر لوگ زیادہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تمام لوگوں کو اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے کم سے کم رزق حاصل کرنے کے لیے ذہنی اور جسمانی توانائی فراہم کی گئی ہے، لیکن ان سب کو اس سے زیادہ فراہم نہیں کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو کم سے کم سے زیادہ فراہم کیا گیا ہے اور اس لیے انہیں اس کے حصول کے لیے درکار ذہنی اور جسمانی توانائی بھی فراہم کی گئی ہے، جب کہ دوسروں کو نہیں۔ اس لیے جب لوگ اپنی کم سے کم ضروریات سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو انہیں مختص نہیں کی گئی تھی، تو اس کا نتیجہ صرف ذہنی اور جسمانی طور پر تھکاوٹ کی صورت میں نکلے گا، کیونکہ انہیں زیادہ رزق کے حصول کے لیے درکار اضافی ذہنی اور جسمانی توانائی فراہم نہیں کی گئی تھی۔ جبکہ فضول خرچی اور اسراف کے بغیر اپنی ضروریات کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والا کبھی بھی ذہنی یا جسمانی طور پر تنگ نہیں ہوگا کیونکہ اس سطح کی ذہنی اور جسمانی توانائی کی ضمانت دی گئی ہے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی رزق حاصل کرنے کے سلسلے میں ذہنی اور جسمانی تھکن سے بچنا چاہتا ہے تو اسے اپنی کم سے کم ضروریات کے مطابق حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے زیر کفالت افراد کو بھی ایسا کرنا سکھانا چاہیے۔

صبر - 1

صحیح بخاری نمبر 1302 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مشکل کے وقت حقیقی صبر کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے، صبر وہ ہے جب کوئی شخص اپنے قول و فعل پر قابو رکھتا ہے تاکہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حقیقی صبر کسی آفت کے دوران ظاہر ہوتا ہے، مشکل کے آغاز سے ہی۔ کسی مشکل کی حقیقت کو قبول کرنا، جیسے کسی عزیز کی موت، آخر کار وقت گزرنے کے ساتھ سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ قبولیت ہے سچا صبر نہیں۔

لہذا مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے صبر کریں اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہے، چاہے وہ انتخاب کے پس پردہ حکمتوں کا مشاہدہ کرنے میں ناکام رہے۔ اس کے بجائے، انہیں ان کئی بار غور کرنا چاہیے جب انہیں یقین تھا کہ ابھی تک کوئی چیز اچھی تھی، وہ بری اور اس کے برعکس ختم ہوئی۔ انسانوں کی انتہائی کم نظری اور محدود علم اور اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم و حکمت کو سمجھنا ایک مسلمان کو مشکل کے آغاز سے ہی صبر کا مظاہرہ کرنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اس لیے کسی کو یہ عذر نہیں چھوڑتا کہ وہ صبر کا مظاہرہ نہ کرے اور قول و فعل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔ ایک مشکل کا آغاز باب 2 البقرہ، آیت 286۔

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے آخری دم تک صبر کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص صبر کا اجر آسانی سے کھو سکتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ شروع سے ہی صبر کر رہا تھا، اور بے صبری کا مظاہرہ کر کے لائن سے نیچے۔ یہ شیطان کا ایک انتہائی مہلک جال ہے۔ وہ عشروں تک صبر کے ساتھ صرف ایک مسلمان کا ثواب برباد کرنے کا انتظار کرتا ہے۔ قرآن پاک واضح کرتا ہے کہ ایک مسلمان کو اس کا اجر ملے گا جو وہ قیامت تک لے کر آئیں گے، یعنی جب وہ مر جائیں گے تو اپنے ساتھ لے جائیں گے، یہ اعلان نہیں کرتا کہ وہ صرف ایک عمل کرنے کے بعد ثواب حاصل کریں گے، جیسے کہ شروع میں صبر کرنا۔ ایک مشکل کی باب 6 الانعام، آیت 160:

"...جو شخص [قیامت کے دن] نیک عمل لے کر آئے گا"

صبر - 2

صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومن کے لیے ہر حالت مبارک ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے ہر صورت حال کا جواب دینے کی ضرورت ہے، خاص طور پر مشکلات میں صبر اور آسانی کے وقت شکرگزاری۔

زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو وہ حالات ہیں جن میں لوگ خود کو پاتے ہیں، خواہ وہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکلات۔ کسی شخص کو کس صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا کنٹرول ان کے ہاتھ سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے اور ان سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لیے جن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان پر زور دینا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہ مقدر ہیں اور اس لیے ناگزیر ہیں۔ دوسرا پہلو ہر صورت حال پر ایک شخص کا ردعمل ہے۔ یہ ہر شخص کے اختیار میں ہے اور یہ وہی ہے جس پر ان کا فیصلہ کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر، کسی مشکل صورتحال میں صبر یا بے صبری کا مظاہرہ کرنا۔ لہذا، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنے رویے اور رد عمل پر توجہ مرکوز کرے، بجائے اس کے کہ کسی صورت حال میں ہونے پر زور دیا جائے، کیونکہ یہ ناگزیر ہے۔ اگر کوئی مسلمان دونوں جہانوں میں کامیابی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ہر حال کا اندازہ لگا لے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کام کرے۔ مثال کے طور پر، آسانی کے وقت ان کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو ان کے پاس ہیں جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا سچا شکر ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔

اور مشکل کے وقت انہیں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے چاہے وہ انتخاب کے پیچھے کی حکمت کو نہ سمجھیں۔ باب 2
البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

غور طلب ہے کہ اہم حدیث میں ہر حال میں کامیابی مومن کے لیے بتائی گئی ہے نہ کہ مسلمان کے لیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مومن مضبوط ایمان کا حامل ہوتا ہے جس کی جڑیں اسلامی علم میں پیوست ہوتی ہیں۔ اپنے مضبوط ایمان کے نتیجے میں، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر زیادہ سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں، جس میں مشکلات میں صبر اور آسانی کے وقت شکر گزاری شامل ہوتی ہے۔ جبکہ مسلمان وہ ہے جس نے اسلام قبول کیا ہو لیکن کمزور ایمان کی وجہ سے جو کہ اسلامی علم سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ساتھ مختلف حالات کا جواب دینے میں ناکام ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ مومن کے درجے تک پہنچ جائے اور اس لیے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔

صبر - 3

سنن ابن ماجہ نمبر 4168 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ تقدیر پر سوال نہ کریں کیونکہ یہ شیطان کے لیے دروازہ کھول دیتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو چیلنج کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنی کم نگاہی اور کم فہمی کی وجہ سے اس کے پیچھے موجود حکمتوں کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ یہ بدلے میں بے صبری اور ثواب کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔ کسی کو اپنے ماضی کے تجربات پر غور کرنا چاہیے جہاں وہ سمجھتے تھے کہ کوئی چیز اچھی تھی جب وہ حقیقت میں بری تھی اور اس کے برعکس، تاکہ انہیں صبر کرنے کی ترغیب دی جا سکے، کیونکہ انہیں یہ فوائد جلد یا بدیر دکھائے جائیں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

صبر - 4

صحیح بخاری نمبر 6470 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص سچے دل سے صبر کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صبر سے بڑا کوئی تحفہ نہیں ہے۔

ایک مسلمان کو اپنے اوپر خاص طور پر مشکل کے وقت صبر پر مجبور کرنا چاہیے۔ اس کے حصول کا بہترین طریقہ اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ مثال کے طور پر جو شخص اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے کہ وہ صبر کرنے والے مسلمان کو بے حساب اجر دے گا، وہ اس حقیقت سے ناواقف شخص سے زیادہ صبر کرنے کا امکان رکھتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 10

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔۔۔"

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ حقیقی صبر کسی صورت حال کے آغاز پر دکھایا جاتا ہے، بعد میں نہیں۔ جب کوئی بعد میں صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، تو یہ قبولیت ہے، جس کا تجربہ سب سے زیادہ بے صبرے کو بھی ہوتا ہے۔

آخر میں صبر کو اپنانا ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ہر عنصر میں اس کی ضرورت ہے۔ اس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ آسان الفاظ میں دنیاوی یا دینی معاملات میں کامیابی صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ لہذا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم تحفہ ہے جو اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

صبر - 5

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ادب المفرد نمبر 492 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان کو کسی قسم کی جسمانی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، خواہ اس کی جسامت کتنی ہی کیوں نہ ہو، جیسے کہ چبھنا، کانٹا، یا کوئی جذباتی مشکل، جیسے دباؤ، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ان کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس سے مراد چھوٹے گناہ ہیں، کیونکہ بڑے گناہوں کے لیے مخلصانہ توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نتیجہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان مشکل کے آغاز سے اپنی زندگی کے آخر تک صبر کرتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ابتدائی طور پر شکایت کر سکتے ہیں اور اس کے بعد صبر کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ یہ سچا صبر نہیں ہے، بلکہ یہ صرف قبولیت ہے، جو وقت گزرنے کے ساتھ قدرتی طور پر ہوتا ہے۔ سنن نسائی نمبر 1870 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ زندگی بھر صبر کا 1870 مظاہرہ کرنا ضروری ہے کیونکہ انسان بے صبری کا مظاہرہ کر کے اپنے اجر کو ختم کر سکتا ہے۔

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے چھوٹے گناہوں کو ان مشکلات سے مٹا دیا جائے پھر ان کے پاس رہتے ہوئے قیامت تک پہنچ جائے۔ ایک مسلمان کو اپنے چھوٹے گناہوں کو مٹانے کے لیے مسلسل توبہ اور عمل صالح کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور اگر ان کو کوئی جسمانی یا جذباتی مشکل پیش آئے تو ان کو صبر کرنا چاہیے کہ ان کے صغیرہ گناہوں کے مٹ جانے اور بے شمار ثواب حاصل کرنے کی امید رکھیں۔ باب 39 از زمر، آیت 10:

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔..."

جو شخص ہر مشکل کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے گریز کرنا، قول و فعل کے ذریعے، اور اپنے عمل میں سچی توبہ کا اضافہ کرنا ہے، اس کے صغیرہ و کبیرہ دونوں گناہ مٹ جائیں گے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مصیبت نہ آئے، خلوص نیت سے دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا شامل ہے۔ ان حقوق کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے پامال ہوئے ہوں۔

جس کو اس طریقے سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شکر گزاری کے ساتھ آسانی کے اوقات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے طریقے سے عطا کی گئی ہیں، اسے دونوں جہانوں میں ہر حال میں سکون اور کامیابی ملے گی۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

صبر - 6

سنن ابوداؤد نمبر 3127 میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

بدقسمتی سے، کچھ کا خیال ہے کہ مشکل کے وقت رونے کی اجازت نہیں ہے، جیسے کہ کسی عزیز کو کھونا۔ یہ غلط ہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی موقعوں پر جب کسی کا انتقال ہوا تو روئے تھے۔ مثال کے طور پر جب ان کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو وہ رو پڑے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 3126 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

درحقیقت کسی کی موت پر رونا رحمت کی نشانی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں جگہ دی ہے۔ اور صرف وہی لوگ جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں اللہ کی طرف سے رحم کیا جائے گا۔ صحیح بخاری نمبر 1284 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اسی حدیث میں واضح طور پر ذکر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے پر روئے جو فوت ہو گیا۔

صحیح مسلم نمبر 2137 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کسی شخص کو کسی کی موت پر رونے یا اپنے دل میں ہونے والے غم پر عذاب نہیں دیا جائے گا۔ لیکن ان کو سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب کے بارے میں اپنی بے صبری کا اظہار کرتے ہوئے الفاظ بولیں۔

واضح رہے کہ دل میں غم محسوس کرنا یا آنسو بہانا اسلام میں منع نہیں ہے۔ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے وہ ہیں رونا، قول و فعل سے بے صبری کا اظہار کرنا، جیسے کپڑے پھاڑنا یا غم میں سر منڈوانا۔ اس طرح کام کرنے والوں کے خلاف سخت وارننگ دی گئی ہے۔ اس لیے ان کاموں

سے ہر حال میں اجتناب کرنا چاہیے۔ اس طرح کے کام کرنے پر نہ صرف کسی شخص کو سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے بلکہ اگر میت نے مرنے کے وقت دوسروں کو اس طرح کا عمل کرنے کا حکم دیا تو وہ بھی جوابدہ ہوں گے۔ لیکن اگر مرحوم نے یہ خواہش نہ کی ہو تو وہ کسی قسم کے احتساب سے پاک ہیں۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1006 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ سمجھنا عام فہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کے فعل کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا: جب کہ سابقہ نے اسے اس طرح عمل کرنے کی نصیحت نہیں کی۔ باب 35 فاطر، آیت 18

"...اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

صبر - 7

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک خاص حکمت پر غور کر رہا تھا کہ لوگوں کو کیوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور صحت جیسی نعمتوں سے محروم ہونا۔ اکثر جب مسلمانوں کو خاص طور پر ان کی ضرورت سے زیادہ نعمتیں ملتی ہیں، تو یہ انہیں آخرت سے ہٹا دیتی ہے اور اس کے بجائے ان کے ذہنوں کو اس مادی دنیا پر مرکوز کر دیتی ہے۔ پس اس سلسلے میں، ایک مشکل کے پیچھے حکمت یہ ہے کہ مسلمان کی توجہ اس چیز پر مرکوز کر دی جائے جو واقعی اہم ہے جو آخرت کی تیاری کر رہی ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو اپنے فون میں اس قدر مشغول ہے کہ وہ آنے والی گاڑی کو دیکھے بغیر سڑک عبور کرتا ہے۔ ایک اور شخص ان کو آنے والی گاڑی سے پرتشدد طریقے سے کھینچتا ہے جس کی وجہ سے وہ ابھی تک پریشان ہیں، ان کی جان بچ جاتی ہے۔ اگرچہ پُرتشدد طور پر کھینچا جانا تکلیف اور درد کا باعث بنتا ہے لیکن یہ صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ ان کی توجہ جان کو لاحق خطرے یعنی آنے والی کار پر مرکوز کر دی جائے۔ اسی طرح، ایک مسلمان کو جذباتی اور جسمانی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ اپنی توجہ آخرت جیسی اہم چیزوں پر مرکوز کر سکے۔ اگر کسی مسلمان کو بغیر کسی مشکل کے صرف آسانی کے وقت کا سامنا کرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس مادی دنیا کے مزے لوٹنے میں کھو جائے گا۔ طویل مدت میں یہ غفلت ان کے لیے تباہ کن ثابت ہوگی۔ پس انہیں بڑی مشکلوں یعنی آخرت کی مشکلات سے بچانے کے لیے ایک چھوٹی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے اس حقیقت کو یاد رکھیں تاکہ وہ مشکل کو زیادہ اہم چیزوں پر مرکوز چھوڑ کر اس اہم فائدے سے بے صبری اور غفلت کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اس نعمت پر صحیح طریقے سے عمل کریں۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔

صبر - 8

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ان عظیم امتحانوں اور مشکلات پر غور کر رہا تھا جن کا سامنا نیک پیشروؤں نے اپنی زندگی کے دوران کیا اور کس طرح انہوں نے صبر اور اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے ان پر قابو پایا۔ اس کو حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی کی مشکل کا ہمیشہ مشکل اور زیادہ سخت مشکلات سے موازنہ کیا جائے۔ جب کوئی ایسا کرے گا تو اس سے ان کا مسئلہ چھوٹا اور کم اہم معلوم ہوگا۔ توجہ میں یہ تبدیلی ایک مسلمان کو صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہنے میں مدد دے سکتی ہے۔ اس کی وضاحت ایک دنیاوی مثال کے ذریعے کی جا سکتی ہے۔ شدید درد شقیقہ میں مبتلا شخص کو اس طرح متاثر کیا جاسکتا ہے کہ اسے لگتا ہے کہ دنیا ان کے گرد سمٹ رہی ہے۔ لیکن اگر یہی شخص کسی ایسے جہاز پر تھا جو برف کے تودے سے ٹکرا کر منجمد سمندر کے بیچ میں ڈوبنے والا ہے تو ان کا شدید درد شقیقہ کوئی بڑی بات نہیں لگتی۔ درحقیقت، وہ شاید اس سے بالکل بھی متاثر نہیں ہوں گے کیونکہ ان کی ساری توجہ جان لیوا خطرے یعنی ڈوبتے ہوئے جہاز کی طرف مبذول ہو جائے گی۔ مشکل کے وقت مسلمان کو ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔ جب انہیں کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو انہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ بہت زیادہ خراب ہو سکتی تھی اور وہ ان مشکلات پر توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کا انہیں سامنا ہو سکتا تھا۔ یہ دوسروں کا مشاہدہ کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے جو ان سے زیادہ مشکل حالات میں ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو کمر کے درد میں مبتلا ہے وہ اس شخص پر غور کر سکتا ہے جو جسمانی طور پر معذور ہے۔ یا وہ موت اور یوم جزا جیسی بہت بڑی مشکلات پر غور کر سکتے ہیں۔ یہ موازنہ ان کی مشکل اور اس کے اثرات کی اہمیت کو کم کر دے گا، جس کے نتیجے میں انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر اور ثابت قدم رہنے میں مدد ملے گی، جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔

صبر - 9

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ والدین اکثر چیزیں لے جاتے ہیں یا اپنے بچوں کو ان کی حفاظت کے لیے کچھ چیزوں جیسے غیر صحت بخش خوراک حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ رویہ اکثر بچے کے غمگین یا غصے کا باعث بنتا ہے کیونکہ وہ اپنے والدین کے

اعمال کے پیچھے کی حکمت سے پوری طرح بے خبر ہوتے ہیں۔ والدین کا یہ رویہ ایک ایسی چیز ہے جسے معاشرے میں بڑے پیمانے پر قبول کیا جاتا ہے اور اسے بجا طور پر ایک اچھے اور ذمہ دار والدین کی خصوصیت سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح زندگی میں لوگ اکثر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض دنیوی چیزوں کو حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں یا روکے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جس طرح والدین نقصان دہ چیزوں کو اپنے بچوں سے دور رکھتے ہیں حالانکہ ان کے بچے ان کے انتخاب کی وجہ کو نہیں سمجھتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی لاتعداد حکمت اور علم کے مطابق اپنی حفاظت کے لیے اس طرح عمل کرتا ہے۔ بندے چاہے لوگ اس کے انتخاب کے پیچھے کی حکمت کو نہ سمجھیں۔ لہذا جب بھی کوئی مسلمان اپنے آپ کو اس حالت میں پائے تو اسے اس سادہ سی مثال پر غور کرنا چاہیے، جسے کوئی بھی شخص اپنے عقیدے سے قطع نظر رد نہیں کرے گا، تاکہ وہ صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حفاظت کا شکر ادا کرنے کی ترغیب پائے۔ انہیں عطا کیا۔ انہیں غصہ اور بے صبرا ہو کر نادان بچے کی طرح کام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بالغوں کا مقصد بچوں سے بہتر سلوک کرنا ہے۔ درحقیقت، بچوں کو اس طرح کے برتاؤ سے معذرت کی جاتی ہے کیونکہ ان میں علم اور تجربہ کی کمی ہوتی ہے جبکہ بڑوں کو اس کی کمی نہیں ہونی چاہیے اور اس لیے دونوں جہانوں میں ان کے رویے کے لیے جوابدہ ہوں گے۔

صبر - 10

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ہر روز لوگ اپنے پیاروں کو کھو دیتے ہیں۔ یہ ایک ناگزیر نتیجہ ہے۔ ایک مسلمان بہت سی چیزوں کو یاد رکھ سکتا ہے اور ان پر عمل کر سکتا ہے جو اس مشکل میں اس کی مدد کر سکتی ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ حالات کا مثبت انداز میں مشاہدہ کیا جائے۔ یعنی جو کچھ کھویا ہے اس پر غمگین ہونے کے بجائے انہیں ان اچھی چیزوں پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو اس نے جانے والے کے ذریعے حاصل کی ہیں، جیسے کہ ان کی اچھی نصیحت اور رہنمائی۔ جب کوئی اس پر غور کرے گا تو وہ سمجھے گا کہ اس شخص کو کھونے سے پہلے اسے بالکل نہ جاننے کے بجائے اسے جان لینا بہتر تھا۔ یہ بیان سے ملتا جلتا ہے، محبت نہ کرنے سے بہتر ہے کہ پیار کیا جائے اور کھو دیا جائے۔ اگرچہ زیادہ تر معاملات میں، اس بیان کو سیاق و سباق سے ہٹ کر اور غلط استعمال کیا جاتا ہے لیکن جب اس طرح استعمال کیا جائے تو یہ درست اور مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ جو مسلمان بلا شبہ آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس دنیا میں صرف ایک دوسرے کو چھوڑنے کے لیے نہیں ملتے۔ لیکن اس کے بجائے وہ صرف اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تاکہ اگلے جہان میں دوبارہ مل سکیں۔ یہ رویہ ایسی مشکل کے دوران مریض کو باقی رکھنے میں مدد دے سکتا ہے۔ اور اس سے انہیں یہ ترغیب دینی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کریں، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے تاکہ وہ اپنے پیارے سے اپنے آخری آرام گاہ میں پناہ کے باغوں میں دوبارہ مل سکیں۔ ہمیشہ کے لیے

صبر - 11

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک شدید آفت سے نمٹنے کے بارے میں اطلاع دی، جیسے کسی عزیز کی موت اور آگے بڑھنے کی اہمیت۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب کسی عزیز کی موت جیسی شدید مشکل پیش آتی ہے، تو بہتر ہے کہ لمبے عرصے تک غم میں مبتلا رہنے کے بجائے ہر چیز کو چھوڑ کر جلد از جلد اپنے معمول کے روزمرہ کے معمولات اور زندگی میں واپس آجائیں۔ حالانکہ اسلام ان لوگوں کے لیے سوگ کرنے سے منع نہیں کرتا جو ابھی فوت ہوچکے ہیں، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 5339 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت کی ہے کہ لوگ تین سے زیادہ سوگ نہ کریں۔ بیوی کی رعایت کے ساتھ اس کے فوت شدہ شوہر کے لیے دن، جو چار ماہ اور دس دن تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک حکمت یہ ہے کہ جب کوئی ماتم کرنے کے لیے سب کچھ گرا دیتا ہے، تو اس سے مشکل پر غور و فکر کرنے کا وقت ہی ملتا ہے۔ اس کی وجہ سے کوئی شخص بے صبرا ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو چیلنج کر سکتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے ذہنوں میں آنے والی آفت کے لیے بہت زیادہ وقت وقف کر دیا تھا۔ درحقیقت سنن ابن ماجہ نمبر 79 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کسی کے ذہن میں آفت کو دہرانا اور یہ سوچنا کہ اس سے بچا جا سکتا تھا، صرف شیطان کے لیے دروازہ کھولتا ہے، جو بے صبری کا باعث بنتا ہے۔ جب کہ، تجویز کردہ تین دنوں کے بعد، آگے بڑھنا اور اپنی معمول کی زندگی میں واپس آنا، کسی کو سوگ کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن اس مشکل میں پڑنے کے بغیر۔ ایک عام معمول کسی شخص کو اس کی مصیبت سے ہٹاتا ہے اور اسے بڑی تصویر پر دوبارہ توجہ مرکوز کرنے میں مدد کرتا ہے، جو انہیں بے صبری سے روکتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے اعمال صالحہ میں مشغول رکھیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، یا انہیں اپنے آپ کو اپنے کام کی طرح حلال دنیاوی کاموں میں مشغول رکھنا چاہیے۔ اور انہیں کئی دنوں تک سوگ منانے کے لیے سب کچھ چھوڑنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اکثر انہیں ایک تاریک جگہ کی طرف لے جاتا ہے جہاں سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

صبر - 12

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ڈاکٹروں کے اہم کردار اور ان کے مریضوں پر اثرات کے بارے میں بتایا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک سادہ سی بات کو سمجھیں جو ان کو تقدیر اور اس سے پیش آنے والی مشکلات کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ ایک شخص خوشی سے ایک کڑوی دوا لیتا ہے، جو اس کا ڈاکٹر تجویز کرتا ہے، اس کے علم، تجربے اور انتخاب پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس کا ڈاکٹر جانتا ہے کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے۔ یہ سچ ہے اگرچہ وہ صرف انسان ہیں اور غلطیوں کا شکار ہیں۔ اس کے باوجود بہت سے مسلمان اللہ تعالیٰ پر اسی سطح پر بھروسہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں، حالانکہ اس کا علم لامحدود ہے اور اس کے انتخاب ہمیشہ عقلمند ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ تقدیر اور اس سے آنے والی مصیبتوں کو قبول کرنے کی کوشش کریں، جس طرح وہ کڑوی دوا کو بغیر شکایت کے کھاتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کو جن پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ان کے لئے بہترین ہے، چاہے وہ ان میں موجود حکمتوں کو نہ سمجھیں یا ان کا مشاہدہ نہ کریں، بالکل اسی طرح جیسے وہ کڑوی دوائیوں کے پیچھے سائنس کو سمجھ نہیں پاتے۔ باب 9 توبہ آیت 51

کہہ دو کہ ہم پر کوئی چیز نہیں آئے گی سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ وہ ”ہمارا محافظ ہے۔“ پس مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اگرچہ اکثر صورتوں میں وہ کڑوی دوائیوں کے پیچھے موجود سائنس کو کبھی نہیں سمجھ پائیں گے، لیکن ایک وقت ضرور آئے گا، خواہ اس دنیا میں ہو یا آخرت میں، جب انہیں درپیش تلخ مشکلات کے پس پردہ حکمت ان پر آشکار ہوگی۔ لہذا ایک مسلمان کو اس وقت صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے کہ جلد ہی سب کچھ ظاہر ہو جائے گا۔ اس پر گہرائی سے غور کرنے سے مشکلات کا مقابلہ کرتے وقت صبر میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ صبر میں زبانی یا اپنے عمل کے ذریعے شکایت کرنے سے گریز کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے اپنی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھنا شامل ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز
"پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

صبر - 13

مسند احمد نمبر 2803 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو سمجھنے کی اہمیت کی تلقین فرمائی کہ انسان کو درپیش ہر مشکل کے بعد آسانی ہوگی۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہے، مثال کے طور پر، باب 65، آیت 7

”اللہ تعالیٰ سختی کے بعد آسانی پیدا کرے گا۔“

مسلمانوں کے لیے اس حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اس سے صبر اور قناعت بھی جنم لیتی ہے۔ حالات کی تبدیلیوں پر غیر یقینی ہونا کسی کو بے صبری، ناشکری اور یہاں تک کہ غیر قانونی چیزوں کی طرف لے جا سکتا ہے، جیسے کہ غیر قانونی رزق۔ لیکن جو اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ آخر کار تمام مشکلات آسانی سے بدل جائیں گی وہ اسلام کی تعلیمات پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے صبر سے اس تبدیلی کا انتظار کرے گا۔ یہ صبر اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 146

”اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایسی بے شمار مثالیں بیان کی ہیں جب مشکل حالات کے بعد آسانی اور برکت آتی تھی۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے کس بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں سیلاب عظیم سے بچایا اس کا ذکر ہے۔ باب 21 الانبیاء، آیت 76

اور نوح کا ذکر کریں جب اس نے [اس وقت [سے پہلے [اللہ کو [پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول " کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی مصیبت [یعنی سیلاب [سے بچا لیا۔

:ایک اور مثال باب 21 الانبیاء، آیت 69 میں ملتی ہے

ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک عظیم آگ کی صورت میں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس کو ٹھنڈا اور پر سکون بنا دیا۔

یہ اور بہت سی مثالیں قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ مشکل کا لمحہ آخر کار اللہ کی اطاعت کرنے والوں کے لیے آسانی کا باعث بنتا ہے۔ اس کے احکام کو پورا کرنے سے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنے سے۔

لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تاکہ وہ ان گنت صورتوں کا مشاہدہ کریں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبردار بندوں کو مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد آسانی عطا فرمائی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبردار بندوں کو تعلیمات الہی میں مذکور بڑی مشکلات سے بچا لیا ہے تو وہ فرمانبردار مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی مشکلات سے بھی بچا سکتا ہے اور بچا بھی سکتا ہے۔

صبر - 14

مسند احمد نمبر 2803 میں ایک حدیث ہے کہ ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنا اجر عظیم کا باعث ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 10

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔..."

ایمان کے تین پہلوؤں کی تکمیل کے لیے صبر ایک کلیدی عنصر ہے: اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا سامنا کرنا۔ لیکن صبر سے زیادہ اعلیٰ اور زیادہ ثواب کا درجہ قناعت ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان گہرا یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے اور اس لیے وہ اس کے انتخاب کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ایک صابر مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ جس چیز نے بھی ان پر اثر ڈالا، مثلاً ایک مشکل، اس سے بچا نہیں جا سکتا تھا، چاہے ساری مخلوق ان کی مدد کرے۔ اسی طرح جو کچھ بھی ان سے چھوٹ گیا وہ ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ جو شخص اس حقیقت کو صحیح معنوں میں قبول کر لیتا ہے وہ اس چیز پر فخر اور فخر نہیں کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مختص کیا ہے۔ اور نہ ہی وہ کسی ایسی چیز پر غمگین ہوں گے جس کو حاصل کرنے میں وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے میں ناکام رہے، اس نے وہ چیز ان کے لیے مختص نہیں کی اور نہ ہی کوئی چیز اس حقیقت کو بدل سکتی ہے۔ باب 57 الحديد، آیات 22-23

کوئی آفت زمین پر یا آپ کے درمیان نہیں آتی ہے سوائے اس کے کہ ہم اسے وجود میں لانے " سے پہلے ایک رجسٹر 1 میں موجود ہوں - بے شک یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ تاکہ تم اس چیز پر مایوس نہ ہو جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس پر فخر نہ کرو۔

اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 79 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت کی ہے کہ جب کوئی چیز واقع ہو تو مسلمان کو اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہئے کہ وہ فیصلہ شدہ ہے اور کوئی چیز اس کے نتیجے کو نہیں بدل سکتی۔ اور ایک مسلمان کو یہ خیال کرتے ہوئے پچھتاوا نہیں ہونا چاہیے کہ اگر وہ کسی نہ کسی طرح مختلف طریقے سے برتاؤ کرتے تو وہ نتائج کو روک سکتے تھے کیونکہ یہ رویہ صرف شیطان کو بے صبری اور تقدیر کے بارے میں شکایت کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ایک صابر مسلمان صحیح معنوں میں یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی منتخب کیا ہے وہ ان کے لیے بہترین ہے خواہ وہ اس کے پیچھے موجود حکمت کو نہ بھی دیکھیں۔ صبر کرنے والا اپنے حالات میں تبدیلی کا خواہاں ہوتا ہے اور اس کے لیے دعا بھی کرتا ہے لیکن جو کچھ ہوا اس کی شکایت نہیں کرتا۔ ثابت قدم رہنا ایک مسلمان کو بڑے درجے پر لے جا سکتا ہے یعنی قناعت۔

قناعت کرنے والا حالات میں تبدیلی کی خواہش نہیں رکھتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ان کی پسند سے بہتر ہے۔ یہ مسلمان صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود حدیث پر پختہ یقین رکھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اگر انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو انہیں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے جس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر وہ آسانی کے وقت کا تجربہ کرتے ہیں تو انہیں شکر ادا کرنا چاہئے جو برکتوں کا باعث بنتا ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو آزماتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ اگر وہ صبر کا مظاہرہ کریں گے تو انہیں اجر ملے گا لیکن اگر وہ ناراض ہیں تو یہ ان کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی کمی کا ثبوت ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2396 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کو آسانی اور مشکل دونوں وقتوں میں صبر کرنا چاہیے یا اللہ تعالیٰ کے اختیار اور حکم پر قناعت کرنا چاہیے۔ اس سے کسی کی پریشانی میں کمی آئے گی اور اسے دونوں جہانوں میں بہت سی نعمتیں ملیں گی۔ جبکہ، بے صبری صرف اس انعام کو ختم کر دے گی جو وہ حاصل کر سکتے تھے۔ کسی بھی صورت میں ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ صورت حال سے گزرے گا، لیکن یہ ان کا اختیار ہے کہ وہ اجر چاہتے ہیں یا نہیں۔

ایک مسلمان اس وقت تک کامل اطمینان حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ مشکل اور آسانی کے وقت ان کا رویہ برابر نہ ہو۔ ایک سچا بندہ فیصلہ کے لیے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس کیسے جا سکتا ہے اور پھر ناخوش کیسے ہو سکتا ہے جب انتخاب ان کی خواہش کے مطابق نہ ہو۔ اس بات کا ایک حقیقی امکان ہے کہ اگر کسی شخص کو وہ حاصل ہو جائے جس کی وہ خواہش کرتا ہے تو وہ اسے تباہ کر دے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ایک مسلمان کو کنارے پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ یعنی جب حکم الہی ان کی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ اور جب ایسا نہیں ہوتا تو وہ غضب ناک ہو جاتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ سے بہتر جانتے ہیں۔ باب 22 الحج، آیت 11

اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو " جاتی ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔

ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی پسند کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہیے جیسا کہ وہ کسی قابل اعتماد ڈاکٹر کے ساتھ کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان ڈاکٹر کی تجویز کردہ کڑوی دوا لینے کی شکایت نہیں کرے گا یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے اسے یہ جانتے ہوئے کہ دنیا میں جو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسے قبول کرنا چاہیے اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ درحقیقت ایک سمجھدار شخص کڑوی دوا کے لیے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرے گا اور اسی طرح ایک ذہین مسلمان کسی بھی صورت حال کا سامنا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔

اس کے علاوہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کی بہت سی آیات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا جائزہ لے جن میں صبر کرنے والے اور قناعت کرنے والے مسلمان کو ملنے والے اجر کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اس پر گہرا غور و فکر ایک مسلمان کو مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ثابت قدم رہنے کی ترغیب دے گا۔ مثال کے طور پر، باب 39 از زمر، آیت 10

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔..."

ایک اور مثال جامع ترمذی نمبر 2402 میں موجود حدیث میں مذکور ہے۔ اس میں یہ نصیحت ہے کہ جب صبر کے ساتھ دنیا میں آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنے والوں کو ان کا اجر ملے گا جن لوگوں نے ایسی آزمائشوں کا سامنا نہیں کیا وہ کاش صبر کے ساتھ ایسی مشکلات کا مقابلہ کرتے۔ جیسا کہ ان کی جلد قینچی سے کاٹ دی جاتی ہے۔

صبر اور قناعت حاصل کرنے کے لیے جس چیز کو اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لیے چنتا ہے وہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں پائے جانے والے علم کی تلاش اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ وہ ایمان کی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس کا تذکرہ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں کیا گیا ہے۔ ایمان میں فضیلت اس وقت ہے جب کوئی مسلمان نماز جیسے اعمال بجا لائے گویا وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے سکتا ہے۔ جو اس درجے پر پہنچ جائے گا وہ مشکلات اور آزمائشوں کا درد محسوس نہیں کرے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت

میں پوری طرح غرق ہو جائے گا۔ یہ ان عورتوں کا حال ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹتے وقت درد محسوس نہیں کرتی تھیں۔ باب 12 یوسف، آیت 31

اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور کہا، "ان کے سامنے نکل آ۔" اور جب انہوں نے ... " اسے دیکھا تو اس کی بہت تعریف کی اور اپنے ہاتھ کاٹ کر کہنے لگے کہ اللہ کامل ہے یہ کوئی آدمی نہیں ہے، یہ کوئی اور نہیں بلکہ ایک بزرگ فرشتہ ہے۔

اگر کوئی مسلمان ایمان کے اس اعلیٰ درجے تک نہیں پہنچ سکتا تو اسے کم از کم اس نچلے درجے تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے جس کا ذکر پہلے حدیث میں ہے۔ یہ وہ درجہ ہے جہاں انسان کو مسلسل معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھے جا رہے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص کسی مستند شخصیت کے سامنے شکایت نہیں کرے گا، جیسے کہ آجر، ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی موجودگی سے مسلسل آگاہ ہے، اس کے انتخاب کے بارے میں شکایت نہیں کرے گا۔

صبر - 15

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی دنیا بھر کے لوگوں کے مصائب کا مشاہدہ کرتا ہے، خاص طور پر مسلمانوں کو جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں، تو وہ ظاہری صورتوں کی بنیاد پر خدائی امداد کی کمی پر سوال اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ حقائق کو اپنے ذہن میں واضح کرے، کیونکہ یہ اس کی سچی اطاعت میں مدد کرتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اسے خوش کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ مقدس میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ ان میں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ الہی مدد اس طرح نہیں ہوتی جس طرح لوگ اکثر توقع کرتے ہیں یا چاہتے ہیں۔ انسان کا ادراک اور سوچ انتہائی محدود ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ادراک اور علم لامحدود ہے۔ اس لیے وہ اپنے منصوبے اور طریقہ کار کے مطابق مظلوموں کے لیے اس کی مدد جیسی چیزوں کا حکم دیتا ہے، جس میں ان چیزوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے جو انسانی ادراک اور سمجھ سے باہر ہیں، تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ اس میں شامل لوگوں کے لیے بہترین چیز واقع ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

یہ اسی طرح ہے جیسے ایک ڈاکٹر ایک کڑوی دوا تجویز کر سکتا ہے، جو ظاہری طور پر بیمار مریض کی مدد نہیں کرتی ہے لیکن طویل مدت میں یہ ان کے حق میں ہے، جیسا کہ اس میں ان کا علاج مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد کی بہت سی مثالیں ہیں، جو مختصر مدت میں، لیکن طویل مدت میں غائب نظر آتی تھیں اور بڑی تصویر کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس سے کہیں زیادہ فائدہ مند تھا جس کا کوئی ادراک نہیں کر سکتا تھا۔ مثال کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ایک ویران کنویں میں پھینک کر چھوڑ دیا جب کہ وہ بچہ ہی تھے۔ پھر اسے غلامی میں بیچ

دیا گیا اور پھر ناحق قید کر دیا گیا۔ کوئی بھی شخص جو اس کے ساتھ پیش آیا اسے دیکھ کر یقین کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس سے بالکل غائب تھی۔ اس کے باوجود طویل عرصے میں ان واقعات نے اس بات کو یقینی بنایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے وزیر خزانہ بنیں گے جس کی وجہ سے وہ اپنے دور میں آنے والے ایک عظیم قحط کے ذریعے لاکھوں لوگوں کی ہلاکتوں کو روکنے میں کامیاب ہو گئے۔ پس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مدد اس سے یا عام لوگوں سے کبھی بھی غائب نہیں تھی۔ اس کے بجائے، الہی امداد اس طرح واقع ہوئی جو انسانی سمجھ سے بالاتر تھی اور اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین نتیجہ نکلا۔ لہذا، اللہ تعالیٰ کی مدد اکثر اس طرح نہیں آتی جو ظاہر ہو اور نہ ہی لوگوں کی خواہشات اور توقعات کے مطابق، کیونکہ اس کا نتیجہ ان لوگوں کے لیے بہترین نہیں ہوتا جو اس میں شامل ہوں۔

آخر میں، اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بعض حقائق کو سیکھا اور سمجھا جا سکے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے لیے ان کے ایمان اور ان کی مخلصانہ اطاعت کو تقویت ملے گی، جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 214

”بلاشبہ اللہ کی مدد قریب ہے۔“

صبر - 16

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے تیسرے سال مکہ کے غیر مسلم لیڈروں نے گزشتہ سال جنگ بدر میں ہونے والے نقصان کا بدلہ لینے کا فیصلہ کیا۔ یہ جنگ احد کا باعث بنی۔ جب جنگ شروع ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے غیر مسلم فوج پر تیزی سے قابو پالیا جس کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن کچھ تیر اندازوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چھوٹے سے پہاڑ جبل الرومہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا جو احد پہاڑ کے سامنے ہے، جنگ کے نتائج سے قطع نظر، یہ سمجھتے تھے کہ جنگ ختم ہوگیا اور کمانڈ کا اطلاق نہیں ہوا۔ جب وہ جبل الرومہ پر اترے تو اس نے مسلمانوں کی فوج کا پچھلا حصہ کھول دیا۔ پھر غیر مسلم فوج نے اکٹھے ہو کر دونوں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اس سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت ہوئی اور ان کے جسموں کو غیر مسلموں نے مسخ کر دیا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 29-30 میں بحث کی گئی ہے۔

یہ واضح ہے کہ مسلمانوں کو اتنے نقصانات اٹھانے کی سب سے بڑی وجہ تیر اندازوں کی غلط فہمی تھی۔ انہوں نے غیر ارادی طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے اور آپ کے حکم کا اطلاق نہیں ہو گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک کوئی مسلمان سچے دل سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے گا، انہیں کامیابی ملے گی لیکن اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں گے تو یہ حمایت کی اطاعت کرے گا، انہیں کامیابی ملے گی۔ باب 4 النساء آیت 80:

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ کی اطاعت کی۔“

:اور باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور "تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

:اور باب 24 النور، آیت 63

رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح مت بناؤ۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں سے چھپ کر بھاگ جاتے ہیں۔ لہذا ان لوگوں کو ہوشیار رہنا چاہیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اختلاف کرتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر "کوئی آفت آ جائے یا دردناک عذاب نہ آ جائے۔"

اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کا یہ معمول ہے کہ وہ بعض اوقات اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان کے دشمنوں کو غلبہ حاصل ہوتا ہے، حالانکہ آخری فتح ہمیشہ انبیاء کرام کے حق میں ہوتی ہے۔ ان پر سلامتی ہو۔ حالات کے اس بدلاؤ کی وجہ یہ ہے کہ سچے مومنوں کو منافقوں اور موقع پرستوں سے الگ کر دیا جائے جو ہمیشہ دنیاوی فائدے حاصل کرنے کے لیے کامیاب گروہ میں شامل ہوتے ہیں۔ اگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ جیتتے رہے تو منافقین اور موقع پرست مخلص مومنین سے نا قابل برداشت ہو جائیں گے۔ اگر انبیاء علیہم السلام ہمیشہ ہار گئے تو یہ ان کے مشن میں رکاوٹ بن جائے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 140

اگر کوئی زخم آپ کو چھوتا ہے تو - اس سے ملتا جلتا زخم پہلے ہی [مخالف] لوگوں کو چھو "چکا ہے۔ اور ان دنوں [مختلف حالات میں] ہم لوگوں کے درمیان باری باری کرتے ہیں تاکہ اللہ ان لوگوں کو ظاہر کرے جو ایمان لائے ہیں اور آپ میں سے شہداء کو اپنی طرف لے لے۔

فتح اور شکست کے اس باری باری کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ مومنین کو صبر اور شکر دونوں کو اپنانے کا طریقہ سکھایا جائے۔ اگر وہ ہر وقت کھو دیتے ہیں، تو وہ صبر کر سکتے ہیں لیکن شکر گزار ہونا مشکل ہو جائے گا۔ اگر وہ ہر وقت جیت جاتے ہیں، تو شاید وہ شکر گزاری کو اپنا لیں لیکن حقیقی صبر کو اپنانے کے لیے جدوجہد کریں گے۔ حالات کا ردوبدل انہیں صبر اور شکر دونوں کو اپنانے کی اجازت دیتا ہے، دو حصے جو دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

شکر گزاری - 1

صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومن کے لیے ہر حالت مبارک ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے ہر صورت حال کا جواب دینے کی ضرورت ہے، خاص طور پر مشکلات میں صبر اور آسانی کے وقت شکرگزاری۔

زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو وہ حالات ہیں جن میں لوگ خود کو پاتے ہیں، خواہ وہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکلات۔ کسی شخص کو کس صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا کنٹرول ان کے ہاتھ سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے اور ان سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لیے جن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان پر زور دینا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہ مقدر ہیں اور اس لیے ناگزیر ہیں۔ دوسرا پہلو ہر صورت حال پر ایک شخص کا ردعمل ہے۔ یہ ہر شخص کے اختیار میں ہے اور یہ وہی ہے جس پر ان کا فیصلہ کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر، کسی مشکل صورتحال میں صبر یا بے صبری کا مظاہرہ کرنا۔ لہذا، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنے رویے اور رد عمل پر توجہ مرکوز کرے، بجائے اس کے کہ کسی صورت حال میں ہونے پر زور دیا جائے، کیونکہ یہ ناگزیر ہے۔ اگر کوئی مسلمان دونوں جہانوں میں کامیابی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ہر حال کا اندازہ لگا لے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کام کرے۔ مثال کے طور پر، آسانی کے وقت ان کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو ان کے پاس ہیں جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا سچا شکر ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

اور مشکل کے وقت انہیں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے چاہے وہ انتخاب کے پیچھے کی حکمت کو نہ سمجھیں۔ باب 2
البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

غور طلب ہے کہ اہم حدیث میں ہر حال میں کامیابی مومن کے لیے بتائی گئی ہے نہ کہ مسلمان کے لیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مومن مضبوط ایمان کا حامل ہوتا ہے جس کی جڑیں اسلامی علم میں پیوست ہوتی ہیں۔ اپنے مضبوط ایمان کے نتیجے میں، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر زیادہ سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں، جس میں مشکلات میں صبر اور آسانی کے وقت شکر گزاری شامل ہوتی ہے۔ جبکہ مسلمان وہ ہے جس نے اسلام قبول کیا ہو لیکن کمزور ایمان کی وجہ سے جو کہ اسلامی علم سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ساتھ مختلف حالات کا جواب دینے میں ناکام ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ مومن کے درجے تک پہنچ جائے اور اس لیے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔

شکر گزاری - 2

جامع ترمذی نمبر 1954 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے، کسی سے کم نہیں، لوگوں کا شکر ادا کرنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی شخص کو دوسروں کی مدد کے لیے استعمال کرتا ہے، جیسے کہ والدین۔ جیسا کہ اسباب اللہ تعالیٰ نے بنائے اور استعمال کیے، ان کا شکر ادا کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔ لہذا، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اچھے کردار کا مظاہرہ کریں اور دوسروں کی طرف سے ملنے والی کسی بھی امداد یا مدد کے لیے ہمیشہ قدردانی کا اظہار کریں، چاہے اس کا حجم کچھ بھی ہو۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق استعمال کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ وہ نعمت کا سرچشمہ ہے اور انہیں چاہئے کہ اس شخص کا شکر ادا کریں جس نے ان کی مدد کی، کیونکہ یہ وہ وسیلہ ہیں جس کو اس نے بنایا اور منتخب کیا ہے۔ اللہ عزوجل۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ زبانی طور پر لوگوں کا شکر ادا کرے اور عملاً ان کے احسان کا بدلہ ان کے وسائل کے مطابق ادا کرے، چاہے وہ ان کی طرف سے صرف دعا ہی کیوں نہ ہو۔ امام بخاری کی کتاب ادب المفرد نمبر 216 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی مدد کے ظاہری مظہر کا شکر ادا نہیں کرتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو براہ راست ظاہر کرے گا۔

جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا سچا شکر ادا نہیں کر سکتا، اس لیے اسے نعمتوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

اگر کوئی مسلمان نعمتوں میں اضافہ چاہتا ہے تو اسے شکر گزاری کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنا چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کا۔

شکر گزاری - 3

سنن ابن ماجہ نمبر 4142 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ ان لوگوں کو دیکھیں جن کے پاس دنیا کی چیزیں زیادہ ہیں بجائے اس کے کہ ان کے پاس دنیا کی کم چیزیں ہوں کیونکہ یہ ان کے بننے سے روکے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ناشکرا

بدقسمتی سے، کچھ غلط طریقے سے دوسروں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، جو ان کی اپنی زندگی سے بہتر نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر، عام لوگ اکثر مشہور شخصیات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی بہتر ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ تصور درست نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ بہتر صورت حال میں دکھائی دیتے ہیں انہیں مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے دوسرے لوگ ان کے ساتھ جگہوں پر تجارت نہیں کرنا چاہتے۔ ایک بیرونی شخص صرف ایک اتھلے نقطہ نظر سے چیزوں کا مشاہدہ کرے گا۔ لیکن اگر وہ پوری کہانی دیکھ سکتے ہیں تو انہیں احساس ہوگا کہ ہر ایک کو مسائل کا سامنا ہے اور کسی کے پاس بھی کامل زندگی نہیں ہے چاہے وہ اپنی ملکیت میں ہوں یا کتنے ہی مشہور ہوں۔ اکثر یہ غلط فہمی میڈیا کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لیکن لوگ یہ یاد رکھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ میڈیا کا مقصد مشہور شخصیات کی زندگیوں کی ایک خاص تصویر بنانا ہے جس کے بارے میں پڑھ کر دلکش لگتا ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، اگر وہ صرف شوگر کوئٹنگ کے بغیر حقائق کی اطلاع دیتے ہیں، تو ان کے صارفین کی اکثریت ان سے منہ موڑ لے گی۔

مسلمانوں کو اس باطل عقیدہ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ شیطان کا ایک آلہ ہے جو اسے لوگوں کو اپنے پاس موجود چیزوں پر ناشکری کرنے کی ترغیب دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ صحیح ذہنیت جس کی اس حدیث میں نصیحت کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری سے روکے گی۔ جب بھی کوئی مسلمان ناشکری محسوس کرے تو اسے اپنی توجہ ان لاتعداد لوگوں کی طرف مبذول کرانی چاہیے جو شدید غربت میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دے گا، جو اس نے انہیں عطا کیا ہے۔ یہ شکر عملی طور پر ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے ظاہر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس سے برکتوں میں اضافہ ہوگا۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

باڑ کے دوسری طرف گھاس زیادہ ہری نہیں ہے، یہ درحقیقت اپنی طرف سے کافی سبز ہے۔ باب
البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز
پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

لیکن اپنے مذہب کے حوالے سے ہمیشہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنا چاہیے جو ان سے زیادہ اسلام
کے لیے وقف ہیں۔ یہ رویہ کسی کو سستی اختیار کرنے سے روکے گا جب وہ ان لوگوں کو
دیکھیں جو ان سے کم اسلام کے لیے وقف ہیں۔ دوسروں کا مشاہدہ کرنا جو اسلام کے لیے کم
وقف ہیں، یہاں تک کہ کسی کو اپنے گناہوں کا جواز اور حقیر قرار دینے کی ترغیب دے سکتی
ہے، جو اپنا ایک خطرناک راستہ ہے۔ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنا جو اسلام کے لیے زیادہ وقف
ہیں، ان کی حوصلہ افزائی بھی کرے گا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو پورا کرنے کے لیے اسلام کے
لیے اپنی لگن میں زیادہ محنت کرے۔ اس کی جڑ اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا
ہے۔

شکر گزاری - 4

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں کورونا وائرس اور اس سے جڑی جسمانی پابندیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے، جیسے کہ بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ان گنت نعمتوں کا ادراک کریں، کیونکہ یہ احساس انہیں حقیقی شکر گزاری کی ترغیب دے گا، جو کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کے پاس موجود ہر نعمت کا صحیح استعمال کرنا ہے۔ مسلمان اکثر ان نعمتوں کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جیسے کہ جب چاہیں اپنا گھر چھوڑنے کی آزادی۔

اس کے علاوہ، یہ سچا شکر انتہائی اہم ہے کیونکہ قرآن کریم متنبہ کرتا ہے کہ جو لوگ منفی انداز میں بدل گئے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا سچا شکر ادا کرنے میں ناکامی، ان نعمتوں کے ہٹانے سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ باب 13 الرعد، آیت 11

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اندر کی حالت نہ بدلیں۔“

مثال کے طور پر، یہ واضح ہے کہ جو بھی زیادہ تر مساجد کو فرض نمازوں کے دوران دیکھتا ہے کہ مقامی مسلمانوں کی اکثریت ان میں شرکت نہیں کرتی ہے۔ مساجد میں حاضری اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسجد عطا کیے جانے پر شکر ادا کرنے کا نچوڑ ہے۔ لیکن جتنے مسلمان یہ سچا شکر ادا کرنے میں ناکام رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وائرس کی وبا سے بند کر کے حالات کو بدل دیا۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کا باقاعدگی سے جائزہ لیں جو ان کے پاس ہیں تاکہ وہ ان نعمتوں کو اس کی خوشنودی اور احکام کے مطابق استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا سچا شکر ادا کریں۔ اس سے چیزیں مثبت طریقے سے بدلیں گی اور ان کو عطا کی جانے والی نعمتوں میں اضافہ ہوگا۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

اس کے علاوہ، ان سماجی پابندیوں کو مسلمانوں کو ان نعمتوں کا استعمال کرنے کی بھی یاد دہانی کرنی چاہیے جو ان کے پاس ہیں، جو عام طور پر وقت کے ساتھ ساتھ گزر جاتی ہیں، جیسے کہ اچھی صحت اور وقت۔ جو شخص ان کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتا ہے، جیسے کہ ان کی صحت، وہ یہ پائے گا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی حمایت اور اجر ملے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس نعمت سے محروم ہو جائیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہے وہ ان کے پاس ہونے کے باوجود ثواب حاصل کرنے سے محروم ہو جائیں گے اور جب وہ آخر کار ان کو کھو دیں گے۔ یہ صریح نقصان ہے۔

شکر گزاری - 5

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشکل کے وقت مزید اضافہ کرتے ہیں، جیسے کہ نماز باجماعت کے لیے مساجد میں جانا یا ۔ لیکن آسانی کے وقت وہ اکثر آرام کرتے ہیں اور سست ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ روحانی مشقیں کرنا نوٹ کرنا ضروری ہے کہ عام طور پر مشکل کے وقت آسانی کے وقت زیادہ چوکس رہنا اور اطاعت میں اضافہ کرنا زیادہ ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات مشکل سے زیادہ آسانی کے اوقات میں گناہ زیادہ ہوتے ہیں، جیسے اپنے واجبات کو چھوڑ دینا۔ اگر کوئی تاریخ میں مختلف گمراہ لوگوں مثلاً فرعون اور قرون کا جائزہ لے تو معلوم ہوگا کہ ان کے گناہ صرف آسانی کے وقت ہی بڑھتے ہیں۔ جو شخص کسی مشکل کا سامنا کر رہا ہو جہاں وہ پھنس گیا ہو اور اس کے لیے صبر کے ساتھ راحت کا انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو اس کے گناہ کا امکان کم ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی مشکل سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ آرام کے وقت کا تجربہ کرنے والا شخص لطف اندوز ہونے اور دنیاوی چیزوں میں زیادہ مشغول رہنے کے لیے بہتر پوزیشن میں ہو گا جو اکثر گناہوں کا باعث بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر، غربت کا سامنا کرنے والے شخص کے گناہ کا امکان کم ہوتا ہے کیونکہ بہت سے گناہوں کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ، ایک امیر شخص ان گناہوں کا ارتکاب کرنے کے لیے آسان پوزیشن میں ہوتا ہے، جیسے شراب یا منشیات کی خریداری۔ لہذا مسلمانوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھیں یا اس میں اضافہ کریں تاکہ وہ گناہوں اور نافرمانیوں میں مبتلا نہ ہوں۔

اس کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے، اس کے احکام کو بجا لا کر اور آسانی کے وقت اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے، اسے مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوگی: جو ان پر کامیابی کے ساتھ قابو پانے میں ان کی مدد کرے گی۔ باب 47 محمد، آیت 7

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کا ساتھ دو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم "جمائے گا۔"

سچائی - 1

جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچائی کی اہمیت اور جھوٹ سے اجتناب فرمایا۔ پہلا حصہ نصیحت کرتا ہے کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے جو بدلے میں جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ جب کوئی شخص سچائی پر قائم رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سچا شخص لکھتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ سچائی تین سطحوں کے طور پر۔ پہلا وہ ہے جب کوئی شخص اپنی نیت اور اخلاص میں سچا ہو۔ یعنی وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرتے ہیں اور شہرت جیسے باطل مقاصد کے لیے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ درحقیقت یہی اسلام کی بنیاد ہے کیونکہ ہر عمل کا فیصلہ نیت پر ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کسی کے اخلاص کی دلیل یہ ہے کہ وہ دوسروں کے شکر گزاری کی خواہش اور امید نہ رکھے۔

اگلا درجہ وہ ہے جب کوئی اپنے الفاظ کے ذریعے سچا ہو۔ حقیقت میں اس کا مطلب ہے کہ وہ ہر قسم کے زبانی گناہوں سے بچتے ہیں نہ کہ صرف جھوٹ۔ جیسا کہ دوسرے زبانی گناہوں میں ملوث ہونے والا حقیقی سچا نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کا ایک بہترین طریقہ جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود حدیث پر عمل کرنا ہے جس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ انسان اپنے اسلام کو صرف اسی صورت میں بہترین بنا سکتا ہے جب وہ ان چیزوں میں ملوث ہونے سے گریز کرے جن سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ زبانی گناہوں کی کثرت اس لیے ہوتی ہے کہ مسلمان کسی ایسی بات پر بحث کرتا ہے جس سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اس میں فضول باتوں سے پرہیز کرنا بھی شامل ہے، کیونکہ یہ اکثر گناہ کی بات کا باعث بنتا ہے اور کسی کے قیمتی وقت کا ضیاع ہے، جو قیامت کے دن ان کے لیے باعث ندامت ہوگا۔ سچائی کے اس درجے کو کوئی اچھا کہہ کر یا خاموش رہنے سے اختیار کر سکتا ہے۔

آخری مرحلہ اعمال میں سچائی ہے۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق تقدیر پر صبر کرنے سے حاصل ہوتا ہے، بغیر خوشامد اٹھانے یا غلط بیانی کے۔ اسلام کی تعلیمات جو کسی کی خواہشات کے مطابق ہوں۔ انہیں تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ درجہ بندی اور ترجیحی ترتیب کی پابندی کرنی چاہیے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ ہر اس نعمت کو استعمال کرے گا جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

سچائی کے ان درجات کے برعکس یعنی جھوٹ بولنے کے نتائج، زیر بحث مرکزی حدیث کے مطابق یہ ہیں کہ یہ معصیت کی طرف لے جاتا ہے جس کے نتیجے میں جہنم کی آگ لگ جاتی ہے۔ جب کوئی اس رویہ پر قائم رہے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا جھوٹا لکھا جائے گا۔ تین درجات کے مطابق جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے، نیت میں جھوٹ بولنے میں اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہونا اور لوگوں کی خاطر نیک اعمال کرنا شامل ہے۔ تقریر میں جھوٹ بولنے میں ہر قسم کی گناہ والی بات شامل ہے۔ اعمال میں جھوٹ بولنا گناہوں پر قائم رہنا بھی شامل ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پامال کرنا شامل ہے۔ جو جھوٹ کے ان تمام درجات پر محیط ہے وہ بڑا جھوٹا ہے اور یہ فیصلہ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کے ساتھ کیا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا جھوٹا لکھا ہے۔

سچائی - 2

صحیح بخاری نمبر 2749 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی کہ جھوٹ بولنا نفاق کا ایک پہلو ہے۔ جھوٹ ناقابل قبول ہے چاہے یہ چھوٹا جھوٹ ہو، جسے اکثر سفید جھوٹ کہا جاتا ہے، یا جب کوئی مذاق کے طور پر جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ کی یہ تمام قسمیں حرام ہیں۔ درحقیقت وہ جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کا مقصد کسی کو دھوکہ دینا نہ ہو، جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود ایک حدیث میں اس پر تین مرتبہ لعنت آئی ہے۔

ایک اور مشہور جھوٹ جو لوگ اکثر یہ مانتے ہوئے بولتے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہیں ہے جب وہ بچوں سے جھوٹ بولتے ہیں۔ بلاشبہ یہ حدیث کے مطابق گناہ ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4991 میں ہے۔ بچوں سے جھوٹ بولنا صریح حماقت ہے کیونکہ وہ اس گناہ کی عادت صرف 4991 بڑے سے ہی اپنائیں گے جو ان سے جھوٹ بولے گا۔ اس طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کا جھوٹ بولنا قابل قبول ہے جب کہ یہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق قابل قبول نہیں ہے۔ صرف انتہائی نایاب اور انتہائی صورتوں میں جھوٹ بولنا قابل قبول ہے، مثال کے طور پر، کسی بے گناہ کی جان کی حفاظت کے لیے جھوٹ بولنا۔

جھوٹ سے بچنا بہت ضروری ہے جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ دوسرے گناہوں کا باعث بنتا ہے جیسے کہ لوگوں کی غیبت اور مذاق اڑانا۔ یہ طرز عمل جہنم کے دروازوں کی طرف لے جاتا ہے۔ جب کوئی شخص مسلسل جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا جھوٹا لکھتا ہے۔ یہ پیشین گوئی کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کے ساتھ کیا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا جھوٹا لکھا ہے۔

تمام مسلمان فرشتوں کی صحبت چاہتے ہیں۔ پھر بھی، جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ اپنی صحبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت جھوٹے کے منہ سے نکلنے والی بدبو فرشتوں کو ان

سے ایک میل دور کر دیتی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1972 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جو جھوٹ بولنے پر اڑے رہتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کی نیت کا مفہوم متاثر ہوتا ہے، وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے علاوہ دوسرے کام کرنے لگتے ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں ثواب کا نقصان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ ان کے اعمال کو بھی بگاڑ دے گا، کیونکہ جسمانی گناہ اس وقت آسان ہو جاتے ہیں جب کسی کی زبان جھوٹ بولنے کی عادی ہو جائے۔

سی جلد بازی - 1

صحیح بخاری نمبر 6806 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سات گروہوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا۔

یہ سایہ ان کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا جس میں سورج کو تخلیق کے دو میل کے اندر اندر لانے کی وجہ سے ناقابل برداشت گرمی بھی شامل ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

ان گروہوں میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جسے زنا کی دعوت دی جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف سے اسے رد کر دیتا ہے۔ اپنی خواہش پر قابو پانا خاص طور پر جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کی خبر نہ ہو تو بہت بڑا کام ہے۔ مسلمانوں کو ایسے حالات سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے جہاں انہیں گناہوں کی طرف دعوت دی جا سکتی ہے، سب سے پہلے ایسی جگہوں سے گریز کرنا چاہیے جہاں گناہ زیادہ ہوتے ہیں، جیسے کہ نائٹ کلب۔ یہ انتہائی اہم ہے کیونکہ کسی شخص کے ماحول کا اکثر ان کے رویے اور رویے پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم کا ایک مصروف اور بلند آواز والے گھر کے مقابلے میں خاموش لائبریری میں پڑھنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، ایک مسلمان کے گناہوں کی طرف اس وقت کم توجہ ہوتی ہے جب وہ ایسی جگہوں سے اجتناب کرتا ہے جہاں گناہ باقاعدگی سے اور کھلے عام ہوتے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بچیں جو کھلے عام گناہ کرتے ہیں اور دوسروں کو ان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ انسان اپنے ساتھیوں کی صفات کو اپنائے گا خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔ سنن ابو داؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو نہ صرف یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اچھے لوگوں کا ساتھ دیں بلکہ اپنے زیر کفالت افراد جیسے کہ ان کے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔ اگر مسلمان صحیح معنوں میں اس پر توجہ دیں تو اس سے گروہوں اور جرائم میں ملوث نوجوانوں کی تعداد میں ڈرامائی طور پر کمی آئے گی۔ باب 43: از زخرف، آیت 67

“اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔”

عفت - 2

صحیح بخاری نمبر 6474 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منہ اور عفت کی حفاظت کرنے والے کو جنت کی ضمانت دی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث کا دوسرا پہلو مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ اپنی عفت کی حفاظت کریں، ناجائز تعلقات سے اجتناب کریں۔ ایک مسلمان کو اس کے حصول کا راستہ دیا گیا ہے یعنی نکاح۔ اگر کوئی مسلمان شادی کرنے کی صحیح پوزیشن میں نہیں ہے، جیسے کہ مالی، تو اسے کثرت سے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ اس سے جسمانی خواہشات کم ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 1905 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر کار، چونکہ یہ دونوں پہلو مل کر جنت کی طرف لے جاتے ہیں، اسی لیے المعجم الاوسط نمبر 992 میں موجود ایک حدیث میں شادی کرنے کو نصف ایمان کی تکمیل قرار دیا گیا ہے۔

عفت - 3

: سے منسلک ہے باب 25 الفرقان آیت 68

اور غیر قانونی جنسی تعلقات کا ارتکاب نہ کریں۔ اور جو بھی ایسا کرے گا اسے سزا ملے..."

اللہ تعالیٰ کے سچے بندے ہر قسم کے ناجائز تعلقات سے بچتے ہیں۔ اس آیت میں زنا کو شرک کے بعد رکھا گیا ہے اور ایک بے گناہ کو قتل کرنا اس کی شدت پر دلالت کرتا ہے۔

مسلمانوں کو غیر قانونی تعلقات کے لالچ میں آنے سے بچنے کے لیے احتیاط کرنی چاہیے۔ سب سے پہلے، انہیں اپنی نظریں نیچی کرنا سیکھنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو ہمیشہ اپنے جوتوں کو گھورنا چاہئے لیکن اس کا مطلب ہے کہ انہیں غیر ضروری طور پر ارد گرد دیکھنے سے گریز کرنا چاہئے خاص طور پر عوامی مقامات پر۔ انہیں دوسروں کو گھورنے سے گریز کرنا چاہئے اور مخالف جنس کا احترام برقرار رکھنا چاہئے۔ جس طرح ایک مسلمان یہ پسند نہیں کرے گا کہ کوئی اپنی بہن یا بیٹی کو گھورے اسے دوسرے لوگوں کی بہنوں اور بیٹیوں کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ باب 24 النور، آیت 30

مومن مردوں سے کہو کہ وہ اپنی بینائی کو کم کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان "... کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے

جب بھی ممکن ہو ایک مسلمان کو مخالف جنس کے ساتھ اکیلے وقت گزارنے سے گریز کرنا چاہیے جب تک کہ ان کا تعلق اس طریقے سے نہ ہو جس سے شادی کی ممانعت ہو۔ صحیح بخاری نمبر 1862 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلقین فرمائی ہے۔

مسلمانوں کو لباس پہننا چاہیے اور شائستگی سے پیش آنا چاہیے۔ معمولی لباس پہننا اجنبیوں کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے سے گریز کرتا ہے اور شائستہ برتاؤ کسی کو ابتدائی قدم اٹھانے سے روکتا ہے جو غیر قانونی تعلقات کا باعث بن سکتا ہے جیسے کہ مخالف جنس سے غیر ضروری بات کرنا۔

غیر قانونی تعلقات سے بچنے کی برکات کو سمجھنا خود کو ان سے بچانے کا ایک اور طریقہ ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان اور عفت کی حفاظت کرنے والے کو جنت کی ضمانت دی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2408 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

غیر قانونی تعلقات میں ملوث ہونے کی سزا کے خوف سے بھی ایک مسلمان کو ان سے بچنے میں مدد ملے گی۔ مثال کے طور پر، ایمان اس شخص سے دور ہو جائے گا جو زنا کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4690 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

حقیقت میں، ایک مسلمان کو غیر قانونی تعلقات کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ اسلام شادی کا حکم دیتا ہے۔ جو لوگ شادی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ کثرت سے روزہ رکھیں کیونکہ اس سے خواہشات اور اعمال پر قابو پانے میں بھی مدد ملتی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 3398 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

عفت - 4

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کی ترغیب دی ہے اور ناجائز تعلقات کو حرام قرار دیا ہے۔ جب ایک جوڑے ایک شادی شدہ جوڑے کی طرح ایک دوسرے کے لیے حقیقی طور پر وقف نہیں ہوتے ہیں، تو پھر ان کو درپیش کوئی بھی حقیقی مشکلات جوڑے کے لیے زیادہ جذباتی دباؤ کا باعث بنتی ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے کا صحیح طریقے سے ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ کسی کی زندگی میں ایک سے زیادہ رشتوں کا آنا اور باہر آنا بلاشبہ ان کی ذہنی صحت پر نقصان دہ اثر ڈالتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جو لوگ اپنے بوائے فرینڈز/گرنل فرینڈز سے الگ ہوتے ہیں وہ اکثر کاؤنسلنگ میں ختم ہوجاتے ہیں۔ وہ ان رشتوں سے گریز کرنے والوں سے زیادہ ذہنی عارضے مثلاً ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں۔ آرام دہ اور پرسکون تعلقات میں، جوڑے اکثر ایک ہی طول موج پر نہیں ہوتے ہیں۔ مطلب، دونوں میں سے ایک ہمیشہ تعلقات کو زیادہ سنجیدگی سے لیتا ہے، جیسے کہ اپنے بوائے فرینڈ/گرنل فرینڈ کے ساتھ بسنے کی خواہش، جبکہ دوسرا ایسا محسوس نہیں کرتا۔ جب رویے میں یہ فرق بالآخر سطح پر ابلتا ہے تو یہ اکثر اس شخص کو طویل عرصے سے جذباتی صدمے کا باعث بنتا ہے جس نے اس رشتے کو زیادہ سنجیدگی سے لیا تھا۔ جبکہ ایک شادی شدہ جوڑے پہلے قدم سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ طویل مدتی وابستگی کے سلسلے میں ایک ہی طول موج پر ہوتے ہیں۔ شادی شدہ جوڑے ہر حال میں ایک دوسرے کے لیے وقف ہوتے ہیں، چاہے انہیں ایسے حالات کا سامنا ہو جو منصوبہ بند ہوں یا غیر منصوبہ بند، جیسے بچے پیدا کرنا۔ یہ رویہ عام جوڑوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ کسی دوسرے کے ساتھ تعلقات رکھنا بھی ایک شخص کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف بناتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو پوری طرح سے جانتا ہے اور اگر وہ شادی کرتے ہیں تو وہ اکثر شادی کے بعد اپنے شریک حیات کی تبدیلی کی شکایت کرتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، وہ تبدیل نہیں ہوئے۔ جو چیزیں تبدیل ہوئیں وہ ان کے تعلقات کی ذمہ داریاں اور دباؤ تھیں۔ یہ مسئلہ اکثر ان جوڑوں کے لیے شادی کے مسائل کا باعث بنتا ہے جو شادی سے پہلے رشتے میں تھے۔ یہاں تک کہ اگر وہ شادی سے پہلے ایک ساتھ رہتے ہیں، تب بھی ایک ہی مسئلہ ہوگا۔ اس کے علاوہ، یہ کوئی راز نہیں ہے کہ جب بھی کسی کو اپنے بوائے فرینڈ/گرنل فرینڈ کے ساتھ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس سے ان کی زندگی کے ہر دوسرے پہلو پر کتنا شدید اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے نوجوان صرف اس لیے کالج/یونیورسٹی چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ ہر روز اپنے سابق ساتھی کو وہاں نہیں دیکھ سکتے۔ چونکہ شادی دو لوگوں کے درمیان ایک گہرا تعلق اور وابستگی ہے، اس لیے ان کے ٹوٹنے کا امکان کم ہی ہوتا ہے انہی معمولی مسائل پر جو عام جوڑے کے ٹوٹ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ، جو بھی بچے غیر ارادی طور پر رشتے سے پیدا ہوتے ہیں وہ ان کے تعلقات پر مزید دباؤ ڈالتے ہیں، جس کے نتیجے میں اکثر وہ الگ ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ بچے کی پرورش کی ذمہ داری بانٹنا نہیں چاہتے۔ اس سے بچے کے بڑے ہونے کے لیے ایک ٹوٹا ہوا گھر بنتا ہے جہاں انہیں والدین دونوں کی حمایت اور نگرانی حاصل نہیں ہوتی، جو اکثر ہر کسی کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جرائم اور گینگز میں ملوث نوجوانوں کی اکثریت اور وہ بچے جنہیں جنسی شکاریوں نے پالا ہے، ٹوٹے پھوٹے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بچے کی صحیح طریقے سے پرورش کرنا جب کوئی بچہ چاہتا ہے تو بہت مشکل ہوتا ہے، پھر کیا کوئی بچے کی صحیح پرورش کے جذباتی دباؤ کا تصور کر سکتا ہے جب کہ والدین پہلے بچے کی خواہش نہیں رکھتے تھے؟ یہ بچے کی پرورش پر منفی اثر ڈالتا ہے اور اکثر پہلے بیان کردہ مسائل کا باعث بنتا ہے۔ یہ تناؤ اکثر واحد والدین کی طرف سے بچے کو پرورش یا گود لینے کے لیے ترک کر دیتا ہے، جس کے زیادہ تر معاملات میں بچے پر نقصان دہ منفی اور طویل مدتی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس سے بچے کے گمراہ ہونے کے امکانات مزید بڑھ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان بے شمار شاخوں کے مسائل کو اصل مسئلہ یعنی غیر قانونی تعلقات کو ممنوع قرار دے کر اور شادی کی ترغیب دے کر دور کر دیا، جس کے تحت ایک جوڑے نے خلوص دل سے اپنے آپ کو ایک دوسرے اور اپنے بچوں کے لیے وقف کر دیا۔

قرآن پاک میں نکاح، طلاق اور اولاد کے تصور کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک کامیاب معاشرے کی کنجی عطا فرمائی ہے۔ جب خاندان کے افراد، خواہ ایک ساتھ ہوں یا طلاق یافتہ، ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرتے ہیں اور بچوں کے لیے ایک مستحکم اور خوش حال گھر بناتے ہیں، اس سے پورے معاشرے میں مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب ایک خاندان ناخوش ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اس سے معاشرے میں منفی لہر پھیل جاتی ہے۔

بہت سے مفکرین آئے اور چلے گئے جنہوں نے لوگوں اور معاشرے کو درپیش مسائل کو حل کیا ہے لیکن چونکہ یہ حل برانچ کے مسائل کو نشانہ بناتے ہیں ان حلوں کا فائدہ کم ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بنیادی مسائل کے حل کے اس طریقے کے ذریعے جو فرد اور معاشرے کو متاثر کرتے

ہیں، تمام چیزوں کو واضح کر دیا ہے تاکہ لوگ دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ باب
النحل، آیت 89 16

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی وضاحت اور ہدایت اور رحمت ہے۔“

میں زنگ لگنا - 1 (SWT) اللہ T

جامع ترمذی نمبر 2344 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اگر لوگ واقعی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں تو وہ ان کو اسی طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے۔ وہ اپنے گھونسلے صبح بھوکے چھوڑتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر واقعی بھروسہ وہ چیز ہے جو دل میں محسوس ہوتی ہے لیکن اعضاء سے ثابت ہوتی ہے، یعنی جب کوئی اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور تقدیر کا مقابلہ صبر کے ساتھ کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات۔ باب 65 میں طلاق، آیت 3

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔“

توکل کا وہ پہلو جو داخلی ہے اس میں پختہ یقین رکھنا شامل ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور دنیاوی اور دینی معاملات میں نقصان دہ چیزوں سے بچا سکتا ہے۔ ایک مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ دینے، روکنے، نقصان پہنچانے یا فائدہ پہنچانے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ ایک مسلمان حقیقی معنوں میں اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ ہر وہ چیز جو ان کی زندگی میں ہوتی ہے، جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اکیلے کرتا ہے، اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہے، چاہے یہ ان کے لیے اور دوسروں کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر صحیح معنوں میں بھروسہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اسباب مہیا کیے ہیں، مثلاً دوا استعمال کرنا چھوڑ دے۔ جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں واضح طور پر ذکر ہے کہ پرندے اپنے گھونسلے چھوڑ کر رزق کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت اور اسباب کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتا ہے تو وہ بلا شبہ اس کی اطاعت اور بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا ظاہری عنصر ہے۔ یہ بات بہت سی آیات اور احادیث میں واضح ہو چکی ہے۔
باب 4 النساء، آیت 71

”اے ایمان والو احتیاط کرو۔“

درحقیقت ظاہری عمل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باطنی کیفیت ہے۔ ظاہری روایت کو نہیں چھوڑنا چاہیے خواہ وہ باطنی اعتبار کا مالک ہو۔

اعمال اور اللہ کی طرف سے فراہم کردہ ذرائع کا استعمال، اس پر بھروسہ کرنے کا ایک پہلو ہے۔ اس سلسلے میں اعمال کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے اطاعت کے وہ اعمال ہیں جن کا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو امن اور کامیابی عطا کرے گا، ان اعمال کو ترک کرنا محض خواہش مندانہ سوچ ہے اور اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

دوسری قسم کے اعمال وہ اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں لوگوں کے لیے اس لیے بنائے ہیں کہ وہ اس میں محفوظ رہیں، جیسے کہ بھوک کے وقت کھانا پینا، پیاس لگنے پر پینا اور سرد موسم میں گرم کپڑے پہننا۔ جو شخص ان کو ترک کر کے اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے وہ قابل ملامت ہے۔ البتہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص قوت عطا کی ہے تاکہ وہ اپنے آپ

کو نقصان پہنچائے بغیر ان ذرائع سے بچ سکیں۔ مثال کے طور پر، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی وقفے کے دنوں کے روزے رکھتے تھے لیکن دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کھانے کی ضرورت کے بغیر براہ راست مہیا کیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1922 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھے سیدنا خلیفہ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خلاف نہ ہوں۔ ضرورت سے زیادہ سردی یا گرمی محسوس کرنا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 117 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص ان ذرائع سے منہ موڑ لے لیکن اسے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے فرائض میں کوتاہی کے بغیر صبر کرنے کی طاقت فراہم کی جائے تو یہ ہے۔ قابل قبول ہے ورنہ یہ قابل الزام ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے سلسلے میں تیسری قسم کے اعمال وہ چیزیں ہیں جو ایک رسم کے طور پر مقرر کی گئی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بعض اوقات بعض لوگوں کے لیے توڑ دیتا ہے۔ اس کی مثال وہ لوگ ہیں جو بغیر دوا کے بیماری سے شفا پاتے ہیں۔ یہ خاص طور پر غریب ممالک میں کافی عام ہے جہاں دوائی حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس کا تعلق سنن ابن ماجہ نمبر 2144 میں موجود ایک حدیث سے ہے جس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنے لیے مختص کیے گئے ہر اونس کو استعمال نہ کر لے جو کہ صحیح مسلم کی ایک اور حدیث نمبر 6748 کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے۔ لہذا جو شخص اس حدیث کو صحیح معنوں میں سمجھتا ہے، وہ سرگرمی سے رزق کی تلاش نہ کرے، یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ ان کے لیے بہت پہلے مختص کیا گیا تھا، وہ اس سے محروم نہیں رہ سکتا۔ پس اس شخص کے لیے رزق حاصل کرنے کے روایتی ذرائع مثلاً نوکری کے ذریعے حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے توڑ دیا ہے۔ یہ ایک اعلیٰ اور نادر درجہ ہے۔ صرف وہی شخص جو اس طرح کا رویہ اختیار کر سکتا ہے بغیر کسی شکایت یا گھبراہٹ کے اور نہ ہی لوگوں سے کسی چیز کی توقع رکھے اگر وہ یہ راستہ اختیار کرتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 1692 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ گناہ ہے کہ وہ اپنے کفیلوں کی کفالت میں کوتاہی کرے۔ اگرچہ وہ اس اعلیٰ عہدے پر ہیں۔

اگرچہ یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق جو ذرائع عطا کیے گئے ہیں ان کا استعمال کرنا ان کو ترک کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کیونکہ کوئی چیز بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے افضل نہیں ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ”
”اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اللہ تعالیٰ پر حقیقی بھروسہ، تقدیر پر راضی ہونے کا باعث بنتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو بھی کسی کے لیے چنتا ہے، وہ بغیر کسی شکایت کے اور چیزوں میں تبدیلی کی خواہش کیے بغیر قبول کرتا ہے، کیونکہ ان کا پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، یہ سب سے بہتر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کیا جائے، ان حلال ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے جو اسلام کی تعلیمات کے مطابق عطا کیے گئے ہیں، اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اندرونی طور پر بھروسہ کریں کہ صرف وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا، جو بلاشبہ اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین انتخاب ہے، چاہے وہ اس کا مشاہدہ کرے اور اس کا احساس کرے یا نہ کرے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسہ - 2

صحیح بخاری نمبر 5705 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ 70,000 مسلمان بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی خصوصیات بیان کی ہیں۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روحانی تراکیب کے ساتھ پیش نہیں کرتے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن پاک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے مربوط الفاظ پڑھتا ہے اور کسی بیماری یا پریشانی کے علاج کے لیے اپنے آپ پر یا دوسروں پر پھونک مارتا ہے۔ یہ طریقہ بہت سی احادیث کے مطابق مکمل طور پر حلال ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 5741 میں ہے۔ حرام کی قسم وہ ہے جب کوئی شیطانی الفاظ استعمال کرے۔ بد قسمتی سے حلال 5741 ترانے جائز ہونے کے باوجود بعض مسلمان ان سے اس قدر مشغول اور منسلک ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے زیادہ ان پر بھروسہ اور بھروسہ کرتے ہیں۔ مطلب، وہ تقریباً ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ وہ صرف اس صورت میں ٹھیک ہو جائیں گے جب وہ کوئی ترانہ کریں، گویا شفا دینے کی طاقت اسی میں ہے۔ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ پر سچے بھروسے سے متصادم ہے، جیسا کہ حقیقت میں ہر چیز کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ صرف کچھ لوگوں کا علاج کرنے کا انتخاب کرتا ہے، جیسے کہ روایتی دوائی یا ترانے۔ ایک مسلمان کو کبھی بھی ترانے پر اتنا بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، ان کے بغیر کامیاب نتیجہ پر یقین کرنا ممکن نہیں۔ یہ اس کے مشابہ ہے جو روحانی مشقیں پڑھتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے تو وہ بیماری اور بدبختی سے محفوظ نہیں رہیں گے یا انہیں یقین ہے کہ وہ کسی طرح کسی کی تقدیر بدل سکتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے۔ اللہ، بلند، لوگوں کی حفاظت کرتا ہے اور وہ روحانی مشقوں کے ساتھ یا اس کے بغیر ایسا کر سکتا ہے۔ یعنی وہ کسی چیز کے حصول کے لیے کسی چیز پر منحصر نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کے فراہم کردہ اسباب مثلاً دوائیوں کو استعمال کرتے ہوئے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے اور ہر حال میں ان کے لیے بہترین نتائج کا انتخاب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ کیا ہوتا ہے اس کا فیصلہ کرنے میں کسی دوسرے کا کوئی کنٹرول نہیں ہے اور اس لیے ڈرنا نہیں چاہیے۔ باب 9 توبہ آیت

کہہ دو کہ ہم پر ہرگز نہیں مارے جائیں گے مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔ وہ ” ہمارا کارساز ہے “ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

مزید برآں، روحانی مشاغل میں مشغول ہونا اکثر ایک بدتر بیماری کا باعث بنتا ہے جس کے بعد وہ اصل میں خوفزدہ ہوتے تھے، یعنی پیرا و نیا۔ پاگل پن انسان کو اللہ، بزرگی اور لوگوں کے بارے میں منفی سوچنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ صرف ایمان کی کمزوری اور دوسروں کے ساتھ تعلقات کو خراب کرنے کا باعث بنتا ہے۔

اس کے علاوہ، اسلامی تعلیمات کا بنیادی ہدف اللہ تعالیٰ کی عملی اطاعت ہے، نہ کہ منتظر کرنا۔ ایک مسلمان حلال ترانے استعمال کر سکتا ہے لیکن یہ سمجھنا بہتر ہے کہ مدد کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی چیز اس کی مدد کو روک نہیں سکتی اور نہ ہی ان کی مدد کر سکتی ہے اگر وہ ان کے لیے کچھ اور فیصلہ کرے۔

روحانی مشقوں پر بہت زیادہ انحصار کرنے کے ساتھ ایک اور مسئلہ، جیسے کہ ترانے، یہ ہے کہ جب یہ لوگ مشکلات کا سامنا کرنے کے بجائے پہلے اپنے آپ کو اور اپنے رویے کا مشاہدہ کرنے کی بجائے یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا انہیں اس میں بہتری لانے اور اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے، برگزیدہ، صبر سے راحت کے انتظار میں، وہ ان پڑھ اور ناتجربہ کار لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو روحانی مشقوں کے ذریعے دنیاوی چیزوں کو ٹھیک کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے، یہ لوگ صرف ایک مسلمان کو ایسی بیماری اختیار کرنے کا باعث بنتے ہیں جو ان کے ابتدائی مسئلے یعنی فالج سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔ وہ مسلمانوں کو باور کراتے ہیں کہ ان کے مسائل یا تو مافوق الفطرت مخلوقات، جیسے جنات یا کالے جادو کی وجہ سے ہیں جو کسی نے ان کے خلاف استعمال کیے ہیں۔ اگرچہ جنات موجود ہیں، لیکن ان کے لیے دنیاوی معاملات میں لوگوں کو متاثر کرنا بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمان چھوٹی چھوٹی باتوں پر سخت بے وقوف اور توہم پرست ہو جاتے ہیں اور یہاں تک کہ وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں پر شک کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ یہ صرف دشمنی اور ٹوٹے ہوئے تعلقات کا باعث بنتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کر کے اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ یہ انہیں ایسے بے وقوف لوگوں کی طرف رجوع کرنے سے روکے گا جو اپنے مسائل خود بھی حل نہیں کر سکتے، دوسروں کے مسائل کو حل کرنے دیں۔ مضبوط ایمان ان کو متاثر ہونے سے روکے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ

کریں گے۔ مضبوط ایمان ایک مسلمان کو یہ سمجھتا ہے کہ اگر ساری مخلوق ان کو نقصان پہنچانا چاہے تو وہ ایسا نہیں کر سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی اجازت نہ دے۔ اسی طرح ساری مخلوق ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ اور ہر معاملہ اور صورت حال ایک طے شدہ اور ناقابل تغیر منصوبہ یعنی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔ تمام اسلامی تعلیمات میں اس کی تلقین کی گئی ہے، جیسے جامع ترمذی، نمبر 2516 میں موجود دور رس حدیث۔

آخر میں، اسلامی تعلیمات میں جڑے ہوئے روحانی مشقوں میں مشغول ہونا بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کے خزانے کے ساتھ اس دکان کی طرح سلوک کرنے کی ترغیب دیتا ہے جہاں سے کوئی شخص کچھ روحانی مشقوں کے بدلے اللہ تعالیٰ سے دنیاوی چیزیں خریدتا ہے۔ یہ انتہائی اہانت آمیز اور غیر مخلصانہ رویہ ہے جیسا کہ قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، کریڈٹ کارڈز نہیں ہیں جن سے دنیاوی چیزوں کی خریداری کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسے کہ بچہ یا بچہ۔ ویزا بجائے اس کے کہ انسان کو اپنی جگہ معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے کی طرح برتاؤ کیا جائے اور گاہک کی طرح کام نہ کیا جائے۔ انہیں چاہیے کہ اُس نے اُن نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اُس نے اُن کو دی ہیں، اُس کی خوشنودی کے لیے خلوص دل سے اُس کی اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ سے حلال دنیاوی چیزیں مانگنے کی اجازت ہے، جس کی توثیق قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے ہوتی ہے، لیکن دوسرے طریقوں سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ غلط استعمال کا باعث بنتا ہے۔ ہدایت کے دو ذرائع اور اللہ تعالیٰ کی طرف گاہک کی قسم کا رویہ اختیار کرنا۔

آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات کا بنیادی ہدف اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرے۔ پھر ہر حال میں ان کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مسلمان ایمان نہیں رکھتے یا شگون سے متاثر ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 909 میں برے شگون کی طرف توجہ نہ کرنے سے تنبیہ کی گئی ہے کیونکہ اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنے کے مترادف ہے۔

برے شگون پر توجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر انسان کے رویے اور اعمال پر پڑتا ہے۔ اگرچہ کالا جادو اور نظر بد حقیقی ہیں، لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کائنات میں ایک پتے کے پھڑپھڑانے سے لے کر طلوع آفتاب تک کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مرضی کے بغیر نہیں ہوتی۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ بدگمانیوں سے نہ گھبرائے اور نہ ہی چڑیلوں اور جادوگروں سے ڈر کر ثابت قدم رہے کیونکہ وہ ایسی چیز کو انجام نہیں دے سکتے جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہ کیا ہو۔ اس کے بجائے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنا چاہیے، اور اپنے جائز اعمال اور انتخاب کو جاری رکھنا چاہیے اور صرف روایات کے مطابق برائیوں سے پناہ مانگنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تائید اور غالب انتخاب اور فرمان پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے -

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل - 3

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بات پر پختہ یقین رکھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جس چیز کو بھی ترک کر دیں گے اسے شدت سے نہیں چھوڑیں گے، خواہ وہ چیز حرام ہو یا حلال لیکن غیر ضروری۔ ایمان لا کر شیطان کے وسوسوں میں نہیں آنا چاہیے کیونکہ اس نے لوگوں کو گمراہ کرنے کو اپنا مشن بنا لیا ہے۔ مثال کے طور پر، جب بھی کسی مسلمان کو صدقہ دینے کی ترغیب دی جاتی ہے تو شیطان جلدی سے ان کو غربت سے ڈراتا اور ڈراتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے معاملات میں ایک مسلمان اپنا ارادہ بدل دیتا ہے حالانکہ انہیں مکمل یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنی دولت کا کچھ حصہ دینے سے غریب نہیں ہو جائیں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت 268

شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تم کو بے حیائی کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تم سے اپنی ”بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔“

ایک مسلمان کو اس آیت کے دوسرے نصف پر عمل کرنا چاہئے اور اس کے بجائے یہ بھروسہ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو بدل دے گا جو وہ اس کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے کہیں بہتر چیز دے گا۔ جن لوگوں نے اس کا تجربہ کیا ہے وہ اس قول کی حقیقت کو جانتے ہیں لیکن جنہوں نے نہیں دیکھا وہ تاریخ کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا وہ دونوں جہانوں میں کیسے کامیاب ہوئے۔ مثال کے طور پر نواسہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کی خاطر لاتعداد لوگوں کی جانیں بچانے کے لیے اقتدار چھوڑ دیا۔ اعلیٰ اس کے اس عمل کی درحقیقت صحیح بخاری نمبر 3629 میں موجود ایک حدیث میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے بڑھ کر برکتیں اور اجر عطا کیا جو اسے اختیار کے کسی عہدے سے نہیں دے سکتا تھا۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی کی حدیث نمبر 3768 میں اسے جنت کے نوجوانوں کا سردار قرار دیا گیا ہے گویا اس نے دنیا میں قیادت ترک کر دی اور آخرت میں اسے بڑا اختیار دیا گیا۔

جب تک کوئی مسلمان اپنے عمل میں خلوص رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بدل دے گا جو وہ اس کی رضا کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 245

”کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے؟“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسہ - 4

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ بعض مسلمانوں نے کس طرح ایک ایسا رویہ اختیار کیا ہے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں، ان امور میں سستی کا بہانہ بناتے ہیں جو ان کی خواہشات کے خلاف ہیں۔ مثال کے طور پر، جب ان مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ اسلامی علم حاصل کریں اور اس پر عمل کریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت کریں، اس کے احکام کو پورا کریں، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کریں اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کریں، تو وہ ڈھٹائی سے جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے اس لیے وہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کو معاف کر دے گا خواہ وہ اس کی اطاعت میں کوشش نہ کریں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے اس نے اس کائنات میں ایک ایسا نظام ترتیب دیا ہے جس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اگر وہ کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اس کے علاوہ، اگر وہ رحمت اور بخشش کی خدائی صفات پر اس قدر یقین رکھتے ہیں تو وہ اس کے رازق ہونے کی الہی صفت پر اسی سطح پر بھروسہ کرنے میں کیوں ناکام رہتے ہیں؟ یعنی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کے لیے رزق مختص کیا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ وہ اپنے رزق کے حصول کے لیے فوائد کا دعویٰ کیے بغیر یا نوکری کے ذریعے کمائی کیے بغیر گھر میں آرام کیوں نہیں کرتے اور صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے لیے رزق فراہم کرے۔ جس طرح وہ اس کی بخشش کے لیے کوشش کیے بغیر اس پر بھروسہ کرتے ہیں؟ چیری چننے کا یہ رویہ ان کی سستی اور حقیقی غلط نیت کو ثابت کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھروسہ نہیں کرتے۔ یہ رویہ کسی کے وقت آنے سے پہلے بدلنا چاہیے تاکہ وہ فعال طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں اور اندرونی طور پر اس کی بخشش اور رحمت پر بھروسہ کریں۔ تب ہی ایک مسلمان کو دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی حاصل ہوگی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسہ - 5

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے ایک مشترکہ مسئلے پر غور کر رہا تھا۔ جب بعض کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے طرز عمل کا جائزہ لیں کہ کیا انہیں بہتر کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہیں، صبر سے راحت کا انتظار کرتے ہیں، وہ بجائے اس کے کہ ان پڑھ اور ناتجربہ کار لوگوں کی طرف رجوع کریں جو اصلاح کا دعویٰ کرتے ہیں۔ روحانی ذرائع سے دنیاوی چیزیں۔ یہ لوگ صرف ایک مسلمان کو ایک ایسی بیماری میں مبتلا کر دیتے ہیں جو ان کے ابتدائی مسئلے یعنی بے وفائی سے بھی بدتر ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ان کے مسائل یا تو مافوق الفطرت مخلوقات جیسے جنات کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں یا پھر کالا جادو جو کسی نے ان کے خلاف استعمال کیا ہے۔ جنات کے وجود کے باوجود ان کے لیے دنیاوی معاملات میں لوگوں کو متاثر کرنا بہت کم ہوتا ہے۔ یہ غلط مشورہ مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر سخت بے وقوف اور توہم پرست ہونے کا سبب بنتا ہے اور یہ ان کے دوستوں اور رشتہ داروں کے بارے میں بھی شکوک پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ صرف دشمنی اور ٹوٹے ہوئے تعلقات کا باعث بنتا ہے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ پر کسی کے ایمان کو بھی نقصان پہنچائے گا کیونکہ انہیں بہت سے معاملات میں ایسے کام کرنے کی تلقین کی جائے گی جن کی نصیحت قرآن پاک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں نہیں دی گئی ہے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ اس سے وہ ایسے بے وقوف لوگوں کی طرف متوجہ ہونے سے بچیں گے جو اپنے مسائل خود بھی حل نہیں کر سکتے دوسروں کے مسائل حل کرنے دیں۔ پختہ ایمان ان کو متاثر ہونے سے روکے گا کیونکہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کریں گے۔ مضبوط ایمان ایک مسلمان کو یہ سمجھنے کی اجازت دیتا ہے کہ اگر ساری مخلوق انہیں نقصان پہنچانا چاہے تو وہ ایسا نہیں کر سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی اجازت نہ دے۔ اسی طرح ساری مخلوق ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ اور ہر معاملہ اور صورت حال ایک طے شدہ اور ناقابل تغیر منصوبہ یعنی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کی نصیحت پورے قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کی گئی ہے، جیسا کہ جامع ترمذی، نمبر 2516 میں موجود دور رس حدیث ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہو تو سب سے پہلے اپنے طرز عمل کا جائزہ لے اور اگر ضرورت ہو تو اس کی اصلاح کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اور مزید مشکلات سے بچنا چاہیے۔ ایسے لوگوں سے اجتناب کرتے ہوئے جو دنیاوی مسائل کو روحانی طریقوں سے حل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل - 6

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر سوال کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اپنا بھروسہ کیسے مضبوط اور مضبوط کر سکتے ہیں، خاص طور پر مشکلات کے وقت۔ اس کا ایک اہم طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا۔ یہ اس لیے کہ جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو مانتا رہے گا، ان کی مدد نہیں کرے گا جس کے نتیجے میں اس پر ان کا اعتماد کمزور ہو جاتا ہے۔ جبکہ فرمانبردار مسلمان اس بات پر پختہ یقین رکھے گا کہ جس طرح انہوں نے اپنی ذمہ داریاں پوری کر دی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ضرورت کے وقت ان کا ضرور جواب دے گا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پر ان کا بھروسہ مضبوط ہو گا۔

اس کے علاوہ صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک حدیث یہ نصیحت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کے بارے میں اس کے تصور کے مطابق جواب دیتا ہے۔ نافرمان انسان اپنی نافرمانی کی وجہ سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں منفی خیالات رکھتا ہے۔ جبکہ ایک فرمانبردار مسلمان ان کی اطاعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمیشہ مثبت خیالات رکھتا ہے۔ یہ سوچ اللہ تعالیٰ پر ایک مسلمان کے اعتماد کو کمزور یا مضبوط کر سکتی ہے۔ فرمانبردار مسلمان اس بات پر بھروسہ کرتے ہیں کہ اگر وہ تجارتی معاہدے کے اپنے پہلو کو پورا کرتے ہیں تو ان کا کاروباری ساتھی بھی ایسا ہی کرے گا۔ اسی طرح ایک فرمانبردار مسلمان اس بات پر بھروسہ کرتا ہے کہ جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اپنے فرائض ادا کیے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی زندگی بھر بالخصوص مشکلات میں مدد کرتے ہوئے اپنے وعدوں کو پورا کرے گا۔ جبکہ، جو شخص کسی کاروباری معاہدے کے اپنے پہلو کو پورا نہیں کرتا ہے وہ اعتماد نہیں کرے گا یا امید نہیں کرے گا کہ اس کا کاروباری پارٹنر ان کی طرف کو پورا کرے گا۔ اسی طرح ایک نافرمان شخص اس بات پر بھروسہ نہیں کرے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا کیونکہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہے ہیں۔

نتیجہ اخذ کرنا، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور اس کی تعمیر کا براہ راست تعلق اس کی اطاعت سے ہے۔ جتنا زیادہ فرمانبردار ہوگا وہ اس پر اتنا ہی زیادہ بھروسہ کرے گا۔ وہ جتنا کم فرمانبردار ہوں گے اتنا ہی اس پر بھروسہ کریں گے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسہ - 7

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں کورونا وائرس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا بھر میں کتنی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سچا توکل حاصل کریں، اس کے بنائے ہوئے ذرائع کو متوازن طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اور پھر یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جو نتیجہ منتخب کرتا ہے وہ ان کے لیے بہترین ہے۔ کورونا وائرس کے معاملے میں، مسلمانوں کو مناسب احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، جیسے کہ اچھی حفظان صحت، بغیر کسی حد کے، جیسے کہ عوام میں ہزمت سوٹ پہننا۔ لیکن انہیں ایک حقیقت پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اسے سمجھنا چاہیے، یعنی صرف وہی چیزیں جن پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لیے کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو ساری مخلوق اس کو حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو بیماری جیسی بیماری میں مبتلا کرنا چاہے تو ساری مخلوق اس سے بچا نہیں سکتی۔ یہ اسلامی تعلیمات میں واضح کیا گیا ہے، جیسے جامع ترمذی، نمبر 2516 میں موجود حدیث۔ باب 6 الانعام، آیت 17

اور اگر اللہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور "اگر وہ تمہیں بھلائی سے چھوئے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اسلام ایک متوازن نقطہ نظر کی تعلیم دیتا ہے جس کے تحت کوئی معقول احتیاط برتنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور انہیں فراہم کی ہے لیکن اس بات پر بھروسہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ ان کے لیے ناگزیر اور بہترین ہے، خواہ وہ اس کے پیچھے موجود حکمتوں کا مشاہدہ کرنے میں ناکام رہے۔ یہ رویہ اور عقیدہ ہے وفائی اور تناؤ کو روکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

مزید برآں، اس وائرس کے تیزی سے پھیلنے سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کرنے اور اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق مقابلہ کرتے ہوئے اس کی اطاعت میں جدوجہد کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ ، السلام علیکم اور خاص طور پر اپنے علم کے مطابق نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا اپنا فرض ادا کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 4019 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جب بے حیائی پھیل جائے گی اور عام ہو جائے گی تو لوگ نت نئی بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں گے جو ان سے پہلے کبھی نہیں ہوئیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسہ 8

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کائنات کے مختلف پہلوؤں، جیسے سورج، سیاروں اور دیگر چیزوں کی اطلاع دی۔ تاریخ کے ایک موقع پر ایسا لگتا تھا کہ کائنات میں زمین ہی واحد اہم چیز ہے۔ لیکن وقت گزرنے اور سائنسی ترقی کے ساتھ یہ پتہ چلا کہ زمین درحقیقت ایک وسیع سمندر یعنی کائنات میں صرف ایک قطرہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے ان سائنسی تعلیمات کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود طاقت پر بھروسہ جیسی اچھی خصوصیات کو اپنانے کی ترغیب دیتی ہے۔ جب کسی مسلمان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا سوال ہوتا ہے تو اسے کائنات کی جسامت اور اس میں کتنی مخلوقات موجود ہیں اس پر غور کرنا چاہیے۔ زمین نظام شمسی میں ایک واحد سیارہ ہے جو کئی سیاروں اور ایک ستارے سے بنا ہے۔ بہت سے نظام شمسی ایک کہکشاں بناتے ہیں۔ بہت سی کہکشائیں کائنات بناتی ہیں۔ ایک مسلمان اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ یہ تمام چیزیں بغیر کسی شریک اور مدد کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور برقرار ہیں۔ جب کوئی مسلمان اس پر گہرائی سے غور کرتا ہے تو اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ پوری کائنات کو کسی چیز سے محروم یا ہم آہنگی سے محروم کیے بغیر قائم رکھ سکتا ہے تو وہ ان کے مسائل اور مشکلات کا بھی خیال رکھ سکتا ہے۔

رزق ایک ایسی چیز ہے جس پر لوگ اکثر دباؤ ڈالتے ہیں اور بعض صورتوں میں، یہ تناؤ انہیں غیر قانونی ذرائع سے رزق حاصل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ جب بھی کسی مسلمان کو اس تناؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اسے کائنات اور ان بے شمار مخلوقات پر غور کرنا چاہیے جن کے لیے اللہ تعالیٰ مسلسل رزق مہیا کرتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو کسی کو یہ شک کیوں کرنا چاہیے کہ وہ ایسے شخص کے لیے رزق فراہم نہیں کرے گا جس کو اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے لیے صرف چند چیزوں کی ضرورت ہے؟ مشکلات کا سامنا کرتے وقت ایک قدم پیچھے ہٹنا اور ان حقائق کا اندازہ لگانا تناؤ کو دور کرنے اور اللہ تعالیٰ پر اپنے بھروسے کو مضبوط کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے۔

قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں تعلیمات ملتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو مسلسل رزق دینے کا وعدہ۔ باب 29 العنکبوت، آیت 60

"...اور کتنے ہی مخلوق ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے۔ اللہ اسے اور تمہیں رزق دیتا ہے"

لیکن ان تعلیمات کی حقیقت کائنات جیسی مخلوق میں بھی پائی جاتی ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 190:

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لیے ”
“نشانیوں ہیں۔“

اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے آسمانی صحیفوں کی تعلیمات کو سیکھیں اور اس پر عمل کریں اور پھر تخلیق پر غور کریں۔ یہ کسی کے ایمان کی مضبوطی کا باعث بنے گا، جس میں اللہ تعالیٰ پر توکل کی مضبوطی بھی شامل ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل - 9

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2516 میں موجود حدیث میں اللہ تعالیٰ کی لامحدود اور مطلق قدرت و اختیار کی طرف اشارہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ایسا کرنا نہیں چاہا۔ اسی طرح ساری مخلوق مل کر بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اگر اللہ تعالیٰ ان کو نہ چاہے۔ اس کا مطلب صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کائنات میں ہوتا ہے۔ غور طلب ہے کہ یہ نصیحت اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتی ہے کہ کسی کو دوا جیسے اسباب کا استعمال ترک کر دینا چاہیے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اسباب کو استعمال کر سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کیا ہے، لیکن اسے سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کے نتائج کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ مثال کے طور پر، وہ بہت سے بیمار لوگ ہیں جو دوائی لیتے ہیں اور اپنی بیماری سے شفا پاتے ہیں۔ لیکن وہ دوسرے ہیں جو دوائی لیتے ہیں اور ٹھیک نہیں ہوتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک اور عنصر حتمی نتیجہ کا فیصلہ کرتا ہے یعنی: اللہ تعالیٰ کی مرضی۔ باب 9 توبہ آیت 51

کہہ دو کہ ہم پر ہرگز نہیں مارے جائیں گے مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔“

جو اس بات کو سمجھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان پر اثر انداز ہونے والی ہر چیز سے بچا نہیں جا سکتا تھا۔ اور وہ چیزیں جو ان سے چھوٹ گئیں وہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ نتیجہ جو بھی نکلے خواہ وہ کسی شخص کی خواہش کے خلاف کیوں نہ ہو انہیں صبر کرنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہترین انتخاب کیا ہے خواہ وہ نتائج کے پیچھے حکمت کو نہ بھی دیکھیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

جب کوئی اس سچائی کو صحیح معنوں میں سمجھ لیتا ہے تو وہ مخلوق پر انحصار کرنا چھوڑ دیتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ وہ انہیں فطری طور پر نقصان یا فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے بجائے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے خلوص نیت سے اس کی حمایت اور حفاظت چاہتے ہیں۔ یہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ انسان کو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر مخلوق انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اس بات کو تسلیم کرنا کہ انسان کی زندگی اور کائنات کے اندر موجود تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سمجھنے کا ایک حصہ ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور صرف اس سطحی یقین سے آگے بے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جب یہ بات کسی کے دل میں جم جاتی ہے تو وہ صرف اللہ سے امید رکھتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ وہی ان کی مدد کرنے والا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ حقیقت میں، ایک شخص صرف نقصان سے تحفظ یا کچھ فائدہ حاصل کرنے کے لئے دوسرے کی اطاعت کرتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی یہ عطا کر سکتا ہے اس لیے صرف وہی اس کی اطاعت اور عبادت کا مستحق ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کسی دوسرے کی اطاعت کو پسند کرتا ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ دوسرا انہیں کسی قسم کا فائدہ یا نقصان سے بچا سکتا ہے۔ یہ ان کے ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ تمام چیزوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے، لہذا مسلمانوں کو صرف اسی کی اطاعت کرنی چاہیے۔ باب 35 فاطر، آیت 2

اللہ تعالیٰ لوگوں کو جو کچھ بھی رحمت عطا فرمائے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور جس چیز "کو وہ روکے، اس کے بعد اسے کوئی نہیں چھوڑ سکتا۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص کی اطاعت کرنا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتا ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ مثلاً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت۔ باب 4 النساء آیت 80

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

توبہ - 1

جامع ترمذی نمبر 3540 میں موجود ایک الہامی حدیث اللہ تعالیٰ کی بخشش کی اہمیت اور وسعت کی تلقین کرتی ہے۔ حدیث کا پہلا حصہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ جب تک کوئی مسلمان سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کی بخشش کرتا ہے۔

یہ جواب درحقیقت قرآن پاک میں تمام جائز دعاؤں کی ضمانت دی گئی ہے، نہ صرف استغفار کے لیے۔ باب 40 غافر، آیت 60

”اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔“

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کا تذکرہ فرمایا اور اعلان فرمایا کہ دعا عبادت کے معنی ایک نیک عمل ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1479 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 3604 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر دعا مختلف طریقوں سے قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ حلال ہو۔ اس شخص کو یا تو وہ عطا کر دیا جاتا ہے جو اس نے مانگی تھی یا آخرت میں ان کے لیے اجر محفوظ کر دیا جائے گا یا اس کے برابر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ مثبت جواب حاصل کرنے کے لیے ایک مسلمان کو دعا کی شرائط اور آداب کو پورا کرنا چاہیے۔ استغفار کے سلسلے میں، اس میں گناہوں سے بچنے کے لیے سرگرم عمل کوشش کرنا اور اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنا شامل ہے، کیونکہ گناہوں پر قائم رہتے ہوئے استغفار کرنا عقل سے متصادم ہے۔

سب سے بڑی دعا جو ایک مسلمان کر سکتا ہے وہ استغفار ہے، کیونکہ یہ نعمتیں حاصل کرنے، دنیا کی مشکلات سے بچنے اور جنت حاصل کرنے اور آخرت میں جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔
باب 71 نوح، آیات 10-12

اور کہا اپنے رب سے معافی مانگو۔ بے شک وہ ہمیشہ کے لیے معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے بارش برسائے گا۔ اور تمہیں مال اور اولاد میں اضافہ کرے گا اور تمہارے لیے باغات "مہیا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کرے گا۔

جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود رحمت کی امید رکھنا، جب دعا مانگنا استغفار کی شرط ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اپنی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے جس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک آسمانی حدیث سے ہوئی ہے۔

بخشش کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان صرف اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے کہ وہ انہیں معاف کر دے گا، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انہیں معاف نہیں کر سکتا اور نہ ہی انہیں عذاب سے بچا سکتا ہے۔

اس کے بعد جو اہم حدیث زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ انسان کتنے ہی گناہوں کا ارتکاب کر لے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش اس سے زیادہ ہے۔ درحقیقت یہ لامحدود ہے، اس لیے انسان کے محدود گناہ کبھی بھی اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ جس چیز کے لیے دعا کرتے ہیں اس کی بڑائی کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز اتنی بڑی نہیں ہے کہ وہ عطا کرے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6812 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش لامحدود ہونے کو گناہوں پر قائم رہنے کے عذر کے طور پر استعمال کرنا صرف اس اہم حقیقت کا مذاق اڑانا ہے۔ اور ایسا سلوک کرنے والا اس کی بخشش سے محروم ہو سکتا ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث کا اگلا حصہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا تذکرہ بہت سی آیات اور دیگر احادیث میں آیا ہے۔ استغفار کا یہ عمل مخلصانہ توبہ کا حصہ ہے۔ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ استغفار کرنا زبان کا عمل ہے جبکہ باقی سچی توبہ میں اعمال کے ذریعے گناہ سے منہ موڑنا شامل ہے۔ سچی توبہ میں حقیقی ندامت کا احساس، دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرنا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی تلافی کرنا بھی شامل ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک ہی گناہ پر اڑے نہ رہنا توبہ کے قبول ہونے کی شرط ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 135

اور وہ لوگ جو جب کوئی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں یا اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو "یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟ - اور [جو] اپنے کیے پر اڑے نہیں رہتے جبکہ وہ جانتے ہیں

ایک مسلمان کے لیے استغفار میں ثابت قدم رہنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ یہ ہر پریشانی سے نجات، ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ اور ایسی جگہوں سے مدد کا باعث بنتا ہے جہاں سے کسی کی توقع نہ ہو۔ سنن ابوداؤد نمبر 1518 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ بخشش کا سب سے بڑا سبب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی دو قسمیں ہیں: بڑا شرک اور چھوٹا شرک۔ سب سے بڑی قسم وہ ہے جب کوئی اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کی عبادت کرتا ہے یا اس کے علاوہ معمولی شکل یہ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے علاوہ کسی اور کام کرتا ہے، جیسے دکھاوا کرنا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بتائے گا کہ وہ ان لوگوں سے ان کا اجر طلب کرے گا جن کے لیے انہوں نے عمل کیا ہے۔ جو کہ ممکن نہیں ہو گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو اس طریقے پر عمل کرے گا وہ آخر کار اس دنیا میں بے نقاب ہو جائے گا اور وہ دوسروں کے ساتھ کتنا ہی اچھا سلوک کرے، وہ کبھی بھی ان کی حقیقی محبت یا

محبت حاصل نہیں کر سکے گا۔ ان کی بری نیت کی وجہ سے عزت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم نمبر 6705 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جب کسی کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ادراک ہوتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ارادہ کرتے ہیں، سوچتے ہیں، عمل کرتے ہیں اور بولتے ہیں۔ یہ طرز عمل گناہوں کے ارتکاب کے امکانات کو کم کرتا ہے اور جو بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 3797 میں موجود ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تمام برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔

یہی طرز عمل تمام مسلمانوں کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کی بنیاد قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں اللہ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ کسی کے گناہوں کو کم کرے گا اور جب بھی وہ گناہ کرتا ہے تو اسے ہمیشہ مخلصانہ توبہ کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں بخشش، امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

توبہ - 2

جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم نصیحتیں فرمائیں۔

دوسری نصیحت جو زیر بحث مرکزی حدیث میں دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ گناہ کے بعد نیک عمل کرے تاکہ اس سے گناہ مٹ جائے۔ اس سے مراد صرف چھوٹے گناہ ہیں کیونکہ بڑے گناہوں کے لیے سچی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی اپنے عمل صالح میں سچے دل سے توبہ کا اضافہ کرے تو اس سے چھوٹے یا بڑے تمام گناہ مٹ جائیں گے۔ لیکن عمل صالح کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس گناہ کو دوبارہ نہ دہرانے کی کوشش کی جائے، کیونکہ نیک عمل کے ساتھ عمل کرنے کی نیت سے گناہ کرنا ایک خطرناک گمراہ کن ذہنیت ہے۔ گناہ نہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جب وہ سرزد ہو جائیں تو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ اس سے مزید پریشانی نہ ہو، اس کے لیے خلوص نیت سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ اسی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں سے اجتناب کرے گا اور اس کی تلافی کرے گا۔ وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے بارے میں پامال ہوئے ہیں۔

توبہ - 3

سنن ابن ماجہ نمبر 4251 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ لوگ گناہ کرتے ہیں لیکن بہترین گناہ کرنے والا وہ ہے جو سچی توبہ کرے۔

چونکہ لوگ فرشتے نہیں ہیں وہ گناہ کرنے کے پابند ہیں۔ وہ چیز جو لوگوں کو خاص بناتی ہے جب وہ اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔ سچی توبہ میں پشیمانی کا احساس، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، دوبارہ گناہ یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی تلافی کرنا شامل ہے۔ ، عالی، اور لوگ۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اعمال صالحہ سے چھوٹے گناہ مٹائے جاسکتے ہیں۔ بہت سی احادیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم، نمبر 550 میں موجود ہے۔ اس میں نصیحت کی گئی ہے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں اور جمعہ کی دو متواتر نمازیں ان کے درمیان ہونے والے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

کبیرہ گناہ صرف سچی توبہ سے مٹ جاتے ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے، چھوٹے اور بڑے، بری صحبت اور ان جگہوں سے بچنا جہاں گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اسلامی علم حاصل کریں اور اس پر عمل کریں تاکہ وہ ان خصوصیات کو اپنائیں جو گناہوں کو روکتی ہیں، جیسے استقامت، صبر اور اللہ تعالیٰ کا خوف۔ انہیں یہ سیکھنا چاہئے کہ انہیں جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنا ہے، تاکہ وہ ان کو گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنے سے بچیں۔ اور جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو انہیں فوراً سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں ہے۔ اور انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں

سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ، ہمت ہارے بغیر۔

توبہ - 4

جامع ترمذی نمبر 2406 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اپنی بات پر قابو پالیں۔ ایک مسلمان کو برے کلام سے بچنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن انہیں جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2314 میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ فضول اور فضول باتوں سے اجتناب کرے کیونکہ یہ اکثر بد کلامی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے اور اس سے انسان کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے جس پر ان کے لیے بہت افسوس ہوگا۔ قیامت کا دن۔ مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب کوئی ایسا سلوک کرتا ہے تو اس کی خاموشی بھی نیکی میں شمار ہوتی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ آدمی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلے۔ اس طرز عمل سے وقت ضائع ہوتا ہے اور زبانی اور جسمانی دونوں گناہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی سچے دل سے غور کرے تو وہ سمجھے گا کہ ان کے زیادہ تر گناہوں اور مسائل کا سامنا دوسروں کے ساتھ غیر ضروری طور پر میل جول کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہمیشہ دوسروں کی غلطی تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر ضروری طور پر اپنا گھر چھوڑنے سے گریز کرے تو وہ کم گناہ کرے گا اور کم پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کرے گا۔ اس سے ان کا مفید علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا وقت بھی نکل جائے گا، جیسا کہ اسلامی علم، جو کسی کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں فائدہ مند ہے۔ اجتماعیت غیر ضروری طور پر وقت کی انوکھی نعمت کو ضائع کر دیتی ہے، جو گزر جانے کے بعد واپس نہیں آتی۔ جن لوگوں نے فضول اور گناہ کے کاموں میں اپنا وقت ضائع کیا انہیں اس دنیا میں تناؤ اور قیامت کے دن بڑے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا، خاص طور پر جب وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کرنے والوں کے اجر کا مشاہدہ کریں گے۔ اس کے علاوہ، غیر ضروری طور پر اجتماعیت بھی انسان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی سے روکتی ہے۔ یہ خود کی عکاسی کے اہم کام سے بھی روکتا ہے۔ اس کی ضرورت اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہے کہ کوئی شخص زندگی میں صحیح سمت میں جا رہا ہے اور آیا وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کر رہا ہے

یا نہیں۔ خود غور و فکر کی کمی ایک بے مقصد زندگی کی طرف لے جاتی ہے جس کے تحت انسان کو اپنی دنیوی یا مذہبی زندگی میں کوئی ٹھوس سمت نہیں ہوتی۔ ضرورت سے زیادہ سماجی ہونا بھی انسان کو لوگوں پر انحصار کرنے اور چپکے رہنے کی ترغیب دیتا ہے، اور یہ ہمیشہ جذباتی، ذہنی اور سماجی مسائل کا باعث بنتا ہے، کیونکہ کسی کی پوری زندگی، ان کی خوشی اور غم، سب کچھ لوگوں اور ان کے رشتوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان تمام منفی اثرات سے ان تمام منفی اثرات سے بچایا جا سکتا ہے جب یہ ضروری ہو تو صرف سوشلائز کر کے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری چیز جو اپنے گناہوں پر رونا ہے۔ یہ طرز عمل اپنے گناہوں پر حقیقی پشیمانی کو ظاہر کرتا ہے، جو کہ مخلصانہ توبہ کا ایک اہم پہلو ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4252 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دوسرے پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے شامل ہے، الا یہ کہ اس سے مزید پریشانی پیدا ہو۔ ایک پختہ وعدہ کرنا کہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ دوبارہ نہ کریں اور جہاں ممکن ہو، اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق چھوٹ گئے ہوں یا پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کریں۔ اسلام کاملیت کا مطالبہ نہیں کرتا، صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی حقیقی اور مخلصانہ کوشش، اور جب کوئی گناہ کرتا ہے تو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

انصاف - 1

صحیح مسلم نمبر 4721 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ انصاف کے ساتھ کام کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ اس میں وہ لوگ شامل ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے خاندانوں کے حوالے سے اور ان کی دیکھ بھال اور اختیار کے تحت ہیں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں انصاف سے کام لیں۔ اللہ عزوجل کے ساتھ انصاف کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا چاہیے۔ انہیں ان تمام نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا چاہیے جو انہیں دی گئی ہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق۔ اس میں کھانے اور آرام کے اپنے حقوق کو پورا کرتے ہوئے اپنے جسم اور دماغ کے ساتھ انصاف کرنا اور ہر عضو کو اس کے حقیقی مقصد کے مطابق استعمال کرنا شامل ہے۔ اسلام مسلمانوں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ اپنے جسم اور دماغ کو اپنی حدود سے باہر دھکیلیں جس سے خود کو نقصان پہنچے۔

کسی کو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ان کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ وہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں دنیاوی چیزوں مثلاً دولت اور اختیار کے حصول کے لیے لوگوں کے ساتھ ناانصافی کرتے ہوئے اسلام کی تعلیمات پر کبھی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کا ایک بڑا سبب ہو گا اور صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

انہیں صرف اس صورت میں بھی رہنا چاہئے جب یہ ان کی خواہشات اور ان کے پیاروں کی خواہشات سے متصادم ہو۔ باب 4 النساء، آیت 135

اے ایمان والو، انصاف پر ثابت قدم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو، خواہ وہ تمہارے اپنے یا والدین ” اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ کوئی امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں کا زیادہ حقدار ہے۔ لہٰذا [ذاتی] “جھکاؤ کی پیروی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم انصاف پسند نہ ہو جاؤ۔

اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کے حقوق اور ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اپنے محتاجوں کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے۔ سنن ابو داؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اس کا ایک اہم پہلو اپنے زیر کفالت افراد کو اسلام کے بارے میں تعلیم دینا اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کی اہمیت ہے۔ انہیں نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے اور نہ ہی انہیں دوسروں کے حوالے کیا جانا چاہئے، جیسے کہ اسکول اور مسجد کے اساتذہ۔ کسی شخص کو یہ ذمہ داری نہیں اٹھانی چاہئے اگر وہ ان کے بارے میں انصاف کے ساتھ کام کرنے میں بہت سست ہو۔

آخر میں، کوئی بھی شخص انصاف کے ساتھ کام کرنے سے آزاد نہیں ہے، جیسا کہ کم از کم اللہ تعالیٰ اور اپنے آپ کے ساتھ انصاف کے ساتھ کام کرنا ہے۔

انصاف - 2

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ایسے سربراہ مملکت کے بارے میں رپورٹ کیا جس نے بدعنوان لوگوں کو استثنیٰ دے کر اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا۔ معاشرہ تنزلی کا شکار نظر آنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے انصاف کرنا چھوڑ دیا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6787 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ تنبیہ کی ہے کہ پچھلی قومیں تباہ ہوئیں کیونکہ حاکم کمزوروں کو سزا دیتے تھے جب وہ قانون توڑتے تھے لیکن امیر اور بااثر کو معاف کر دیتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سربراہ مملکت ہونے کے ناطے اس حدیث میں یہاں تک اعلان فرمایا کہ اگر ان کی اپنی بیٹی نے کوئی جرم کیا تو وہ اس پر پوری قانونی سزا نافذ کریں گے۔ اگرچہ عوام الناس کے ارکان اس پوزیشن میں نہیں ہوں گے کہ وہ اپنے قائدین کو صرف اپنے اعمال پر قائم رہنے کا مشورہ دے سکیں لیکن وہ اپنے تمام معاملات اور اعمال میں انصاف سے کام لے کر ان پر بالواسطہ اثر ڈال سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو اپنے زیر کفالت افراد جیسے کہ ان کے بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہوئے انصاف سے کام لینا چاہیے۔ سنن ابوداؤد نمبر 3544 میں موجود حدیث میں خاص طور پر اس کی تلقین کی گئی ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے تمام کاروباری معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیں، خواہ وہ کسی کے ساتھ بھی ہوں۔ اگر لوگ انفرادی سطح پر انصاف کے ساتھ کام کریں گے تو معاشرے میں بہتری آسکتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ لوگ جو بااثر عہدوں پر ہیں، جیسے کہ سیاست دان، انصاف سے کام لیں گے چاہے وہ چاہیں یا نہ چاہیں جیسا کہ انہیں یقین ہو گا کہ عام لوگ برداشت نہیں کریں گے۔ یہ

آزادی - 1

صحیح بخاری نمبر 6470 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص دوسروں سے مانگنے سے باز رہے گا اسے آزادی دی جائے گی۔

ضرورت پڑنے پر دوسروں سے مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن مسلمان کو یہ عادت نہیں ڈالنی چاہیے کیونکہ اس سے عزت نفس کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ خطرناک ہو سکتا ہے کیونکہ جو شخص عزت نفس کھو دیتا ہے اس کے گناہوں کا زیادہ امکان ہوتا ہے کیونکہ وہ اس بات کی پرواہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے ان کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ غیر ضروری طور پر دوسروں سے مانگنے والا بھی ان کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے بجائے ان کی مدد کے لیے دوسروں پر بھروسہ کرنے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو ذرائع حلال طریقے سے عطا کیے گئے ہیں ان کو استعمال کریں اور پھر اس کے نتیجے پر یقین کریں، جسے اللہ تعالیٰ اکیلے منتخب کرتا ہے، اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہوگا۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی مدد کے لیے رجوع کرنے سے پہلے ان تمام وسائل کو بروئے کار لانے کی کوشش کرے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی آزادی عطا فرمائے گا۔

آزادی - 2

صحیح مسلم نمبر 7432 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو مخلوق سے بے نیاز ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اسباب مثلاً اپنی جسمانی طاقت کو پوری طرح استعمال کرے۔ انہیں سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے اور لوگوں سے غیر ضروری چیزوں کی تلاش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ عادت ان پر انحصار کا باعث بنتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل کم ہوجاتا ہے۔ اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، جو کچھ بھی ان کا مقدر ہے وہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کر دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے وسائل جیسے کہ اپنی جسمانی طاقت کو استعمال کرنے پر توجہ دینی چاہیے اور اس بات پر بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہی عطا کرے گا جو ان کے لیے بہتر ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے، کوئی شخص دوسروں پر غلط طور پر انحصار کر سکتا ہے جب وہ یہ مانے کہ کوئی شخص، جیسا کہ ایک مذہبی اور روحانی استاد، ان کی دعاؤں اور شفاعت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ رویہ صرف سستی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جیسا کہ کسی کا ماننا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق برتاؤ کرنے کے لیے آزاد ہیں اور پھر بھی اپنے روحانی استاد کے ذریعے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔ ایک مسلمان کو اس گمراہی سے بچنا چاہیے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا چاہیے، جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل کی، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خلوص نیت سے محنت کی۔ ، ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کی گئی تھیں۔ یہی صحیح رویہ ہے جسے اپنانا چاہیے۔

آزادی - 3

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کا دوسروں پر انحصار کرنا بہت عام ہے، جیسے کہ ان کا خاندان۔ اگرچہ لوگوں سے امید رکھنا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن چونکہ وہ نامکمل ہیں ایک مسلمان ہمیشہ مایوس ہونے کا خطرہ مول لیتا ہے، درحقیقت یہ ناگزیر ہے۔ اس کے بجائے انہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ صرف اس کی اطاعت سے اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ ایک مسلمان نافرمان اللہ تعالیٰ پر انحصار نہیں کرتا۔ پھر انہیں چاہیے کہ وہ مخلوق کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو ان سے بدلے میں کسی چیز کی توقع یا امید رکھے بغیر پورا کریں۔ اس سے ان پر انحصار ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر واضح کر دیا ہے کہ جو شخص اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے اس پر صحیح طور پر انحصار کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں پیش آنے والی تمام پریشانیوں سے کافی ہے۔ باب 65 میں طلاق، آیت 3

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں پر قائم ہے جب کوئی اس پر بھروسہ کرے گا تو وہ بھی مشکلات کا سامنا کرنے پر ثابت قدم اور ثابت قدم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ ایسے لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ تبدیلی کا شکار ہوتے ہیں تو وہ چست ہو جائیں گے اور ثابت قدم رہنے میں ناکام ہو جائیں گے۔

کسی کا مددگار اور پناہ گاہ جتنا مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی مضبوط ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، سچی اطاعت کے ذریعے، وہ تمام مشکلات پر قابو پانے کی طاقت حاصل کر لے گا۔ لیکن اگر وہ پناہ مانگیں اور ایسے لوگوں پر انحصار کریں جو اپنی فطرت کے اعتبار سے کمزور ہیں تو وہ بھی مشکلات میں کمزور ہو جائیں گے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو طوفان کے دوران مضبوط قلعہ میں پناہ لیتا ہے اور دوسرا جو کہ تنکے

کی جھونپڑی میں پناہ لیتا ہے۔ یہ طے کرنے کے لیے کسی ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ طوفان کی مشکل پر کامیابی سے قابو پانے کے لیے کون زیادہ امکان رکھتا ہے۔

قناعت - 1

صحیح بخاری نمبر 6470 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص اپنے پاس موجود مال پر راضی ہو گا وہ خود کفیل ہو جائے گا۔

حقیقی امیر وہ ہے جو محتاج اور چیزوں کا لالچی نہ ہو۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اس پر مطمئن ہو جاتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی صحیح طور پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لامحدود علم کے مطابق ہر ایک کو بہترین چیز دیتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ شخص واقعی امیر ہے جب کہ جو ہمیشہ چیزوں کا لالچی اور محتاج رہتا ہے وہ غریب ہے خواہ اس کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ صحیح مسلم نمبر 2420 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لیے رزق پر قناعت حقیقی دولت ہے جب کہ زیادہ کی حرص مفلس کو مفلس بنا دیتی ہے۔

قناعت - 2

جامع ترمذی نمبر 2305 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے اختیار کرنے کے لیے چند اہم خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا۔

ایک بات یہ ہے کہ امیر ترین شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں پر راضی ہو۔ جو ہر وقت زیادہ دنیاوی چیزوں کا محتاج رہتا ہے وہ محتاج ہے، جو کہ غریب کے لیے ایک اور لفظ ہے، خواہ اس کے پاس بہت زیادہ مال ہو۔ لیکن جو اپنے مال پر راضی ہے وہ محتاج نہیں ہے اس لیے وہ مالدار ہے، خواہ اس کے پاس مال کم ہو یا دنیاوی چیزیں۔

اس کے علاوہ، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے اس پر راضی ہونے والے کو فضل عطا کیا جائے گا، جس سے ان کے مال سے ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری ہوں گی اور اس سے انہیں ذہنی اور جسمانی سکون ملے گا۔ جب کہ جو لوگ اس پر راضی نہیں ہوں گے ان کو یہ فضل نہیں ملے گا۔ اس سے وہ محسوس کریں گے کہ گویا ان کے مال ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ یہ انہیں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، چاہے ان کے قدموں میں دنیا ہی کیوں نہ ہو۔

اطمینان میں اس پر راضی ہونا شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لیے منتخب کیا ہے یعنی تقدیر۔ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھنا چاہیے، وہ ہمیشہ اپنے بندے کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، چاہے وہ اس کے انتخاب کے پیچھے موجود حکمتوں کا مشاہدہ نہ کرے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اگر کوئی مسلمان ہر حال میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت پر اکتفا کرتا ہے، جیسے کہ مشکل کے وقت صبر اور آسانی کے وقت شکر ادا کرنا، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا استعمال کرنا شامل ہے۔ ذہنی سکون فراہم کرتا ہے۔

قناعت - 3

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر بڑے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش میں پھنس جاتے ہیں، چاہے وہ مذہب یا دنیا سے منسلک ہو، جیسے کہ مسجد کی تعمیر۔ اگرچہ اسلام میں اعلیٰ مقاصد کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، لیکن ہمیشہ یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے مقاصد میں حد سے تجاوز نہ کریں۔ جب کوئی اپنے بڑے آئیڈیا کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش میں اپنے وسائل سے آگے بڑھ جاتا ہے تو وہ اکثر اسے حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کے بجائے، یہ اکثر بہتر ہوتا ہے کہ اونچا مقصد ہو لیکن اپنے وسائل کی حدود میں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی کو اونچے مقصد اور حد سے زیادہ پہنچنے کی عادت ہو تو وسائل کی کمی کی وجہ سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ ایک ناکام پروجیکٹ سے دوسرے میں بغیر کسی اچھی چیز کے حاصل کیے چلے جاتے ہیں۔ جبکہ، وہ جو بلند مقاصد رکھتا ہے لیکن اپنے آپ کو اپنے وسائل کے اندر محدود رکھتا ہے، وہ اکثر اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ اور وہ مثبت نتائج حاصل کرتے ہوئے ایک چھوٹے سے منصوبے سے دوسرے پر منتقل ہوتے ہیں۔ بہت سی چھوٹی کامیابیاں پھر ایک ممکنہ بڑی لیکن واحد کامیابی کے مقابلے میں میری مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔ یہی ایک وجہ ہے کہ اسلام مقدار کے بجائے معیار پر توجہ دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال وہ ہیں جو باقاعدگی سے ہوں خواہ وہ کم ہوں۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6464 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

آخر میں، جو اپنے وسائل کی حدود میں مقصد رکھتا ہے، اس کے اچھے اور مثبت کاموں کو ترک کرنے کا امکان کم ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنے وسائل کی حد سے زیادہ حد سے آگے بڑھنے والے اور مقصد حاصل کرنے والے کے مقابلے میں مثبت نتائج حاصل کرنے کے زیادہ امکانات رکھتے ہیں۔

مالی معاملات - 1

صحیح بخاری نمبر 2076 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالی معاملات میں نرمی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا فرمائی، جیسے سامان کی خرید و فروخت اور جب وہ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالی معاملات میں لالچی نہ ہوں، کیونکہ لالچ کسی کو حرام کی طرف دھکیلتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی حرام سے بچتا ہے، لالچ ایک مسلمان کو اس دعائے رحمت سے محروم کر دے گا، کیونکہ لالچ انہیں دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے سے روک دے گا۔ سادہ الفاظ میں حرص انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب لے جاتا ہے۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

ایک مسلمان کو اپنی اشیا کی زیادہ قیمت لگا کر دوسروں کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، خاص کر عام مشکل کے وقت، جیسے مالی بحران۔ تمام مالی معاملات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تمام معاملات دوسرے لوگوں پر واضح کر دیں، کیونکہ چیزوں کو چھپانا، جیسے کہ ان کے سامان میں خرابی، دھوکہ ہے اور ایک سچے مسلمان کی خصوصیت کے خلاف ہے۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 2079 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جب لوگ مالی معاملات میں دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس سے ان کی دولت سے اطمینان ختم ہو جاتا ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ کتنی ہی حاصل کرتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ یہ بدلے میں ایک لالچی بننے کا سبب بنتا ہے۔ جتنا زیادہ لالچی ہو گا، اتنا ہی کم سکون حاصل کرے گا۔

آخر میں، جب دوسرے مالی مشکلات میں ہوں تو ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق ان کی مدد کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل مدد کا باعث بنتا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4893 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ درحقیقت جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے واجب الادا قرض ادا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے

دونوں جہانوں میں معاف کر دے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 225 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

کاروباری معاملات کے دوران نرمی اور اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرنا کسی کی کاروباری ساکھ کو بہتر بنائے گا، جس کے نتیجے میں اس کے کاروبار میں مدد ملے گی۔ پس کاروبار کے معاملات میں نرمی اختیار کرنے سے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں فائدہ ہوتا ہے۔

آخر کار، کاروبار کے معاملات میں نرمی اختیار کرنے سے یہ بھی یقینی ہو جائے گا کہ ایک مسلمان یہ سمجھے کہ ان کا کاروبار زندگی میں ان کی اولین ترجیح نہیں ہے۔ یہ ختم ہونے کا ایک ذریعہ ہے، آخرت کی عملی طور پر تیاری ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ جبکہ کاروبار کے معاملات میں نرمی نہ دکھانے والا لالچی ہو جائے گا۔ اور لالچ ہمیشہ انسان کی توجہ مادی دنیا کی کمائی اور ذخیرہ اندوزی پر مرکوز کرتا ہے۔ یہ ان کا حتمی مقصد اور زندگی میں پہلی ترجیح بن جاتا ہے۔ یہ پھر انہیں عملی طور پر آخرت کی تیاری سے روکتا ہے۔

مالی معاملات - 2

سنن ابن ماجہ نمبر 2146 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ تاجروں کو قیامت کے دن فاسقوں کے طور پر اٹھایا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، نیک عمل کرتے ہیں اور بولتے ہیں۔ سچائی

اس حدیث کا اطلاق ان تمام لوگوں پر ہوتا ہے جو تجارتی لین دین میں حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ درحقیقت، کسی کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ سلوک کرے۔

کاروباری لین دین کے سلسلے میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی بات میں ایماندار ہو اور اس لین دین کی تمام تفصیلات اس میں شامل تمام لوگوں کو بتائے۔ صحیح بخاری نمبر 2079 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جب مسلمان مالی لین دین میں چیزوں کو چھپاتے ہیں جیسے کہ اپنے سامان میں خرابی تو یہ نعمتوں میں نقصان کا باعث بنتی ہے۔

راستبازی سے کام لینے میں دوسروں کو سامان کی ضرورت سے زیادہ ادائیگی کر کے دھوکہ دینے سے گریز کرنا شامل ہے۔ ایک مسلمان کو صرف دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ وہ ایمانداری اور پورے انکشاف کے ساتھ معنی خیز سلوک کریں۔ جس طرح ایک مسلمان مالی معاملات میں برا سلوک کرنا پسند نہیں کرے گا، اسی طرح وہ دوسروں کے ساتھ برا سلوک نہ کرے۔

نیک عمل کرنے میں اسلام اور زمین کے قانون میں زیر بحث غیر قانونی طریقوں سے بچنا شامل ہے۔ اگر کوئی اپنے ملک کے کاروباری قوانین سے خوش نہیں ہے تو اسے وہاں کاروبار نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، نیک عمل کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ کسی کی کاروباری کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کیا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ان کا کاروبار اور دولت دونوں جہانوں میں ان کے لیے سکون اور سکون کا ذریعہ بن جائے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جو لوگ اپنی کاروباری کامیابی کا غلط استعمال کرتے ہیں وہ پائیں گے کہ یہ ان کے تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں، جس نے انہیں کامیابی عطا کی تھی۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

کاروبار کرنے والوں کو ہمیشہ جھوٹ بولنے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے اور فانی جہنم میں لے جاتا ہے۔ درحقیقت ایک شخص جھوٹ بولتا اور اس پر عمل کرتا رہے گا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا جھوٹا درج نہ ہو جائے۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

مالی معاملات - 3

جامع ترمذی نمبر 2482 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ تمام حلال خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملتا ہے سوائے اس مال کے جو تعمیرات پر خرچ کیا جائے۔

اس میں حلال چیزوں پر خرچ کرنا بھی شامل ہے جو اسراف، فضول خرچی یا اسراف سے پاک ہے۔ جو تعمیر ضروری ہو اس پر خرچ کرنا اس حدیث میں شامل نہیں ہے بلکہ وہ تعمیر ہے جو ضرورت سے باہر ہو۔ یہ ناپسندیدہ ہے کیونکہ تعمیرات پر خرچ آسانی سے فضول خرچی اور اسراف کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص تعمیرات پر مال خرچ کرتا ہے اس کا صدقہ دینے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنے کا امکان کم ہے۔ نیز یہ طرز عمل اکثر ایک مسلمان کو لمبی زندگی کی امیدیں اپنانے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں ان کا قیام بہت مختصر ہے وہ ایک خوبصورت گھر بنانے میں توانائی اور دولت کو ضائع نہیں کرے گا۔ لمبی عمر کی امید جتنی زیادہ ہوگی، وہ اتنے ہی کم نیک اعمال انجام دیں گے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ مستقبل میں ہمیشہ اچھے کام انجام دے سکتے ہیں۔ یہ کسی کو مخلصانہ توبہ میں تاخیر کرنے کا سبب بھی بنتا ہے یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ مستقبل میں ہمیشہ بہتر کے لیے بدل سکتے ہیں۔ آخر میں، یہ اس دنیا میں اپنے طویل قیام کے لیے زیادہ آرام دہ زندگی پیدا کرنے کے لیے دنیا کے لیے مزید کوششیں وقف کرنے کا سبب بنتا ہے۔

غیر ضروری تعمیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا انسان کا وقت گزارتا ہے جو کہ اسے انتہائی تھکاوٹ کی وجہ سے رضاکارانہ نیک اعمال جیسے کہ روزہ اور رات کی نماز ادا کرنے سے روکتا ہے۔ یہ انہیں اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنے سے بھی روکتا ہے۔

آخر کار، حقیقت میں، غیر ضروری تعمیرات میں حصہ لینا کبھی ختم نہیں ہوتا۔ مطلب، جس لمحے کوئی شخص اپنے گھر کا ایک حصہ مکمل کر لیتا ہے وہ اس وقت تک دوسرے حصے میں چلا جاتا ہے جب تک کہ سائیکل خود کو دہرا نہ جائے۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تمام چیزوں کے سلسلے میں جو ان کی ضرورت کے مطابق ہے، صرف تعمیرات پر عمل پیرا رہیں، تاکہ وہ ان منفی نتائج سے بچ سکیں۔

مالی معاملات - 4

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کورونا وائرس کے پھیلنے کے دوران کچھ لوگوں کے رویے کی اطلاع دی۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ عملی طور پر ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کا مظاہرہ کر کے دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ یہ واضح ہے کہ پوری دنیا میں بہت سے لوگ وائرس کی وجہ سے مشکلات سے گزر رہے ہیں، جیسے کہ مالی مشکلات۔ اس لیے ایک مسلمان کو ان مشکلات سے کسی بھی طرح فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، جیسے کہ اپنی مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ، یہ جانتے ہوئے کہ لوگ مایوس ہیں۔ یا اپنے ملازمین کی اجرت کم کر کے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس رویے کو برداشت کریں گے کیونکہ وہ اس مشکل کا سامنا کر رہے ہیں۔ لوگوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمان کو اس کے اسلامی لباس سے نہیں بلکہ اس کے طرز عمل سے پہچانیں۔ لوگ اس کے ذریعے اسلام کی عظمت کو پہچانیں۔ مثال کے طور پر، صحیح بخاری نمبر 2079 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ مسلمان کسی چیز کو خریدنے سے پہلے خریدار پر اس کے عیب ظاہر کر دے، کیونکہ جھوٹ صرف اس کو دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں لہذا مسلمانوں کو کبھی بھی دوسروں کی مشکلات سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، خاص طور پر بڑے پیمانے پر مشکلات اور تناؤ کے وقت۔ اگر کچھ بھی ہے تو، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے ہر ممکن مدد کی پیشکش کر کے ان کے لیے آسانیاں پیدا کریں۔ جب تک مسلمان اللہ کی رضا کے لیے دوسروں کی مدد میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا رہے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابو داؤد نمبر 4893 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہو وہ نہ دنیا میں ناکام ہو سکتا ہے نہ آخرت میں۔ لیکن جو دوسروں کی مشکلات سے فائدہ اٹھاتا ہے وہ اچھی طرح دیکھ سکتا ہے کہ وہ اس دنیا اور آخرت میں اپنے ہی آلات پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس سے اس دنیا میں تناؤ ہی بڑھے گا کیونکہ جو چیزیں وہ اس رویہ سے کماتے ہیں وہ ان کے لیے تناؤ کا باعث بنتی ہیں اور یہ اگلے جہان میں تباہی کا باعث بھی بن سکتی ہیں، خواہ اس میں کسی شخص کے لیے یہ بات واضح نہ ہو۔ دنیا

رشتے داریاں - 1

جامع ترمذی نمبر 1979 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ قرابت داری برقرار رکھنے سے مال و جان میں اضافہ ہوتا ہے۔

قرابت داری نبھانا مسلمانوں پر فرض ہے، کیونکہ ان کو توڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6518 کی ایک حدیث کے مطابق جو شخص دنیاوی وجوہات کی بناء پر رشتہ داریاں توڑے گا وہ 6518 اللہ تعالیٰ کی رحمت سے منقطع ہو جائے گا۔ ترمذی نمبر 1909 میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داریاں توڑے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ رشتہ داریاں نبھانے میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا شامل ہے۔ انہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے نہ کہ اپنے رشتہ داروں کی خوشنودی، کیونکہ یہ اسلام کی تعلیمات پر سمجھوتہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اپنے رشتہ داروں کو اپنے حقوق ادا کرتے وقت ان سے شکرگزاری کی امید نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے ان کی بے وفائی ثابت ہو گی۔ ایک مسلمان کو نرمی اور مہربانی کے ساتھ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چاہیے اور ایسی صورتوں میں جب کوئی رشتہ دار اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں ناکام ہو جائے تو مسلمان کو مذہبی مسائل پر بھی ان سے رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ وہ فائدہ مند چیزوں میں ان کی مدد کرتے رہیں، کیونکہ یہ احسان مندانہ عمل انہیں خلوص دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ جبکہ ان سے منقطع ہونا انہیں صحیح رہنمائی سے مزید دور کر سکتا ہے۔

مرکزی حدیث میں دولت میں اضافے کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ مالی مواقع فراہم کرتا ہے جو ان کے حلال مال میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کے مال میں اس قدر فضل کرتا ہے کہ اس سے ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور انہیں ذہنی و جسمانی سکون ملتا ہے جو کہ حقیقت میں حقیقی دولت ہے۔ رشتہ داری توڑنے والا اس فضل سے محروم ہو جائے گا، جس کی وجہ سے وہ غیر مطمئن محسوس کرے گا، چاہے وہ کتنی ہی دولت حاصل کر لے۔ اور یہ ہمیشہ لگتا ہے کہ ان کی دولت ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اہم حدیث میں مذکور زندگی میں اضافے سے مراد کسی کے وقت میں فضل کیا جانا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے تمام فرائض جیسے فرض نمازوں اور لوگوں کے لیے حلال سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالنے کا انتظام کر سکیں۔ ضرورت سے زیادہ، اسراف یا فضول خرچی کے بغیر دنیا کی لذتیں۔ لیکن رشتہ توڑنے والا اس فضل سے محروم ہو جائے گا اور اس پر خواہ کتنی ہی کم ذمہ داریاں کیوں نہ ہوں، ایسا نہیں لگتا کہ ان کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ ان سب کو پورا کر سکیں اور اعتدال کے ساتھ دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔ اس کے بجائے وہ دن کو ایک کے بعد دوسرے مسئلے سے نمٹنے میں بغیر کسی آرام اور ذہنی سکون کے گزاریں گے۔

رشتہ داری کے تعلقات - 2

جامع ترمذی نمبر 2612 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو۔

بدقسمتی سے، بعض نے اپنے ہی خاندان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہوئے غیر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی بری عادت اپنا لی ہے۔ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور اپنے خاندان کی تعریف کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ایک مسلمان اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا نہ کرے۔ پہلا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کی ادائیگی، اس کے احکام کی بجا آوری، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان تمام نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں۔

دوسرا لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا ہے جس میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ اس قسم کے سلوک کا اپنے خاندان سے زیادہ حق کسی کو نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے اہل خانہ کی ان تمام معاملات میں مدد کرے جو اچھے ہوں اور انہیں برے کاموں اور طرز عمل سے نرمی کے ساتھ تنبیہ کریں۔ انہیں برے کاموں میں ان کی آنکھیں بند کر کے صرف اس وجہ سے مدد نہیں کرنی چاہئے کہ وہ ان کے رشتہ دار ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں بعض برے جذبات کی وجہ سے اچھے معاملات میں ان کی مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

دوسروں کی رہنمائی کا بہترین طریقہ عملی نمونہ کے ذریعے ہے، جیسا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور صرف زبانی رہنمائی سے کہیں زیادہ موثر ہے۔

کسی کو ان حقوق کو سیکھنا چاہیے جو اس پر واجب الادا ہیں اور وہ حقوق جو وہ دوسروں پر واجب الادا ہیں، خاص طور پر ان کے رشتہ داروں کو، تاکہ وہ ان کو پورا کریں۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص سے پوچھے گا کہ کیا اس نے دوسروں کے حقوق ادا کیے، وہ ان سے نہیں پوچھے گا کہ کیا لوگوں نے ان کے حقوق ادا کیے؟ لہذا، انسان کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ ان سے کس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا، مطلب، دوسروں کے حقوق، اور اس لیے انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آخر میں، کسی کو عام طور پر تمام معاملات میں نرمی کا انتخاب کرنا چاہئے، خاص طور پر، اپنے خاندان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت۔ اگر وہ گناہ بھی کریں تو انہیں نرمی کے ساتھ تنبیہ کی جائے اور پھر بھی اچھے کاموں میں ان کی مدد کی جائے کیونکہ یہ مہربانی انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹانے میں ان کے ساتھ سختی کرنے سے زیادہ موثر ہے۔

رشتے داریاں - 3

جامع ترمذی نمبر 1952 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ والدین اپنے بچے کو جو سب سے زیادہ نیک تحفہ دے سکتے ہیں وہ انہیں اچھے اخلاق سکھانا ہے۔

یہ حدیث مسلمانوں کو یاد دلاتی ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں جیسے کہ ان کے بچوں کے ایمان کے بارے میں زیادہ فکر مند رہیں، ان کو مال و جائیداد کے حصول اور ان کی فراہمی میں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیاوی ورثے آتے جاتے ہیں۔ کتنے امیر اور طاقتور لوگوں نے بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے مرنے کے فوراً بعد انہیں توڑ دیا جائے اور انہیں بھلا دیا جائے۔ ان میں سے کچھ وراثت سے پیچھے رہ جانے والی چند نشانیاں صرف لوگوں کو ان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ ایک مثال فرعون کی عظیم سلطنت ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے بچوں کو سلطنت بنانے اور بہت زیادہ دولت اور جائیدادیں حاصل کرنے کی تعلیم دینے میں اس قدر فکر مند ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سکھانے میں کوتاہی کرتے ہیں جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک شامل ہے۔ ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ ان کے پاس اپنے بچوں کو اچھے اخلاق سکھانے کے لئے کافی وقت ہے، کیونکہ ان کی موت کا لمحہ نامعلوم ہے اور اکثر غیر متوقع طور پر لوگوں پر جھپٹتا ہے۔

اس کے علاوہ، جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے طریقے پر قائم ہو جاتے ہیں تو انہیں اچھے اخلاق سکھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنے بچے کو اچھے اخلاق سکھانے میں ناکام رہتا ہے تو وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ کا باعث بنتا ہے۔

والدین اپنے بچے کو اچھے اخلاق سکھانے کا بہترین طریقہ مثال کے طور پر رہنمائی کرنا ہے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے بچے کے لیے عملی نمونہ بننا چاہیے۔

آج وہ دن ہے جب ایک مسلمان کو صحیح معنوں میں اس تحفے پر غور کرنا چاہیے جو وہ اپنے بچوں اور رشتہ داروں کو دینا چاہتے ہیں۔ اس طرح ایک مسلمان آخرت کے لیے نیکی بھیجتا ہے لیکن پیچھے نیکی بھی چھوڑ جاتا ہے، جیسا کہ ایک صالح بچہ جو اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرتا ہے، اس کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ امید ہے کہ اس طرح سے خیر میں گھرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

رشتہ داری کے تعلقات - 4

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک ایسی ذہنیت پر غور کر رہا تھا جو بہت سے لوگ خاص طور پر ایشیائی باشندوں کے پاس ہے۔ رشتہ داروں جیسے لوگوں کو جسمانی طور پر ساتھ رہنے پر مجبور کرنا انتہائی ضرورت ہے۔ اگرچہ، یہ ابھی تک برا ارادہ نہیں ہے، اس دن اور عمر میں یہ اکثر اچھے سے زیادہ مصیبت کا باعث بنتا ہے۔ چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں وہ ایسی غلطیاں کریں گے جو دوسروں کو پریشان کرتی ہیں جیسے کہ ان کے رشتہ دار۔ لیکن اگر اس شخص نے اپنے رشتہ داروں سے صرف ایک بار ملاقات کی اور بات چیت کی تو اس بات کا بہت زیادہ امکان ہے کہ اس غلطی کو دوسروں سے نظر انداز کر دیا جائے تاکہ یہ بحث کا موضوع نہ بن جائے۔ لیکن اگر یہی شخص مسلسل اپنے رشتہ داروں کے ارد گرد رہتا ہے تو اس کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ ان کا رویہ اور برتاؤ ان کے رشتہ داروں کے درمیان جھگڑے اور جھگڑے کا باعث بنے۔ دوسرے لفظوں میں، ایک شخص میں بحث کرنے کا امکان کم ہوتا ہے اور کسی کے ساتھ روادار ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے جسے وہ صرف ایک بار دیکھتے ہیں پھر کسی کو وہ ہمیشہ آس پاس ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر غور کریں تو سب سمجھ جائیں گے۔ بدقسمتی سے، کچھ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ جسمانی طور پر الگ ہو جانا بہتر ہے لیکن ایک دوسرے کے ساتھ امن و امان میں رہنا اس سے بہتر ہے کہ جھگڑے اور رگڑ میں اکٹھے رہیں۔ دلائل صرف ذہنی علیحدگی کا باعث بنتے ہیں جس کا اکثر خاندانوں پر جسمانی علیحدگی سے زیادہ منفی اثر پڑتا ہے۔ جبکہ جسمانی طور پر الگ ہونے سے ذہنی علیحدگی نہیں ہوتی۔ درحقیقت، یہ اکثر باہمی احترام اور تعریف کی طرف جاتا ہے۔ جیسا کہ مشہور کہاوت ہے کہ جدائی دل کو پیارا کر دیتی ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے رشتوں کو برقرار رکھے چاہے وہ جسمانی طور پر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن اس بحث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ نہیں ماننا چاہیے کہ لوگوں کے درمیان جسمانی علیحدگی ایک بری چیز ہے۔ درحقیقت یہ ان کے درمیان تعلقات کو مضبوط کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

رشتہ داری کے تعلقات - 5

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک ایسے مسئلے پر غور کر رہا تھا جو زیادہ تر مسلمان خاندانوں کو متاثر کرتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ تقسیم ہو جاتے ہیں اور وہ مضبوط تعلق کھو دیتے ہیں جو ان کا ایک دوسرے کے ساتھ تھا۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں لیکن ایک بڑا سبب وہ بنیاد ہے جس پر ان کے والدین اور رشتہ داروں نے ان کا تعلق قائم کیا تھا۔ یہ عام طور پر جانا جاتا ہے کہ جب عمارت کی بنیاد کمزور ہوتی ہے تو عمارت یا تو وقت کے ساتھ خراب ہو جاتی ہے یا گر جاتی ہے۔ اسی طرح جب لوگوں کو آپس میں جوڑنے والے بانڈز کی بنیادیں درست نہیں ہوتیں تو ان کے درمیان بندھن بالآخر کمزور یا ٹوٹ جاتا ہے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان کے درمیان رشتہ جوڑ دیا۔ جبکہ آج زیادہ تر مسلمان قبائلیت، بھائی چارے اور دوسرے خاندانوں کو دکھانے کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں۔ اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی اکثریت آپس میں باہم تعلق نہیں رکھتی تھی لیکن چونکہ ان کو جوڑنے والے بندھنوں کی بنیاد صحیح تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان کے رشتے مضبوط سے مضبوط ہوتے گئے۔ جبکہ آج کل بہت سے مسلمان خون کے رشتے میں ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ الگ ہو گئے ہیں کیونکہ ان کے رشتوں کی بنیاد باطل یعنی قبائلیت اور اسی طرح کی چیزوں پر تھی۔

مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر رشتہ داریوں اور غیر رشتہ داروں کے حقوق کی پاسداری کے اہم فریضے کو ادا کرنے کے لیے اپنے بندھنوں کو قائم رکھنے اور اجر کمانے کی خواہش رکھتے ہیں تو انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رشتہ جوڑنا چاہیے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ لوگ صرف ایک دوسرے سے جڑیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اس طریقے سے کام کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ قرآن پاک میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

رشتہ داریاں - 6

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک نیوز ڈاٹکومنٹری دیکھی تھی جس پر میں مختصراً گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اس میں منشیات کی اسمگلنگ اور گینگز، خاص طور پر مسلم نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے اضافہ کی اطلاع دی گئی۔ زیادہ تر معاملات میں، سب سے پہلے لوگ جنہیں ذمہ داری لینے اور اس سے بچنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ والدین ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے، بہت سے والدین انگلیاں اٹھاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسکول کے اساتذہ، پولیس یا مساجد کے اماموں کو نوجوانوں کو گروہوں اور منشیات کے کاروبار سے دور رکھنا چاہیے۔ یوں تو ان سب کا فرض ہے لیکن بنیادی اور سب سے بڑا فرض والدین کا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو گروہوں اور غیر قانونی منشیات کے برے اثرات سے مسلسل آگاہ کریں۔ یہ کس طرح ملوث لوگوں اور ان سے جڑے لوگوں کی زندگیوں کو تباہ کر دیتا ہے، جیسے کہ ان کے خاندان۔ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 2101 میں ایک حدیث میں حضور نے نصیحت فرمائی ہے۔ برا دوست بدبو کی طرح ہے جو ان کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اکرم دوستوں کے ساتھ دوسروں کو بھی متاثر کرتی ہے۔

نوجوانوں کو گروہوں سے دور رکھنے کی کلید بنیادی طور پر والدین سے اور پھر دوسروں، جیسے بہن بھائیوں اور اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنا ہے۔ والدین کو نرمی سے اپنے بچوں کے بارے میں سوال کرنا چاہیے۔ انہیں اس بارے میں پوچھنا چاہیے کہ وہ کس کے ساتھ باہر جا رہے ہیں، کہاں جا رہے ہیں اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں۔ انہیں اپنے بچوں کے دوستوں سے بھی ملنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ صحبت کے لیے موزوں ہیں۔ اگر ان کے بچوں کے پاس مہنگی چیزیں ہیں، جو والدین نے ان کے لیے نہیں خریدی ہیں، تو ان سے یہ سوال کرنا چاہیے۔ اگر بچوں سے چھوٹی عمر سے اس طرح پوچھ گچھ کی جائے تو وہ اس سے واقف ہو جائیں گے اور جب ان کی زندگی میں بعد میں پوچھ گچھ کی جائے گی تو وہ پریشان نہیں ہوں گے۔ یہ والدین کا فرض ہے نے سنن ابوداؤد نمبر 2928 کی ایک حدیث میں اشارہ علیہ وسلم جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے۔

بدقسمتی سے، کچھ والدین کا خیال ہے کہ ان کا فرض صرف اپنے بچوں کے لیے دولت کمانا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو اس میں مصروف رکھتے ہیں اور اپنے بچوں کی صحیح رہنمائی اور ان پر کڑی نظر رکھنے کے زیادہ اہم فریضے سے غفلت برتتے ہیں۔ ہاں، دولت کمانا ضروری ہے لیکن یہ اپنے بچوں کو صحیح اور غلط میں فرق کی تعلیم دینے پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

علیہ وسلم کی اپنے کام کو درست ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک کی آیات اور حضور اکرم صلی اللہ یہ مضحکہ خیز ہے، کیونکہ اسلام واضح طور پر ہر احادیث کی من گھڑت یا غلط تشریح کرتے ہیں۔ اس چیز سے منع کرتا ہے جس سے خود کو اور دوسروں کو نقصان پہنچے، جیسے کہ غیر قانونی منشیات کا سودا کرنا یا لینا۔ وہ یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کو غیر قانونی منشیات فروخت کرنا قابل قبول ہے۔ لیکن یہ اسلام کی تعلیمات کو مکمل طور پر چیلنج کرتا ہے، کیونکہ ایک مسلمان کو ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک اور احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے، خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ درحقیقت کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو کسی شخص اور اس کے مال سے دور نہ رکھیں۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اگر ایک مسلمان کو دوسرے مذاہب کے معبودوں کی بے عزتی کرنے کی اجازت نہیں ہے تو اسلام مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کی ترغیب کیسے دے سکتا ہے؟ باب 6 الانعام، آیت 108

اور جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو، ورنہ وہ بغیر علم کے اللہ کی دشمنی میں "گالی دینے لگیں گے۔"

اس طرح کا برتاؤ درحقیقت پچھلی امتوں کا کام تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر ان پر سخت تنقید کی۔ باب علی عمران، آیت 75 3

اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا ہے کہ اگر تم اس کے سپرد بہت زیادہ مال دو گے تو وہ تمہیں " واپس کر دے گا۔ اور ان میں سے کوئی ایسا ہے کہ اگر تم اسے ایک سکہ سونپ دو تو وہ تمہیں اس وقت تک واپس نہیں کرے گا جب تک کہ تم اس پر مسلسل کھڑے نہ ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر ان پڑھوں میں کوئی قصور نہیں۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ "جانتے ہیں۔

اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اگر نبی کریم صلی صحیح بخاری نمبر 3318 میں ہے، تو اسلام انسانوں کے ساتھ بدسلوکی کی اجازت کی ہے، جیسا کہ کیسے دے سکتا ہے؟

اپنے بچوں کو تعلیم دینا انہیں یقین کرنے اور بری باتوں اور نصیحتوں پر عمل کرنے کے دھوکے میں آنے سے روکے گا۔ یہ تعلیم گھر سے شروع ہوتی ہے۔ والدین کو آگے بڑھ کر یہ فرض ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہی، یہ فرض دوسروں تک پہنچتا ہے، جیسے کہ اسکول کے اساتذہ۔

اگر والدین اس فرض کو پورا کرتے ہیں تو قیامت کے دن ان کو بری کر دیا جائے گا، اس سے قطع نظر کہ ان کا بچہ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس فرض میں کوتاہی کرتے ہیں تو دنیا اور آخرت دونوں میں ان کا حساب ہوگا۔

رشتہ داریاں - 7

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے خاندانی زندگی کے دباؤ، جیسے بچوں کی پرورش کے بارے میں اطلاع دی۔ اگرچہ اس تناؤ کو کم کرنے کے لیے انسان بہت سی چیزیں سیکھ سکتا ہے اور کر سکتا ہے، لیکن صرف ایک اہم چیز پر بات کی جائے گی۔ بچے کی پرورش کرنے والے ہر والدین یا قانونی سرپرست کو دو عناصر کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سب سے پہلے ان کی اپنی دیکھ بھال کے تحت بچے کے تئیں ان کا اپنا فرض اور ذمہ داری ہے۔ مثال کے طور پر یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس اور مکان مہیا کریں۔ اس کے علاوہ، انہیں اپنی دنیوی اور دینی تعلیم دونوں کا اہتمام کرنا چاہیے، جیسے کہ انہیں قرآن پاک میں مذکور اچھے اخلاق سکھانا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

باب 66 تحریم، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن "

...انسان اور پتھر ہیں"

دوسرے عنصر میں بچے کی اپنی زندگی کے انتخاب شامل ہیں۔ مثال کے طور پر، چاہے وہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے سخت مطالعہ کرنا چاہتے ہیں یا سست ہونا چاہتے ہیں۔ یہ انتخاب دو حلال چیزوں کے درمیان ہو سکتا ہے، جیسے کہ مثال بیان کی گئی ہے یا صحیح اور غلط کے درمیان۔ مثال کے طور پر، ایک بچے کو جرم کی زندگی یا قانونی پیشے کے درمیان انتخاب کرنا پڑ سکتا ہے۔ تمام بچوں کو آخر کار یہ انتخاب کرنا ہوں گے اور کسی اور کی طرف سے کسی خاص راستے کا انتخاب کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، جیسے کہ ان کے والدین۔ حقیقت میں، والدین اپنے بچوں کی مسلسل پیروی نہیں کر سکتے اور کسی نہ کسی طرح انہیں صحیح انتخاب کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کیا جائے گا اور ان سے پہلے عنصر کے بارے میں جوابدہی کی جائے گی، جو ان کے فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں سونپی ہیں۔ لیکن وہ دوسرے عنصر کے لیے جوابدہ نہیں ہوں گے، جو کہ ان کے بچے آزادانہ انتخاب کرتے ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اپنے فرض کی ادائیگی پر پوری توجہ مرکوز رکھنی چاہیے اور دوسرے عنصر پر زور نہیں دینا چاہیے جو ان کے قابو سے باہر ہے۔ جس طرح ایک ذہین شخص موسم کے بارے میں دباؤ نہیں ڈالتا، یہ جانتے ہوئے کہ اس پر قابو پانا ان کے ہاتھ سے باہر ہے، انہیں دوسرے عنصر کے بارے میں دباؤ نہیں ڈالنا چاہیے اور اس کے بجائے اس بات پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے کہ ان کے اختیار میں کیا ہے اور وہ کس چیز کے لیے جوابدہ ہوں گے۔

رشتہ داری کے تعلقات - 8

صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ چار وجوہات کی بنا پر شادی کی جاتی ہے: مال، نسب، حسن یا تقویٰ۔ انہوں نے تنبیہ کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ آدمی کو تقویٰ کی خاطر شادی کرنی چاہیے ورنہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس حدیث میں مذکور پہلی تین چیزیں بہت عارضی اور ناقص ہیں۔ وہ کسی کو عارضی خوشی تو دے سکتے ہیں لیکن آخر کار یہ چیزیں ان کے لیے بوجھ بن جاتی ہیں کیونکہ ان کا تعلق مادی دنیا سے ہے نہ کہ اس چیز سے جو حتمی اور مستقل کامیابی عطا کرتی ہے یعنی ایمان۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ دولت خوشی نہیں لاتی، صرف امیر اور مشہور کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ درحقیقت، امیر زمین پر سب سے زیادہ غیر مطمئن اور ناخوش لوگ ہیں۔ اپنے نسب کی خاطر کسی سے شادی کرنا بے وقوفی ہے کیونکہ یہ اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ وہ شخص ایک اچھا شریک حیات بنائے گا۔ درحقیقت، اگر شادی کام نہیں کرتی ہے، تو یہ شادی سے پہلے دونوں خاندانوں کے خاندانی بندھن کو ختم کر دیتی ہے۔ صرف خوبصورتی یعنی محبت کی خاطر شادی کرنا عقلمندی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک بے چین جذبہ ہے جو وقت کے ساتھ اور مزاج کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ قیاس محبت میں ڈوب جانے والے کتنے جوڑے ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے؟

لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی ایسا شریک حیات تلاش کرے جو غریب ہو، کیونکہ یہ ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص سے شادی کی جائے جو خاندان کی مالی مدد کر سکے۔ نہ ہی اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اپنے شریک حیات کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہ ایک صحت مند شادی کا ایک اہم پہلو ہے۔ لیکن اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں کسی کی شادی کی بنیادی یا حتمی وجہ نہیں ہونی چاہئیں۔ ایک مسلمان کو شریک حیات میں جو بنیادی اور حتمی خوبی تلاش کرنی چاہیے وہ تقویٰ ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ سادہ لفظوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اپنی شریک حیات کے ساتھ خوشی اور مشکل دونوں وقتوں میں اچھا سلوک کرے گا۔ دوسری طرف، جو لوگ بے دین ہیں وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ بدسلوکی کریں گے جب بھی وہ پریشان ہوں گے۔ حالیہ برسوں میں مسلمانوں کے درمیان گھریلو تشدد میں اضافے کی یہ ایک اہم وجہ ہے۔ اور جب وہ اپنے شریک حیات سے راضی ہوں گے تب بھی وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہیں گے جس کو دور کرنے میں تقویٰ مدد کرتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28:

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

آخر میں، متقی شخص ہمیشہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں رہتا ہے، جیسے کہ ان کی شریک حیات، پھر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا کہ انہوں نے لوگوں کے حقوق ادا کیے یا نہیں؟ وہ ان سے یہ نہیں پوچھے گا کہ کیا لوگوں نے ان کے حقوق ادا کیے ہیں، جیسا کہ یہ اس وقت کیا جائے گا جب اللہ تعالیٰ دوسروں سے سوال کرتا ہے، نہ کہ جب وہ ان سے سوال کرتا ہے۔ جبکہ ظالم مسلمان صرف اپنے حقوق، حقوق کی پرواہ کرے گا جو اس نے معاشرے، ثقافت، فیشن اور اپنے تخیل سے لیے ہیں اسلام سے نہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے شریک حیات سے کبھی بھی حقیقی طور پر راضی نہیں ہوں گے، خواہ ان کی شریک حیات اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سے لاعلمی اور طلاق کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

آخر میں، اگر کوئی مسلمان شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے اس سے متعلق علم حاصل کرنا چاہیے، جیسے کہ اس پر اپنی شریک حیات کے واجب الادا حقوق، جو حقوق اس پر اپنی شریک حیات سے واجب الادا ہیں اور مختلف حالات میں اپنی شریک حیات کے ساتھ صحیح سلوک کرنے کا طریقہ۔ بدقسمتی سے، اس سے لاعلمی بہت سے دلائل اور طلاقوں کا باعث بنتی ہے کیونکہ لوگ ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے ان کا شریک حیات پابند نہیں ہوتا۔ لہذا علم، جو تقویٰ کی جڑ ہے، صحت مند اور کامیاب ازدواجی زندگی کی بنیاد ہے۔

رشتہ داری کے تعلقات - 9

رشتہ داری کو برقرار رکھنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے جسے اگر کوئی کامیابی چاہتا ہے تو اسے ترک دونوں جہانوں میں ایمان کی حقیقی نشانی یہ نہیں ہے کہ سارا دن مسجد میں اللہ نہیں کیا جا سکتا۔ تعالیٰ کی عبادت میں گزارے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ مخلوق کے سب سے اہم حقوق میں سے ایک رشتہ داری کو برقرار رکھنا ہے۔ کوئی شخص تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ جب کوئی لیکن اللہ اسلامی لباس پہن کر تقویٰ کا دعویٰ کر سکتا ہے تاریخ کے اوراق ہمیشہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے رشتہ داریوں کو نبھایا۔ مڑتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کے رشتہ داروں نے ان کے ساتھ بدسلوکی کی تب بھی انہوں نے مہربانی سے جواب دیا۔ باب 41 فصیلات، آیت 34

اور اچھے اور برے کام برابر نہیں ہیں۔ برائی کو اس [سے دفع کرو جو بہتر ہو۔ پھر جس کے " اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ گویا ایک مخلص دوست ہو گا۔

صحیح مسلم نمبر 6525 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص رشتہ داریوں کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کے لیے اس کی مدد کرتا ہے خواہ اس کے رشتہ دار مشکلات کا شکار ہوں۔

مومن مخلص اچھائی کا جواب اچھائی سے دینا کوئی خاص بات نہیں جبکہ برائی کا اچھا جواب دینا کوئی میں ، جب کی نشانی ہے۔ سابقہ رویہ جانوروں میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ میں زیادہ تر معاملات کسی جانور کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو اس کے بدلے میں پیار واپس آتا ہے۔ صحیح بخاری برقرار رکھنے نمبر 5991 میں موجود ایک حدیث سے ثابت ہے کہ رشتہ داری کو صحیح معنوں میں حضور نبی اکرم صلی وآلہ وہ ہے جو رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے ہوئے بھی رشتہ قائم رکھے۔

اکثر رشتہ داروں کی طرف سے لیکن اس نے ہمیشہ اپنے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل دہشت زدہ تھے۔
ان کے ساتھ شفقت کا مظاہرہ کیا۔

یہ بات عام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن صحیح بخاری نمبر 5987 میں موجود ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ جو شخص دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داریاں توڑے گا اس سے وہ رشتہ توڑ دے گا۔ ذہن میں رکھو، عبادات کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے جیسی فرض نماز یہ قطع نظر سچ ہے لیے کتنی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی مسلمان سے رشتہ منقطع کر دے تو وہ اس کا قرب اور ابدی کامیابی کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

لوگوں کو موقع دینے کے اس کے علاوہ، زیادہ تر معاملات میں اللہ تعالیٰ عذاب میں تاخیر کرتا ہے۔ توبہ کرنا لیکن دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داری کو توڑنے کی سزا بہت جلد ملتی لیے گناہوں کا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4212 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

بدقسمتی سے آج دنیا میں تعلقات منقطع کرنے کا رواج عام دیکھا جاتا ہے۔ لوگ چھوٹی موٹی دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داریوں کو آسانی سے توڑ دیتے ہیں۔ وہ کسی بھی نقصان کو پہچاننے میں جو مادی دنیا میں ہوتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے ان کا تعلق ناکام رہتے ہیں۔ منقطع ہو جائے تو دونوں جہانوں میں انہیں طویل مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جب کوئی اپنے پیشے کے ذریعے وجہ جو اسلامی معاشرے میں عام طور پر دیکھی جاتی ہے۔ کی اعلیٰ سماجی مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ انہیں اپنے رشتہ داروں کو ترک کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ انہیں یقین ہے کہ وہ اب ان کے ساتھ بات چیت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اپنی دولت اور حیثیت سے ان کی محبت انہیں بے حیائی کے دروازے پر دھکیل دیتی ہے جو انہیں یقین دلاتی سماجی صرف ان سے ان کی دولت چھیننا چاہتے ہیں۔ ہے کہ ان کے رشتہ دار

قرآن کریم بتاتا ہے کہ ان بندھنوں کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 1:

اور اس اللہ سے ڈرو جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحم سے۔ بے شک اللہ تم ”
“پر ہمیشہ دیکھنے والا ہے۔

برقرار رکھے بغیر تقویٰ یہ آیت بھی واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رشتہ داری کو وہ اسے زیادہ عبادت کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں۔ تو جو لوگ ایمان لائے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اپنے رویے کو بدلنا چاہیے۔ اور روزے غلط ثابت ہوئے ہیں

اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی ان معاملات میں مدد کر کے تمام رشتہ اختیار ذہنیت داریوں کو برقرار رکھیں جو جب اور جہاں بھی ممکن ہو اچھے ہوں۔ انہیں ایک تعمیری ایک تباہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو معاشرے کے فائدے کی بجائے رشتہ داروں کو متحد کرتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4919 میں موجود ایک کن ذہنیت جو صرف خاندانوں میں تقسیم کا باعث بنتی ہے۔ حدیث کے مطابق لوگوں میں تفرقہ ڈالنا تباہی کا باعث بنتا ہے۔

رشتہ توڑنے والوں پر قرآن پاک میں لعنت کی گئی ہے۔ باب 47 محمد، آیات 22-23

تو کیا تم اگر منہ موڑو گے تو زمین میں فساد برپا کرو گے اور اپنے تعلقات کو توڑ دو گے؟ [ایسا ”
“کرنے والے [وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

دنیا میں یا آخرت میں ہوں اور اس کی رحمت سے محروم ہوں تو اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گھرے ہوئے
کوئی اپنی جائز خواہشات کیسے حاصل کرسکتا ہے؟

حکم نہیں دیتا اور نہ ہی یہ ان سے اپنے رشتہ داروں کی کفالت میں اپنی وسعت سے تجاوز کرنے کا
یہ کہتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے لیے اللہ تعالیٰ کی حدود کو قربان کر دیں کیونکہ اگر اس کا
خالق کی نافرمانی اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 2625 مطلب ہے تو مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔
میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا کبھی بھی اپنے رشتہ داروں کو برائیوں میں شامل نہیں کرنا
کا اپنے رشتہ داروں کو نیکی کا حکم دیں اور ان - چاہیے۔ اس صورت میں ایک مسلمان کو چاہیے
باب 5 المائدة، آیت 2 - احترام کرتے ہوئے انہیں برائی سے نرمی سے روکیں

“اور نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔”

اللہ کی رضا کے حاصل کیا جاتا ہے۔ کے ذریعہ رشتہ داری کو برقرار رکھنے والے بے شمار فوائد
لیے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو بندہ
جوڑتا ہے اس کے رزق میں اور ان کی زندگی میں اضافی فضل ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد
نمبر 1693 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا رزق خواہ کتنا ہی کم
اور جسم .زندگی میں فضل سکون ملے گا۔ کیوں نہ ہو ان کے لیے کافی ہو گا اور اس سے انہیں ذہنی
کا مطلب ہے کہ وہ اپنے تمام دینی اور دنیاوی فرائض کو پورا کرنے کے لیے وقت نکالیں گے۔ یہ دو
مسلمان اپنی ساری زندگی اور مال حاصل کرنے کی کوشش میں صرف کرتے ہیں لیکن نعمتیں ہیں۔
بہت سے لوگ اس بات کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو رکھا ہے۔
رشتہ داریوں کو برقرار رکھنے میں

کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بے رشتہ داریاں نبھانا اس قدر ضروری کے ساتھ بھی اس اہم فرض کو پورا کریں۔ اس کی تلقین کرنے اپنے غیر مسلم رشتہ داروں حکم دیا۔ والی ایک حدیث صحیح مسلم نمبر 2324 میں موجود ہے۔

شیطان کے پھندے میں سے ایک یہ ہے کہ وہ رشتہ داروں اور معاشرے میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور سماجی تقسیم۔ اس کا حتمی مقصد اسلام کو بحیثیت قوم کمزور جس سے خاندان ٹوٹ جاتے ہیں۔ کرنا ہے۔ بدقسمتی سے، کچھ لوگ رنجشوں کو پناہ دینے کے لیے بدنام ہو گئے ہیں جو کئی دہائیوں اور نسل در نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ایک شخص دہائیوں تک کسی رشتہ دار تک جاری رہتے ہیں ان سے دوبارہ کبھی بات نہیں وہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا لیکن ایک غلطی اور دلیل کے بعد صحیح مسلم کرے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے۔ نمبر 6526 میں ہے کہ ایک مسلمان کے لیے کسی دنیاوی معاملے میں دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع رکھنا ناجائز ہے۔ اگر غیر رشتہ داروں سے رشتہ توڑنے کا یہ حکم ہے تو کیا صحیح بخاری نمبر رشتہ داروں سے رشتہ توڑنے کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ یہ سوال میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے کہ 5984 جو شخص کسی رشتہ دار سے دنیوی وجوہات کی بناء پر تعلق توڑے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اس اہم موضوع پر بحث کرنے والی آیات و احادیث پر غور کرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر اللہ عشرہ کے گناہوں کے بعد بھی اپنے دروازے بند نہیں کرتا اور لوگوں کے ساتھ اپنے سرور کا واسطہ نہیں رکھتا تو لوگ چھوٹی دنیا میں اپنے رشتہ داروں سے اتنی آسانی سے کیوں منہ موڑ لیتے ہیں۔ مسائل؟ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے ان کے تعلق کو برقرار رکھنا چاہتا ہے تو اسے تبدیل ہونا چاہیے۔

آسانی کا مذہب - 1

صحیح بخاری نمبر 39 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دین سادہ اور سیدھا ہے۔ اور مسلمان کو اپنے اوپر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے کیونکہ وہ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو ہمیشہ سادہ دینی اور دنیاوی زندگی گزارنی چاہیے۔ اسلام مسلمانوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں اپنے اوپر بوجھ ڈالیں۔ لیکن درحقیقت یہ سادگی سکھاتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پیارا دین ہے، امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 287 میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔ ایک مسلمان کو سب سے پہلے اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرنی چاہیے، جو بلاشبہ اس کے اندر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے طور پر پورا کرنے کی ان کی طاقت کسی مسلمان پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتی۔ اس کی تصدیق قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 286 میں ہوتی ہے

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اس کے بعد انہیں چاہیے کہ وہ اپنے دن میں سے کچھ وقت اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کے لیے نکالیں تاکہ وہ اپنی طاقت کے مطابق قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات پر عمل کر سکیں۔ صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حدیث کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو راغب کرتا ہے۔

اگر کوئی مسلمان اس طرز عمل پر قائم رہے تو ان پر ایسی رحمت نازل کی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنے تمام فرائض ادا کریں گے اور اس دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالیں گے اور اسراف اور اسراف کے بغیر۔

اس طرح ایک مسلمان اپنے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ اور اگر ان کے زیر کفالت افراد ہوں، جیسے کہ بچے، تو انہیں چاہیے کہ انہیں بھی یہی سکھائیں، اس طرح ان کے لیے بھی آسانیاں پیدا ہوں۔ خود پر زیادہ بوجھ ڈالنا چیزوں کو مشکل بنا دیتا ہے اور کسی کو مکمل طور پر چھوڑنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور بہت زیادہ آرام کرنا چیزوں کو مشکل بنا دے گا کیونکہ انسان سستی کی وجہ سے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے توازن بہترین ہے جس کی اسلام ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

جیسا کہ اسلام سادہ ہے، حلال اور حرام واضح، سمجھنے میں آسان اور عمل کرنے میں آسان ہے۔ لہذا کسی کو اپنے یا اپنے زیر کفالت افراد کے لیے دینی علم کی تحقیق اور اس پر عمل کر کے ایسی چیزوں کو پیچیدہ نہیں کرنا چاہیے جس کی جڑیں ہدایت کے دو ماخذ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں نہ ہوں۔ جب کوئی ان دونوں ذرائع پر سختی سے عمل کرے گا تو وہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی محسوس کرے گا۔

آخر میں، توسیع کے ذریعہ انسان کو اپنی دنیاوی زندگی کو سادہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی اسراف اور فضول خرچی سے گریز کرتے ہوئے اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق حلال مال جیسی مادی دنیا کے لیے کوشش کرتا ہے۔ جو جتنا زیادہ اس پر عمل کرے گا اس کی دنیاوی زندگی اتنی ہی پر سکون ہوتی جائے گی۔ جب یہ ان کے سادہ مذہب کے ساتھ جوڑا جاتا ہے، تو یہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

آسانی کا مذہب - 2

صحیح بخاری نمبر 6125 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کے لیے مشکل بنانے کی بجائے آسان بنانے کی تلقین فرمائی۔ اور دوسروں کو خوشخبری دینا اور نہ ڈرانا۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ چیزوں کو آسان بنائے، سب سے پہلے اپنے لیے اسلامی علم سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے، تاکہ وہ اپنے واجبات کو پورا کر سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات پر عمل کر سکے اور اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات۔ اس سے انہیں فضول خرچی یا اسراف کے بغیر حلال چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ملے گا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق عمل صالح کے لیے کرے نہ کہ اپنے اوپر بوجھ ڈالے، کیونکہ اسلام میں یہ ناپسندیدہ ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ متوازن طرز عمل ہمیشہ بہترین ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں، خاص طور پر مذہبی معاملات میں، تاکہ لوگ اسلام سے نفرت نہ کریں، یہ مانتے ہوئے کہ یہ ایک بوجھل مذہب ہے جبکہ یہ ایک سادہ اور آسان مذہب ہے۔ اس کی تصدیق امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 287 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ دوسروں کو، خصوصاً بچوں کو سکھانا ضروری ہے۔ اگر بچے غلط طور پر مانتے ہیں کہ اسلام ایک مشکل مذہب ہے تو وہ بڑے ہو کر اس سے منہ موڑ لیں گے۔ بچوں کو سکھایا جائے کہ اسلام میں کچھ ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا اور وہ اچھے اور صحت مند طریقوں سے تفریح کے لیے کافی وقت چھوڑ دیتے ہیں۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دینی معاملات میں اپنے یا دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کاہل ہو جائے اور دوسروں کو کاہل ہونا سکھائے، کیونکہ کم از کم فرائض کو ہر وقت پورا کرنا ضروری ہے، الا یہ کہ اسلام اس سے مستثنیٰ ہو۔ سستی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا، صرف اپنی خواہشات کو مانتا ہے۔

دوسروں کے لیے چیزوں کو آسان بنانے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسروں سے اپنے مکمل حقوق کا مطالبہ نہیں کرتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی مدد کرنے اور دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے ان کی جسمانی یا مالی طاقت جیسے وسائل کا استعمال کرنا چاہیے۔ بعض صورتوں میں دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی سزا کا باعث بنتی ہے۔ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے ایک مسلمان کو صرف بعض صورتوں میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے جن پر ان کے حقوق ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بالغ بچے کو گھر کے کسی خاص کام سے عذر کر سکتے ہیں اور یہ کام خود کر سکتے ہیں، اگر ان کے پاس بغیر کسی پریشانی کے ایسا کرنے کا ذریعہ ہے، خاص طور پر اگر وہ بچہ کام سے تھک کر گھر لوٹتا ہے۔ یہ نرمی اور رحم نہ صرف اللہ تعالیٰ کو ان پر زیادہ رحم کرنے کا باعث بنے گا بلکہ اس سے لوگوں میں ان کے لیے محبت اور احترام بھی بڑھے گا۔ جو ہمیشہ اپنے پورے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے وہ گنہگار نہیں ہے لیکن اگر وہ اس طرح کا برتاؤ کریں گے تو وہ اس اجر و ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔ لیکن جو لوگ دوسروں کے لیے مشکلیں پیدا کرتے ہیں وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دونوں جہانوں میں مشکلیں پیدا کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور عظیم انعامات کی یاد دلائے جو وہ مسلمانوں کو اس دنیا اور آخرت میں عطا کرتا ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرتے ہوئے اور تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ یہ

طریقہ زیادہ تر معاملات میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دینے میں زیادہ کارگر ہے۔ صرف بعض صورتوں میں جب کوئی شخص خواہش مندانہ سوچ میں مبتلا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہو، اس امید کے ساتھ کہ وہ کامیاب ہو جائے گا، کیا کسی مسلمان کو ان کے اس عمل کے نتائج سے خبردار کرنا چاہیے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنا چاہیے۔

ایک توازن بہترین ہے جس کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ پر امید رکھتا ہے، اس کی اطاعت اور اس سے ڈرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ گناہوں سے بچا جا سکے۔ اور جب بھی کوئی عدم توازن محسوس کرتا ہے یا دوسروں کو دیکھتا ہے جو عدم توازن کا شکار ہو چکے ہیں تو ایک مسلمان کو اپنے آپ کو اور دوسروں کو صحیح درمیانی راستے پر لانے کے لیے مناسب طریقے سے عمل کرنا چاہیے۔

آسانی کا مذہب - 3

صحیح مسلم نمبر 7129 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دینی مسائل پر گفتگو کرتے وقت صحیح وقت کا انتخاب کرتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چاہتے تھے۔ زیادہ بوجھ یا ان کو برداشت کرنا۔

حالانکہ ایک مسلمان کے پاس اس کے سوا کوئی عذر نہیں ہے کہ وہ اپنے فرض کو پورا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو سیکھے اور اس پر عمل کرے، کیونکہ یہ اس کے ایمان کے دعویٰ کا عملی ثبوت ہے، اس سے کم نہیں۔ ہر مسلمان کو اپنی ذہنی اور جسمانی طاقت کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور دوسروں کے ساتھ ان کی ذہنی اور جسمانی طاقت کے مطابق سلوک کرنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ خود تنگ نہ ہوں اور نہ ہی دوسروں کو اسلام سے تنگ کریں۔ یا تو

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہر شخص کو منفرد بنایا گیا ہے اور اسے مختلف نعمتیں اور تحفے دیئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ لوگوں میں زیادہ رضاکارانہ روزے رکھنے کی طاقت ہوتی ہے جبکہ دوسروں میں نہیں۔ کچھ کے پاس دماغی طاقت ہوتی ہے کہ وہ دن بھر قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ میں گزار سکیں، جب کہ دوسروں کے پاس نہیں۔ کچھ لوگ خوشی سے سارا دن دوسروں کے ساتھ مذہبی مسائل پر گفتگو کر سکتے ہیں، جبکہ دوسروں کے پاس ایسا کرنے کے لیے توجہ یا ذہنی طاقت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ ان کاموں کی طاقت نہیں رکھتے وہ برے مسلمان ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی صلاحیت، طاقت، نیت اور اس کے اعمال کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ اس بحث کا مطلب یہ ہے کہ جب رضاکارانہ مذہبی معاملات میں جدوجہد کرنے کی بات آتی ہے تو مسلمانوں کو اپنے آپ یا دوسروں پر زیادہ سخت نہیں ہونا چاہئے۔ ایک مسلمان کو اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ وہ تنگ نہ ہوں اور مکمل طور پر ہار نہ ماننے کے لیے تھوڑی بہت کوشش کریں۔ اگر کسی مسلمان کو رضاکارانہ دینی معاملات میں کوشش کرنے کی طاقت دی گئی ہے تو انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں، جیسا کہ اس نے

انہیں عطا کیا ہے۔ اس کو سمجھنا غرور کے مہلک گناہ کو روک دے گا، جس کی قیمت ایک ایٹم کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

دوسروں کے لیے چیزوں کو آسان بنانا چاہیے، خاص طور پر بچوں کے لیے، تاکہ وہ سمجھیں کہ اسلام ایک سادہ اور آسان مذہب ہے، جس میں چند ذمہ داریاں ہیں، جن کا مقصد دونوں جہانوں میں کامیابی اور امن کے حصول میں ان کی مدد کرنا ہے۔

آسانی کا مذہب - 4

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر دیکھی جس پر مختصراً بات کی جائے گی۔ اس نے ایک کامیاب غیر مسلم تاجر کے بارے میں اطلاع دی۔ اس میں بتایا گیا کہ اس نے اپنے کاروبار کے آغاز میں کس طرح جدوجہد کی اور کتنے سالوں کی محنت، تناؤ اور قربانی نے ملٹی ملین پاؤنڈ کا کامیاب کاروبار کیا۔ اس سے مجھے قرآن پاک کی ایک آیت یاد آئی جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی کوششوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ باب 11 بود، آیت 115

”اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔“

یہ آیت امید فراہم کرتی ہے کہ جب تک کوئی حلال اور فائدہ مند کام کرنے کی کوشش کرے گا اس کی کوششیں ضائع نہیں ہوں گی۔ اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی کوششوں کو ضائع نہیں کرتا جو اس پر ایمان بھی نہیں رکھتے تو وہ ان مسلمانوں کی حمایت کیوں نہیں کرے گا جو اس کی وحدانیت اور ربوبیت پر یقین رکھتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مادی دنیا کے لیے لوگوں کی کوششوں کو ضائع نہیں کرتا تو آخرت کی بھلائی کے لیے کوشش کرنے والوں کی کوششوں کو کیسے ضائع کر سکتا ہے؟

لہذا لوگوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ بدقسمتی سے، کچھ مسلمانوں نے کچھ مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد حلال آمدنی حاصل کرنے کی جدوجہد ترک کر دی ہے۔ اس کے بجائے وہ سماجی فوائد حاصل کرنے کا انتخاب کرتے ہیں اور معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ جو لوگ وظائف حاصل کرنے کے حقدار ہیں وہ ان سے استفادہ کرتے رہیں کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔ لیکن جو اپنے لیے کمانے کی استطاعت رکھتے ہیں وہ ایسا کریں اور معاشرے میں اپنا حصہ ڈالیں۔

یہ آیت مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے، چاہے وہ ان کی کوششوں کی قدر نہ کریں۔ اگر کوئی خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرے تو اسے یقین ہونا چاہیے کہ ان کی کاوشیں درج ہو چکی ہیں اور اس کا اجر دونوں جہانوں میں ملے گا۔

نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان جو بھی حلال عمل کرے، خواہ وہ دنیاوی ہو، جیسے کاروبار کا موقع ہو، یا وہ کوئی دینی کام انجام دے، اسے اس میں پوری کوشش کرنی چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور ان کو عطا فرمائے گا۔ کامیابی، جلد یا بدیر

شائستگی - 1

جامع ترمذی نمبر 2458 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے سچی تواضع کرنے میں سر اور اس میں موجود چیزوں کی حفاظت کرنا اور پیٹ کی حفاظت کرنا شامل ہے۔ اس میں موت کو کثرت سے یاد رکھنا ہے۔ انہوں نے یہ اعلان کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ جو شخص آخرت کی تلاش کا ارادہ رکھتا ہے وہ مادی دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حیا وہ چیز ہے جو لباس سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو کسی کی زندگی کے ہر پہلو کو گھیرے ہوئے ہے۔ سر کی حفاظت میں زبان، آنکھ، کان اور خیالوں کو بھی گناہوں اور لغو باتوں سے بچانا شامل ہے۔ فضول چیزوں سے بچنا ضروری ہے کیونکہ وہ قیامت کے دن ایک شخص کے لیے ندامت کا باعث ہوں گی اور یہ اکثر گناہوں کے ارتکاب کا پہلا قدم ہوتے ہیں۔ گو کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اور جو کچھ دیکھتے ہیں وہ دوسروں سے چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے ان باتوں کو چھپا نہیں سکتے۔ لہذا جسم کے ان اعضاء کی حفاظت کرنا سچی حیا کی علامت ہے۔

پیٹ کی حفاظت کا مطلب ہے کہ حرام مال اور کھانے سے بچنا چاہیے۔ یہ کسی کے نیک اعمال کو رد کرنے کا باعث بنے گا۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی اور پوشیدہ بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری اور ظاہری بنیاد حلال کی کمائی اور استعمال ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تواضع میں موت کو کثرت سے یاد کرنا بھی شامل ہے۔ موت کو یاد رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ انسان کو خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے باز رہنے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ کسی کو یقین نہیں ہوتا کہ موت کب آئے گی۔ یہ یاد دلاتا ہے کہ یہ

دنیا ان کا مستقل گھر نہیں ہے اور وہ اس سے ضرور چلے جائیں گے۔ اس کو یاد رکھنا انسان کو اپنی منزل یعنی آخرت کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دے گا۔ اس تیاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ دوسری طرف جو شخص موت کی یاد سے پرہیز کرتا ہے وہ اپنے سفر آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیتا ہے اور اپنی نعمتوں اور وسائل کو اس دنیا سے لطف اندوز ہونے اور سنوارنے میں لگا دیتا ہے۔ یہ رویہ اللہ کو یاد کرنے اور اس کی سچی اطاعت سے روکے گا اور یہ دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

آخر میں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع میں شامل ہے کہ آخرت کو اس مادی دنیا کی زیادتی پر ترجیح دی جائے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس میں فضول خرچی یا اسراف کے بغیر اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مادی دنیا سے لینا بھی شامل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ باب 7 الاعراف، آیت 31

”اور کھاؤ پیو، لیکن حد سے زیادہ نہ ہو۔ بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

آخرت کو ترجیح دینے میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں، بجائے اس کے کہ اپنی خواہشات کو پورا کریں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ دنیا اور آخرت میں امن اور کامیابی پائے گا۔ اس لیے یہ کامیابی اور سکون صرف اس مادی دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں سے لطف اندوز ہونے پر آخرت کو ترجیح دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

شائستگی - 2

جو ہمیشہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ان کا مشاہدہ کر رہا ہے وہ اس کی شرم و حیا کو اپنائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو یاد کرنا، جب کہ انسان ناشکری کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کا حلیم بننے کی ترغیب دے گا۔ آخر میں یہ یاد رکھنا کہ ایک دن آئے گا جب ان سے ان کی زندگی کی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرمندگی اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی جائے گی۔

اللہ عزوجل کی شرمندگی کو تقویت دینے والی چیز اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جب بھی کسی کے دل میں کوئی بری خواہش آجائے۔ اس لیے کہ دل کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خواہش سے پوری طرح باخبر ہے۔ اگر یہ رویہ کسی شخص میں قائم ہو جائے تو ان کی شرم گاہ اللہ تعالیٰ مضبوط ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ خوف کہ اللہ تعالیٰ ان کی خواہشات اور افعال کی وجہ سے ناپسندیدگی میں ان سے منہ موڑ لے گا اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی شرمندگی کو تقویت ملتی ہے۔ لیکن یہ شرم و حیا کمزور ہو سکتی ہے اور بعض صورتوں میں اس صورت میں غائب ہو سکتی ہے جب کوئی شخص اپنے بیان کردہ طریقے پر پرکھنا چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات میں خلوص نیت سے اطاعت کو ترک کر دے۔

آخرت - 1

جامع ترمذی نمبر 2417 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے پاؤں اس وقت تک نہیں ہلے گے جب تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے۔

پہلا ان کی زندگی کے بارے میں ہے اور انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ اس سے مراد ایک شخص کو دیا گیا وقت ہے۔ ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ موت اکثر غیر متوقع وقت پر آتی ہے۔ ایک مسلمان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں گے، کیونکہ بہت سے لوگ ایسا ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ حقیقت میں، اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کی عمر کتنی ہی پہنچ جاتی ہے، ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ اس کی زندگی ایک جھلک میں گزری۔ ایک مسلمان کو یہ یقین نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے، جیسے کہ مسجد میں باجماعت نماز کے لیے جانا، جب وہ بوڑھے ہو جائیں، کیونکہ یہ خواہش مندانہ سوچ ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس عمر کو پہنچ جائے، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں مادی دنیا میں بہت زیادہ مشغول تھے، ان کے ماحول میں تبدیلی کا ان کے کردار اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر بہت کم مثبت اثر پڑے گا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تاخیر کرنے کے بجائے اس وقت کو استعمال کرے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اس پر ہو جو شخص اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کریں، قطع نظر اس کے کہ وہ کتنے ہی عرصے تک زندہ رہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جو اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہے وہ اسے فضول کاموں میں ضائع کرتے ہوئے پائے گا جس کی وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ انہوں نے اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال نہیں کیا۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکامی بھی قیامت کے دن بہت زیادہ افسوس کا باعث ہوگی، خاص طور پر جب وہ اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے والوں کے اجر کا مشاہدہ کریں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلا سوال ان کے علم کے بارے میں ہوگا اور انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مفید دنیوی اور دینی علوم کے حصول کی کوشش کریں اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اس پر عمل کریں۔ لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے پورا کریں۔ جو جاہل رہتا ہے یا اپنے علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے اس کی دونوں جہانوں میں کامیابی کا امکان نہیں۔ ایک شخص اپنے مطلوبہ مقام پر تبھی پہنچ پائے گا جب وہ پہلے صحیح راستہ تلاش کرے اور پھر اس سے نیچے کا سفر کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص صحیح راستے کے معنی تلاش کرنے، علم حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، یا اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے، یعنی اپنے علم پر عمل کرتا ہے، تو وہ اپنی مطلوبہ منزل یعنی دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔ مفید علم جس پر عمل کیا جائے وہ تمام بھلائیوں کا باعث بنتا ہے، جبکہ علم کا غلط استعمال دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث بنتا ہے۔

تیسرا اور چوتھا سوال قیامت کے دن لوگوں سے ان کی دولت کے بارے میں کیا جائے گا، خاص طور پر، انہوں نے اسے کیسے کمایا اور کیسے خرچ کیا۔ سب سے پہلے، مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صرف حلال مال حاصل کریں اور مشتبہ یا ناجائز دولت سے بچیں۔ ناجائز دولت صرف اس کے تمام اعمال صالحہ کو رد کرنے کا باعث بنتی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر کسی کی بنیاد ہی حرام پر ہو تو اس سے نکلنے والی ہر چیز کو حرام سمجھا جائے گا اور اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رد کر دیا ہے۔ جس طرح اسلام کی اندرونی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی خارجی بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان حلال مال حاصل کرنے اور اسے حلال چیزوں پر خرچ کرنے میں آزاد ہے، جیسے کہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو بغیر فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے پورا کرنا۔ دولت دونوں جہانوں میں انسان کے لیے بڑی نعمت بن سکتی ہے جب اسے صحیح طریقے سے حاصل کیا جائے اور خرچ کیا جائے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو یہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے بڑی ندامت بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6444 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ قیامت کے دن مالداروں کو بہت کم بھلائی ملے گی، سوائے ان لوگوں کے جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ، عالی۔ فضول چیزوں پر خرچ کرنے سے پہلے اس عظیم اجر کو کھونے پر غور کرنا چاہیے جو قیامت کے دن ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اپنا مال صحیح طریقے سے خرچ کیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ صرف ان طریقوں پر خرچ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، اور گناہ اور فضول خرچ سے بچتے ہیں۔

آخری سوال کسی کے جسم کے بارے میں ہوگا اور اس نے اسے کیسے استعمال کیا۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم کے ہر عضو مثلاً بصارت اور سماعت کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ یہ سچا شکر ہے اور اس لیے مزید برکات کا باعث بنتا ہے۔
باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔“

اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ بری اور فضول باتوں سے اجتناب کریں، کیونکہ آخر الذکر کو قیامت کے دن بہت زیادہ پشیمانی ہوگی اور یہ اکثر بری باتوں کا باعث بنتا ہے۔ جو اچھا ہو وہ بولے یا خاموش رہے۔

اس کے علاوہ، انہیں اپنی جسمانی طاقت کو ان طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، اس سے پہلے کہ وہ اس دن تک پہنچ جائیں جب وہ اسے کھو بیٹھیں اور نیک اعمال انجام دینے کے قابل نہ ہوں۔ امید ہے کہ جو اپنی طاقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری کے وقت ان کی مدد فرمائے گا۔ درحقیقت، جو اپنی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے، اسے بیمار ہونے پر بھی وہی ثواب ملے گا، چاہے وہ اب وہی نیک اعمال انجام نہ دے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو اپنی جسمانی اور زبانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھنا چاہیے، کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کی نشانی ہے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخرت - 2

جامع ترمذی نمبر 1376 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ایسے اعمال صالحہ کی نصیحت فرمائی جو ایک مسلمان کو ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ پہنچاتے رہیں، یعنی جاری صدقہ، مفید علم اور نیک اولاد جو دعا کرنے والا ہو۔ ان کے فوت شدہ والدین

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیاوی ورثے آتے جاتے ہیں۔ کتنے امیر اور طاقتور لوگوں نے بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے مرنے کے فوراً بعد انہیں توڑ دیا جائے اور انہیں بھلا دیا جائے۔ ان میں سے کچھ وراثت سے پیچھے رہ جانے والی چند نشانیاں صرف لوگوں کو ان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ اس کی مثال فرعون کی عظیم سلطنت ہے۔ اسلام نہ صرف مسلمانوں کو نیک اعمال کی صورت میں اپنے آگے آخرت کے لیے برکتیں بھیجنے کا درس دیتا ہے بلکہ یہ مسلمانوں کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ وہ اپنے پیچھے ایک خوبصورت میراث چھوڑیں جس سے وہ اور دوسرے لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے مال و جائداد کے بارے میں اس قدر فکر مند ہیں کہ وہ انہیں چھوڑ کر ہی چلے جاتے ہیں جس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ ان کے پاس اپنے لئے میراث بنانے کے لئے کافی وقت ہے، کیونکہ موت کا لمحہ نامعلوم ہے اور اکثر لوگوں پر غیر متوقع طور پر حملہ آور ہوتا ہے۔ آج کا دن ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے پیچھے چھوڑے جانے والے ورثے پر صحیح معنوں میں غور کرنا چاہیے اور اگر یہ صالح ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے، جس نے انہیں ایسا کرنے کی توفیق بخشی۔ لیکن اگر کوئی ایسی چیز ہے جو ان کے لیے فائدہ مند نہیں ہے تو وہ کوئی ایسی چیز تیار کریں جو ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے فائدہ مند ہو، تاکہ وہ نہ صرف آخرت کے لیے نیکی بھیجیں بلکہ نیکی بھی پیچھے چھوڑ جائیں۔ امید ہے کہ جو اس طرح خیر میں گھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔

صحیح حدیث میں جاری صدقہ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس سے مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے، جیسے پانی کا کنواں۔ جب تک مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی عطیہ کرنے والے کو مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا۔

مفید علم میں دنیوی اور دینی دونوں علم شامل ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 3641 میں موجود حدیث کے مطابق مفید علم کو پیچھے چھوڑنا تمام انبیاء علیہم السلام کی روایت ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مال و دولت کو پیچھے چھوڑنے کی بجائے اس روایت کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اہم حدیث کا یہ حصہ مفید علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی بھی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ دوسروں کو سکھانے سے پہلے اسے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی سیکھنے اور سکھانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، تو وہ کسی اور کے لیے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کرے، جیسے کہ علم کے طالب علم کی سرپرستی کرنا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ علم کے اس طالب علم کے ذریعہ پھیلانے گئے کسی بھی مفید علم کے اجر کا پورا حصہ حاصل کریں۔

بنیادی حدیث میں مذکور حتمی بات تب ہی پوری ہو سکتی ہے جب کوئی اپنے بچے کی پرورش اسلامی تعلیمات کے مطابق کرے۔ ورنہ وہ اپنے فوت شدہ والدین کی طرف سے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کی زحمت گوارا نہیں کریں گے۔ اس کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ مثال کے طور پر رہنمائی کرنا ہے۔ مطلب، والدین کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے بچے کے لیے عملی نمونہ بننا چاہیے۔ ایسا سلوک کرنے والا یہ پائے گا کہ ان کا بچہ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد ان کے لیے باعث برکت بن جاتا ہے جیسا کہ ان کا بچہ ان کے لیے صدق دل سے دعا کرتا رہے گا۔

آخرت - 3

صحیح بخاری نمبر 6442 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ انسان کا اصل مال وہی ہے جو وہ آخرت کے لیے آگے بھیجتا ہے اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑتا ہے وہ درحقیقت اس کا مال ہے۔ ان کے وارث

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی دولت جیسی زیادہ سے زیادہ برکتیں بھیجیں، جتنی کہ وہ ان کو ایسے طریقوں سے استعمال کر کے آخرت کے لیے بھیجیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اس میں فضول خرچی، ضرورت سے زیادہ یا اسراف کے بغیر کسی کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا شامل ہے۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

لیکن اگر کوئی مسلمان ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرتا ہے تو وہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں تناؤ اور عذاب کا باعث بن جائے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں۔ باب طہ، آیت 20 124:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اور اگر وہ ان کو جمع کر کے اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ دیں تو ان کو حاصل کرنے کے لیے ان سے حساب لیا جائے گا اگرچہ ان کے جانے کے بعد دوسرے ان سے لطف اندوز ہوں گے۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ان کے وارثین نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا جبکہ اس کو جمع کرنے والا قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ یا اگر ان کا وارث نعمتوں کا غلط استعمال کرے تو یہ نعمت حاصل کرنے والے اور اس کے وارث دونوں کے لیے بڑا پشیمان ہو جائے گا، خاص طور پر اگر انہوں نے اپنے وارث کو نہیں سکھایا جیسے کہ ان کے بچے کو، کہ نعمتوں کا صحیح استعمال کیسے کریں، جیسا کہ یہ تھا۔ ان پر فرض ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا خاندان اور وہ تمام دنیاوی نعمتیں جو اس نے جمع کی تھیں ان کو اس کی قبر پر چھوڑ دیں گے اور ان کے پاس صرف ان کے اعمال باقی رہ جائیں گے۔ صحیح بخاری نمبر 6514 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ وہ اپنی دنیاوی نعمتوں کو نیکیوں میں تبدیل کریں، ان طریقوں سے استفادہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، تاکہ وہ انہیں اپنے ساتھ اپنی تنہا قبر میں لے جائیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تنہا اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ اپنی بقیہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے آخرت تک لے جائیں جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ بصورت دیگر، وہ اس دنیا میں تنگدستی کی زندگی گزاریں گے، خواہ ان کے پاس ساری دنیا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، دلوں کا حاکم، صرف انہی لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اپنی دنیاوی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ اور ندامت سے بھرے رہیں گے۔ باب 18 الکہف، آیات 103-104:

کہہ دو کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے بارے ”
میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ
”کام میں اچھا کر رہے ہیں۔

آخرت - 4

جامع ترمذی نمبر 2559 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جنت سختیوں سے گھری ہوئی ہے اور جہنم خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔

یعنی جنت کی طرف جانے والا راستہ مشکلات اور مصائب پر مشتمل ہے۔ اکثر صورتوں میں انسان اس دنیا میں کسی نہ کسی مشکل سے گزرے بغیر بھلائی حاصل نہیں کر سکتا، جیسے کہ اپنی توانائیاں لگا کر، پھر کوئی کیسے یقین کرے کہ وہ مشکلات کا سامنا کیے بغیر جنت حاصل کر سکتا ہے؟ تاریخ کے اوراق پلٹیں تو معلوم ہوگا کہ صالحین کو ہمیشہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ جنت کے راستے میں مشکلات ہیں انہوں نے مشکلات کی بجائے منزل پر توجہ مرکوز رکھی۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2472 میں موجود حدیث میں ایک مرتبہ اعلان فرمایا کہ آپ سے زیادہ کسی کو آزمایا نہیں گیا۔ اس دنیا میں جنت کی مستقل نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے ادا کرنے کے لیے ایک انتہائی چھوٹی قیمت ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ ہر آسانی کے وقت منزل کی طرف متوجہ رہیں تاکہ شکر گزاری کو اختیار کریں، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمتوں کا استعمال شامل ہے، اور ہر وقت میں منزل پر توجہ مرکوز رکھیں۔ مشکل، صبر کو اپنانے سے، جس میں شکایت کرنے سے گریز کرنا اور قول و فعل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھنا شامل ہے۔

جہنم کا راستہ خواہشات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھنے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اگرچہ اس دنیا میں حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا حرام نہیں ہے، لیکن ایک مسلمان کو چاہیے کہ ان میں حتی الامکان کمی کرے کیونکہ یہ حلال خواہشات اکثر ناجائز خواہشات کا باعث بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ ایسا سلوک کرنے والا اپنے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ ایک مسلمان کو اپنی خواہشات یا دوسروں کی خواہشات کو کبھی نہیں ماننا چاہئے اگر اس کا مطلب یہ

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے کیونکہ خواہشات کی تکمیل کی لذت جلد ختم ہو جاتی ہے جبکہ پشیمانی اور ممکنہ عذاب طویل رہتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک خواہش کی تکمیل کسی کو بہتر محسوس نہیں کرے گی اگر وہ جہنم میں ختم ہو جائے۔ اور جس مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ انہیں برا نہیں لگے گا اگر وہ جنت میں ختم ہو جائیں۔

آخرت - 5

صحیح مسلم نمبر 7232 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے دن لوگ اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے جس حالت میں وہ زمین پر مرے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نیکی پر مرتا ہے تو وہ بھلائی پر زندہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ برائی پر مریں گے تو وہ برے طریقے سے اٹھائے جائیں گے۔

ایک مسلمان کو یہ یقین کر کے غافل نہیں رہنا چاہئے کہ وہ اسلام پر ایمان رکھتے ہیں یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ مریں گے اور قیامت کے دن اچھی حالت میں اٹھائے جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں اور پھر اسی حالت میں بغیر سچی توبہ کے مر جائیں تو وہ برے طریقے سے اٹھائے جائیں گے۔ قیامت کے دن اس شخص کا کیا بنے گا اس کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس حالت میں وہ مریں گے اسی حالت میں مریں گے۔ یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی بسر کرتے ہوئے، اس کے احکام کو سچے دل سے بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرتے ہیں، تو وہ ان کے لیے نیک عمل کریں گے۔ اچھی حالت میں مریں اور اس لیے اچھی حالت میں اٹھائے جائیں، جس میں صالحین کے ساتھ اٹھانا بھی شامل ہے، جیسا کہ وہ عملی طور پر ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے جہنم کے راستے پر نہیں چلنا چاہیے، جس میں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنا ہے، اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اچھی حالت میں زندہ ہو کر جنت میں متقیوں میں شامل ہو جائیں گے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

آخرت - 6

صحیح مسلم نمبر 7420 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ صرف وہی مال ہے جس کا تعلق تین چیزوں سے ہے۔

پہلا یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے خوراک کے حصول اور استعمال پر خرچ کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ کھانے پر معقول حد تک فضول خرچی، فضول خرچی یا اسراف کے بغیر خرچ کرے کیونکہ یہ گناہ سمجھا جا سکتا ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 31

”اور کھاؤ پیو، لیکن حد سے زیادہ نہ ہو۔ بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف حلال ہی کھائیں کیونکہ صحیح مسلم نمبر 2346 میں موجود حدیث کے مطابق اگر کسی کی دعا حرام کھا جائے تو اس کی دعا رد ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کی دعا رد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے باقی اعمال کیسے قبول کر سکتا ہے؟ اعلیٰ؟ درحقیقت صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حرام سے جڑی نیکی رد ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔

آخر میں ایک مسلمان کو یہ ذہنیت اختیار کرنی چاہیے کہ وہ سادہ کھانا کھاتے ہیں تاکہ وہ زندہ رہنے کے لیے کھاتے ہیں اور کھانے کے لیے زندہ نہیں رہتے، جس کی وجہ سے وہ زیادہ اہم ذمہ داریوں اور فرائض سے مسلسل اپنے پیٹ میں مشغول رہتے ہیں۔

اگلی چیز جس پر کوئی اپنی حقیقی دولت خرچ کرتا ہے وہ ہے ان کے کپڑوں پر۔ ایک بار پھر، ایک مسلمان کو اسراف اور فضول خرچی سے بچنا چاہیے، کیونکہ ان لوگوں کو شیطان کے بہن بھائیوں کا لقب دیا گیا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

"...بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"

ایک مسلمان کو اچھے، صاف اور سادہ لباس سے خوش ہونا چاہیے کیونکہ سنن ابن ماجہ نمبر 4118 کی حدیث کے مطابق یہ ایمان کا ایک پہلو ہے۔ بہت زیادہ دولت یا وقت۔ اچھے لگنے کی لگن کو کبھی بھی ان کے فرائض اور ذمہ داریوں سے روکنا نہیں چاہئے۔ سچی بات یہ ہے کہ جتنا کوئی ان کی شکل و صورت میں مشغول ہوگا اتنا ہی وہ اپنی زندگی کے دیگر پہلوؤں جیسے کہ اپنی گاڑی، گھر اور کھانے میں اسراف اختیار کرے گا۔ یہ انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

انسان کی اصل دولت وہ ہے جسے وہ آخرت کے لیے آگے بھیجتا ہے اور اسے ایسے طریقوں سے خرچ کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس میں فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ضروریات اور ان کے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا شامل ہے۔ اس میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ جتنا زیادہ ان

نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے گا، دونوں جہانوں میں اتنا ہی زیادہ سکون اور کامیابی ملے گی۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ پہلی دو چیزوں کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دے رکھی ہے، کیونکہ یہ ان کے رزق کا ایک حصہ ہیں جو بدل نہیں سکتیں اور آسمانوں اور آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص تھیں۔ زمین اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ ان کی تلاش میں اعتدال کا مظاہرہ کریں اور آخری پہلو پر زیادہ توجہ دیں۔ دولت حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی دیگر تمام صورتیں حقیقت میں کسی شخص سے تعلق نہیں رکھتیں اور دوسروں کے لیے اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے پیچھے رہ جائیں گی، حالانکہ قیامت کے دن ان سے اس کا حساب لیا جائے گا۔

آخرت - 7

صحیح مسلم نمبر 2864 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردار کیا کہ قیامت کے دن سورج کو مخلوق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ اس سے لوگوں کو ان اعمال کے مطابق پسینہ آئے گا جو انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران کیے تھے۔ بعض کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک، بعض کا گھٹنوں تک اور بعض کا منہ تک پہنچے گا۔

کسی کو صرف اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ شدید گرمی کے موسم کا شکار ہوئے تھے اور گرمی نے ان کے رویوں اور رویوں پر کیا اثر ڈالا تھا تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جاسکے کہ قیامت کے دن جب سورج کو ان کے اتنا قریب لایا جائے گا تو صورتحال کتنی مشکل ہو گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ اسے قیامت کے دن نرمی ملے گی۔ لیکن وہ لوگ جو سست، آرام دہ اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں زمین پر اپنی زندگی کے دوران دی گئی تھیں، قیامت کے دن ان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا جائے گا۔ سیدھے الفاظ میں جو یہاں کوشش کرے گا وہ وہاں آرام کرے گا لیکن جو یہاں آرام کرے گا وہ وہاں مشکل میں پڑے گا۔

جس طرح لوگ اس مادی دنیا میں سخت محنت کرتے ہیں تاکہ وہ آرام دہ زندگی حاصل کر سکیں اور آرام سے ریٹائرمنٹ بھی حاصل کر سکیں، حالانکہ ریٹائرمنٹ کی عمر تک پہنچنا گوارا نہیں ہے، مسلمانوں کو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اس سے بھی زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ ان کو نعمتیں ان طریقوں سے عطا کی گئی ہیں جو اس کی خوشنودی کے لیے ہیں، تاکہ وہ اس دنیا میں اور اس دن کے موقع پر امن و سکون حاصل کر سکیں جو یقینی ہے۔ ایک ایسے دن کے لیے کوشش کرنا بڑی جہالت کی علامت ہے جو کبھی نہ پہنچ سکے، یعنی ریٹائرمنٹ کے دن، اور اس دن کے لیے کوشش نہ کرنا جس تک پہنچنے اور تجربہ کرنے کی ضمانت دی گئی ہو، یعنی یوم حشر۔

آخرت - 8

جامع ترمذی کی حدیث نمبر 484 میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جس نے اس پر سب سے زیادہ درود و سلام بھیجا ہو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا قرآن پاک میں زبانی حکم دیا گیا ہے اور بہت سی احادیث میں نصیحت کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری، نمبر 3370۔ باب الاحزاب، آیت 56-33 :

بے شک اللہ نبی پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اس پر ”درود و سلام مانگو۔“

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اگر کوئی اس پر صحیح طور پر درود و سلام بھیجنا چاہتا ہے تو اسے اس کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرتے ہوئے عمل کے ذریعے اپنے قول کی تائید کرنی چاہیے۔ وہ اپنی خواہشات کے مطابق اس کی روایات کی ترجیح کو دوبارہ ترتیب نہ دیں۔ درحقیقت یہ پہلا قدم ہے جو قرآن مجید کی ایک اور آیت، باب 3، آل عمران، آیت 31 کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ” اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

جب کوئی اس رویہ پر قائم رہتا ہے تو اس سے وہ اپنے دنیاوی فرائض کو نظر انداز کیے بغیر اس مادی دنیا پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دے گا۔ یعنی یہ انہیں دکھائے گا کہ انہیں جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کیسے کریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تنہیں اپنے فرائض کو پورا کریں۔ اس میں فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر ان کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنا شامل ہے۔ اس سے ہر ایک کو صحیح طریقے سے ہر صورت حال سے گزرنے کا موقع ملے گا، خواہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکلات کے، مادی دنیا، اپنی خواہشات یا دوسرے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کے بغیر۔ یہ رویہ انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے کی اجازت دے گا، بغیر کسی چیز یا کسی شخص کے لیے خود کو نظر انداز کیے یا ضرورت سے زیادہ وقف کیے بغیر۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کوئی ایسی مثال قائم نہ فرمائی ہوگی جس کی پیروی اور اختیار کرنا ممکن نہ ہو۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم ”آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔“

ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق یہ حاصل کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے ایک مخلصانہ کوشش کی ضرورت ہے جس کی تائید اعمال سے ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ عملی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کا ثبوت دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت میں ان کے میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا صحیح بخاری نمبر 3688 ساتھ شامل ہوں گے۔

ہے -

آخرت - 9

جامع ترمذی نمبر 2460 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قبر یا تو جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے۔ یہ حدیث مزید بتاتی ہے کہ جب ایک کامیاب مومن کو ان کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ ان کے لیے کشادہ اور آرام دہ ہو جاتا ہے جب کہ گناہ گار کی قبر ان کے لیے انتہائی تنگ اور نقصان دہ ہو جاتی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ حقیقت میں ہر شخص اپنے اعمال کی صورت میں اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے ساتھ جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا لے جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے، تو یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو ان کے پاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے طریقوں سے عطا کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنی قبر کو جنت کا باغ بنانے کے لیے درکار اعمال کی تیاری کریں۔ لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں تو ان کے گناہ جہنم کے گڑھے کو پیدا کر دیں گے جس میں وہ قیامت تک آرام کریں گے۔

اس لیے مسلمانوں کو آج ہی عمل کرنا چاہیے اور اس تیاری میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں اور اکثر اچانک آجاتا ہے۔ آنے والے کل تک تاخیر کرنا بے وقوفی ہے اور یہ صرف پچھتاوے کا باعث بنتا ہے۔ جس طرح ایک شخص اس دنیا میں اپنے گھر کو سنوارنے میں بہت زیادہ توانائی اور وقت صرف کرتا ہے، جس گھر میں وہ صرف تھوڑے ہی عرصے کے لیے رہے گا، اسے اپنی قبر کو سنوارنے میں زیادہ محنت کرنی چاہیے، کیونکہ اس کا سفر ناگزیر ہے اور وہاں قیام بہت زیادہ ہے۔ طویل اور اگر کسی کو ان کی قبر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ بدتر ہوگا۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 4267 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ کسی کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ لوگ اور دنیاوی چیزیں، جیسے کہ ان کا کاروبار، وہ اپنی توانائی کا زیادہ تر حصہ اس کے لیے وقف کرتے ہیں، جب وہ اپنی قبر پر پہنچیں گے تو انہیں چھوڑ دیں گے۔ ان کے ساتھ صرف ان کے اعمال ہوں گے، وہی اعمال جو یہ طے کریں گے کہ انہیں جنت کے باغ میں رکھا جائے گا یا جہنم کے گڑھے میں۔

آخر میں، کسی شخص کو یہ فرض کرنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ اس کا ایمان اس کے جنت کے باغ کو یقینی بنانے کے لیے کافی ہے۔ ایمان ایک باطنی کیفیت ہے جو ظاہری طور پر اپنے اعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ دلوں کے جاننے والے نے یہی حکم دیا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جو بھی نیک عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم انہیں ان کے بہترین "اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اور سچی بات یہ ہے کہ جس طرح ایمان ایک درخت کی مانند ہے اسی طرح اس کی آبپاری اور پرورش عمل صالح سے ہونی چاہیے۔ اگر کوئی اپنے ایمان کے پودے کی پرورش کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ وہ قبر تک پہنچنے سے پہلے ہی مرجھا جاتا ہے۔

آخرت - 10

صحیح بخاری نمبر 103 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جس کے اعمال کی اللہ تعالیٰ نے جانچ پڑتال کی، قیامت کے دن اس کو سزا دی جائے گی۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگرچہ اس مادی دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا ممنوع نہیں ہے، لیکن وہ اکثر حرام کی طرف لے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول تقریر عام طور پر گناہ کی تقریر سے پہلے پہلا قدم ہے۔ اس کے علاوہ، جتنا زیادہ غیر ضروری حلال چیزوں میں ملوث ہوگا، قیامت کے دن اس کا احتساب اتنا ہی طویل ہوگا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قیامت کا دن ایک مشکل دن ہو گا۔ مثال کے طور پر سورج کو تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے حساب کتاب کا انتظار کر رہا ہو اور آخری فیصلہ کے وقت جہنم ان کے آمنے سامنے ہو گی۔ لہذا، جتنا طویل حساب کتاب ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ تناؤ برداشت کرے گا۔ اگرچہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف اور نجات دی جا سکتی ہے، لیکن اس سے کم نہیں، ان کا احتساب جتنا لمبا ہوگا، اتنا ہی زیادہ دباؤ وہ برداشت کریں گے۔ قیامت کے دن کو پچاس ہزار سال لمبا ہونے کی صورت میں دیکھ کر قرآن پاک کے مطابق چند دہائیوں کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے دن مشکل احتساب کا سامنا کرنا پڑے گا جو اتنا طویل رہے گا۔ باب 70 المعارج، آیت 4

”ایک دن کے دوران جس کی حد پچاس ہزار سال ہے۔“

لہذا بہتر ہے کہ ایک سادہ زندگی گزاری جائے تاکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کو کم سے کم کیا جا سکے۔ یہ ایک وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 4118 میں یہ نصیحت فرمائی کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ یہ سادہ زندگی ہے جس کی وجہ سے غریب مسلمان امیر مسلمانوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ

ان کا حساب کم ہوگا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4122 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ لوگ عام طور پر 80 سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتے ہیں، تو کیا عیش و عشرت کی زندگی گزارنا کوئی معنی نہیں رکھتا اگر اس سے جنت میں داخل ہونے میں پانچ سو کی تاخیر ہو جائے؟ سال؟ یہ فرض کرتے ہوئے، کوئی شخص پہلے جہنم میں سزا کے بغیر براہ راست جنت میں داخل ہوتا ہے۔

ایک مسلمان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ وہ جتنا زیادہ حلال دنیاوی چیزوں میں مشغول ہوں گے، دنیا میں انہیں اتنا ہی زیادہ تناؤ کا سامنا کرنا پڑے گا، اتنا ہی ان کی توجہ آخرت کی تیاری سے ہٹے گی، جس میں ان نعمتوں کا استعمال شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان کو خوشنما طریقے سے استعمال کرنا۔ اللہ عزوجل اور ان کا حساب قیامت کے دن اتنا ہی سخت ہوگا۔ جبکہ جو شخص سادہ زندگی گزارتا ہے، جس کے ذریعے وہ فضول خرچی اور اسراف کے بغیر اپنی ضرورتوں اور ذمہ داریوں کے مطابق دنیاوی چیزوں کو حاصل کرتا ہے اور استعمال کرتا ہے، اسے ذہنی اور جسمانی سکون حاصل ہوگا اور انہیں روزِ حشر کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے کی ترغیب دی جائے گی۔ ، جو ایک آسان حتمی اکاؤنٹنگ کی طرف جاتا ہے۔ یہ طے کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں کہ کون سا راستہ بہترین ہے۔

آخرت - 11

صحیح بخاری نمبر 1372 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر میں عذاب ہونے کی تصدیق فرمائی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی آیات اور احادیث اس مرحلے پر بحث کرتی ہیں جس کا سامنا تمام لوگوں کو کسی نہ کسی شکل میں کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ یہ ناگزیر ہے، مسلمانوں کو اس کے لیے تیاری کرنی چاہیے کیونکہ قبر کی روشنی یا اندھیرا قبر سے ہی نہیں آتا۔ یہ اس کے اعمال ہیں جو یا تو اس کی قبر کو تاریک یا روشن کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ اس کے اعمال ہیں جو اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ اسے قبر میں عذاب یا رحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی تیاری کا واحد طریقہ تقویٰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ یہ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رحمت سے عذابِ قبر سے محفوظ رکھیں گے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان اپنے دنیاوی گھر کو آرام دہ بنانے کے لیے کتنا وقت، توانائی اور دولت صرف کرے گا، حالانکہ اس کا اس دنیا میں قیام مختصر ہے، جب کہ وہ اپنی قبر کو آرام دہ بنانے کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ قبر میں قیام پذیر ہیں۔ طویل اور زیادہ سنجیدہ ہو جائے گا۔

مسلمان اکثر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دفنانے کے لیے قبرستانوں کا سفر کرتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک دن، جلد یا بدیر، ان کی باری آئے گی۔ حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی کوششوں کی اکثریت اپنے اہل و عیال کی خوشنودی اور دولت کمانے کے لیے اعمال صالحہ کے ذریعے وقف کر دیتی ہے، جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ یہ دو چیزیں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ کو ترجیح دیں گے، ان

کو ان کی قبر پر چھوڑ دیں گے اور صرف ان کے اعمال ان کے پاس رہیں گے۔ لہذا ایک مسلمان کے لیے یہ بات درست ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی خوشنودی اور مال غنیمت کے حصول پر عمل صالح کو ترجیح دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی اپنے خاندان اور مال کو چھوڑ دے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لیے اپنے فرض کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق پورا کریں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے فرائض سے غفلت برتتے ہوئے صرف وہی دولت حاصل کریں جس کی انہیں ضرورت ہے۔ جب یہ صحیح طریقے سے کیا جائے تو یہ بھی ایک نیک عمل بن جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کسی کو اپنے اہل و عیال یا مال کی خاطر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اپنے فرائض کو کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ یہ صرف تنہا، تنہا اور تاریک قبر کی طرف لے جائے گا۔ باب 20 طہ، آیت 55

اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ایک بار پھر تمہیں نکالیں گے۔

آخرت - 12

جامع ترمذی نمبر 3120 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ قبر میں ہر شخص سے تین سوال کیے جائیں گے۔

پہلا سوال یہ ہوگا کہ تمہارا رب کون ہے؟ اس سوال کا صحیح جواب دینے کے لیے ایک مسلمان کو نہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا چاہیے بلکہ اس یقین کو عمل سے ثابت کرنا چاہیے۔ یہ صرف اس کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے باز رہنے اور اس کے احکام کا صبر کے ساتھ سامنا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ یہی وہ ثبوت ہے جو کسی مسلمان کو ان کی قبر میں اس سوال کا سامنا کرنے پر سہارا دے گا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں تک کہ کچھ غیر مسلم بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن وہ اس سوال کا صحیح جواب دینے میں ناکام رہیں گے کیونکہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران ان نعمتوں کا استعمال نہیں کیا جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی تھیں۔ اگر صرف اس پر ایمان لانا کافی ہوتا تو یہ غیر مسلم اس سوال میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن یہ بالکل واضح ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

اگلا سوال یہ ہوگا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ اگر کوئی مسلمان اس کا صحیح جواب دینا چاہتا ہے تو اسے نہ صرف اسلام کو ماننا چاہیے بلکہ اس کی تعلیمات کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنا چاہیے۔ اس میں قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث کے مطابق مفید علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کی پیروی چند واجبات سے بالاتر ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں اس کی تعلیمات پر عمل کرنا شامل ہے۔ جیسا کہ کسی کی سماجی، مالی، کام اور ذاتی زندگی۔

اس حدیث کے مطابق آخری سوال یہ ہوگا کہ تمہارا نبی کون ہے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ ماضی کی بعض قومیں بھی اپنے انبیاء علیہم السلام کو مانتی تھیں لیکن ان کے نقش قدم پر صحیح طور پر نہ چلنے کی وجہ سے وہ اس سوال کا صحیح جواب دینے میں ناکام رہیں گی۔ اگر کوئی مسلمان اس سوال کا صحیح جواب دینا چاہتا ہے تو اسے نہ صرف زبانی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے عقیدہ کا اعلان کرنا چاہیے بلکہ آپ کی روایات اور تعلیمات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے کا یہی مقصد ہے، یعنی ان کی عملی طور پر پیروی کرنا۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم ”آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی رحمت، محبت اور بخشش، جو ایک مسلمان کو اس سوال کا صحیح جواب دینے میں مدد دے گی، اسی طریقہ سے حاصل کرنا ممکن ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہ جس طرح تحریری یا زبانی امتحان میں سوالات کا جواب عملی طور پر علم سیکھے بغیر، مطالعہ اور نظر ثانی کے بغیر کامیابی سے نہیں دیا جا سکتا، اسی طرح کوئی شخص قرآن پاک کی تعلیمات کو عملی طور پر سیکھے اور اس پر عمل کیے بغیر قبر کے سوالات کا کامیابی سے جواب نہیں دے سکتا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، زندگی کے ہر پہلو میں۔

آخرت - 13

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ان مختلف مشکلات اور آسانیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جن کا لوگوں کو زندگی بھر سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی چیزیں ہیں جنہیں ایک مسلمان یاد رکھ سکتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنی توجہ مرکوز رکھے، جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ ان چیزوں میں سے ایک ایک حقیقت کو یاد رکھنا ہے جس کی تائید صحیح مسلم نمبر 7088 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو شخص جنت میں جائے گا اسے زمین پر زندگی کے دوران جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس سے پریشان نہیں ہوں گے۔ اور جو شخص جہنم میں ختم ہوتا ہے وہ بہتر محسوس نہیں کرے گا جب انہیں ان آسائشوں کی یاد دلائی جائے گی جو انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران حاصل کی تھیں۔

انسان کو یہ سوچ کر بے وقوف نہیں بنانا چاہیے کہ آخرت اس دنیا کی طرح ہے۔ اس دنیا میں مشکلیں گزر جانے کے بعد بھی لوگوں کو پریشان کرتی ہیں۔ اور وہ لمحات جب ایک شخص عیش و عشرت سے لطف اندوز ہوتا ہے وہ جیل میں ہونے کے باوجود اسے بہتر محسوس کر سکتا ہے۔ لیکن آخرت کے حوالے سے ایسا نہیں ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے جب وہ مشکلات کا سامنا کر رہے ہوں یہ جان کر کہ اگر وہ جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ انہیں بالکل پریشان نہیں کرے گا۔ اور گناہوں، فضول کاموں اور دنیا کی آسائشیں انہیں بہتر محسوس نہیں کریں گی اگر وہ جہنم میں ختم ہو جائیں۔

یہ رویہ ایک مضبوط طریقہ کار ہے جو ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دیتا ہے، اگر وہ اس پر کثرت سے غور کریں۔

آخرت - 14

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ایسے شخص کے بارے میں اطلاع دی جس کی کمپنی دیوالیہ ہو گئی تھی جب انہیں کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اس معاملے پر انہیں پچھتاوا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب بھی انہیں کسی بھی قسم کی دنیاوی ناکامی یا پشیمانی کا سامنا ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو یاد دلائیں کہ آخرت میں لوگوں کو کیا پشیمان ہونا پڑے گا، جیسا کہ باب 89 الفجر، آیت 24 میں مذکور ہے:

"وہ کہے گا، "کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔"

اس دنیا میں، کسی کے پچھتاوے کے بعد ہمیشہ ایک اور موقع یا دوسرے آپشنز ہوتے ہیں جن کو وہ ایک بار پھر کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنا سکتا ہے۔ لیکن آخرت کی پشیمانی اور ناکامی ایسی چیز ہے جس کی اصلاح نہیں ہو سکتی، آخرت میں اس کا کوئی دوسرا امکان نہیں۔ کسی کو بھی مختلف طریقے سے کام کرنے کے لیے زمین پر واپس آنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اس لیے ہر مسلمان کو دنیا کی ناکامیوں اور پشیمانیوں کے مقابلے میں آخرت میں ہونے والی ناکامیوں کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں حلال کامیابی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کی کامیابی پر آخرت کی کامیابی کو ترجیح دیں۔ یہ ایک اہم ذہنیت ہے جسے مسلمانوں کو اس دن تک پہنچنے سے پہلے اپنا لینا چاہیے جہاں ان کی ناکامیوں اور پشیمانیوں پر غور کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ باب 89 الفجر، آیت 23

"اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کا ذکر کیسا ہوگا؟"

آخرت - 15

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک مشہور شخص کی سوانح حیات پر رپورٹ کیا۔ وہ چیزیں جو انہوں نے حاصل کیں اور انہیں جو پچھتاوا ہے۔

مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے کہ پچھتاوے کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی دنیوی چیزوں پر پشیمانی، جیسے شادی نہ کرنا یا اولاد نہ ہونا۔ دوسری قسم وہ پچھتاوے ہیں جو انسان کو اپنی قبر میں اور قیامت کے دن ہوں گے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنے وسائل اور نعمتوں کا بہتر استعمال نہ کرنا۔ دنیاوی ندامتیں، خواہ وہ کچھ بھی ہوں، کبھی بھی مستقل نہیں ہوں گی، کیونکہ وہ یا تو اس وقت ختم ہو جائیں گے جب کوئی اپنی خواہش پوری کرے، اپنا ارادہ بدل لے یا مر جائے۔ وہ فطرت کے لحاظ سے عارضی ہیں، کیونکہ اس قسم کے افسوس کا زیادہ سے زیادہ وقت ان کی موت تک ہوتا ہے۔ اور وہ اتنے اہم نہیں ہیں، کیونکہ یہ پچھتاوے غم کا باعث بن سکتے ہیں لیکن سخت سزا یا عذاب نہیں۔ اس کے علاوہ یہ ندامتیں ختم ہو جائیں گی اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں پہنچ جائے۔

دوسری طرف آخرت کی پشیمانی دیرپا ہے کیونکہ قبر میں اور قیامت کا وقت اس زمین پر انسان کی زندگی سے کہیں زیادہ طویل ہوگا۔ وہ اس وقت تک ختم نہیں ہوں گے جب تک کہ کوئی جنت میں داخل نہ ہو جائے، جو ہو سکتا ہے نہ ہو یا بہت طویل عرصے کے بعد ہو، کیونکہ آخرت کا ایک دن زمین پر ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ باب 22 الحج، آیت 47

”اور یقیناً تمہارے رب کے نزدیک ایک دن ہزار سال کے برابر ہے جسے تم شمار کرتے ہو۔“

آخر میں، یہ ندامتیں بہت اہم ہیں، کیونکہ یہ آخرت میں سخت عذاب اور عذاب کا باعث بن سکتے ہیں۔

لہذا، ایک مسلمان کو اس پر غور کرنا چاہیے اور اس سے پہلے کہ وہ اس دنیا کے ندامتوں کو دور کرنے کی کوشش کرے، قبر اور قیامت کے دن ممکنہ ندامتوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے: اپنے آپ پر رحم کرے۔ باب 89 الفجر، آیات 23-24

اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کو یاد کیسے آئے گا؟ وہ کہے گا، کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔

آخرت - 16

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی آیات اور احادیث اس مرحلے پر بحث کرتی ہیں جس کا سامنا تمام لوگوں کو کسی نہ کسی شکل میں کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ یہ ناگزیر ہے، مسلمانوں کو اس کے لیے تیاری کرنی چاہیے، کیونکہ قبر کی روشنی یا اندھیرا قبر سے ہی نہیں آتا۔ یہ اس کے اعمال ہیں جو یا تو اس کی قبر کو تاریک یا روشن کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ اس کے اعمال ہیں جو اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ اسے قبر میں عذاب یا رحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے تیاری کا واحد طریقہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ہے۔ اس پر یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔

مسلمان اکثر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دفنانے کے لیے قبرستانوں کا سفر کرتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک دن، جلد یا بدیر، ان کی باری آئے گی۔ حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی کوششوں کی اکثریت اپنے اہل و عیال کو خوش کرنے اور دولت کمانے کے لیے صرف اعمال صالحہ کے ذریعے وقف کر دیتی ہے، جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ یہ دو چیزیں جو مسلمان دیتے ہیں۔ ان کو ان کی قبر پر چھوڑ دیں گے اور ان کے ساتھ صرف ان کے اعمال باقی رہیں گے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے یہ بات درست ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی خوشنودی کے لیے اعمال صالحہ کو ترجیح دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی اپنے خاندان اور مال کو چھوڑ دے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اپنے فرائض میں غفلت برتتے ہوئے صرف اور صرف دنیوی چیزیں حاصل کریں، جیسا کہ مال، اس کے حصول کے لیے انہیں درکار ہے۔ جب یہ صحیح طریقے سے کیا جائے تو یہ بھی ایک نیک عمل بن جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ دنیاوی چیزوں مثلاً اپنے اہل و عیال یا مال کی خاطر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اپنے فرائض کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے وہ نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ انہیں عطا کیا گیا ہے۔ یہ بدلے میں ایک الگ تھلگ، تنہا اور تاریک قبر کی طرف لے جائے گا۔

آخرت - 17

صور پھونکا مخلوق کی موت کا باعث بنے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 7381 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جاننے کی اہم بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسی اذان ہے جس کا جواب نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ ہی رد کرے گا۔ یہ قیامت اور آخری فیصلے کی طرف لے جائے گا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے خلوص نیت سے اطاعت کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ باب 8 انفال، آیت 24

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے "

"جو تمہیں زندگی بخشی ہو۔"

جو بھی اس دنیا میں اس پکار کا جواب دے گا، اسے آخری پکار برداشت کرنا اور اس کا جواب دینا آسان ہوگا۔ جبکہ جو شخص اس دنیا میں اللہ عزوجل کی پکار سے غافل زندگی گزارتا ہے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو ان کی عطا کی گئی ہیں، اسے اس میں سکون نہیں ملے گا اور وہ صور کی پکار پر لبیک کہنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ان کے لیے ایک بہت بڑا بوجھ برداشت کرنا اور جواب دینا۔ ایک شخص صرف اتنی دیر تک اللہ تعالیٰ کی پکار کو نظر انداز کر سکتا ہے، جب تک کہ آخری بلا جلد یا بدیر واقع ہو گی، اور کوئی بھی اس سے بچنے یا نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ اگر یہ ناگزیر ہے، تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی شخص غفلت میں رہنے کے بجائے، آج، اس کا جواب دے۔ اگر کوئی غافل ہو کر صور پھونکنے کی آواز سنتا ہے تو کوئی عمل یا پشیمانی اس کو فائدہ نہیں دے گی اور اس شخص کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔

آخرت - 18

یہ نکتہ باب 80 اباسہ، آیات 34-37 سے مربوط ہے

جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اس کی ماں اور اس کا باپ۔ اور اس کی بیوی اور ”
“اس کے بچے۔ ہر آدمی کے لیے وہ دن اس کے لیے کافی ہو گا۔

یہ وہ وقت ہے جب ہر شخص قیامت کے دن اپنے رشتہ داروں سے اپنی بھلائی کی فکر میں بھاگے گا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام انہیں اپنے رشتہ داروں کو چھوڑنے کی نصیحت نہیں کرتا، کیونکہ رشتہ داری کو برقرار رکھنا اسلام کا ایک انتہائی اہم پہلو ہے۔ لیکن یہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہر ایک کو ان کی صحیح جگہ پر رکھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض پر سمجھوتہ کیے بغیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کی پیروی کیے بغیر، مطلب کی حد سے تجاوز کیے بغیر دوسروں کے حقوق ادا کریں۔ بدقسمتی سے، کچھ بہت دور چلے جاتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ غلط محبت اور وفاداری کی وجہ سے ان اہم فرائض کو ترک کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ بعض تو اپنے رشتہ داروں کی خوشنودی کی خاطر ناجائز رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور گناہ بھی کرتے ہیں۔ یہ عظیم واقعہ واضح طور پر ایسا کرنے کے منفی پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد کرے، خاص کر اپنے رشتہ داروں کی اچھی باتوں میں لیکن کبھی بھی برے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دے، خواہ ان کے ساتھ ان کا رشتہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، کیونکہ مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں اگر یہ اللہ کی نافرمانی کا باعث ہو۔ اعلیٰ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

اس کے علاوہ، یہ عظیم واقعہ ان لوگوں کے درمیان پیش آئے گا جو، زیادہ تر معاملات میں، ایک شخص اپنے دوستوں کے ساتھ گہرا تعلق شیئر کرتے ہیں۔ پس اگر قیامت کے دن رشتہ داروں کا یہ انجام ہے تو کیا دوستوں کے انجام کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ باب 25 الفرقان، آیت 28

اوہ، مجھ پر افسوس! کاش میں نے اسے دوست نہ بنایا ہوتا۔"

اس دنیا یا آخرت میں لوگ ایک دوسرے کو صحیح معنوں میں فائدہ پہنچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات سب سے بڑھ کر اور اس آخری مقصد میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

"اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سوائے نیک لوگوں کے"

آخرت - 19

سنن ابن ماجہ نمبر 4308 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ وہ پہلا شخص ہے جس کی شفاعت ہوگی اور وہ پہلا شخص ہے جس کی شفاعت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ دن

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے لائق بنانے کی کوشش کرے، ان اعمال کو انجام دے جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، مثلاً اذان سن کر اس کے لیے دعا کرنا۔ سنن نسائی نمبر 679 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھر میں پڑھنے کے بجائے باقاعدگی سے مسجد میں پڑھے۔ سب سے بڑا عمل جو شفاعت کا باعث بنے گا وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس فرض سے انکار کر کے غفلت میں نہ رہے اور پھر قیامت کے دن شفاعت کی امید رکھے، کیونکہ یہ خواہش مندانہ سوچ کے زیادہ قریب ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سچی امید کے مقابلے میں قابل ملامت ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں۔

بدقسمتی سے بعض مسلمان جنہوں نے اس خواہش مندانہ سوچ کو اختیار کیا ہے وہ اس شفاعت کے ذریعے جنت حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے، اس کے احکام کی تعمیل کرتے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے اور تقدیر کا مقابلہ مقدس روایات کے مطابق صبر سے کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان مسلمانوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ اگرچہ شفاعت ایک حقیقت ہے، لیکن بعض مسلمان جن کی شفاعت سے ان کی سزا میں تخفیف ہو جائے گی، وہ پھر بھی جہنم میں داخل ہوں گے۔ جہنم میں ایک لمحہ بھی واقعی ناقابل برداشت ہے۔ لہذا انسان کو خواہش مندانہ سوچ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عملی طور پر کوشش کرتے ہوئے حقیقی امید کو اپنانا چاہیے اور ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان کو پسند کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے اور یہ گمان کرے کہ وہ اس شفاعت سے نجات پا جائیں گے، انہیں اس حقیقت کو قبول کرنا چاہیے کہ ان کی نافرمانی اور تمسخرانہ رویہ کی وجہ سے وہ اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت بھی نہیں ہو سکتے۔ لہذا اس مسلمان کو قیامت کے دن اس شفاعت کو حاصل کرنے سے زیادہ مسلمان کی حیثیت سے مرنے کی فکر ہونی چاہیے جو صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے۔

آخرت - 20

یہ نکتہ باب 101 القرئ، آیات 6-9 سے مربوط ہے

پھر وہ جس کا پلڑا بھاری ہے۔ وہ خوشگوار زندگی گزارے گا۔ لیکن جس کے پلڑے ہلکے ہوں۔ ”
”اس کی پناہ ایک پاتال ہو جائے گا۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کا باقاعدگی سے جائزہ لیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان سے بہتر نہیں جانتا۔ جب کوئی ایمانداری سے اپنے اعمال کا خود فیصلہ کرتا ہے تو یہ انہیں اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے اور اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب دینے کی ترغیب دے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ لیکن جو اپنے اعمال کا باقاعدگی سے جائزہ لینے میں ناکام رہے گا، وہ غافل زندگی گزارے گا اور وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ شخص قیامت کے دن اپنے اعمال کا تولنا بہت مشکل پائے گا۔ درحقیقت، یہ انہیں جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔

ایک ہوشیار کاروباری مالک ہمیشہ اپنے کھاتوں کا باقاعدگی سے جائزہ لے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ان کا کاروبار صحیح سمت میں ہے اور اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ تمام ضروری کاغذی کارروائی کو درست طریقے سے مکمل کریں، جیسے کہ ٹیکس ریٹرن۔ لیکن بیوقوف کاروباری مالک باقاعدگی سے اپنے کاروبار کا حساب نہیں لے گا۔ یہ منافع میں نقصان اور ان کے کھاتوں کی صحیح طریقے سے تیاری میں ناکامی کا باعث بنے گا۔ جو لوگ اپنے اکاؤنٹس کو صحیح طریقے سے حکومت کے پاس جمع کرانے میں ناکام رہتے ہیں انہیں جرمانے کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کی زندگی کو مزید مشکل بنا دیتا ہے۔ لیکن نوٹ کرنے کی اہم بات یہ ہے کہ قیامت کے ترازو کے لیے کسی کے اعمال کا درست اندازہ لگانے اور اسے تیار کرنے

میں ناکامی کی سزا میں مالی جرمانہ شامل نہیں ہے۔ اس کی سزا زیادہ سخت اور واقعی ناقابل برداشت ہے۔ باب 99 زلزال، آیات 7-8

پس جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے " گا وہ اسے دیکھ لے گا۔

آخر میں، ایک مسلمان کو نہ صرف گناہوں کے ارتکاب سے بچنا چاہئے بلکہ انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے بھی بچنے کی کوشش کرنی چاہئے جو انہیں دی گئی ہیں فضول طریقوں سے۔ فضول کام گناہ نہیں ہو سکتے لیکن جیسا کہ وہ اعمال صالحہ نہیں ہیں اس لیے وہ قیامت کے دن پشیمانی کا باعث بنیں گے، خاص طور پر جب کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے جو فضول کام کیے ہیں اگر وہ استعمال کرتے تو وہ قیامت کے ترازو کے اچھے پہلو پر رکھ سکتے تھے۔ برکات صحیح طریقے سے بعض صورتوں میں، ترازو کے دونوں اطراف کے درمیان تھوڑا سا فرق نجات اور لعنت کے درمیان فرق ہو سکتا ہے۔

آخرت - 21

یہ نکتہ باب 14 ابراہیم، آیت 22 سے مربوط ہے

اور شیطان کہے گا جب بات پوری ہو جائے گی، بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا، اور میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، لیکن میں نے تم سے خیانت کی، لیکن میرا تم پر کوئی اختیار نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں دعوت دی اور تم نے قبول کیا۔ مجھ پر الزام نہ لگائیں بلکہ خود کو قصور وار ٹھہرائیں۔

یہ وہ وقت ہے جب قیامت کے دن لوگ اپنے گناہوں کا الزام شیطان پر ڈالنے کی کوشش کریں گے تاکہ اپنے عذاب کا بوجھ اس پر منتقل کر سکیں۔ لیکن یہ آیت واضح کرتی ہے کہ یہ ایک فضول اور احمقانہ عذر ہے، جیسا کہ شیطان صرف لوگوں کو گناہوں پر اکساتا ہے، وہ جسمانی طور پر کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مجبور نہیں کر سکتا۔ ہر شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یا نافرمانی کا انتخاب کرتا ہے، ان نعمتوں کو صحیح یا غلط استعمال کرتے ہوئے جو اسے عطا کیا گیا ہے، اور اس لیے اسے اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بدقسمتی سے، کچھ لوگ اس اہم نکتے کو نہیں سمجھتے۔ وہ اکثر گناہ کرتے ہیں اور یا تو یہ اعلان کر کے دوسروں پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ اس طرح کے کام کرنے کے قائل ہیں یا وہ اعلان کرتے ہیں کہ جیسے دوسرے لوگ کھلم کھلا گناہ کر رہے ہیں یہ کسی نہ کسی طرح انہیں اسی طرح عمل کرنے کا لائسنس دیتا ہے۔ اسی طرح دنیاوی عدالت میں ایک جج ان عذروں کو کبھی قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان عذروں کو قبول کرے گا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ثقافت یا فیشن کو اپنے طرز عمل کا معیار نہ بنائیں، کیونکہ اس سے وہ گمراہ ہوں گے اور قیامت کے دن ان کے پاس کوئی معقول عذر باقی نہیں رہے گا۔ اس کے بجائے، انہیں اسلام کی ان تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے جو صرف اس بات کا خاکہ پیش کرتی ہے کہ انسان کو تمام حالات میں کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان بچگانہ بہانوں کو ترک کریں اور خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس دن تک پہنچ جائیں جب اللہ تعالیٰ ان کے عذر کو قبول نہ کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ شیطان پر الزام لگانے والوں کے عذر کو رد کر دے گا جب کہ

وہ ان کا کھلا دشمن ہے اور انہیں گمراہ کرنے کا وعدہ کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نافرمانی کا کوئی اور عذر کیسے قبول کرے گا؟

آخرت - 22

آسمانی حوض کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں، جیسے کہ صحیح بخاری نمبر 6579 میں موجود ہے۔ اس میں مشورہ دیا گیا ہے کہ اس کی پوری لمبائی کو عبور کرنے میں ایک مہینہ لگتا ہے، اس کی بو خوشبو سے زیادہ اچھی ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور جو اس میں سے ایک بار پی لے اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ آخری نکتہ انتہائی اہم ہے، کیونکہ قیامت کے دن لوگوں کو شدید اور ناقابل تصور پیاس لگے گی۔ مثال کے طور پر سورج کو تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا جس کی وجہ سے لوگوں کو بہت زیادہ پسینہ آئے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان اس تالاب سے پینا چاہتا ہے، خواہ اس کا ایمان کتنا ہی مضبوط ہو۔ لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو صرف اس کے حصول کی امید کرنے کے بجائے خود کو اس سے پینے کے لائق بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے، خاص طور پر ان اعمال سے جو آسمانی تالاب تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، صحیح مسلم، نمبر 5996 میں پائی جانے والی ایک حدیث میں خبردار کیا گیا ہے کہ کچھ مسلمان جنہوں نے اسلام میں بدعتیں ایجاد کیں، انہیں حراست میں لے لیا جائے گا اور آسمانی تالاب تک پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ سنن نسائی نمبر 4212 میں موجود ایک اور حدیث متنبہ کرتی ہے کہ جو لوگ ظالم حکمرانوں کے جھوٹ اور غلط کاموں کی حمایت اور یقین کرتے ہیں وہ آسمانی تالاب تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ لہذا ان مسلمانوں کے لیے جو آسمانی تالاب تک پہنچنے اور پینے کی خواہش رکھتے ہیں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں اور اس کی مخلصانہ اطاعت میں جدوجہد کریں۔

آخرت - 23

لوگوں کو اس پل کو عبور کرنے کا حکم دیا جائے گا جو قیامت کے دن جہنم کے اوپر رکھا جائے گا۔ اسلامی تعلیمات میں اس پر بہت زیادہ بحث کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6573 میں موجود حدیث ہے۔ اس میں خبردار کیا گیا ہے کہ پل پر بہت بڑے کانٹے ہوں گے جو لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق متاثر کریں گے۔ بعض کو ان کے ذریعہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا، بعض کو پل صراط سے گزرنے سے پہلے بڑی اذیتیں دی جائیں گی، بعض کو ان کی طرف سے معمولی سی چوٹ ہی پہنچے گی اور آخر کار صالحین کو ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ صحیح مسلم کی ایک اور حدیث نمبر 455 میں متنبہ کیا گیا ہے کہ پل صراط بالوں سے تنگ اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

اس سے سیکھنے کی اہم بات یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق پل کو عبور کرے گا۔ لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ پل کو بحفاظت عبور کرنا چاہتے ہیں تو وہ کسی بھی فرائض میں کوتاہی نہ کریں۔ انہیں چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو ان کو عطا کی گئی ہیں ان کو اس کی خوشنودی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ کسی کو اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور صرف امید رکھنا چاہئے کہ وہ جادوئی طور پر بغیر کسی اثر کے پل کو عبور کریں گے۔

اس کے علاوہ انسان جس آسانی سے اس پل کو عبور کرے گا وہ اس بات کا آئینہ دار ہو گا کہ وہ اس دنیا میں اسلام کے صراط مستقیم پر کس قدر ثابت قدم رہے۔ یہ سیدھا راستہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا راستہ ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا“۔

جو بھی اس راستے کو چھوڑ دے گا وہ اس پل کو کامیابی سے عبور نہیں کر سکے گا۔ سیدھے الفاظ میں، اس دنیا میں جتنا زیادہ انسان صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہے گا، قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھ کر اس پر عمل کرے گا، اتنا ہی آسانی سے وہ جہنم کے پل کو عبور کر لے گا۔ قیامت کا دن۔ اس دنیا میں سیدھا راستہ واضح کر دیا گیا ہے، اس لیے لوگوں کے پاس کوئی بہانہ باقی نہیں رہا۔

آخرت - 24

یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ درحقیقت ہر وہ شخص جو جہنم میں جائے گا وہ آگ لے گا، جس کا سامنا وہ جہنم میں کرے گا، اس دنیا سے اپنے گناہوں کی صورت میں۔ جب کوئی مسلمان اس حقیقت کو اپنے ذہن میں نقش کر لے گا تو وہ ہر گناہ بڑے یا چھوٹے کو ناقابل برداشت آگ کے ٹکڑے کی طرح دیکھے گا۔ جس طرح انسان دنیا میں آگ سے بچتا ہے اسے گناہوں سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ پوشیدہ آگ ہے جو اسے آخرت میں دکھائی جائے گی۔

مزید برآں، ایک مسلمان کو غافل نہیں رہنا چاہیے اور اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ وہ اس زبانی تائید کے بغیر محض اللہ تعالیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اعمال کے ساتھ اعلان۔ اگر یہ سچ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اتنی محنت نہ کرتے اور وہ بلاشبہ اسلام اور یوم آخرت کو اپنے بعد کے لوگوں سے بہتر سمجھتے تھے۔ سیدھے الفاظ میں، عمل کے بغیر محبت کا اعلان کسی کو جہنم سے نہیں بچا سکتا۔ درحقیقت یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ بعض مسلمان قیامت کے دن جہنم میں داخل ہوں گے۔ جو مسلمان اللہ عزوجل کی مخلصانہ اطاعت کو ترک کرتا ہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، اسے سمجھنا چاہیے۔ ان کا یہ رویہ ان کی موت سے پہلے اپنے ایمان کو کھونے کا سبب بن سکتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن ایک غیر مسلم کے طور پر داخل ہوں، جو کہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

جس طرح کوئی جنگ میں بغیر زرہ اور ڈھال کے داخل نہیں ہوتا، اسی طرح ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے زرہ اور ڈھال کے بغیر قیامت میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر، جس طرح اس سپاہی کو زیادہ نقصان پہنچے گا جس کے پاس کوئی حفاظت نہیں ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر تحفظ کے دن قیامت تک پہنچے گا۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ مادی دنیا کی آسائشوں اور لذتوں سے وہ لطف اندوز ہوتے ہیں اگر وہ جہنم میں ختم ہو جائیں تو انہیں بہتر محسوس نہیں ہوگا۔ درحقیقت، یہ صرف انہیں بدتر محسوس کرے گا۔

آخرت - 25

غور طلب بات یہ ہے کہ جنت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے داخل ہوگا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 5673 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عمل صالح صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ممکن ہے، علم، الہام، قوت اور عمل کرنے کے موقع کی صورت میں۔ یہ فہم انسان کو غرور اختیار کرنے سے روکتی ہے جس سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ انسان کو جہنم میں لے جانے کے لیے صرف ایک ایٹم کی قدر کی ضرورت ہوتی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 267 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت، اعمال صالحہ کی صورت میں، درحقیقت ایک نور ہے جسے دنیا میں جمع کرنا ضروری ہے، اگر وہ آخرت میں رہنمائی کا نور حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان غفلت میں زندگی بسر کرتا ہے اور اس نور کو دنیا میں جمع کرنے سے گریز کرتا ہے اور ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس پر ہو، پھر آخرت میں وہ اس ہدایت کی روشنی کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں؟

تمام مسلمانوں کی خواہش ہے کہ وہ جنت میں اللہ کے سب سے بڑے بندوں جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ بغیر عمل کے محض اس کی خواہش کرنے سے یہ حقیقت نہیں ہو گی، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا کرتے۔ سیدھے الفاظ میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی جتنی زیادہ کوشش کرے گا، آخرت میں اس کے اتنے ہی قریب ہوں گے۔ اگر کوئی دوسرا راستہ چنتا ہے جو اس دنیا میں ہے تو پھر آخرت میں اس کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟

مزید برآں، اسلامی تعلیمات یہ واضح کرتی ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے عقیدے کے زبانی اعلان عمل کے ساتھ حمایت کی انہیں جنت دی جائے گی۔ لہذا کسی کو دوسری صورت میں یقین کرنے میں کبھی بھی دھوکہ نہیں دینا چاہئے۔ جو شخص ان کے زبانی اعلان ایمان کی عملی تائید نہیں کرتا اسے اس بات کی زیادہ فکر کرنی چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں کیونکہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی پرورش عمل سے ہونی چاہیے ورنہ وہ مر جائے گا۔ باب 16 النحل، آیت 32:

جن کو فرشتے نیک اور پاکیزہ موت میں لے جاتے ہیں، [فرشتے] کہیں گے: تم پر سلامتی ہو۔ جنت "

"میں داخل ہو جاؤ ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔"

جنت کی سب سے بڑی نعمت جسمانی طور پر اللہ عزوجل کا مشاہدہ کرنا ہے جس کا ذکر صحیح بخاری کی حدیث نمبر 7436 میں موجود ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس ناقابل تصور نعمت کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے عملی طور پر اس درجہ فضیلت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو حدیث میں مذکور ہے۔ صحیح مسلم، نمبر 99 میں موجود ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی عمل کرتا ہے، جیسے کہ نماز، گویا وہ کر سکتے ہیں۔ ان کو نظر انداز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کریں۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی مستقل اور مخلصانہ اطاعت کو یقینی بناتا ہے۔ امید ہے کہ ایمان کے اس درجے کے لیے کوشش کرنے والے کو آخرت میں جسمانی طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی سعادت حاصل ہوگی۔

آخرت - 26

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ معاشرے میں جھوٹے دیوتاؤں کی عبادت عام ہونے کی ایک اہم وجہ ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ہونے سے خود کو بری الذمہ قرار دینے کا بنیادی ارادہ ہے۔ مکہ کے غیر مسلموں نے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، یہ دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بتوں کی پوجا کرتے تھے، کیونکہ ان کے بت مختلف مقدس ہستیوں کی نمائندگی کرتے تھے، جیسے کہ فرشتے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور محبوب تھے۔ ان کی عبادت کرنے سے، ان کا غلط خیال تھا کہ بت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی طرف سے سفارش کریں گے، اور اس طرح انہیں ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ہونے سے بچایا جائے گا۔ ان کی نظر میں یہ ایک مفت ٹکٹ تھا کہ وہ جو چاہیں کریں کیونکہ اس شفاعت کی وجہ سے وہ اپنے اعمال کا جوابدہ نہیں ہوں گے۔ باب 10 یونس، آیت 18

اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ " ان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔"

اور باب 39 از زمر، آیت 3

اور جو لوگ اس کے سوا کارساز بناتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے " ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ "بے شک اللہ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرے گا جس "...میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو

بدقسمتی سے اسی طرح کا رویہ کچھ مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی داخل ہو گیا ہے جو ایک ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں جس کے تحت وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدس اور مقرب سمجھا جاتا ہو اور اسے راضی کرنے کی کوشش کرتے ہوئے انہیں تحائف، تحائف اور تحائف کے ذریعے خوش کیا جائے۔ بعض صورتوں میں، انہیں عزت اور احترام کی غیر صحت بخش سطح کا مظاہرہ کرنا۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ ان مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دنیا اور آخرت میں ان کی شفاعت حاصل ہو۔ اگرچہ دوسروں کے لیے دعا کرنا جائز ہے اور قیامت کے دن مومنین کی طرف سے شفاعت ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو ان کے اعمال کے حساب سے بری کر دیا جائے۔ دوسری صورت میں سوچنا صرف ان حقائق کا مذاق اڑانا ہے۔

اس غلط عقیدے نے بہت سے مسلمانوں کو خواہش مندانہ سوچ اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے جس کے تحت وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ کھلم کھلا اور مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر سکتے ہیں، لیکن ان مقدس ہستیوں کی شفاعت سے ہر قسم کے احتساب سے بچ جائیں گے۔ اگر یہ سچ تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب سے مقدس ترین ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اور مدد حاصل تھی، پھر بھی وہ مسلسل اپنی جوابدہی سے ڈرتے رہے اور اس لیے اخلاص پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، جس میں نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے، جو اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اپنے ناگزیر احتساب سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرتے ہوئے اس کے لیے تیاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بصورت دیگر انہیں ایک عظیم دن پر سخت اور مشکل احتساب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

آخرت - 27

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قیامت کے منکروں کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ پر یقین کرنا مشکل ہے کہ وہ لوگوں کی مٹی اور ہڈیاں اکٹھی کر دے گا جو اکثر و بیشتر زمین اور دوسری چیزوں کے ساتھ بکھری ہوئی اور مل گئی ہیں۔ ، جیسے پانی، جیسے وہ لوگ جن کی لاشوں کو جلایا گیا ہے اور باقیات سمندر میں بکھری ہوئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر اس ذرے کے مقام سے پوری طرح باخبر ہے جو انسان بناتا ہے اور وہ ان ذرات کو ایک بار پھر اکٹھا کرنے کی طاقت اور کنٹرول بھی رکھتا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے آپ کو ان مختلف کھانوں پر غور کرنا چاہیے جو وہ کھاتے ہیں اور ان چیزوں پر غور کریں جو وہ خریدتے ہیں۔ یہ کھانے اور اشیاء مختلف حصوں سے بنتی ہیں جو دنیا کے مختلف حصوں سے آگائی اور کاشت کی جاتی ہیں۔ انہیں ایک جگہ پر اکٹھا کیا جاتا ہے تاکہ شے تیار کی جا سکے یا کھانا بنایا جا سکے، جو پھر دکان پر یا براہ راست کسی گاہک کو پہنچایا جاتا ہے۔ اگر انسان کسی چیز کو تیار کرنے یا کھانے کی ڈش بنانے کے لیے دنیا بھر کے مختلف اجزا اور پرزے جمع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پھر تعجب کی کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قادر ہے، ان ذرات کو اکٹھا کرے گا۔ ایک شخص کا انہیں دوبارہ زندگی دینے کے لیے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے انہیں پہلی بار زندگی دی تھی۔ اس عمل سے کوئی غلطی نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی منفرد خصوصیات جیسے کہ ان کے: ڈی این اے اور انگلیوں کے نشانات سے پوری طرح واقف ہے۔ باب 75 القیامۃ، آیات 3-4

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے؟

آخرت - 28

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک عام رویہ جو اکثر غیر مسلموں میں پایا جاتا ہے مسلمانوں میں بھی ظاہر ہو گیا ہے۔ جو لوگ روز جزا پر یقین نہیں رکھتے وہ اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر یہ حقیقی بھی ہوتا تو وہ اس دن اللہ تعالیٰ سے صلح کر لیں گے۔ بدقسمتی سے، اس رویے نے بہت سے مسلمانوں کو بھی متاثر کیا ہے جو عملی طور پر قیامت کے دن کی تیاری سے منہ موڑ لیتے ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے صلح کر لیں گے۔ اس یقین کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ یہ رویہ قیامت کے دن کامیابی کا باعث بنے گا یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناقابل یقین حد تک بے عزتی اور گھٹیا عقیدہ اختیار کرے۔ وہ اس بات پر یقین کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نظر انداز کرنے والے اور ان کی خواہشات کی پیروی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرنے والے کے برابر سلوک کرے گا، جس نے ان نعمتوں کا استعمال کیا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی تھیں۔ اگر کوئی دنیوی جج اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے تو ان پر بہت زیادہ تنقید کی جائے گی اور یہاں تک کہ ان کے عہدے سے بھی برطرف کیا جائے گا، کیونکہ یہ سراسر انصاف کے منافی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سب عادل ہے، ایک مسلمان کیسے اس پر ایمان لا سکتا ہے اور اس کی طرف اس طرح کے منفی رویہ کو منسوب کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر اپنی لامحدود رحمت نازل کرنا ایک چیز ہے لیکن نافرمانی پر اڑے رہنے والوں اور دوسروں کو نقصان پہنچانے والوں کو اپنے اعمال کے نتائج سے بچنے کی اجازت دینا سراسر ظلم ہے، جو اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا۔

اس کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ سب کو معاف کرنے والا تھا، خواہ اس کے اعمال کچھ بھی ہوں، تو اس سے اس دنیا کی زندگی بے مقصد ہوجاتی ہے، کیونکہ اس دنیا کا مقصد نیکی کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں فرق کرنا ہے۔ بے مقصد چیزیں پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی لامحدود عظمت، عظمت اور حکمت کو براہ راست چیلنج کرتا ہے۔ جو شخص اس پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کی طرف ایسی احمقانہ بات کیسے منسوب کر سکتا ہے؟

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو کبھی بھی اس غلط عقیدے سے بیوقوف نہیں ہونا چاہیے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ساتھ صلح کر لیں گے۔ اعمال کی جگہ یہ دنیا ہے جبکہ جزا و سزا صرف نتائج کی جگہ ہے۔ لہذا ان عواقب کے لیے تیاری کرنی چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 30 اروم، آیت 57

پس اس دن ان کا عذر ان لوگوں کو فائدہ نہیں دے گا جنہوں نے ظلم کیا اور نہ ہی ان سے اللہ کو "راضی کرنے کا کہا جائے گا۔"

:اور باب 45 الجثیہ، آیت 21

یا جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا بنا دیں گے جو "ایمان لائے اور نیک عمل کیے - [انہیں] ان کی زندگی اور موت میں برابر کر دیں گے؟ برا ہے وہ جس کا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔"

آخرت - 29

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایسے بہت سے عوامل ہیں جو ایک مسلمان کو عملی طور پر قیامت کے دن کی تیاری کرنے سے روکتے ہیں، جن میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ السلام علیکم، لیکن اس سے زیادہ لطیف عوامل میں سے صرف ایک پر بات کی جائے گی۔

اس دنیا میں زیادہ تر معاملات میں جو شخص کسی خاص کام یا سرگرمی میں ناکام ہو جاتا ہے اسے دوسرا موقع دیا جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں، دوسرا موقع براہ راست ہوتا ہے، جیسے کہ ناکام ڈرائیونگ ٹیسٹ دوبارہ دینا، اور دوسری صورتوں میں دوسرا موقع بالواسطہ ہوتا ہے، جیسے طلاق یافتہ کی کسی اور سے شادی۔ دوسرے امکانات کا تصور مذہبی معاملات میں بھی لاگو ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ہر کوئی موت کی بہن کا تجربہ کرتا ہے: نیند، اور ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو ایک اور موقع دیا جاتا ہے کہ وہ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، جب ان کے بیدار ہونے پر ان کے لیے زندگی بحال ہو جاتی ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42:

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا فیصلہ کیا ہے ان کو روکتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں۔"

دوسرے مواقع کا یہ تصور اکثر ایک مسلمان کے ذہن میں اس طرح نقش ہو جاتا ہے کہ لاشعوری طور پر وہ ایسا برتاؤ کرنے لگتا ہے کہ اگر وہ اس کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہے تو انہیں قیامت کے دن دوسرا موقع دیا جائے گا۔ یہ شیطان کا ایک لطیف فریب اور چال ہے جس سے

بچنے کے لیے ایک مسلمان کو احتیاط کرنی چاہیے۔ یہ اس قدر لطیف ہے کہ کوئی شخص اس کو سمجھے بغیر عملی طور پر اس طرح برتاؤ کر سکتا ہے، صرف اس لیے کہ وہ اس گمان میں ہیں کہ جس طرح انہیں اس دنیا میں دوسرا موقع ملا ہے، اسی طرح انہیں قیامت کے دن بھی مل جائے گا۔

اس لطیف فریب کا مقابلہ کرنے کا بہترین طریقہ اپنے ایمان کو مضبوط کرنا ہے۔ یہ صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے، تاکہ انسان ہر وقت روزِ حشر کے لیے عملی طور پر تیاری پر ثابت قدم رہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ باب 31 لقمان، آیت 33:

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، لہذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور دھوکے باز..."
[یعنی شیطان] سے اللہ کے بارے میں دھوکہ نہ کھائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

500+ English Books & Audiobooks / اردو کتب / کتب عربیة / Buku Melayu / বাংলা
বই / Libros En Español / Livres En Français / Libri Italiani / Deutsche
Bücher / Livros Portugueses:

<https://shaykhpod.com/books/>

Backup Sites for eBooks: <https://shaykhpodbooks.wordpress.com/books/>
<https://shaykhpodbooks.wixsite.com/books>
<https://shaykhpod.weebly.com>
<https://archive.org/details/@shaykhpod>

YouTube: <https://www.youtube.com/@ShaykhPod/playlists>

AudioBooks, Blogs, Infographics & Podcasts: <https://shaykhpod.com/>

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

آڈیو بکس: <https://shaykhpod.com/books/#audio>
روزانہ بلاگز: <https://shaykhpod.com/blogs/>
تصویریں: <https://shaykhpod.com/pics/>
جنرل پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/general-podcasts/>
PodWoman: <https://shaykhpod.com/podwoman/>
PodKid: <https://shaykhpod.com/podkid/>
اردو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/urdu-podcasts/>
لانیو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/live/>

ڈیلی بلاگز، ای بکس، تصویروں اور پوڈکاسٹوں کے لیے گمنام طور پر واٹس ایپ چینل کو فالو کریں
<https://whatsapp.com/channel/0029VaDDhdwJ93wYa8dgJY1t>

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں
<http://shaykhpod.com/subscribe>

